جس میں

ان دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان۔ اسکاٹ لینڈ۔ اور پیرس کے
کتب خانوں میں موجود ہیں۔ دکھنی مصنفین کے حالات اور نمونہ کلام کے ساتھ متفرق اردو اور
فارسی نسخوں کے اختلاف بھی پیش کئے گئے ہیں

مولفہ

نصیر الدین ہاشمی

(مصنف دکن میں اردو۔ رہبر سفر یورپ وغیرہ)

سنہ ۱۳۵۰ھ
۱۹۳۲ء

باہتمام محمد شمس الدین خاں
شمس المطابع عثمان گنج حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی
۹ر خورداد ۱۳۴۱ف فصلی

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو

قدر دانِ علم و فن شمعِ بزمِ شعر و سخن

ہز اکسیلنسی راجہ راجمان مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنتہ بہادر

جی سی۔آئی۔ای صدر اعظم دولتِ آصفیہ

کے اسم گرامی کے ساتھ

معنون

کرنے کی عزت حاصل کرتا ہون

ہاشمی

فہرست مضامین

سلسلہ	عنوان	صفحہ
۱	مقدمہ از ڈاکٹر محی الدین	الف
۲	خطوط یورپ متعلقہ صحت کیٹلاگ	
۳	پیش نامہ	۱
۴	اردو کا تعلق دکن سے	۱
۵	سندھ کی حکومت	۲
۶	دکن پر مسلمانوں کا حملہ	۳
۷	بہمنی سلطنت	۴
۸	دکن کی تقسیم	۴
۹	ابتدائی اردو	۴
۱۰	اردو کے نام	۴
۱۱	دکھنی اور ہندی	۵
۱۲	ریختہ	۶
۱۳	دکن میں اردو	۷
۱۴	تالیف ہذا کے اسباب	۷
۱۵	یورپ کی روانگی کے اسباب	۸
۱۶	مغربی ممالک میں کہاں کہاں مواد دستیاب ہوا۔	۹
۱۷	کتب خانوں کی فہرست	۹
۱۸	یورپ میں اردو کا کس قسم کا مواد دستیاب ہو سکتا ہے	۱۰
۱۹	اس کتاب کی ترتیب	۱۱
۲۰	شکر گزاری	۱۲
۲۱	تالیف ہذا کے ماخذ	۱۴
۲۲	قطب شاہی مخطوطات	۱۵
۲۳	مختصر تاریخ	۱۵
۲۴	سلاطین قطب شاہی کی فہرست	۱۵
۲۵	سلطان قلی	۱۶
۲۶	جمشید قلی	۱۶
۲۷	ابراہیم قلی	۱۶
۲۸	محمد قلی	۱۷
۲۹	محمد قطب شاہ	۱۹
۳۰	عبد اللہ قطب شاہ	۲۱
۳۱	ابوالحسن تانا شاہ	۲۴

نمبر	عنوان	صفحہ
۳۲	مخطوطات قطب شاہی کی فہرست	۲۵
۳۳	مثنوی قطب مشتری	۲۷
۳۴	وجہی کے حالات	۲۷
۳۵	قصہ کی صراحت	۲۹
۳۶	کلام کا نمونہ	۳۰
۳۷	وجہی کی شخصیت	۳۷
۳۸	مثنوی سیف الملک و بدیع الجمال	۳۸
۳۹	غواصی کے حالات	۳۹
۴۰	کلام کا نمونہ	۴۱
۴۱	نسخوں کا اختلاف	۴۲
۴۲	فارسی سیف الملک کی صراحت	۴۶
۴۳	فارسی نثر سے مقابلہ	۴۸
۴۴	سیف الملک کے تصاویر	۵۶
۴۵	طوطی نامہ	۵۷
۴۶	کیٹلاگ کی صراحت	۵۷
۴۷	قصہ کی وضاحت	۵۸
۴۸	کلام کا نمونہ	۵۹
۴۹	نسخوں کا اختلاف	۶۲
۵۰	دیگر زبان کے طوطی نامے	۶۴
۵۱	فارسی طوطی نامہ سے مقابلہ	
۵۲	غواصی کے کلام پر ریویو	
۵۳	مثنوی مصیبت اہل بیت	
۵۴	کلام کا نمونہ	
۵۵	مثنوی پھول بن	
۵۶	کیٹلاگ کی صراحت	
۵۷	ابن نشاطی کے حالات	
۵۸	قصہ کی صراحت	
۵۹	کلام کا نمونہ	
۶۰	نسخوں کا اختلاف	
۶۱	ابن نشاطی کے کلام پر ریویو	
۶۲	قصہ بہرام و گل اندام	
۶۳	کیٹلاگ کی صراحت	
۶۴	طبعی کے حالات	
۶۵	کلام کا نمونہ	
۶۶	طبعی اور امین کا مقابلہ	
۶۷	طبعی اور ملک خوشنود کا مقابلہ	
۶۸	طبعی کے کلام پر تنقید	
۶۹	قصہ ابوشحمہ	
۷۰	کیٹلاگ کی صراحت	
۷۱	امین کے حالات	

نمبر	عنوان	صفحہ
۷۲	قصہ کی صراحت	۱۰۱
۷۳	کلام کا نمونہ	۱۰۲
۷۴	قصہ حسینی	۱۰۴
۷۵	کیٹلاگ کی غلطی	۱۰۷
۷۶	خواص کے حالات	۱۰۹
۷۷	قصہ کی صراحت	۱۱۰
۷۸	کلام کا نمونہ	۱۱۱
۷۹	قصہ پدماوت	۱۱۸
۸۰	اس مضمون کے دیگر کتابیں	۱۱۸
۸۱	غلام علی کے حالات	۱۲۰
۸۲	قصہ کی صراحت	۱۲۰
۸۳	کلام کا نمونہ	۱۲۲
۸۴	بزمی کی پدماوت کا قصہ	۱۲۶
۸۵	فرخ بخش اور پدماوت کا مقابلہ	۱۲۷
۸۶	بزمی اور غلام علی کا مقابلہ	۱۳۱
۸۷	رازی اور غلام علی کا مقابلہ	۱۳۳
۸۸	ولی ویلوری کی رتن و پدم	۱۳۵
۸۹	عبرت کی مثل شمع و پروانہ	۱۳۷
۹۰	مثل شمع و پروانہ اور پدماوت کا مقابلہ	۱۳۷
۹۱	غلام علی کی شاعری	۱۴۰
۹۲	جنگ نامہ	۱۴۱
۹۳	کیٹلاگ کی صراحت وغیرہ	۱۴۱
۹۴	قصہ کی صراحت	۱۴۲
۹۵	کلام کا نمونہ	۱۴۳
۹۶	محمد عاشق کا قصہ محمد حنیف	۱۴۷
۹۷	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	۱۴۹
۹۸	کیٹلاگ کی صراحت وغیرہ	۱۴۹
۹۹	قصہ کی صراحت	۱۵۰
۱۰۰	کلام کا نمونہ	۱۵۰
۱۰۱	فائز کی نثر	۱۵۳
۱۰۲	فائز کے کلام پر تنقید	۱۵۴
۱۰۳	ظفر نامہ	۱۵۵
۱۰۴	کیٹلاگ کی صراحت وغیرہ	۱۵۵
۱۰۵	قصہ کی وضاحت	۱۵۶
۱۰۶	کلام کا نمونہ	۱۵۷
۱۰۷	ظفرنامہ اور جنگ نامہ کا مقابلہ	۱۶۲
۱۰۸	ظفرنامہ اور خاورنامہ کا مقابلہ	۱۷۰
۱۰۹	لطیف کے کلام پر تنقید	۱۷۴
۱۱۰	محی الدین نامہ	۱۷۵
۱۱۱	کلام کا نمونہ	۱۷۶

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۱۲	قطب شاہی عہد کے مراثیے	۱۷۸
۱۱۳	مرثیہ غواصی	۱۷۹
۱۱۴	مرثیہ لطیف	۱۸۰
۱۱۵	مرثیہ افضل	۱۸۲
۱۱۶	مرثیہ شاہی	۱۸۳
۱۱۷	مرثیہ کاظم	۱۸۵
۱۱۸	مرثیہ مرزا	۱۸۸
۱۱۹	عادل شاہی مخطوطات	۱۹۳
۱۲۰	سلاطین عادل شاہی کی فہرست	۱۹۳
۱۲۱	یوسف عادل شاہ	۱۹۳
۱۲۲	اسمٰعیل عادل شاہ	۱۹۴
۱۲۳	ابراہیم عادل اول	۱۹۶
۱۲۴	علی عادل شاہ اول	۱۹۷
۱۲۵	ابراہیم عادل شاہ ثانی	۱۹۸
۱۲۶	علی عادل شاہ ثانی	۲۰۴
۱۲۷	سکندر عادل شاہ	۲۰۸
۱۲۸	مخطوطات عادل شاہی کی فہرست	۲۰۸
۱۲۹	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۱۳۰	کیٹلاگ کی صراحت اور اس کی غلطی	۲۰۹
۱۳۱	مقیمی کے حالات	۲۱۰
۱۳۲	قصہ کی صراحت	۲۱۲
۱۳۳	کلام کا نمونہ	۲۱۴
۱۳۴	مثنوی بہرام و حسن بانو	۲۱۷
۱۳۵	کیٹلاگ کی وضاحت اور اس کی غلطی	۲۱۷
۱۳۶	امین کے حالات	۲۱۸
۱۳۷	دولت کے حالات	۲۱۹
۱۳۸	کلام کا نمونہ	۲۱۹
۱۳۹	مقابلہ فارسی اور دکھنی	۲۲۱
۱۴۰	مثنوی ہشت بہشت	۲۲۳
۱۴۱	کیٹلاگ کی صراحت اور اس کی غلطی	۲۲۳
۱۴۲	ملک خوشنود کے حالات	۲۲۴
۱۴۳	کلام کا نمونہ	۲۲۵
۱۴۴	خسرو اور ملک خوشنود کا مقابلہ	۲۲۶
۱۴۵	ملک خوشنود کی شاعری پر ایک تنقیدی نظر	۲۳۱
۱۴۶	خاور نامہ	۲۳۲
۱۴۷	کیٹلاگ کی صراحت	۲۳۲

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۴۸	رستمی کے حالات	۲۳۳
۱۴۹	قصہ کی صراحت	۲۳۴
۱۵۰	مثنوی کے بعض دیگر اندراجات	۲۳۶
۱۵۱	کلام کا نمونہ	۲۳۸
۱۵۲	فارسی خاور نامہ کی صراحت	۲۴۹
۱۵۳	فارسی سے مقابلہ	۲۵۰
۱۵۴	دکھنی خاور نامہ کی فارسی عبارت	۲۵۲
۱۵۵	خاور نامہ کے خصوصیات	۲۵۴
۱۵۶	خاور نامہ کی تصویریں	۲۵۵
۱۵۷	رستمی کے کلام پر تنقید	۲۵۶
۱۵۸	گلشن عشق	۲۵۷
۱۵۹	کیٹیلاگ کی صراحت	۲۵۷
۱۶۰	نصرتی کے حالات	۲۵۹
۱۶۱	قصہ کی صراحت	۲۶۳
۱۶۲	کلام کا نمونہ	۲۶۵
۱۶۳	نسخوں کا اختلاف	۲۶۹
۱۶۴	گلشن عشق کس سے ماخوذ ہے	۲۷۱
۱۶۵	مولف اردوے قدیم کی غلطی	۲۷۲
۱۶۶	گلشن عشق کے ہم مضمون کتابیں	۲۷۳
۱۶۷	رازی کے قصہ کی صراحت	۲۷۵
۱۶۸	مدھومالت کے قصہ کی صراحت	۲۷۷

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۶۹	گلشن عشق کا مدھومالت اور مہر و ماہ سے مقابلہ	۲۷۹
۱۷۰	علی نامہ	۲۸۷
۱۷۱	علی نامہ کی تاریخ تصنیف	۲۸۷
۱۷۲	کلام کا نمونہ	۲۸۸
۱۷۳	علی نامہ سے جنگ کے حالات	۲۸۹
۱۷۴	نصرتی کا پہلا قصیدہ	۲۹۳
۱۷۵	نمونہ کلام	۲۹۳
۱۷۶	سدی جوہر المخاطب صلابت خاں	۲۹۶
۱۷۷	دوسرا قصیدہ	۲۹۸
۱۷۸	تیسرا قصیدہ	۲۹۹
۱۷۹	چوتھا قصیدہ	۳۰۱
۱۸۰	پانچواں قصیدہ	۳۰۲
۱۸۱	چھٹا قصیدہ	۳۰۴
۱۸۲	ساتواں قصیدہ	۳۰۷
۱۸۳	نصرتی کے کلام پر ریویو	۳۱۰
۱۸۴	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۸۵	نمونہ کلام	۳۱۵
۱۸۶	مراثیہ بیجاپور	۳۱۸
۱۸۷	مرثیہ مرزا	۳۱۸
۱۸۸	مرثیہ ہاشمی	۳۲۰

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۸۹	دور مغلیہ کے مخطوطات	۳۲۲
۱۹۰	فہرست مخطوطات دور مغلیہ	۳۲۴
۱۹۱	قصہ ملک مصر	۳۲۵
۱۹۲	عاجز کے حالات	۳۲۵
۱۹۳	قصہ کا خلاصہ	۳۲۶
۱۹۴	کلام کا نمونہ	۳۲۷
۱۹۵	قصہ بہوساس	۳۳۱
۱۹۶	مثنوی عشق صادق	۳۳۳
۱۹۷	ضعیفی کے حالات	۳۳۳
۱۹۸	قصہ کا خلاصہ	۳۳۴
۱۹۹	کلام کا نمونہ	۳۳۵
۲۰۰	کلام پر ریویو	۳۳۶
۲۰۱	مثنوی یوسف زلیخا	۳۳۸
۲۰۲	امین کے حالات	۳۳۹
۲۰۳	کلام کا نمونہ	۳۳۹
۲۰۴	غوث نامہ	۳۴۴
۲۰۵	ذوقی کے حالات	۳۴۴
۲۰۶	کلام کا نمونہ	۳۴۵
۲۰۷	جنگ نامہ حیدر	۳۴۷
۲۰۸	اشرف کے حالات	۳۴۷
۲۰۹	قصہ کی صراحت	۳۴۸
۲۱۰	کلام کا نمونہ	۳۴۸
۲۱۱	روضۃ الشہدا	۳۵۲
۲۱۲	کیٹلاگ کی وضاحت	۳۵۲
۲۱۳	ولی کے حالات	۳۵۴
۲۱۴	کلام کا نمونہ	۳۵۶
۲۱۵	فارسی سے مقابلہ	۳۵۹
۲۱۶	منطق الطیر	۳۶۵
۲۱۷	کیٹلاگ کی صراحت	۳۶۵
۲۱۸	مصنف کیٹلاگ کی غلطی	۳۶۵
۲۱۹	تاریخ تصنیف کا اختلاف	۳۶۶
۲۲۰	وجدی کے حالات	۳۶۷
۲۲۱	کلام کا نمونہ	۳۶۷
۲۲۲	فارسی سے مقابلہ	۳۶۸
۲۲۳	دعائے فاطمہ	۳۷۰
۲۲۴	قصہ کا خلاصہ	۳۷۱
۲۲۵	نمونہ کلام	۳۷۲
۲۲۶	غزلہائے عشرتی	۳۷۴
۲۲۷	مرثیہ ذوقی	۳۷۶
۲۲۸	مرثیہ اشرف	۳۷۹
۲۲۹	مرثیہ ہیتم احمد	۳۸۱
۲۳۰	سدہوٹا کے مخطوطات	۳۸۳

۲۳۱	سدھوٹ کی تاریخ	۳۸۳
۲۳۲	عبدالنبی خاں	۳۸۴
۲۳۳	عبدالمحمد خاں	۳۸۶
۲۳۴	عبدالحمید خاں	۳۸۷
۲۳۵	محسن خان	۳۸۸
۲۳۶	عبدالمجید خاں	۳۸۹
۲۳۷	عبدالحکیم خاں	۳۹۰
۲۳۸	ترجمہ قصیدہ بردہ	۳۹۲
۲۳۹	کلام کا نمونہ	۳۹۲
۲۴۰	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۲۴۱	ابن جعفر کے حالات	۳۹۵
۲۴۲	قصہ کی صراحت	۳۹۶
۲۴۳	کلام کا نمونہ	۳۹۶
۲۴۴	میسور کے مخطوطات	۴۰۱
۲۴۵	تاریخی حالات	۴۰۱
۲۴۶	حیدر علی	۴۰۱
۲۴۷	ٹیپو سلطان	۴۰۲
۲۴۸	حیدر نامہ	۴۰۳
۲۴۹	خلاصہ مضمون	۴۰۴
۲۵۰	نمونہ عبارت	۴۰۵
۲۵۱	فتح نامہ ٹیپو سلطان	۴۰۸
۲۵۲	کیٹلاگ کی صراحت	۴۰۸
۲۵۳	نفس مضمون کا خلاصہ	۴۰۹
۲۵۴	کلام کا نمونہ	۴۱۰
۲۵۵	خلاصہ سلطانی	۴۱۴
۲۵۶	کیٹلاگ کی صراحت	۴۱۴
۲۵۷	نفس مضمون کا خلاصہ	۴۱۵
۲۵۸	عبارت کا نمونہ	۴۱۵
۲۵۹	مفرح القلوب	۴۱۷
۲۶۰	دیباچہ مفرح القلوب	۴۱۷
۲۶۱	نمونہ کلام	۴۱۸
۲۶۲	ریاض العارفین	۴۲۰
۲۶۳	ارکاٹ کے مخطوطات	۴۲۱
۲۶۴	تاریخی حالات	۴۲۱
۲۶۵	انورالدین خاں	۴۲۲
۲۶۶	والاجاہ	۴۲۲
۲۶۷	عمدۃ الامرا	۴۲۴
۲۶۸	تاج الامرا	۴۲۴
۲۶۹	عظیم الدولہ	۴۲۴
۲۷۰	اعظم جاہ	۴۲۵
۲۷۱	غلام محمد غوث خاں	۴۲۵
۲۷۲	والاجاہی خاندان کی علمی سرپرستی	۴۲۵

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۷۳	ارکاٹ کے بعض مشاہیر علما	۴۲۵
۲۷۴	بعض شعراء	۴۲۶
۲۷۵	مثنوی طالب و موہنی	۴۲۷
۲۷۶	والہ کے حالات	۴۲۷
۲۷۷	قصہ کا خلاصہ	۴۲۸
۲۷۸	کلام کا نمونہ	۴۳۰
۲۷۹	والہ کی غزل	۴۳۲
۲۸۰	رازق باری	۴۳۳
۲۸۱	کلام کا نمونہ	۴۳۴
۲۸۲	ہشت بہشت	۴۳۶
۲۸۳	آگاہ کے حالات	۴۳۶
۲۸۴	نفس مضمون کی صراحت	۴۳۷
۲۸۵	کلام کا نمونہ	۴۳۸
۲۸۶	تحفۃ النساء	۴۴۲
۲۸۷	کلام کا نمونہ	۴۴۲
۲۸۸	ہدایت نامہ	۴۴۵
۲۸۹	معراج نامہ	۴۴۵
۲۹۰	فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
۲۹۱	عقاید مولوی محمد باقر	۴۴۸
۲۹۲	کلام کا نمونہ	۴۴۸
۲۹۳	محبوب القلوب	۴۵۰
۲۹۴	کلام کا نمونہ	۴۵۰
۲۹۵	تحفۂ احباب	۴۵۲
۲۹۶	ریاض الجنان	۴۵۳
۲۹۷	کلام کا نمونہ	۴۵۳
۲۹۸	مثنوی گلزار عشق	۴۵۵
۲۹۹	قصہ کی صراحت	۴۵۶
۳۰۰	دیباچہ مصنف	۴۵۶
۳۰۱	کلام کا نمونہ	۴۵۹
۳۰۲	آگاہ کے کلام پر تنقید	۴۶۳
۳۰۳	ترجمہ کیدانی	۴۶۷
۳۰۴	چار گلشن	۴۶۹
۳۰۵	دور آصفیہ کے مخطوطات	۴۷۴
۳۰۶	آصف جاہ اول	۴۷۴
۳۰۷	ناصر جنگ	۴۷۶
۳۰۸	صلابت جنگ	۴۷۶
۳۰۹	آصف جاہ ثانی (نواب میر نظام علی خاں بہادر)	۴۷۷
۳۱۰	آصف جاہ ثالث (نواب سکندر جاہ بہادر)	۴۷۷
۳۱۱	آصف جاہ رابع (نواب ناصر الدولہ بہادر)	۴۷۷

نمبر	عنوان	صفحہ
۳۱۲	آصفجاہ خامس (نواب افضل الدولہ بہادر)	۴۷۷
۳۱۳	آصفجاہ سادس (نواب سر محبوب علیخاں بہادر)	۴۷۷
۳۱۴	اعلیٰ حضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر	۴۷۷
۳۱۵	شاہان آصفیہ کی علمی سرپرستی	۴۷۷
۳۱۶	دیوان ولی	۴۸۲
۳۱۷	کٹیلاگ کی صراحت	۴۸۳
۳۱۸	ولی کا اصلی نام اور وطن	۴۸۵
۳۱۹	اصناف سخن کی تعداد	۴۸۶
۳۲۰	اندراجات دیوان	۴۸۷
۳۲۱	غیر مطبوعہ کلام مخمس	۴۸۸
۳۲۲	رباعیات	۴۹۱
۳۲۳	کلیات ولی کے اختلافات	۴۹۳
۳۲۴	ولی کی مثنویاں اور دہ مجلس	۴۹۴
۳۲۵	دیوانوں کے متعلق بعض دیگر امور	۴۹۶
۳۲۶	غزل فراقی	۵۰۱
۳۲۷	خلاصۃ المعاملات	۵۰۲
۳۲۸	انواع العلوم	۵۰۴

نمبر	عنوان	صفحہ
۳۲۹	شوہرنامہ	۵۰۵
۳۳۰	کلام کانمونہ	۵۰۵
۳۳۱	سوداگر کی بی بی	۵۰۷
۳۳۲	قصہ کی صراحت	۵۰۷
۳۳۳	کلام کانمونہ	۵۰۸
۳۳۴	مثنوی عقد فاطمہ	۵۱۱
۳۳۵	کلام کانمونہ	۵۱۱
۳۳۶	مثنوی معجزات رسالت	۵۱۳
۳۳۷	کلام کانمونہ	۵۱۳
۳۳۸	انتخاب دیوان سراج	۵۱۵
۳۳۹	مثنوی راگ مالا	۵۱۷
۳۴۰	کٹیلاگ کی صراحت	۵۱۷
۳۴۱	عزلت کے حالات	۵۱۸
۳۴۲	کلام کانمونہ	۵۱۹
۳۴۳	دیوان عزلت	۵۲۱
۳۴۴	مصنف کا دیباچہ	۵۲۲
۳۴۵	کلام کانمونہ	۵۲۳
۳۴۶	مثنوی لال وگوہر	۵۲۵
۳۴۷	عاجز کے حالات	۵۲۶
۳۴۸	کلام کانمونہ	۵۲۷
۳۴۹	دیوان عاجز	۵۳۰

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان
۳۵۰	كلام كا نمونہ	۳۰	۳۷۱	كلام كا نمونہ
۳۵۱	در مجالس	۳۲	۳۷۲	دیوان شاداں
۳۵۲	کیٹلاگ کی صراحت	۵۳۲	۳۷۳	كلام كا نمونہ
۳۵۳	كلام كا نمونہ	۵۳۳	۳۷۴	تحقیق طلب مخطوطات
۳۵۴	قصہ بہلول صادق	۵۳۹	۳۷۵	طوطی نامہ
۳۵۵	قصہ کی صراحت	۵۳۹	۳۷۶	حکایات لطیف
۳۵۶	كلام كا نمونہ	۵۴۰	۳۷۷	قصہ مینا
۳۵۷	جنگ نامہ بہاؤ راؤ	۵۴۱	۳۷۸	كلام كا نمونہ
۳۵۸	مثنوی کی صراحت	۵۴۱	۳۷۹	منتخب تیک تام
۳۵۹	كلام كا نمونہ	۵۴۲	۳۸۰	نفس مضمون کی صراحت
۳۶۰	جنگ بہاؤ مرہٹہ و شاہ درانی	۵۴۴	۳۸۱	كلام كا نمونہ
۳۶۱	كلام كا نمونہ	۵۴۵	۳۸۲	قصہ بی بی مریم
۳۶۲	قصہ تیرہویں صدی	۵۴۶	۳۸۳	کیٹلاگ کی صراحت
۳۶۳	قصہ کی صراحت	۵۴۶	۳۸۴	نمونۂ کلام
۳۶۴	كلام كا نمونہ	۵۴۷	۳۸۵	اسلام ظہر
۳۶۵	قصہ طبیب موسیٰ	۵۴۸	۳۸۶	انوار سہیلی
۳۶۶	روضۃ الصالحین	۵۵۱	۳۸۷	عبارت کا نمونہ
۳۶۷	كلام كا نمونہ	۵۵۲	۳۸۸	دوازدہ مجلس
۳۶۸	دیوان چندا	۵۵۴	۳۸۹	كلام كا نمونہ
۳۶۹	چندا کے حالات	۵۵۴	۳۹۰	نافرمان عورت
۳۷۰	دیباچہ قدرت	۵۵۷	۳۹۱	قصہ معجزہ بی بی فاطمہ

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
۳۹۲	قصہ کی صراحت	۵۸۶	۴۱۳	جنگی شہزادہ	۶۰۶
۳۹۳	کلام کا نمونہ	۵۸۷	۴۱۴	بہار دانش کی بارہ دیگر حکایتیں	۶۰۸
۳۹۴	قصہ ابراہیم ادہم	۵۸۸	۴۱۵	ترجمہ گلستاں	۶۰۹
۳۹۵	قصہ کا خلاصہ	۵۸۹	۴۱۶	پہلا ترجمہ	۶۰۹
۳۹۶	کلام کا نمونہ	۵۹۰	۴۱۷	دوسرا ترجمہ	۶۱۰
۳۹۷	سلسلہ خلافت	۵۹۲	۴۱۸	تیسرا ترجمہ	۶۱۱
۳۹۸	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳	۴۱۹	چوتھا ترجمہ	۶۱۲
۳۹۹	کلام کا نمونہ	۵۹۴	۴۲۰	قصہ انار رانی	۶۱۳
۴۰۰	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵	۴۲۱	قصہ کا خلاصہ	۶۱۳
۴۰۱	قصہ کی صراحت	۵۹۵	۴۲۲	عبارت کا نمونہ	۶۱۴
۴۰۲	نمونہ عبارت	۵۹۷	۴۲۳	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۴۰۳	قصہ ہشام و قمر	۵۹۸	۴۲۴	قصہ کا خلاصہ	۶۱۶
۴۰۴	قصہ کا خلاصہ	۵۹۸	۴۲۵	ترجمہ سراجی	۶۱۸
۴۰۵	کلام کا نمونہ	۵۹۹	۴۲۶	گنج نامہ	۶۱۹
۴۰۶	بہار دانش کی حکایتیں	۶۰۱	۴۲۷	شرح دو بیت	۶۲۰
۴۰۷	مرزا اسمٰعیل	۶۰۱	۴۲۸	معراج نامہ	۶۲۲
۴۰۸	حکایت سوداگر	۶۰۲	۴۲۹	افسانہ ہندی	۶۲۴
۴۰۹	چوہوں کا بادشاہ	۶۰۲	۴۳۰	قصہ جنگ امیر حمزہ	۶۲۵
۴۱۰	احمق برہمن	۶۰۴	۴۳۱	موسیو اوسان	۶۲۵
۴۱۱	احمق عورت	۶۰۵	۴۳۲	آئین قوانین افواج کمپنی علاقہ	۶۲۶
۴۱۲	خوبی قسمت	۶۰۵		مدراس	

نمبر	عنوان	صفحہ
۴۳۳	کتاب الاخلاق	۴۲۸
۴۳۴	گیت احمد	۴۳۰
۴۳۵	عہد آصفیہ وغیرہ کے مرثیہ گو	۴۳۲
۴۳۶	یورپ کی بیاض	۴۳۲
۴۳۷	مرثیہ ولی	۴۳۴
۴۳۸	مرثیہ رضی	۴۳۶
۴۳۹	مرثیہ قادر	۴۳۸
۴۴۰	مرثیہ روحی	۴۴۱
۴۴۱	مرثیہ ہاشم علی (دیوان حسینی)	۴۴۳
۴۴۲	کیٹلاگ کی صراحت اور اسکی غلطی	۴۴۳
۴۴۳	ہاشم علی کا زمانہ	۴۴۴
۴۴۴	مرثیوں کا نمونہ	۴۴۶
۴۴۵	مرثیہ امامی	۴۵۱
۴۴۶	مرثیہ اکبری	۴۵۳
۴۴۷	مرثیہ اصغر	۴۵۳
۴۴۸	مرثیہ ابوتراب	۴۵۳
۴۴۹	مرثیہ افصح	۴۵۴
۴۵۰	مرثیہ اکبر	۴۵۴
۴۵۱	مرثیہ احمد	۴۵۴
۴۵۲	مرثیہ الفی	۴۵۵
۴۵۳	مرثیہ تحقیق	۴۵۵
۴۵۴	مرثیہ تقی	۴۵۵
۴۵۵	مرثیہ تراب	۴۵۵
۴۵۶	مرثیہ جلیل	۴۵۶
۴۵۷	مرثیہ حمیدی	۴۵۶
۴۵۸	مرثیہ داس	۴۵۶
۴۵۹	مرثیہ دل	۴۵۷
۴۶۰	مرثیہ راز	۴۵۷
۴۶۱	مرثیہ سید	۴۵۷
۴۶۲	مرثیہ سیدن	۴۵۸
۴۶۳	مرثیہ سرور	۴۵۸
۴۶۴	مرثیہ سری	۴۵۹
۴۶۵	مرثیہ سلیمن	۴۵۹
۴۶۶	مرثیہ سلیمی	۴۵۹
۴۶۷	مرثیہ شرف	۴۶۰
۴۶۸	مرثیہ شیدا	۴۶۰
۴۶۹	مرثیہ صابر	۴۶۱
۴۷۰	مرثیہ صلاح	۴۶۱
۴۷۱	مرثیہ صوفی	۴۶۲
۴۷۲	مرثیہ صالح	۴۶۲
۴۷۳	مرثیہ صفی	۴۶۲
۴۷۴	مرثیہ طاہر	۴۶۳

نمبر	عنوان	صفحہ
۴۷۵	مرثیہ عین الدین	۶۶۳
۴۷۶	مرثیہ علی	۶۶۳
۴۷۷	مرثیہ عترت	۶۶۴
۴۷۸	مرثیہ عسکری	۶۶۴
۴۷۹	مرثیہ عطا	۶۶۴
۴۸۰	مرثیہ عنایت	۶۶۵
۴۸۱	مرثیہ عارف	۶۶۶
۴۸۲	مرثیہ عز	۶۶۶
۴۸۳	مرثیہ عابد	۶۶۶
۴۸۴	مرثیہ عزلت	۶۶۷
۴۸۵	مرثیہ غلامی	۶۶۷
۴۸۶	مرثیہ غالب	۶۶۹
۴۸۷	مرثیہ غمگین	۶۶۹
۴۸۸	مرثیہ فائز	۶۶۹
۴۸۹	مرثیہ فتح اللہ	۶۷۰
۴۹۰	مرثیہ فضل	۶۷۰
۴۹۱	مرثیہ قائم	۶۷۰
۴۹۲	مرثیہ قطب	۶۷۱
۴۹۳	مرثیہ قربان علی	۶۷۱
۴۹۴	مرثیہ قربان	۶۷۱
۴۹۵	مرثیہ کمتر	۶۷۱
۴۹۶	مرثیہ گلنذار	۶۷۲
۴۹۷	مرثیہ لطف	۶۷۲
۴۹۸	مرثیہ موسیٰ	۶۷۳
۴۹۹	مرثیہ مسیحا	۶۷۳
۵۰۰	مرثیہ محبان	۶۷۳
۵۰۱	مرثیہ معتبر خان	۶۷۴
۵۰۲	مرثیہ ہاشمی	۶۷۴
۵۰۳	مرثیہ معجز	۶۷۴
۵۰۴	مرثیہ مسیح الدین	۶۷۵
۵۰۵	مرثیہ مبتلا	۶۷۵
۵۰۶	مرثیہ مصلح الدین	۶۷۵
۵۰۷	مرثیہ مکھن	۶۷۶
۵۰۸	مرثیہ مسکین	۶۷۶
۵۰۹	مرثیہ مدحی	۶۷۶
۵۱۰	مرثیہ معصوم	۶۷۷
۵۱۱	مرثیہ منعم	۶۷۷
۵۱۲	مرثیہ مستقیم	۶۷۷
۵۱۳	مرثیہ مخلص	۶۷۸
۵۱۴	مرثیہ موالی	۶۷۸
۵۱۵	مرثیہ نظر	۶۷۸
۵۱۶	مرثیہ ندیم	۶۷۹

۵۱۷	مرثیہ ندا	۶۸۰	۵۲۴	ضمیمہ الف (فہرست کتب جن	۶۸۵
۵۱۸	مرثیہ نعیم	۶۸۰		سے مواد اخذ کیا گیا۔)	
۵۱۹	مرثیہ ہوشدار	۶۸۰	۵۲۵	ضمیمہ ب فہرست دکہنی	۶۹۱
۵۲۰	مرثیہ ہوشیار	۶۸۱		مخطوطات ملیانا کتب خانہ۔	
۵۲۱	مرثیہ ہاشم	۶۸۱	۵۲۶	ضمیمہ ج [illegible]	۷۰۰
۵۲۲	مرثیہ یاد	۶۸۱	۵۲۷	مخطوطات (جن [illegible])	
۵۲۳	خاتمہ	۶۸۲	۵۲۸	ضمیمہ د۔	۷۱۲

مقدمہ

نوشتہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری

ایم۔اے۔پی ایچ ڈی (لنڈن)

مصنف

اردو شہ پارے۔ اردو کے اسالیب بیان۔ غزنوی بزم ادب۔ روح تنقید

تنقیدی مقالات۔ ہندوستانی صوتیات

پروفیسر

زبان اردو۔ کلیہ جامعہ عثمانیہ

حیدرآباد دکن

وہ زمانہ گذر گیا جب کہ اُردو ادب کی تہی مائگی کا خیال اُردو کے اکثر بہی خواہوں کے لئے باعث صد تاسف تھا۔ اور اس کے بدخواہ اس کے محدود موضوعات شاعری کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ گذشتہ دس پندرہ برسوں نے ادبیات اُردو کی تاریخ کو اس قدر وسیع بلکہ غیر محدود بنا دیا ہے کہ اگر آج اُردو شعر و شاعری کے تذکرہ نویس زندہ ہو جائیں تو اپنے تذکروں کو خرافات سمجھیں۔ خاصکر مولوی محمد حسین آزاد کو اس کا بڑا افسوس ہوگا کہ انہوں نے جانکاہ کدو کاوش کے بعد جو آبِ حیات تیار کیا تھا وہ محض سراب ثابت ہوا، اور ان کے مرتبہ ادوارِ شاعری کسی پا در ہوا عمارت کے درجوں کی طرح برباد ہوگئے۔ اب اگر اُن کی "آب حیات" زندہ رہ سکتی ہے تو محض اپنے لاثانی اسلوب کے بل بوتے پر۔ ورنہ اُردو زبان اور ادب کے آغاز و ارتقا پر انہوں نے اپنی اور اپنے عہد کی بساط معلومات کے موافق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ جدید تحقیقات و معلومات کے لحاظ سے آج ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اُردو ادب کا سنگ بنیاد ولی سے تین چار سو سال پہلے ہی رکھا جا چکا تھا اور اس عرصہ میں اس پر جو جو رفیع الشان تعمیر ہوئی اس کے متعلقہ تذکروں سے ہندوستان کا کوئی جدید ادبی رسالہ شاید ہی بچا ہو کسی میں کوئی قدیم نامعلوم شاعر روشناس کرایا گیا ہے تو

کہیں کسی قدیم کتاب کا ذکر ہے۔ اور پھر ایک دو نہیں متعدد فاضل اہل قلم قدیم اُردو ادب کی تحقیق و تلاش اور بحث و مباحثہ میں مصروف ہیں۔ کوئی اپنے گھر بیٹھے کتابیں جمع کرنے اور ان پر مقالے لکھنے میں مشغول ہے تو کوئی اس مقصد کی خاطر دور دراز کا سفر اختیار کرتا ہے۔ کہیں ان کو مرتب و مدون کرکے شائع کرنے کی فکر کی جارہی ہے تو کوئی ان کے متعلق مقالہ لکھ کر جامعوں سے ڈگری حاصل کر رہا ہے۔ غرض ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے سونے کی کانوں کی طرح کوئی معدن مل گیا ہے جس کی طرف ہر نئے پرانے کی نظر لگی ہوئی ہے۔

ان باہمت نظر بازوں میں مولوی نصیرالدین ہاشمی صاحب ایک مخصوص حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب "دکن میں اُردو" ہماری زبان کی ابتدائی کتابوں اور مصنفوں پر غالباً پہلی کتاب ہے۔ دکنی ادب پر غور و خوض اور اُن کو عام اُردو دانوں میں روشناس کرنے کا ہاشمی صاحب کو اس درجہ شغف ہے کہ اگر وہ دفتر دیوانی فینانس میں ملازم نہ ہوتے تو میں سمجھتا کہ ان کا پیشہ یہی ہے۔

یہی غیر معمولی انہماک تھا کہ انہوں نے یورپ جانے اور دکھنی مخطوطوں پر کام کرنے کا موقعہ پیدا کر ہی لیا، ورنہ ان کی ملازمت کی نوعیت اور اس قسم کے کام کرنے کے امیدواروں کی کثرت کے مقابلہ میں بہت کم توقع تھی کہ حکومت انہیں یورپ روانہ کرتی۔

ہاشمی صاحب سرزمین دکن کے اُن نوجوانوں میں سے ہیں جو خاموشی کے ساتھ ہمیشہ سرگرم کار رہتے ہیں۔ جب یہ حیدرآباد کے مایۂ ناز دارالعلوم کالج کے طالب علم تھے۔ اُسی وقت سے ان کا علمی و ادبی ذوق انہیں اپنے ہم چشموں میں ممتاز بنا رہا تھا۔ اپنے کالج کی انجمن "ثمرۃ الادب" کے معتمد تھے۔ اور اسی زمانہ سے اپنے خاندان کے قابل تقلید بزرگوں کی طرح تاریخ دکن سے خاص انہماک رکھتے تھے۔ اس موضوع پر بھی ان کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی کتاب "دکن میں اُردو" اپنی قسم کی پہلی اور خاص کتاب ہے۔ اس کی کماحقہٗ قدردانی کی گئی۔ اور دکن

کے مشہور علم دوست اور فاضل نواب سر امین جنگ بہادر نے اس کے متعلق جو[1] رائے ظاہر فرمائی وہ نوجوان مصنف کی خاص ہمت افزائی کا باعث ہوئی، اور کوئی تعجب نہیں اگر اسی حوصلہ افزائی نے ہاشمی صاحب کو سعی پیہم کی طرف مائل کیا ہو۔

ان کی اس کتاب "یورپ میں دکھنی مخطوطات" کا موضوع کئی وجوہ سے اہم ہے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں جن کتابوں اور مصنفوں کی نسبت معلومات پیش کئے گئے ہیں وہ اردو زبان کے قدیم ترین کارنامے اور اساتذہ ہیں۔ اور یہ کارنامے اور اساتذہ اس لئے قابل وقعت ہیں کہ ان کے سوا آج سے دو سو برس پہلے کے اردو لکھنے والوں یا اردو کتابوں کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن کے علاوہ گجرات کا بھی قدیم کلام دستیاب ہوا ہے۔ مگر ایک تو وہ قلیل ہے اور دوسرے اس میں ادبی اور شعری عنصر کا ناقابل فروگذاشت فقدان ہے۔

دکن اور گجرات کے ابتدائی شہ کاروں کو نکال ڈالئے تو پھر تاریخ ادب اردو میں اورنگ زیب سے پہلے کے زمانہ کے لئے صفحات کے صفحات خالی چھوڑ دینے پڑیں گے۔ شمالی ہند اور خاصکر دوآبہ گنگ وجمن جو ہمیشہ تہذیب وتمدن اور علم وفن کا سرچشمہ رہا ہے اردو کے لئے صدیوں تک بنجر ثابت ہوتا رہا۔ اس کے اسباب نہایت دلچسپ اور اہم ہیں ہم نے اپنی مطبوعہ انگریزی کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں اس پر کچھ بحث کی ہے اور اس کے علاوہ ہندوستانی اکیڈیمی کی تیسری سالانہ کانفرنس میں اس موضوع پر ایک تفصیلی پرچہ پڑھا ہے۔ جو اکیڈیمی ہی کی جانب سے شائع ہو رہا ہے۔

یہاں صرف اس امر کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے کہ شمال مغربی سرحد سے جو مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے وہ پہلے پہل پنجاب میں آکر ٹھہرے۔ وہاں کے باشندوں کے میل جول سے جو نئی مشترکہ ہندو مسلم زبان پیدا ہوتی رہی اسی کو لیکر وہ دوآبہ گنگ وجمن

---

[1] دکن میں اردو طبع ثانی کے ساتھ یہ رائے شایع ہو چکی ہے۔

میں اُترے اور اس کو بولتے ہوئے دکن میں بھی داخل ہوئے۔

دوآبہ میں مسلمان فاتحوں کی لائی ہوئی زبان ابھی پختہ نہیں ہونے پائی تھی اور اس پر دوآبہ کی خاص زبان برج بھاشا کا زیادہ اثر نہیں پڑ سکا تھا کہ مسلمانوں نے جنوب کی طرف رخ کیا اور ان کا ایک بڑا سیلاب محمد تغلق کے ساتھ دہلی سے اُٹھا اور دکن میں جا کر رُک گیا۔ یہ فاتحین اپنے ساتھ جو زبان دکن میں لیتے آئے تھے وہ یہاں آزاد نشو و نما حاصل کرنے لگی اور چونکہ برج بھاشا کے علاقہ سے دور جا پڑی تھی اس لئے اس میں برج کا صرف وہی اثر باقی رہا جو برج کے علاقہ سے نکلنے سے پہلے اس پر مستولی ہو چکا تھا۔

جو مسلمان دوآبہ ہی میں رہ گئے ان کی خام ہندوی (جو مشرقی پنجابی اور ہند ایرانی عناصر سے مرکب تھی) رفتہ رفتہ برج سے متاثر ہوتی گئی اور آخر کار اس رنگ میں اتنی رنگی گئی کہ دو تین صدیوں ہی میں بول چال کے لئے برج بھاشا کی جانشین بن گئی۔

دکن کی زبان کی شمالی اُردو سے علیحدگی کے اسباب لسانی اور سیاسی دونوں قسم کے ہیں اور یہ سب کتاب "ہندوستانی صوتیات" میں مندرج ہیں۔ یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہندوستانی کی اس آزاد شاخ میں آج سے دو سو برس پہلے ادب کیوں لکھا گیا اور شمالی اُردو میں کیوں نہیں لکھا گیا اس کا جواب ہمارے اس پرچہ میں ملے گا جو ہندوستانی اکیڈیمی میں پڑھا گیا تھا۔ دکن کی اُردو سرپرستی اور اُردو ادب کی تاریخ ہم نے "اُردو شہ پارے" میں منضبط کر دی ہے۔ اور جا بجا ان مخطوطوں کا حوالہ دیا ہے جن سے ہم نے اس کتاب کے لئے مواد جمع کیا تھا۔ مگر "اُردو شہ پارے" میں خود ان مخطوطوں کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات درج نہیں۔ یہ کام ہمارے موضوع سے باہر تھا۔ مگر اس پر کام کرنے کی سخت ضرورت تھی تاکہ اُردو زبان پر تحقیق و تفتیش کرنے والے اپنے قدیم ادیبوں کے مسودوں اور مخطوطوں سے واقف ہو سکیں۔ اس کام کی اہمیت پر زیادہ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ اُردو ہمیشہ شکر گذار رہے گی کہ نصیر الدین ہاشمی صاحب کے صحیح ذوق ادب نے اس

کی تکمیل کردی۔ چونکہ اس کام کی ضرورت اور خوبی سے میں پہلے ہی واقف ہو چکا تھا اور اس کی ترتیب و تشکیل میں آغاز کار ہی سے دلچسپی لیتا رہا ہوں اس لئے اس کی مدح سرائی مناسب نہیں سمجھتا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے پڑھنے والے ایک سرسری نظر ہی میں اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں گے اور ہاشمی صاحب کی یہ کوشش اُردو زبان کے جدید تحقیقی و تنقیدی کارناموں میں ایک بے نظیر جگہ حاصل کر لے گی۔

اس ضخیم کتاب میں صرف یورپ کے مخطوطوں کا ذکر ہے۔ سرزمین دکن کی وہ لاتعداد کتابیں اس میں درج نہیں جو ہندوستان میں موجود ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر انجمن ترقی اُردو، نواب سالار جنگ، آغا حیدر حسن اور حیدر آباد کے دوسرے امیروں اور عالموں کے کتب خانوں میں جو نایاب ذخیرے محفوظ ہیں۔ ان کے تذکرے بھی اسی تفصیل اور تحقیق کے ساتھ شائع ہو جائیں۔

ہاشمی صاحب نے یورپ کے کتب خانوں میں جس دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا اور وہاں کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کٹیلاگوں کی غلطیوں کی اصلاح کی ان کا تفصیلی ذکر ان خطوط[1] سے معلوم ہوگا جو وہاں کے ارباب اقتدار نے ان کے نام لکھے ہیں۔ میں اسی قدر کہوں گا کہ جو کچھ مطالعہ کیا اس کو نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ قلمبند کر لیا ہے۔ اور بعض ناواقف حضرات کے اس خیال کو غلط ثابت کر دکھایا ہے کہ اُردو زبان و تاریخ ادب کی تحقیق و تفتیش کے لئے یورپ جانا لاحاصل ہے۔ یہ تو صرف دکن کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔ شمالی ہند کے اُردو ادب کے متعلق بھی یورپ کے کتب خانوں میں اہم اور کمیاب مواد موجود ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب تک اس سے مدد نہ لی جائے گی اُردو زبان و ادب کی کوئی تاریخ مکمل نہ ہو سکے گی۔

---

[1] متعدد خطوط کے منجملہ صرف چند اس کتاب میں پیش کیے گئے ہیں۔
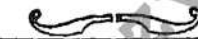
Printed at
Chandrakanth Press
Publishers
Book Binders, Rubber Stamp Makers,
Copper-plate Printers and Die-sinkers,
Gowliguda, Hyderabad Dn.

University of Edinburgh,

29th April, 1929.

Mr. N. Hashmi has been working in our Library for the past week and has examined a number of our Hindustani and other manuscripts. I should like to convey to His Exalted Highness the Nizam's Government of Hyderabad, the thanks of our Library committee for the valuable information which Mr. Hashmi has supplied us with regarding certain of these manuscripts.

(Sd.) F. C. NICHOLSON,

Librarian.

Paris, le 28 aout 1929.

Mons etranger

MONSIEUR,

La Bibliotheque Nationale vient de recevoir votre envoi de vos.

Corrections an Catlogue does manuscrits indiens de la Bibliotheque nationale.

J'ai Lo honneur de vous exprimer nos remerciements pour ce don.

Agreez, je vous prie, Monsieur, l'assurance de ma consideration la meilleure et de mes sentiments reconnaissants.

L' Administrateur general.

(Sd.)

M. N. Hashmi, 13, ru du Sommerard
Paris V

ایڈنبرا یونیورسٹی

۲۹ اپرل سنہ ۱۹۲۹ ع

جناب نصیر الدین ہاشمی صاحب ہمارے کتب خانہ میں گذشتہ ہفتہ سے ہندوستانی اور دیگر مخطوطوں کی تحقیق و تفتیش میں مصروف رہے - میں ہزاگزالٹڈ ہانس نظام حیدرآباد کی حکومت کی خدمت میں ہماری لائبریری کمیٹی کی جانب سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ ہاشمی صاحب نے بعض مخطوطوں کے متعلق قیمتی معلومات بہم پہچائے ہیں

ایف - سی - نکلسن

کتب خانہ دار

پیرس ۲۸ اگست ۱۹۲۹ع

جناب عالی

کتب‌خانہ قومی میں آپ کا وہ خط وصول ہوا جس میں آپ نے قومی کتب خانہ کے ہندوستانی مخطوطوں کے کیٹلاگ کی غلطیاں روانہ کی ہیں -

مجھے یہ عزت حاصل ہے کہ اس عنایت کے لئے ہماری جانب سے آپ کا شکریہ ادا کروں -

آپ یقین مانئے کہ ہم ان پر کافی توجہ کریں گے اور میرے نیاز مندانہ سلام کو قبول کیجئے -

جنرل اڈمنسٹریٹر (ناظم عمومی)

موسیو نصیر الدین ھاشمی

۱۳ رودی سمرارد

پیرس - ۵

BODLEIAN LIBRARY,

OXFORD.

28th May, 1929.

Mr. M. Hashmi has examined all the Urdu MSS. in the library. He has been able to confirm the accuracy of the description of such as are fully catalogued.

(Sd.) Stephen Wright,

Assistant.

UNIVERSITY LIBRARY,

CAMBRDIGE.

15th May 1929.

I have pleasure in stating that MR. M. N. Hashmi has visited this library, and has examined our urdu MSS. During his stay here he also visited the Lidraries of the King's College, Christ's, and Corpus Christi, where he examined the urdu MSS., and was able to point-out certain facts that are of importance for the completion of the Catalouge.

(Sd) Edward J. Thomas,

Under Librarian.

بوڈلین لائبریری اکسفورڈ

۲ مے ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانہ کے تمام اردو مخطوطات کا معاینہ کیا - اور مندرجہ فہرست مخطوطات کے متعلق جو توضیحات کی گئی ہیں انکی صحت کی تصدیق کی

شرحد ستخط

اسٹفن رائٹ

مددگار

یونیورسٹی لائبریری کیمبرج

۱۵ مے ۱۹۲۹ ع

میں مسرت کے ساتھہ تحریر اکرتا ہوں مسٹر محمد نصیر الدین ہاشمی صاحب نے ہمارے کتب خانہ اور اسکے اردو مخطوطات کا معاینہ کیا

یہاں اپنے دوراں قیام میں انہوں نے کنگ کالج-کارپس کالج-اور کریسٹ کالج کابھی معاینہ کیا اور وہاں کے اردو مخطوطات کو دیکھا - انہوں نے بعض ایسے امور کی وضاحت کی ہے جو فہرستوں کی تکمیل کے لئے نہایت اہم حیثت رکھتے ہیں -

شرحد ستخط مددگار کتب خانہ دار

ROYAL ASIATIC SOCIETY,

74 Grosvenor Street,

London W. I.

13th April 29.

DEAR MR. HASHMI,

Thank you so much for your note on the discovery of a ms of Phool-bun found bound up with the Gulshan-e-Ishq among our Hindustani Mss., and for your account of it which will be useful when we Catalogue it. I am glad our Library has found useful to you during your research work here and that you will have a good journey home.

Yours sincerely,
(Sd.) C. FRAZER.

رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

۱۳ اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

ہمارے ہندوستانی مخطوطات میں "پھول بن" کے نسخہ کے انکشاف کے متعلق جو" گلشن عشق" کے ساتھ منضم ھے میں آپکی مرتب کردہ یادداشت کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں ترتیب فہرست کے موقع پر یہ یادداشت ہمارے لئے کارآمد ہوگی مجھے اس امر سے مسرت حاصل ہوی کہ یہاں آپکے تحقیقاتی کام کے دوران میں ہمارے کتب خانہ کو آپ سے فاعدہ پنہچا دعا ھے کہ آپ خوش و خرم وطن پہنچیں - شرحد ستخط

سی فریزر
سکریٹری

FITZWILLIAM MUSEUM,
CAMBRIDGE.

13th May 1929.

Mr. N. Hashmi visited this Museum this morning and examined a manuscript of the fourth of Amir Khusrow's Diwans, in which he was able to read the name of the scribe, which, being partly obliterated, had been overlooked by our Catalogues.

(Sd.)
Director.

فٹزولیم میوزیم کیمبرج

۱۳ مے ۱۹۲۹ ع

مسٹر نصیرالدین ہاشمی نے آج صبح اس میوزیم کا معاینہ کیا اور دواوین امیرخسرو کے چوتھے نسخے کے مطالعہ پر اسکے کاتب کا نام شناخت کیا جو کسی قدر محو ہو جانے کے باعث ہمارے یہاں کے مرتب فہرست سے نظرانداز ہوگیا تھا۔

شرحد ستخط ڈائرکٹر

Department of Oriental Printed
Books & Mss.,

BRITISH MUSEUM,

LONDON W. C. 1

8th April 1929.

DEAR MR. HASHMI,

I am greatly indebted to you for the corrections to our Catalogue of Hindustani Mss. which you have kindly given to us. I am glad to have them, and owe many thanks to you for them, and through you to the Government of His Exalted Highness the Nizam. It has given us much pleasure to assist you in your studies which you have carried on in our student's Room during the last six months, and I am glad to see that they have been fruitful and pleasant.

Wishing you a comfortable journey and a prosperous future at home, I am

Yours very faithfully,

(Sd)

Keeper.

شعبہ کتب مشرقی - مطبوع و مخطوطات

برٹش میوزیم

لندن - ڈبلیو - سی - ۱

۸ اپرل سنہ ۱۹۲۹ ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے ہمارے ہندوستانی مخطوطوں کے کتلاگ کی غلطیوں کی اطلاع ہمیں بہم پہنچائی - میں ان کو حاصل کر کے خوش ہوا اور آپ کا اور آپ کے ذریعہ سے ہز اگزالٹڈ ہائی نس نظام کی حکومت کا بے حد شکر گذار ہوں - ہمارے کمرہ مطالعہ میں آپ گذشتہ چھ مہینوں سے جو تحقیق و تفتیش کا کام کرتے رہے اس میں آپ کی مدد کرنے سے ہمیں مسرت حاصل ہے - اور میں یہ دیکھکر مسرور ہوں کہ آپ کی تحقیقات کا آمد اور خوشگوار ثابت ہوئیں -

ایک آرامدہ سفر اور وطن میں ایک خوش ایند مستقبل کی توقعات کے ساتھ

آپ کا مخلص

یف ہارنٹ

محافظ

INDIA OFFICE.

WHITEHALL,

LONDON, S. W. 1.

14th June, 1929.

AR MR. HASHMI,

I am greatly obliged to you for r valuable corrections of mis- ies in Professor Blumhardt's *talogue of Hindustani Manuscripts the Library of India Office* and your other notes concerning se manuscripts.

It gives me much pleasure to nk that, so soon after the publi- tion of the Catalogue, our collec- n of manuscripts should have n studied with such diligence l enthusiasm. I am very glad t the Government of His Exalted ghness the Nizam, sent you to gland, and I feel sure that your it will have fruitful results in thering the study of Urdu Lite- ure.

Your sincerely,

(Sd.)

Librarian.

انڈیا آفس

وہائٹ ہال-لندن-ایس-ڈبلیو-۱

۱۴ جون سنہ ۱۹۲۹ع

مکرمی جناب ہاشمی صاحب

میں آپ کا خاص طور پر شکرگذار ہوں کہ آپ نے پروفیسر بلوم ہارٹ کے انڈیا آفس لبریری کے اردو مخطوطوں کے کتلاگ کی غلطیوں کی تصیحح کی۔ اور ان مخطوطوں پر چند اور نوٹ لکھے۔

مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے جب یہ سونچتا ہوں کہ کتلاگ کی اشاعت کے بعد ہی اسقدر جلد ہمارے مخطوطوں کے مجموع کی اس خوبی اور جوش کے ساتھ تحقیق کی جائے۔میں بہت خوش ہوں کہ ہزاگز الٹڈ ہائی نس سرکار نظام نے آپ کو انگلستان روانہ کیا مجھے یقین ہے کہ آپ کے ورود سے اردو ادب کی تحقیق و تفتیش میں وسعت پیدا ہوگی۔

آپکا مخلص

سی-استوری

کتب خانہ دار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش نامہ

میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ زبان اُردو کی تاریخ قلمبند کروں یا اس کی ابتدا اور ارتقا پر بحث کروں۔ اور نہ میرا یہ مدعا ہے کہ اُردو کے مولد پر تبصرہ کروں اور خواہ مخواہ اس کو دکن سے مختص کر دوں۔ اس خیال سے مجھے اتفاق ہے کہ اُردو کی ابتدا شمالی ہند سے ہوئی البتہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسکو ادبی عزت و مرتبہ دکن اور صرف دکن نے بخشا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ وہاں ایک زمانہ دراز تک اُردو کا کوئی خاص نام نہیں تھا۔ اور ایک طویل مدت تک شرفا اس میں گفتگو کرنے کو باعث ننگ اور عار خیال کرتے تھے اس کے برخلاف دکن میں یہ بات نہیں تھی وہ شاہی محلوں میں پلی۔ اولیا اللہ کے گود میں کھیلی۔ شرفا اور معززین کے مکانوں میں پھولی پھلی

اُردو کا تعلق دکن سے

سب سے پہلے یہ بحث پیش ہوتی ہے کہ دکن کے ساتھ اُردو کا تعلق کب سے ہوا؟ اور وہ یہاں کن کن ناموں سے موسوم تھی؟

اس امر سے غالباً کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ اُردو کی ابتدا مسلمانوں سے ہوئی اور اس کا بیج انھیں کے ہاتوں سے بویا گیا مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق کب سے شروع ہوا اور وہ کب سے ہندوستان میں بود و باش کرنے لگے؟

ہندوستان پر مسلمانوں کے حملوں کی ابتدا حضرت عمر فاروق (سنہ ۱۳ھ سنہ ۲۳ھ) سے ہوئی مگر سندھ میں مستقل حکومت محمد بن قاسم کے فتوحات کے بعد ہوئی ۹۳ھ / ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ ہوا اور بہت ہی جلد سندھ سے ملتان تک اس کا قبضہ ہو گیا۔

عربی تاریخوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عباسی خلیفہ واثق باللہ (سنہ ۲۲۷ھ سنہ ۲۳۲ھ) کے زمانہ تک دربار خلافت سے سندھ میں گورنر مقرر ہوتا رہا اور منصورہ اس کا مستقر حکومت تھا۔ خلافت بغداد کے انحطاط کے بعد عربوں کے جو قبائل یہاں آباد تھے انھوں نے چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر لیں۔ یہ حکومتیں کشمیر کی سرحد سے بحر فارس سیستان اور مکران تک پھیلی ہوئی تھیں ان کے حکمراں ایک مدت دراز تک یہاں قابض رہے۔

دوسری طرف ساحل کرناٹک اور ملیبار پر مسلمان بحیثیت تجار اور مبلغ آتے رہے اور ساحل سمندر سے دور تک اندرون ملک جاتے اور تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغی خدمات انجام دیتے تھے۔ سینکڑوں شیوخ تبلیغ دین کے دھن میں پُر خطر سمندر کے راستے اور پُر امن تجارتی طریقے سے حواریان حضرت مسیح کی طرح بلکہ ان سے بدرجہا زیادہ زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔ ہندو راجاؤں کی حمایت میں وہ مسجدیں بناتے اور تبلیغی کام انجام دیتے تھے[ف۱]۔ پروفیسر سر آرنلڈ نے بالکل صحیح لکھا ہے "کہ اس میں ہرگز شبہ نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کو اپنی اشاعت میں بڑی اور مستقل کامیابی ایسے اوقات اور مقامات میں ہوئی جہاں مسلمانوں کی سیاسی طاقت بہت ہی ضعیف تھی[ف۲]"۔

تیسری طرف شمال کی جانب سبکتگین اور سلطان محمود نے حملے شروع کئے ۴۱۵ھ / ۱۰۲۴ء تک کوہستان ہمالیہ تک اس کی فتوحات کو وسعت ہو چکی تھی محمود کے فتوحات کی انتہائی مقام مشرق میں کالنجر گنگا کے نیچے (بندیل کھنڈ) اور مغرب میں سومنات (گجرات)

ف۱ عہد سلف مولفہ مولوی محمد مرتضیٰ ف۲ دعوت اسلام

تک تھی پھر جب آل شنسب کو عروج حاصل ہوا تو آل سبکتگین کے ہاتھ میں سوائے پنجاب کے کچھ نہ رہا۔ سنہ ۵۸۲ھ میں محمد سام شہاب الدین محمد غوری نے پنجاب پر حملہ کیا اور لاہور کی فتح کے بعد ہندوستان کی جانب متوجہ ہوا۔ ۵۸۹ھ میں رائے پتھورا پر فتح حاصل کی جس کے باعث اجمیر اور دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد قنوج مفتوح ہوا اور پھر بنگال تک اس کو وسعت ہو گئی۔

محمد سام کا جانشین قطب الدین ایبک ہوا اور اس کے بعد التمش اور اس کے جانشینوں کے بعد دہلی کے تخت پر خاندان خلجی قابض ہو گیا۔ علاء الدین خلجی (۶۹۵ھ تا ۷۱۵ھ) نے دکن کی جانب پیش قدمی کی اور ۷۰۶ھ میں ملک کافور نے دیوگڈھ فتح کیا ۷۰۹ھ کے دوسرے حملہ میں ورنگل فتح ہوا اور ۷۱۰ھ میں تیسرا حملہ ہوا اس مرتبہ سینٹ بندر امیشورم (راس کماری) کے پاس پہونچکر مسجد علائی کی تعمیر کی۔[1]

مگر یہ خیال رہے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں تیار ہو چکی تھیں اس طرح غازیان اسلام کے براہ پنجاب فوجی ترک اور احتشام کے ساتھ آخری نقطہ ہند پر پہنچنے کے صدیوں پہلے وہ جہازوں کے راستے سے پُر امن طریقہ پر ساحل ہند پر بطور مستقل اپنا گھر بنا چکے تھے۔

خاندان خلجی کے تباہی کے بعد ۷۲۰ھ میں غیاث الدین تغلق ہندوستان کے تاج تخت کا مالک بنا اور ۷۲۵ھ میں اپنے ولی عہد کے نو تعمیر محل کے نیچے دبکر مر گیا اور اب الغ خان محمد تغلق کے لقب سے کے ساتھ تخت دہلی پر جلوس فرمایا۔ اسوقت دہلی کا فرمان پشاور سے لیکر راس کماری تک نافذ تھا۔

اس وسعت ملک کے باعث محمد تغلق نے بجائے دہلی کے دولت آباد کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ محمد تغلق کی یہ محض ابلہانہ رائے نہیں تھی بلکہ عالمگیر نے بھی اپنی عمر اورنگ آباد میں

---

[1] عہد سلف مولفہ مولوی مرتضیٰ مرحوم

بسر کردی تھی۔

محمد تغلق ہی کے عہد میں دولت آباد کے بجائے پھر دہلی مرکز حکومت قرار دیا گیا مگر اس دوبارہ واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد دکن خود مختار ہوگیا اور ۷۴۸ھ میں بہمنی سلطنت قائم ہوگئی اور دو سو سال سے زیادہ زمانہ تک اٹھارہ بادشاہ گلبرگہ اور بیدر میں حکمراں ہوئے ۹۳۳ھ میں اسکا خاتمہ ہوا۔

جب نویں صدی ہجری سے اس سلطنت کا انحطاط شروع ہوا تو پچاس سال کے اندر ملک کو مختلف صوبہ داروں نے آپس میں تقسیم کر لیا اس طرح ایک سلطنت کے بجائے پانچ حکومتیں یعنی قطب شاہی۔ عادل شاہی۔ نظام شاہی۔ عماد شاہی۔ اور برید شاہی قائم ہوگئیں۔

کہا جاتا ہے کہ اردو کی ابتدا پنجاب سے ہوئی اور مسعود سعد فارسی کے ساتھ اردو میں بھی شعر کہا کرتا تھا مگر یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی ہے کوئی ثبوت اس کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ دکن پر مسلمانوں کے حملے ۶۹۵ھ سے شروع ہوئے اور ۷۲۷ھ کے بعد دولت آباد ہندوستان کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔ اسی زمانہ سے یہاں اردو کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کوئی مستقل تصنیف اوائل ۸۰۰ھ کی نہیں پیش کی جا سکتی مگر بعض تاریخی شواہد ایسے ملتے ہیں جن سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں یہاں اردو کا رواج تھا۔ مثلاً زین الدین خلد آبادی متوفی ۷۷۱ھ کا آخری کلام "منجہ مست بلادہ"[۱]۔

شیخ عین الدین گنج العلم متوفی ۷۷۳ھ کے اردو رسالے اور خواجہ بندہ نواز متوفی ۸۲۵ھ کی معراج العاشقین اور ہدایت نامہ[۲] وغیرہ اس زمانہ کے بعد تو ہمیں بیسیوں نظم و نثر کی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں جو اپنے وجود سے اردو کے ارتقا کو ظاہر کرتی ہیں۔

اردو کے نام | اس کے بعد اب یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ یہاں (دکن) اسکو کس نام سے موسوم کیا گیا تھا اور وہ کس نام سے پکاری جاتی تھی۔

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ شمال میں وہ کس نام سے موسوم تھی اور اس کو اردو اور

۱؎ صراحت کے لئے دیکھو دکن میں اردو ۲؎ اگرچہ تیقن کے ساتھ مجھے ان کے وجود پر یقین نہیں ہے۔

ریختہ سے کب موسوم کیا گیا؟

دکن میں ابتدا سے وہ ہندی اور دکھنی سے موسوم تھی یہاں اس کا نام ریختہ نہیں تھا۔ قدیم دکھنی شعرا اور نثر نویس اس کو ہندی اور دکھنی سے موسوم کرتے تھے اور ان ہی ناموں کا سنہ ۱۲۸۰ھ تک بھی پتہ چلتا ہے۔ مثلاً کمال خاں رستمی کہتا ہے ؎

کیا ترجمہ دکھنی ہو دلپذیر ۔۔۔ بولیا معجزہ یو کمال خاں دبیر
(خاور نامہ)

نصرتی کہتا ہے ؎

آ دیکھا ہو حد سوں کیا ب ۔۔۔ رکہی بول اتنا جو دکھنی کتاب
(گلشن عشق)

غواصی کہتا ہے ؎

سلطان عبداللہ کی کر ختم قصّہ نام سوں ۔۔۔ عارف وجود انکے نظر یو نظم دکھنی شاہ سوں
(سیف الملک بدیع الجمال)

ابن نشاطی کہتا ہے ؎

اسے ہر کس کتیں سمجھا کون توں بول ۔۔۔ دکہنی کے باتاں ساریاں کون کھول
(پھول بن)

میراں یعقوب کہتے ہیں ؎

"اپنی حیات کے وقت منجھے ارشاد کئے تھے جوں شمائل الاتقیا کتاب
کون ہندی زبان میں لیاوے تا ہر کسی کتیں سمجھا وے" (شمائل الاتقیا)

ان عادل شاہی اور قطب شاہی شہادتوں سے واضح ہو سکتا ہے کہ عام طور سے دکن میں اردو کو دکہنی یا ہندی کہا جاتا تھا اس کے بعد ڈیڑھ سو سال بلکہ اس سے زیادہ بھی جنوبی ہند میں اردو کو ان ہی ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مولانا باقر آگاہ متوفی سنہ ۱۲۲۰ھ فرماتے ہیں۔

"دے بعض یاروں کا ایجار ہوا ۔۔۔ سو ہندی زبان یہ رسالہ ہوا
ہے دکہنی میں مجکو مہارت بہتی ۔۔۔ دیگر کہ النصر منکم کہے نصرتی" (رسالہ فرقہ ہائے اسلام)

"بعضے علما ران مناقب اشرف کو فارسی کتابوں میں سیر کے درج کئے ہیں لیکن کوئی کتاب

مستقل اس باب میں اب تک دیکھنے میں نہیں آئی پس تصنیف ہونا اسکا ہندی زبان میں معلوم۔ مگر یہ وَلی ویلوری شیدائے حیدرآبادی دکھنی زبان میں نسخے منظوم لکھے ہیں۔" (ریاض الجنان)

اس کے ایک زمانہ دراز بعد قاضی بدرالدولہ متوفی ۱۲۸۰ھ لکھتے ہیں۔

"لیکن دیکھا کہ بازار علم کا بہت کاسد ہوگیا اور علم کے جاننے والے دنیا سے گذر گئے .... اور کسی کو خواہشمند بھی نہیں پایا تب زبان ہندی میں یہ کتاب لکھنا شروع کیا۔" (فوائد بدریہ)

اس تفصیل سے واضح ہوسکتا ہے کہ دکن میں اُردو زبان کا نام دکھنی اور ہندی تھا۔

یہاں اُردو کے ایک اور نام ریختہ کا بھی استعمال ہوا ہے مگر اس کو سب سے پہلے وَلی نے استعمال کیا ہے ؎

یہ ریختہ وَلی کا جا کر اُسے سنا دے ‌ ‌ ‌ رکھتا ہے فکر روشن جو انوری کے مانند

میرا خیال ہے جس طرح جنوبی ہند میں اُردو کا نام دکھنی رکھا گیا تھا اسی طرح شمالی ہند میں وہ پہلے پہل ریختہ سے موسوم ہوئی ہوگی۔ وَلی نے بھی اسکا استعمال اپنے سفر دہلی کے بعد کیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دکھنی شعرا کے قطع نظر شمالی ہند کے شعرا نے اس لفظ کا استعمال عام طور سے کیا ہے۔ چنانچہ میر کہتا ہے۔

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے ‌ ‌ ‌ معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

قائم کہتا ہے ؎

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ ‌ ‌ ‌ اک بات لچر سی بزبان دکھنی تھی

اثر کہتا ہے ؎

ریختہ نے یہ تب شرف پایا ‌ ‌ ‌ جبکہ حضرت نے اسکو فرمایا

شاہ حاتم نے اپنے دیوان زادہ کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

"در شعر فارسی پیروی مرزا صائب است در ریختہ ولی را استاد میداند۔"

میرے اس خیال کی تائید مولانا باقر آگاہ کی رائے سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان (شمالی ہند) میں مدت تک زبان ہندی کہ اسے برج بھاکا کہتے ہیں رواج رکھتی تھی۔ اگرچہ لغت سنسکرت ان کی اصل اصول اور مخرج فنون فروغ واصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی وفارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص اس کے کھونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمیٰ ہوئی .... مخفی نہ ہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار نمایاں پایا .... بعضے استقرار اس کے باب میں دفتر افتراق کا کھولتے ہیں کہ اس بیچارے کو سب شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبائے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں"

دکن میں اردو | دکھنی یا اردو کا تعلق جسقدر دکن سے رہا ہے اور یہاں اس کی جس قدر ترقی ہوئی اسکا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کسی قدر صراحت سے کیا ہے ہماری تالیف اس نوعیت کی پہلی تالیف تھی۔ اسکے بعد اردوئے قدیم۔ پنجاب میں اردو۔ تاریخ ادب اردو۔ وغیرہ کتابیں عالم وجود میں آئیں۔ میں اپنے ملک وقوم کا بیحد شکر گذار ہوں کہ اس نے میری تالیف کو ہاتوں ہاتھ لیا اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جس کے باعث چند ماہ کے اندر اس کے طبع ثانی کی نوبت آئی۔ اور اسکا دوسرا اڈیشن بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کے ساتھ اہل ملک کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

تالیف ہذا کے اسباب | میں نے اپنی اس تالیف میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح مکمل نہیں ہے اور اس امر کا وعدہ کیا گیا ہے کہ کبھی آیندہ مکمل اور مستقل تالیف اس خصوص میں کیجائے گی۔

ظاہر ہے اس کام کے لئے بہت بڑے معلومات اور بہت بڑے سرمایے کی ضرورت ہے۔
اُردو کا مواد نہ صرف ہندوستان کے کتب خانوں میں ہے بلکہ بلادِ مغرب میں بھی اس کا
مواد دستیاب ہوتا ہے ان کتب خانون سے استفادہ کرنا اور مواد جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں
اور پھر یہ اس شخص کے لئے اور بھی دشوار اور اہم ہے جو ملازمت کے چکّر میں قید و بند ہو۔

ان تمام دشواریوں کے باوجود میں اپنی اس دوسری تالیف، کو جو اس سلسلہ کی ایک دوسری
کڑی ہے اور گویا مکمل کتاب کا پیش خیمہ ہے اور ایک بڑی حد تک قائم مقام ہو سکتی ہے
پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

اس میں میں نے اُن تمام دکھنی مخطوطات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو ممالک مغرب
میں موجود ہیں اور ان میں سے اکثر و بیشتر ایسے ہیں جنکا صرف ایک ہی نسخہ پایا جاتا ہے۔
خوش قسمتی سے اس میں قدیم دکھنی ادب کا بڑا حصّہ آگیا ہے۔

مگر قبل اسکے کہ میں اپنی اس جدید تالیف کے متعلق تفصیل سے ذکر کروں اولاً مجھے یورپ جانے
کے اسباب مختصر طور پر بیان کر دینے چاہئیں۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ یورپ کے اُردو ذخیرہ کا حال اولاً رسالہ معارف (اعظم گڈھ) کے
ذریعہ معلوم ہوا جبکہ انڈیا آفس کے کیٹلاگ پر رسالہ مذکور میں ریویو ہوا تھا۔ اس آگاہی سے معلوم ہوا کہ
بلادِ مغرب میں اُردو کا کیا کچھ مواد نہیں مل سکتا ہیں نے اس امر کی کوشش کی کہ یورپ جاؤں اور
ان سے استفادہ کروں۔

سرکارِ عالی کی علمی قدردانی ضرب المثل ہے اس کے چشمۂ فیض سے صدہا علمی گلشن سیراب
ہوتے ہیں خصوصاً اُردو کی آبیاری میں جو حصّہ لیا جا رہا ہے وہ چشمِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں اسی
آبیاری کی ایک نہر نے مجھے بھی سیراب کیا۔ نواب سر ڈاکٹر امین جنگ بہادر کی تحریک پر نواب
مسعود جنگ بہادر کی کوشش اور نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کی تائید سے جامعہ عثمانیہ نے میرا یورپ
روانہ کرنا منظور فرمایا اور ایک سال کے لئے اخراجات سفر و قیام منظور فرمائے گئے۔ اس تحریک کو

باب حکومت کے ارکان نے صاد کیا اور پیشگاہ اقدس میں معروضہ گزرانا گیا جسکو اعلیحضرت اقدس و اعلیٰ نے شرف قبولیت سے منظور فرماکر مجھے جانے کی اجازت عطا فرمائی۔

میں ستمبر ۱۹۲۸ء میں انگلستان روانہ ہوا اور انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور پیارس کے کتب خانوں سے مواد جمع کرکے ایک سال میں واپس ہوا اور اپنے حاصل کردہ مواد کو اب اس کتاب کے ذریعہ پیش کرتا ہوں

مغربی ممالک میں کہاں کہاں مواد دستیاب ہوا

یورپ جانے کے پہلے مجھے صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم میں اُردو مخطوطات کے موجود ہونے کا علم تھا مگر وہاں جانے کے بعد جو معلومات ہوئے اور جن جن کتب خانوں میں اُردو کا مواد پایا گیا ان کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

(۱) کتب خانہ انڈیا آفس (۲) کتب خانہ برٹش میوزیم (۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی (۴) اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز (۵) بوڈلین لائبریری آکسفرڈ (۶) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی (۷) کتب خانہ کنگ کالج کیمبرج (۸) کتب خانہ کایس کالج کیمبرج (۹) کتب خانہ کرسیٹ کالج کیمبرج (۱۰) ایٹین کالج ایٹین (۱۱) کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی (۱۲) ببلیاتک دی نیشنل (قومی کتب خانہ پیارس)۔

ان بارہ کتب خانہ کے منجملہ (۹ اور ۱۰) میں کوئی دکھنی مخطوطہ دستیاب نہیں ہوا۔ کتب خانہ مندرجہ صدر کے علاوہ میں نے حسب ذیل کتب خانے دیکھے ہیں مگر ان میں اُردو یا دکھنی کوئی مخطوطہ نہیں ہے۔

(۱) کتب خانہ کیمبرج میوزیم۔ (۲) کتب خانہ اڈنبرا میوزیم۔ (۳) قومی کتب خانہ اڈنبرا۔ مارسلز کے کتب خانہ میں بھی بعض اُردو کے مخطوطات محفوظ ہیں مگر چونکہ میرے واپسی کے زمانہ میں اس کتب خانہ کو تعطیل تھی اسلئے مجھے اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ کا موقع نہیں دیا گیا کیونکہ

میرے زمانۂ قیام کو توسیع نہیں ہوئی۔ سرکار عالی کے وظیفہ یابون کے نگراں مسٹر سٹین نے میرے کام کی نوعیت سے واقف ہو کر تین ماہ کے توسیع کی تحریک فرمائی تھی اور مجھے امید دلائی تھی کہ وہ منظور ہو جائے گی میں نے اسی مناسبت سے اپنا پروگرام مقرر کیا تھا پیارس کے کتب خانہ کے استفادہ کے بعد جرمنی جانے کا تعین ہوا تھا مگر پیارس میں ایک سالہ مدت ختم ہوگئی اور وظیفہ کی توسیع نہ ہونے کے باعث جرمنی کا سفر موقوف کر کے پیارس سے واپسی عمل میں آئی۔

یورپ میں اُردو کا کس قسم کا مواد دستیاب ہو سکتا ہے۔

ہمارے ایک عنایت فرمانے انڈیا آفس کے کیٹیلاگ پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے (جو اُردو کے ایک بلند پایہ رسالہ میں شائع ہوا ہے)

"غرض کہ انڈیا آفس میں ادبیات اُردو کا جو ذخیرہ جمع ہے وہ ہمارے لئے نادر و نایاب نہیں ہے۔ حیدرآباد اور انجمن ترقی اُردو کے عظیم الشان کتب خانوں میں یہ سب بلکہ اس سے کہیں زیادہ ایسی کتابیں موجود ہیں جنکا پتہ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ اُردو زبان کی ریسرچ کے لئے ولایت کو قدم رنجہ فرماتے ہیں وہ اپنے نفس اور اپنے ملک دونوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔"

یورپ میں اُردو کے متعلق تین قسم کا مواد موجود ہے جسکی صراحت حسب ذیل ہے۔

(الف) بیسیوں ایسے مخطوطات ہیں جن کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے کم از کم حیدرآباد کے کتب خانے اور انجمن ترقی اُردو کا کتب خانہ ان سے خالی ہے۔ مثلاً مثنوی خاورنامہ مثنوی قطب مشتری۔ مثنوی مصیبت اہل بیت۔ مثنوی پدماوت وغیرہم، جو عادل شاہی اور قطب شاہی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ب) ایک ہی کتاب کے متعدد نسخے جن سے مقابلہ کر کے اختلاف معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

مثلاً دیوان ولی کے پندرہ نسخے ہیں۔ گلشن عشق کے چھ نسخے۔ پھول بن کے تین نسخے اسی طرح دیگر کتابوں کی حالت ہے۔

(ج) اکثر دکھنی مثنویاں فارسی سے ترجمہ کی گئیں ہیں یورپ میں ان فارسی کتابوں کا بھی وجود ہے جس کے باعث دکھنی ترجمہ کو فارسی سے مقابلہ کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ شاعر نے کس حد تک ترجمہ کیا ہے اور کہاں تک اپنی تخیل کو کام میں لایا ہے۔ مثلاً خاور نامہ ابن حسام۔ طوطی نامہ نجشی۔ پدماوت بزمی و رازی۔ سیف الملوک و بدیع الجمال وغیرہم۔

غرضکہ بلا کسی تعصب اور طرفداری کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے دیگر کتب خانوں سے قطع نظر صرف انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں اردو کا اسقدر مواد موجود ہے کہ جس پر کام کرنے کے لئے برسوں صرف ہوں گے اور ایک نہیں بلکہ متعدد شخص ریسرچ کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب

قیام یورپ کے زمانہ میں میں نے اپنی کتاب کو ترتیب نہیں دی بلکہ صرف فراہمی مواد میں مصروف رہا۔ واپسی کے بعد ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا مجھے افسوس ہے کہ میری سخت علالت کے باعث تقریباً سات آٹھ ماہ اسکا کام بالکل بند رہا۔ ورنہ اس کے بہت پہلے اسکی اشاعت ہو چکی ہوتی۔

میری یہ کتاب گویا ایک کیٹلاگ (فہرست) کی حیثیت رکھتی ہے مگر یہ ایک ایسی فہرست ہے جو ایک بڑی حد تک اصل مخطوطوں سے مستغنی کر سکتی ہے۔

سب سے پہلے میں نے قطب شاہی مخطوطات کا ذکر کیا ہے اس کے بعد عادل شاہی پھر دورِ مغلیہ اس کے بعد سدہوٹ پھر میسور۔ اور ارکاٹ کے بعد دورِ آصفیہ کے مخطوطات کا ذکر ہے اس کے بعد نامعلوم مخطوطے بیان کئے گئے ہیں۔

ان میں بھی قدامت کا لحاظ رکھا گیا ہے اور تصنیف کے سنہ کے لحاظ سے ان کا ذکر ہوا ہے۔ سب سے پہلے یورپ کے نسخوں کی صراحت معہ نشان تعداد ورق وغیرہ لکھی گئی ہے اس کے بعد کیٹلاگوں کی وضاحت کا خلاصہ دیا گیا ہے اس کے بعد تصنیف کی تاریخ کا ذکر

پھر مولف کے حالات کی (جہاں تک ہمارے معلومات تھے) صراحت کی گئی ہے اس کے
بعد نفس مضمون کی وضاحت۔ پھر کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔

نمونہ میں میں نے خاص طور پر اس امر کو پیش نظر رکھا ہے کہ جس صورت سے وہ نفس
مخطوطے میں درج ہے بجنسہٖ درج کر دیا جائے۔ اس کے باعث بعض جگہ املے کی غلطی اور مفہوم
کی غلطیاں وغیرہ پائی جائیں گی۔ ان کو قصداً رکھا گیا ہے تاکہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح لکھا
گیا ہے وہ کلیتہً پیش نظر ہو جائے۔

نمونہ کے بعد دیگر نسخوں سے (اگر موجود ہوں) اختلاف بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر
وہ کسی فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے تو اصل سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بعض شعرائے
کلام پر ریویو بھی ہے۔ آخر پر اس مخطوطے کے بعض دیگر نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مجھے اپنی عدم قابلیت کا اعتراف ہے جہاں تک میری معلومات اور میری علمیت نے
دوران ریسرچ میں میرا ساتھ دیا ان کا مجموعہ اس کتاب کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔
گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

شکر گذاری میری کتاب نامکمل ہوگی اگر میں ان بزرگ ہستیوں اور دوستوں کا شکریہ
ادا نہ کروں اور ان کے اسمائے گرامی بطور اعتراف پیش نہ کروں جنہوں نے
مجھے یہاں اور یورپ میں گراں قدر مدد اور مشورہ دیا جس کے بغیر میرا جانا اور وہاں کام کرنا دشوار تھا۔

(۱) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب حیدر نواز جنگ بہادر۔
(۲) عالیجناب ڈاکٹر سر نواب امین جنگ بہادر۔
(۳) عالیجناب نواب مسعود جنگ بہادر۔
(۴) عالیجناب مولوی سید محمد مہدی صاحب۔

یورپ میں جن اصحاب نے مجھے مدد دی اور مشورہ دیا ان میں سب سے پہلے دو نام قابلِ
اظہار ہیں یعنی سر محمد رفیق مرحوم ممبر انڈیا کونسل جنہوں نے کتب خانہ انڈیا آفس سے استفادہ

کی اجازت دلائی۔ مجھے اسکا افسوس ہے کہ میرے قیام لندن کے زمانہ ہی میں انکا ہندوستان میں انتقال ہوگیا۔

دوسری ہستی مسٹر سی۔ اے۔ اسٹوری معتمد کتب خانہ انڈیا آفس کی ہے جنہوں نے بڑی راہ نمائی فرمائی اور گراں قدر مدد و مشورہ سے ممنون فرمایا اور میرے مطالعہ کے لئے خاص طور پر سہولتیں اور رعایتیں فرمائیں۔

اس کے بعد جن محترم ہستیوں اور عنایت فرماؤں نے خاصکر میرے ریسرچ میں مدد دی اور راہ نمائی فرمائی ان کے اسمارگرامی شکریہ کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر یف بارنٹ مہتمم کتب خانہ برٹش میوزیم حصہ مشرقی

(۲) یف۔ سی نکلسن مہتمم کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی

(۳) ٹی۔ جے ٹمس مہتمم کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی

(۴) .... مہتمم کتب خانہ بوڈلین لائبریری اکسفرڈ

(۵) مسٹر فریزر سکریٹری رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

(۶) مہتمم کتب خانہ اٹین کالج۔

(۷) مہتمم قومی کتب خانہ اسکاٹ لینڈ (اڈنبرا)

(۸) ناظم کیمبرج میوزیم

(۹) مہتمم کتب خانہ اسکول آف ورنٹیل اسٹڈیز۔

(۱۰) مہتمم کتب خانہ قومی پیارس

(۱۱) مس نورجہاں یوسف علی

(۱۲) ڈاکٹر سید محی الدین قادری

(۱۳) ڈاکٹر سیدہ سیادت علی

(۱۴) ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ

(۱۵) ڈاکٹر یوسف حسن خاں

(۱۶) مسٹر شوکت اللہ شاہ

(۱۷) مس الفانسو

تالیف ہذا کے ماخذ | اس کتاب کی ترتیب میں اُن اصل مخطوطات کے علاوہ جن تاریخوں اور کیٹلاگوں وغیرہ سے مدد لی گئی ہے انکی فہرست ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔

مگر ناشکر گذاری ہوگی اگر میں اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین صاحب قادری زور پروفیسر عثمانیہ کالج کی مولفہ کتاب "اُردو شہ پارے" کا ذکر نہ کروں جس سے بھی میں نے مواد اخذ کیا ہے۔

فہرست میں ان فارسی کتابوں کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے جس سے دکھنی کتابوں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

خاکسار

نصیر الدین ہاشمی ابن مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم
رجسٹرار بلدہ سرکار عالی

ترپ بازار حیدرآباد دکن
ذیحجہ ۱۳۴۹ھ

قطب شاہی مخطوطات

مختصر تاریخ سلطنت بہمنیہ کی شکست کے بعد دکن میں جو اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں ان میں گولکنڈہ کی قطب شاہی اور بیجاپور کی عادل شاہی سلطنتیں علوم و فنون کی سرپرستی کے باعث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انکا دربار اہل علم و فن کا مرجع و ماوئی تھا شہر گولکنڈہ اور بیجاپور باکمالوں کے مرکز تھے۔

قطب شاہی سلطنت کا بانی سلطان قلی قطب شاہ ہے جس نے بہمنیہ سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ۹۱۶ھ میں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اسکے خاندان سے یکے بعد دیگرے آٹھ بادشاہوں نے گولکنڈہ پر حکمرانی کی۔ آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ پر فتح حاصل کر کے اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ پر قبضہ کر لیا۔[1]

اس خاندان کے سلاطین کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان قلی (۹۱۶ھ تا ۹۵۰ھ)

(۲) جمشید قلی قطب شاہ (از ۹۵۰ھ تا ۹۵۷ھ)

(۳) سبحان قلی قطب شاہ (از ۹۵۷ھ تا ۹۵۷ھ)

(۴) ابراہیم قلی قطب شاہ (از ۹۵۷ھ تا ۹۸۸ھ)

(۵) محمد قلی قطب شاہ (از ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ)

---

[1] تاریخ قطب شاہی۔ اسکا ایک نسخہ برٹش میوزیم لندن کے نمبر ۶۵۴۲ (اڈیشنل) پر موجود ہے۔

(۶) محمد قطب شاہ (از ۱۰۲۰ھ تا ۱۰۳۵ھ)

(۷) عبداللہ قطب شاہ (از ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ)

(۸) ابوالحسن تانا شاہ (از ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ)

یہ قطب شاہی سلاطین علم و ہنر کے شائق تھے ان کے دربار کے علماء و فضلاء اپنے
وقت کے مشہور باکمال تھے۔ سلطان قلی کا زمانہ حکومت زیادہ تر قوت بڑھانے اور اپنی
سلطنت کو مستحکم کرنے کیلئے میدان جنگ میں گذرا تاہم اسکا دارالسلطنت شعراء اور ادیبوں سے
خالی نہیں تھا۔ "آتش خانہ" کے نام سے ایک مقام تھا جہاں شاعر اور ادیب جمع ہوتے تھے[۱]
جمشید قلی کو شعر و سخن سے غایت دلچسپی تھی ملا محمد شریف وقوعی اسکے دربار کا ملک الشعرا
تھا۔ اس خاندان کا چوتھا حکمراں ابراہیم قلی جو ۹۵۷ھ میں مسند آرا حکومت ہوا اور اکتیس سال
کی طویل حکمرانی کے بعد ۹۸۸ھ میں رحلت کیا۔ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔
ابراہیم قلی جہاں حکومت اور جہانبانی میں اپنا آپ نظیر تھا وہاں علم و فن کے لحاظ سے بھی
کافی شہرت رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے علماء وقت جمع تھے۔ گولکنڈہ علم و فن کا
مرکز بنا ہوا تھا۔ سلطان شعر و سخن کا دلدادہ سخن فہمی کا ذوق رکھتا تھا مصنف تاریخ قطب شاہی
لکھتا ہے:-

"دراں مجلس شعرائے فصیح زبان و ندماں ملیح بیان از ابر طبع درر آبدار
نظم و نثر نثار کردہ از خوان نوال و احسان آں پادشاہ نوجوان بہرہ مند میگردیدند"
(صفحہ ۱۹۳)

یہی مؤرخ آگے چلکر لکھتا ہے۔

"در سفر و حضر ہموارہ اہل فضل و ہنر در خدمتش مے بودند و در مجلس ہمایوں بمباحثہ
علوم دینی پرداختہ در تحقیق مسائل یقینی شرائط اہتمام بجائے می آوردند" (ص ۱۳۸) ب

---

[۱] اردو شہ پارے۔

سلطان کے دربار میں حمید خاں، مصطفیٰ خاں، مجاہد خاں، عین الملک، امیر شاہ محمد انجو، امیر عماد الدین محمود شیرازی حیدر الملک، شاہ تقی جیسے باکمال اُمرا موجود تھے۔

جالینوس الزماں قاسم بیگ شیرازی اور حسین قلی مرزا جو علم منطق و حکمت میں سرآمد روزگار تھا اس کے دربار میں تھے۔

مدارس اور مساجد اسکے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ بڑی بڑی عمارتیں بنیں۔ علما ر وقت نے بہترین تصنیفیں کیں جو آجتک مشہور ہیں۔

"مساجد و مدارس و ابنیہ و عمارات رفیعہ کہ بیمن اہتمام آں حضرت اتمام یافتہ"

(صفحہ ۱۳۸ ب) تاریخ قطب شاہ

اس کے زمانہ میں اردو کو بھی خاصی ترقی ہوئی۔ کئی ایک نامور شعرا موجود تھے جن میں سے فیروز اور محمود کا پتہ چلتا ہے۔ وجہی بھی اسی دور کا شاعر تھا۔

سلطان ابراہیم کے ۹۸۸ھ ۱۵۸۱ء میں انتقال کرنے پر اسکا قابل فرزند محمد قلی قطب شاہ اس کا جانشین ہوا جس کا دورِ حکومت ترقی علم و فن کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہے۔ یہ شہنشاہ اکبر اور شاہ عباس صفوی کا ہمعصر تھا۔ شہر حیدر آباد کی اسی نے بنیاد ڈالی اسکو فنون لطیفہ کا بہت شوق تھا۔ شعر و شاعری کے ذوق اور کئی ایک مشہور عمارتوں کی تعمیر سے اس کی توثیق ہو سکتی ہے۔

سلطان کی داد و دہش اور قدر دانی علم و فن کا شہرہ سنکر عرب و عجم سے علما ر فضلا و شعرا اس کے دربار میں آتے اور اس کی فیاضی سے مستفید ہوتے تھے۔

چنانچہ مصنف تاریخ قطب شاہی لکھتا ہے۔

"ہر حاجتمندے کہ از دیار بعیدہ بامید سخاو رحمت جنت مکاں روے بدرگاہ جلالش آوردے بوسیلہ اُمرا و مقربان منظور نظر عنایت شدہ بتشریف و انعام سرفراز شدہ مقضی المرام بوطن خود مراجعت نمودے"۔ (ص ۱۷۵ ل)

اس کے درباری امرائے ذی عظمت و شوکت صاحب علم و فن تھے جن میں سے امین الملک۔ ناظر الملک۔ مرتضیٰ خاں۔ رستم خاں۔ چنگیز خاں۔ رضا خاں۔ سید حسین۔ سید تاج وغیرہ مشہور ہیں۔

اس کے دربار میں علماء، فضلاء، شعراء کی تعداد بھی کافی تھی۔ علامہ میر محمد مومن استرآبادی جو علامہ فخر الدین سماکی کے بھتیجے تھے جنکا تعلق طہماسپ شاہ صفوی کے دربار سے تھا گولکنڈہ آگئے اور یہاں سکونت کر لی۔ ان کی کئی ایک تصانیف مشہور ہیں شاعر بھی تھے فارسی دیوان مرتب کیا تھا جسکا ایک نسخہ[۵۵] انڈیا آفس میں ہے۔

قاضی محمد سمنانی۔ میرک معین الدین سبزواری۔ مرزا محمد امین سیستانی وغیرہ اسی کے درباری علما تھے۔ مرزا محمد امین نے خمسہ نظامی کے جواب پر چار مثنویاں لکھی ہیں۔ شیریں خسرو۔ لیلیٰ مجنوں۔ فلک البروج۔ مطلع الانظار۔ یہ مثنویاں انڈیا آفس میں موجود ہیں۔ ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا جس میں غزلیات کے علاوہ قصائد بھی ہیں۔

شاہ عباس صفوی کی جانب سے میر ضیاء الدین محمد نثاری جیسے صاحب علم بطور سفیر آئے تھے۔[۵۵]

ہر سال ماہ ربیع الاول میں مجالس میلاد اور محرم میں مجالس عزا منعقد کرنا اور نہایت خلوص سے خود اسمیں شریک ہوتا علماء اور شعرا کو داد و دہش سے سرفراز کرتا تھا۔

"ہر سال در ہفتہ ہم ماہ مبارک ربیع الاول کہ ماہ مولود آں شمع شبستان وجود است جشن عظمی ترتیب دادہ .... خاقان زمانہ مجلس بزم را از پرتو جمال رشک آفتاب جہانتاب نمودہ مجلسیان و امراء و شعراء و ندماء و مغنیان نغمہ پرداز و پری پیکرا دراں روضۂ جنت نشاں راہ دادہ"

(تاریخ قطب شاہی ص۱۷۶ (

"علماء و فضلاء و ارکان دولت و مجلسیان و مقربان ایام عاشورہ در الادہ

---

۵۵ (۲۸۹۲) ایتھے ۵۵ تاریخ قطب شاہی

حضور بگریہ و تعزیہ گند رائید و رسوم ماتم شاہ شہدا سے بتقدیم میرسانیدند"

(ص ۱۶۸ ا)

اس کے زمانہ میں مدارس۔ خانقاہ۔ دارالشفاء حمام کثرت سے تعمیر ہوئے مسجد جامع کی تعمیر ہوئی۔

"مسجد جامع و مدرسہ و خانقاہ و دارالشفا و حمامات متعدد و دیگر مساجد و

مدارس کہ بحسن اہتمام شہریار مغفور باتمام رسید" (ص ۱۶۷ ب)

زبان اردو کو اس کے عہد میں بڑا عروج ہوا باکمال شاعروں نے بیسیوں مثنویاں لکھیں۔ وجہی

غواصی۔ احمد وغیرہ اسکے درباری شعراء ہیں جن کی تصانیف یورپ میں بھی موجود ہیں۔

سلطان خود بھی اردو کا زبردست شاعر تہا اسکا کلیات ۱۰۲۵ھ میں مرتب ہوا ہے جس

کا ایک نسخہ کتب خانہ اعلیحضرت حضور نظام میں موجود ہے۔

فارسی میں قطب شاہ اور دکہنی میں معانی تخلص تہا۔ کلیات میں اصناف سخن سے مثنویاں

قصیدے۔ ترجیع بند۔ مراثی۔ غزل۔ رباعی سب کچھ موجود ہیں۔ یورپ میں اسکا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

قلی قطب شاہ نے ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی زبان اردو کے محسنوں کی فہرست میں اسکا نام

جلی حروف میں لکہنا چاہیئے۔

سلطان محمد قلی کا جانشین محمد قطب شاہ ہوا پندرہ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۳۵ھ میں

انتقال کیا۔

اپنے پیش رو کی طرح یہ بہی ذی علم اور علم پرور تہا شعر و سخن کا نہ صرف دلدادہ بلکہ خود بھی شاعر تہا

ظل اللہ تخلص تہا۔ اسکا دربار بہی اہل علم و کمال کا مرکز بنا ہوا تہا۔ سید کمال الدین مازندرانی فضیلت

دستگاہ میر قطب الدین نعمت اللہ سیادت پناہ مرتضی وغیرہم درباری علماء[۵] تھے۔

محمد قطب شاہ کے علم و فضل شعر و شاعری کے متعلق مصنف تاریخ قطب شاہی لکہتا ہے :۔

بحمد اللہ بروجہ مستوفی دادند و در فضائل مکتبہ متعارف نیز سر آمد روزگار بودند

---

۵ تاریخ قطب شاہی۔

از اقسام علوم عقلی و نقلی آگاہی تمام ایشاں را حاصل است در تواریخ
استحضار آں حضرت بمرتبہ ایست کہ مورخاں زماں ہر گونہ حکایتے را کہ ابتدا
نمایند آنحضرت باختلاف روایات باتمام رسانند و ہموارہ با ارباب فضل و
حکومت محبت داشتہ بافادات دانشمندانہ اہل مجلس را مستفیض میگردانند
و نیز آں حضرت را در نظم و نثر پایۂ عالی است ظل اللہ تخلص اشرف میفرمائید
و از انجا کہ طبع موزوں از خصائص فطرت سلیم است چوں در خلال اوقات
واردات قدسی را در سلک نظم میکشند ۔" (ص ۱۸۹ ر)

اس صراحت سے واضح ہوسکتا ہے کہ یہ تاریخ اسی کے عہد میں مرتب[۱] ہوئی ہے۔ سلطان کو تاریخ سے خاص دلچسپی تھی۔ اس فن میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اسی طرح شعر و شاعری میں مہارت تھی، علوم عقلی و نقلی سے آگاہی تھی۔ اپنے دانشمندانہ مباحث سے ارکان دربار کو مستفید کرتا تھا۔ اسکا دربار گویا علم و فن کی مجلس تھی جہاں نامور علماء اور شعراء جمع ہو تے تھے۔

---

[۱] تاریخ قطب شاہی جس کا ذکر کیا گیا ہے قطب شاہی عہد کے پانچ بادشاہوں کے احوال پر مشتمل ہے پہلے باب میں سلطان قلی۔ دوسرے میں جمشید قلی تیسرے میں ابراہیم قلی اور چوتھے باب میں محمد قلی کا ذکر ہے خاتمہ میں سلطان محمد کا بیان ہوا ہے۔

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۰۶۹ھ میں لکھا گیا ہے (۶۵۴۲) پر موجود ہے کتاب کے سرورق سے معلوم ہوتا ہے اس کا مصنف نظام الدین احمد بن عبد اللہ شیرازی ہے گر مصنف کیٹلاگ "ریو" کا خیال ہے یہ نظام الدین احمد کی تصنیف نہیں کسی اور کی ہے مصنف نامعلوم ہے۔ ریو نے اپنی تائید میں کوئی وجہ نہیں بیان کی ہے۔ نمبر ۲۹۷۸۔

برٹش میوزیم کی اسی جلد میں ایک دوسری تاریخ حدیقہ السلاطین بھی ہے جس کا ذکر (ملاحظہ ہو صفحہ

جیساکہ بیان کیا گیا ہے سلطان کو اُردو شاعری سے عشق تھا اس لحاظ سے چاہیئے تھا کہ اسکے عہد کے بیسیوں شعراء کا پتہ چلتا مگر افسوس بہت کم کے کارنامے موجود ہیں اور دو چار ہی شعراء کا نام معلوم ہوا ہے۔ جن میں وجہی۔ قطبی۔ غواصی مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ ابن نشاطی۔ جنیدی وغیرہ ہیں (جنکا کلام اس کے بعد مرتب ہوا ہے) اسی دور کے شعراء ہیں۔

سلطان محمد قطب شاہ کے انتقال کے بعد اسکا فرزند عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ میں حکمراں ہوا۔ اس کا دورِ حکومت اردو کی ترقی کے لئے ایک زرین عہد ہے اس کے زمانہ میں کئی ایک دکھنی مثنویاں لکھی گئیں جس کی صراحت آگے درج ہوگی۔

عبداللہ قطب شاہ اپنے باپ دادا کی طرح علم دوست اور علم پرور ارباب فضل و کمال کا قدردان تھا۔ نظام الدین احمد نے اسکے زمانہ میں "حدیقۃ السلاطین"[۵۱] کے نام سے ایک تاریخ لکھی جو ۱۰۵۰ھ کے حالات تک مشتمل ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بڑے بڑے نامی گرامی اہل کمال سلطان کے دامن دولت سے وابستہ تھے جن کے منجملہ علامہ فہامی۔ میر مجد الدین جو علامہ میر محمد مومن کے فرزند اور فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ سیادت پناہ میر سید محمد اسفرائنی۔ مولانا رونقی۔ یہ بھی شاعر تھے۔ عمدۃ الفضلاء قاضی احسن میر میرال

(بسلسلہ صفحہ ۲۰) آگے آئیگا۔ اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"تمام شد کتاب مستطاب تاریخ قطب شاہی فی ظل دولت اعلیحضرت والبہا مصونہ عن کل شر و فساد برسم خزانہ کتب اعلیحضرت سکندر حشمت سلیمان مرتبت السلطان المعظم والخاقان المکرم ابو المظفر سلطان عبداللہ قطب شاہ خلد اللہ ملکہ و حشمتہ الی یوم القیامہ ابن کعبۃ العبد السمعیل ابن ملا عرب شیرازی فی ۱۰۶۹ھ"

یہ کتاب کافی ضخیم ہے بڑی تقطیع کے (۱۹۴) ورق ہیں مضامین کی فہرست (۱۵) ورق پر آئی ہے۔

---

۵۱ میوزیم ۶۵۴۲ اڈیشنل انڈیا آفس ع۲۹۰ ص

فرزند سیادت پناہ قاضی القضات قاضی ظہیر الدین محمد الحسنی حکیم عبد الجبار گیلانی شیخ عبد اللطیف ملا خلقی جو زبردست شاعر تھا۔ نور اللہ صدر مدرسہ دار الشفا یہ بھی شاعر تھا۔ مرزا محمد جوہر تبریزی۔ مرزا حمزہ استرآبادی۔ مرزا افضل اللہ شیرازی۔ شیخ ہارون جزاہری۔ ملا اقتشائی شیرازی۔ ملا عرب خوشنویس مرزا محمد مشہدی۔ قاضی عطار اللہ گیلانی۔ قیصر وغیرہم مشہور ہیں۔

میر فصیح الدین محمد تفرشی سر جنبلی کی خدمت پر میر محمد رضا استرآبادی پیشوائی پر نواب علامی خدمت میر جملگی سے سرفراز تھے۔ سید عبد اللہ ماژندرانی۔ میر معز الدین محمد شرف الملک شیخ محمد دیان خواجہ افضل خاں۔ سید محمد نصیر الملک منصور خاں۔ ملا محمد تقی وغیرہ امرا دربار تھے جو سب کے سب علم و فضل کے لحاظ سے مشہور اور معروف تھے۔ انکے وجود سے گولکنڈہ علم و فن کا آفتاب بنا ہوا تھا۔

سلطان کی سرپرستی میں متعدد تصنیفات ہوئے۔ نظام الدین احمد نے حدیقۃ السلاطین شمس الدین محمد المعروف علامہ ابن خاتون نے کتاب الارشاد اور جامع عباسی پر حواشی لکھے۔ اربعین کا ترجمہ کیا۔ ملا جمال الدین نے کعمی کی کتاب المصباح کا اور ملا علی ابن طیفور نے حیوان اخبار رضا کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مولانا حسین آملی نے نہج البلاغۃ کی شرح لکھی۔ ملا فتح اللہ سمنانی نے امام یافعی کی کتاب روض الریاحین کا ترجمہ کیا۔

سلطان کی فیاضی اور اہل کمال کی سرپرستی کی خبر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسکی فیاضی کے متعلق مصنف حدیقۃ السلاطین لکھتا ہے۔

"ہر کس از ارباب استعداد از عراق و خراسان بہ پایہ سریر سلطنت مصیر رسید فراخور حال و قابلیت مشمول عواطف و مراحم خسروی گردید کامیاب شد .... از یں جملہ ملا خلیل قصہ خواں بلا نغمہ کہ از جانب بنگال و لاہور بہ دار السلطنت ہمایوں اعلیٰ وارد شدہ بود .... جمعی کثیر از تجار مال دار چہ در دار السلطنت و چہ بنادر معمورہ و لایات محروسہ

اقامت نمودہ غایت تجمل وثروت موفورہ بہم رسانیدہ اند"

(ص ۲۸۸ ب)

رات رات بھر محفل مشاعرہ گرم رہتی شعرائے نامدار اپنی اپنی نظمیں سناتے۔
ایک جشن کے حالات میں نظام الدین احمد بیان کرتا ہے۔

"بشکرانہ ایں موہبت خاقان سکندر منزلت مبلغی کلی بعلمار و فضلار و صلی
اکرام و احسان فرمودند و بفقرار و مساکین نقود و اجناس بسیار تصدق
نمودند و جمعی از شعرا تاریخہائے یافتہ بودند بسامع جاہ و جلال خسرو
یوسف جمال رسانید ند۔ ملا غواصی کہ در شعر و کہنی از امثال خود ممتاز ست
ایں کلمہ را مادۂ تاریخی ساختہ محفوظ باد" (۱۰۴۱ھ)

سہ شنبہ کے دن اگرچہ عام تعطیل ہوتی مگر شعرائے نامدار دربار میں جمع ہو کر قدیم شعرار کے کلام پر
مباحثہ کرتے اور اپنا کلام گوش گزار کرتے۔

"روزہائے سہ شنبہ کہ روز تعطیل است با شعرائے صاحب شعار و
موزونان بلاغت وشار از عرب و عجم دیوان متنبی۔ دیوان خاقانی وانوری و
مثنوی ملا روم با کتب شرح و دواوین دیگر از شعرائے نامدار درمیان آوردہ
صحبت مستوفی میگردند" (ص ۲۷۱ ب)

جس طرح سلطان کو اہل علم کی قدر تھی اسی طرح امرار دربار با کمالوں کے گرویدہ تھے انکی
مجالس میں ہر وقت صاحب علم اصحاب جمع رہا کرتے۔ نواب علامی جو میر جملہ گی کی خدمت سے سرفراز
تھا اسکے متعلق نظام الدین احمد لکھتا ہے۔

"نواب مشار الیہ باوجود کثرت مشاغل مہام سلطنت ووفور امور مملکت و
ملازمت دو وقتہ خاقان یوسف جمال ہر صبح مدرس فیض بسط ایشان از
وجود ارباب دانش چہ از فضلا ت علمار و فضلار و علما رو شعرار و اہل استعداد

و کمالات واز اکابر و اعیان و امراء و وزرا وغیرہم کہ شمون میکرد و یا فادہ
و افاضۂ علوم منقول از کتب تفاسیر و احادیث و فقہ از حکمت و ریاضی
و منطق وغیرہ مشغول میبا نند۔" (صفحہ ۲۶۴)

غرضکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ نہ صرف ذی علم اور علم دوست تہا بلکہ اسکے دربار کے امراء
بہی یہی خصوصیت رکہتے تھے۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ سلطان کے عہد حکومت میں اردو کو بڑا فروغ ہوا نظم و نثر میں متعدد
کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اسکے عہد کے کئی ایک شعرا مشہور و معروف ہیں جن میں سے چند یہ ہیں
وجہی۔ غواصی۔ ابن نشاطی۔ جنیدی۔ طبعی۔ امین۔

سلطان خود بہی زبردست شاعر تھا۔ فارسی اور دکہنی میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس کا دیوان
نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اسی کے عہد میں شاہجہاں نے گولکنڈہ پر پیش قدمی کی مگر باہم صلح ہوگئی سلطان عبداللہ نے
سالانہ پیشکش دینا قبول کرلیا تینتیس (۳۳) سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۸۳ھ میں اسنے وفات پائی اسکا
داماد سلطان ابوالحسن تانا شاہ سریر آرا سلطنت ہوا۔

ابوالحسن بہی سخن فہم و سخن سنج حکمراں تہا اردو میں بہی طبع آزمائی کی ہے جس کا ایک شعر
مشہور ہے۔

کس در کہوں جاؤں کہاں مجھ دل پہ پھل پچھاڑ ہے
ایک بات کے ہونگے سجن یاں جی بہی بارہ باٹ ہے [۵]

اسکی پندرہ سالانہ حکومت میں بہی متعدد اردو نظمیں لکہی گئیں۔ اس عہد کے حسب ذیل شعرا
کا پتہ ملتا ہے۔

فائز۔ لطیف۔ نوری۔ شاہی۔ مرزا۔ غلام علی۔ سیوک۔ شغور۔ بیچارہ۔ ان میں سے کئی

---

[۵] گلشن ہند۔

ایک کے کارنامہ یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۱۰۹۸ھ میں اورنگ زیب عالمگیر نے گولکنڈہ پر فتح پائی۔ اسطرح سلطنت قطب شاہی کا خاتمہ ہوگیا۔

اس تفصیل کے بعد اب ان دکھنی مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس عہد سے متعلق اور یورپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
۱	مثنوی قطب مشتری	وجہی	۱۰۱۸ھ
۲	سیف الملوک و بدیع الجمال	غواصی	۱۰۳۵ھ
۳	طوطی نامہ	غواصی	۱۰۴۹ھ
۴	(مصیبت اہل بیت)؟	احمد	؟
۵	پھول بن	ابن نشاطی	۱۰۶۶ھ
۶	قصہ بہرام و گلندام	طبعی	۱۰۸۱ھ
۷	قصہ ابو شحمہ	امین	۱۰۹۰ھ
۸	قصہ حسینی	خواص	۱۰۹۰ھ
۹	پدماوت	غلام علی	۱۰۹۱ھ
۱۰	جنگ نامہ	سیوک	۱۰۹۲ھ
۱۱	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	فائز	۱۰۹۴ھ
۱۲	ظفر نامہ	لطیف	۱۰۹۵ھ
۱۳	محی الدین نامہ	افضل	؟
۱۴	مرثیہ	غواصی	؟
۱۵	مرثیہ	لطیف	؟

۱۶	مرثیہ	کاظم	؟
۱۷	مرثیہ	افضل	؟
۱۸	مرثیہ	شاہی	؟
۱۹	مرثیہ	مرزا	؟

مثنوی قطب مشتری

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے

نمبر (۱۳۲/۲) ورق (۵۸) سائز (۹ ۳/۴ × ۵) سطر (۱۷) خط نسخ تاریخ کتابت ۱۱۳۴ھ

بلوم ہارٹ نے مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے مگر خود مثنوی سے اس کے نام اور مصنف پر روشنی پڑتی ہے۔

قطب مشتری میں جو بولیا کتاب　　　سو ہوئی جگ میں روشن جیوں آفتاب

(ص ۱۲۰ ب)

وجہی ترا ذہن جیوں برق ہے　　　تجھے ہور بعضیاں میں کئی فرق ہے

توں وجہی کلیا شعر کئی دھات کا　　　ہوا زیاست تجہ تے مزا بات کا

وجہی کے متعلق مشرقی اور مغربی تذکرے ساکت ہیں۔ ڈی ٹاسی۔ بلوم ہارٹ۔ اسپرنگر۔ اسٹوارٹ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مگر مثنوی سے بعض حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں صراحت کی گئی ہے وجہی ابراہیم قلی قطب شاہ کے عہد کا شاعر ہے مثنوی میں جس طرح سے سلطان کی مدح کی گئی ہے اس سے اسکی توضیح ہو سکتی ہے۔

ابراہیم قطب شاہ راجا دھراج　　　شہنشاہ ہے شاہ شاہان میں آج

عدل بخشش ہور داد اس تے اچھے　　　سدا خلق سب شاد اس تے اچھے

جتے پادشاہان ہیں سنسار کے　　　بھکاری ہیں سب اسکے دربار کے

اسی سلسلہ میں وہ سلطان محمد قلی کی تعریف بحیثیت ولی عہد سلطنت کے کرتا ہے۔

کھیا علم میں ایک نہ دو آپ تے　　　کہ فرزند ہے یو بخت ور باپ تے

رکھے نا نو نوکرنا رکن منک پناہ　　　سلکمن محمد قلی قطب شاہ

مگر معلوم ہوتا ہے ابراہیم کے زمانہ میں اس مثنوی کی تکمیل نہیں ہوئی کیونکہ ١٠١٨ھ میں اسکے مکمل ہونے کا شعر موجود ہے۔

تمام اس کیا دیس بارہ منے　　　سنہ یک ہزار ہور اٹھارہ منے

وجہی کے زمانہ میں گولکنڈہ میں علمی فضا تھی ہر طرف شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ مگر اسکو اپنی شاعری پر ناز ہے دوسروں سے مقابلہ کرکے اپنی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ خاصکر غواصی پر چوٹ کیا ہے۔ اس طرح فیروز اور محمود کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

قطب مشتری کی تصنیف کے وقت وہ شاہی دربار میں بارسوخ تھا اس کی عزت اور وقعت اس سے معلوم ہوسکتی ہے کہ علانیہ ولی عہد سلطنت (اور پھر اسکی تکمیل کے وقت بادشاہ تھا) کو بطور ہیرو اور عاشق پیش کیا ہے۔

وجہی کی دوسری تصنیف نثر اردو کی بہترین کتاب "سبرس" ہے جس کی تصنیف ١٠٤٥ھ میں ہوئی ہے جبکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ گولکنڈہ کے تخت پر حکمراں تھا۔ اگرچہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اسقدر زمانہ دراز تک ایک شخص کس طرح زندہ رہا؟ اگر ٩٨٨ھ میں اس کی عمر پچیس سال قرار دیجائے تو ١٠٤٥ھ میں (٨٢) سال ہوتے ہیں یہ کوئی ایسی عمر نہیں جو غیر ممکن ہو اسکے متعلق میرے دوست ڈاکٹر سید غلام محی الدین قادری نے اپنی تالیف "اردو شہ پارے" میں کافی صراحت سے بحث کی ہے۔

قطب مشتری کئی لحاظ سے قابل ستائش ہے۔ اسکا مضمون خود شاعر کی دماغی پیداوار ہے۔ اس کے قریب اور بعد جو تصنیفیں گولکنڈہ اور بیجاپور میں ہوئیں وہ زیادہ تر فارسی سے ماخوذ ہیں۔ دوسری زبان سے ترجمہ کرنا وہ بمنزلہ چوری کے قرار دیتا ہے۔ اسکا اسلوب بیان نہایت پاکیزہ ہے اسکی زبان صاف ہے اسوقت کے طرز معاشرت، تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔

وجہی بڑا خوش نصیب ہے کیونکہ اسکے کلام سے نظم اور نثر دونوں کے نمونے اس وقت

موجود ہیں جہاں وہ شاعری کی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کا شاعر خیال کیا جاسکتا ہے وہیں وہ بہترین نثار کی حیثیت سے بھی پیش ہوسکتا ہے۔ اسلئے وہ دکہن کا واحد ادیب ہے۔ جو دونو حیثیت سے ممتاز ہے

وجہی کے متعلق مزید معلومات "اردو شہ پارے" سے ہوسکتے ہیں۔

مثنوی میں حسب رواج قدیمہ اول حمد ہے اسی کے ساتھ وہ اسماء اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اسکے بعد مناجات پھر نعت اور معراج کے حالات۔ حضرت علی کی مدح کرنے کے بعد عشق کی تعریف کرتا ہے۔ اسکے ختم ہونے پر شعر کی حقیقت اور شعر کی تعریف کرتا ہے جسمیں اس امر کی صراحت کی ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہئیے۔ پھر وہ بادشاہ کی تعریف اسکے عدل کا ذکر ولیعہد کی مدح کرتے ہوئے بتایا ہے۔ بادشاہ کی قدر دانی سے ملک ترقی کر رہا ہے۔ اس بیان کے بعد وہ شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جوانی کا حال بیان کرتا ہے بلکہ یوں سمجھو قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

محمد قلی نہایت خوبصورت حسین و جمیل تہا۔ ایک رات اس نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھی اور اسکے حسن و جمال پر والہ و شیدا ہوگیا عشق کا تیر جگر کے پار ہوگیا۔ خواب والی صورت، کی تلاش میں ایک جہاندیدہ مصور روانہ کیا گیا جو شہر بہ شہر اس خواب والی حسینہ کو تلاش کرنے لگا۔ آخر ایک مدت دراز کے بعد بنگال پہونچا یہاں کی شہزادی کو مصوری کا بڑا شوق تہا جب اسکو ایک مصور کے بنگال میں آنے کی اطلاع ہوئی تو اسکو اپنے پاس طلب کیا اور کوئی عمدہ تصویر پیش کرنے کی ہدایت کی اس نے محمد قلی کی تصویر پیش کی مشتری تصویر دیکہہ کر شہزادہ پر عاشق ہوگئی مصور نے اسکی خبر گولکنڈہ میں کی محمد قلی بنگال آیا اور مشتری کو بیاہ کر لے گیا۔ واپسی کے بعد ابراہیم قطب شاہ نے اپنے بیٹے کو بادشاہت دی اور یہ بادشاہ ہوا۔

اس قصہ کے ختم کے ساتھ ہی چند دعائیہ شعر ہیں اور تاریخ تصنیف کے شعر کے بعد مثنوی ختم

ہوئی ہے۔ اس مثنوی کے تقریباً (۲۰۰۰) دو ہزار شعر ہیں۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

توں اول توں آخر توں قادر اہے — توں مالک توں باطن تو ظاہر اہے
توں محصی توں مبدی توں واحد سچا — توں تو آب توں رب توں واجد سچا
توں باقی توں مقسم تو ھادی توں نور — توں وارث تو منعم تو ہے توں صبور
تو ستار ھور توں سو جبار ھے — تو وھاب ھور توں سو قھار ھے
تو رزاق ھی ھور توں ہیں عظیم — تو فتاح ھی ھور تو ہیں علیم

اسی طرح خدا کے اسمار کا ذکر کیا گیا ہے آخری شعر حسب ذیل ہے۔

اپی پھول اپی پھل اپی بن اھی — اپی چاند اپی سور اپی کھن اھی
غرض ایک آپیچ سب تھار ھی — اسی نور کا سب ہیں جھمکار ھی

اسکے بعد حمد باری لکھکر مناجات شروع کی گئی ہے۔

خدایا بڑا توں براتی ھی تج — ھمیں سب بندے ہیں خدائی ھی تج

اس کے چھ صفحے ہیں آخری شعر یہ ہے۔

جو جکمیں سدا کال جیتا اچھون — محبت کیبری جی کون پیتیا اچھون

اسکے بعد نعت ہے۔

محمد نبی نا تو تیرا اہے — عرش کی اپر جہا تو تیرا اھے
کہ چودہ ملک کا توں سلطان ہے — ھلی سا تیری گھر ہیں پردھان ھی
اسی ھور یک لاک پیغمبر آ ہی — ولی مرتبا کوئی تیرا نیا ہی

شفاعت کر نھار سبکا تہیں — اپی لا ہلا ایک ربکا تہیں

اسکے بعد کی حکایت معراج کے متعلق ہے۔

صفت کون توں معراجکی رات کا — کہ جا گیا اھی تہستہ تبجیا سکا

آخری — محمد کون جس رات معراج ھوئی ۔ شھا دو سرا وان علی باج کوی
انو تینو کون بات یو فام ھی ۔ سمجتا وچو تھی کانیں کام ھی

اسکے بعد کی حکایت میں حضرت علی کی مدح ہے۔

ابتدا — توں جگکا پیارا توں جگکا ادھار ۔ خدا کا توں محرم نبی کا توں یار
آخری — علی کا محب نین جکوی سیچ توں جان ۔ حرامی پنی کا دھی ھی نشان

اسکے بعد عشق کی تعریف ہوئی ہے۔

ابتدا — بر اعشق کا سب تی درجا اھی ۔ کہ یکجا نہیں عشق ھر جا اھی
آخری — اسی عشق تی عاشق ھی سرفراز ۔ پچھیں یا حقیقت اچھو یا مجاز

اسکے بعد وہ شعر کی حقیقت اور تعریف کرتا ہے جسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ شعر کیسے ہونے چاہئے
درپردہ غواصی پر چوٹ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے چوری کا مضمون لانا درست نہیں اور اپنے
اشعار کی تعریف کرتا ھے چند شعر یہ ہیں۔

ابتدا — کہتا ھوں تجی پند کی ایکبات ۔ کہ ھی فایدا اسمنی دھاندھات
جو بی ربط بولی تو بیتاں پچیس ۔ بھلا ھی جو یک بیت بولی سلیس
نلا ثت نہیں جسکری بات میں ۔ پرایا جای کیوں جز لیکر ھات میں
جسی باتکی ربط کا قام نین ۔ اسی شعر کہنی سوں کچ کام نین

دسیج پرکت ھو جوت اس باتکا ۔ کہ در ین تجھای کنکن ھاتکا
دکھن میں جو دکھتی ستھی باتکا ۔ ادا نیں کیا کوی اسد ھاتکا

یو بولیا ھوں سبکیچ تاریخ ھی ۔ اچھوں میری دلمیں بھوت کچ ھی
جو لک برس کوی اسر لیوی رنجکون ۔ نیاوی کدھن اس ھپی کنج کون

اگر خوطلی لک برس غواص کھائے ۔ تو یک کو ھراسد ھات امولک نیاوی
یو موتی نہیں دو جو غواص پائیں ۔ یو موتی نہیں دو جو کس ھات آئیں

غواصان کتی غوتی کھا کھا یکر   موی ھیں سواسس سمدیں آیکر
نکو بول مضمون توں ھور کا   کہ کالا ھی دو جگیں موں چور کا
جتا چوری کر چوراپی سادھوے   دغا بازا یکی کون مانی نکوہی
چرا کر چراتا نہ کی چور کوہی   یو یا تاں سمجتی سوھیں ھور کوہی
نہ منج پیچ برائی نہ منج لاف ھی   ولی عارفاں پاس انصاف ہے

آخری
شعر بولتا کرچہ اپر دیب ھی   ولی فامنا کھنتی تی خوب ھی

اسکے بعد شعر کہنے کی وجہ بیان کرتا ہے ۔

کتا ھوں سنو کان دھر لوک ھو   کھا دتمنی بات جو آئی سنو

آخری
اتا قطب کی مدح کر اختیار   بورھی یو قیامت تلک یادگار

اسکے بعد ابراہیم قطب شاہ کی مدح کی گئی ہے ۔

ابتدا
براہیم قطب شاہ راجا دھراج   شہنشاہ ھی شاہ شاہا تیں آج
عدل بخشش ھور دادا ستی اچھے   سدا خلق سب شاداستی اچھے
جتی پادشاہاں ھیں سنسار کی   بھکاری ہیں سب اسکی دربار کی

اسی سلسلہ میں ولی عہد محمد قلی قطب شاہ کی مدح کی ہے ۔

کھیا علم میں دیک نہ دو آپ تی   کہ فرزند ھی یو بخت ور باپ تی
رکھی ناںو کرتار کن منک پناہ   سلکھن محمد قلی قطب شاہ

آخری
کرجم دعا جیو سوں جگ اچھے   حیات ھوتی ھی زیاست تلتل اسے

اسکے بعد بادشاہ کی قدردانی سے ملک کی ترقی کا ذکر ہے ۔

ابتدا
خوشیاں سوں جو شہر منیر یانی کتا ہی   شوتر لوک کی لوک مھمان آئی
عجب تحقی قدرت تی انی لکی   کہ دیک اس ملک رشک کہانی لکے

محل شہ سنگاری یوں اس کا جکوں — سنواری تھی جیوں عرش معراج کون
ہر یک محل کا جو چھپی جوش ہی — بدل بازو اسمان سو فرشش ہی

کہ تھا نی اسے ماٹی آج کوئی — نکر سکسی دنیاں میں شہ باج کوئی

اسکے بعد شاہزادہ کی تعلیم کا ذکر ہے اور اسکے بعد کی حکایت میں جوانی کا یعنی یوں سمجھو کہ فتنہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ چند مقامات سے نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

جوانی کی دریا کوں آیا آدھان — محمد قطب شاہ ہوا اب جوان
تیا زور تھا اسکی یکبیت سوں — اچا کی بچھاری منی مست کون

شہنشہ مجالس کیی ایک رات — وزیران کی فرزندتی سب سنگات
ہر یک خوب صورت ہر یک خوش لقا — سو ہر ایک دلکش ہر یک دلربا
صباحت کی رسا ماتہیں حم جم ہی جیون — شجاعت کے کاماتہیں رستم ہی جیون
ہر یک خوش طبع ہور عاقل اچھے — ہر یک خوش فہم ہور فاضل اچھے

جو ہوئی رات آدھی بجی دو پہر — خبردار یاران ہوی بی خبر
بسر کی ندیمان طرز بات کا — کنوائی خبر مطربان ذات کا
جو عاقل اتھی وو سو سب صبح ہوی — نہ ملتی نہ خوبی جھگرتی کھیں

دکھی خواب نیں شہ کہ یک بن اچھی — وو بن نین زمیں کی اپر کھن اچھی
پھریں چاندسلیاں ستہ ہریاں اس منے — ستاری نین کیاں پریاں اسمنی

زنکار رنگ چمپا منتی پھول تھی — نول شہ تماشی میں مشغول تھے
پڑی او چتی دست اس نار پر — اضل کم ہوی شہ ہوا نچیر
سو اس پسدی میں بی تہی دو چہ دھن — کہ لیدائی تھی بہوت زور انسوں ملن
جو دیکھیا اتھا خواب میں ماشکون — ہوا خواب نیں خواب اس شاہ کون
جو اس نیند میں تی ہوو تک ہشیار — نہ تہی اس صبوری نہ تہا اس قرار

براہیم قطب شاہ مجلس سنگار
کئی مستعد ہو پہ عشرت اپار

جتیاں خوب خوش شکل تھیاں سندریاں
سو کرتا تنک ہور کو پکھر اتکیاں

جو چین ہور ما چین کی تھی بتاں
سو خوش طبع خوش فہم خوش صورتاں

ہر یک خوب محبوب بت فارسی
بدن جیوں جلتی اچھی آرسی

عجب ایک اسوقت پیر مرد تھا
ہنروند عاقل جہاں گرد تھا

دنیا کی اپن بند تی آزاد ہو
پھری شرق تی غرب لگ باد ہو

کدھن روم می تھا کدھن شام می
کہ دستاد تھا دو ہر یک کام میں

عطارد سو نقاش کا نام تھا
بھلا ہور پراسب اسی نام تھا

جو بنگالی کا سحر جیوں کہات ہی
سو اس مشتری نار کی بات ہی

بنگالی شکر کوں جیوں ان لیاتے ہیں
سو اسکی ادھر اسکوں بنچاتی ہیں

بنگالی شکر کوں جو میٹھا بتی ہی
سو میٹھائی ران لب تی ودیاتی ہی

اپس پنج دکھلاد و شوخ نار
سورج چاند تاری ملا ایکبار

عطارد کوں شہ حال سب بولکر
کہی خواب دیکھی تھی سو کھولکر

کہ اس دھن سوں پنج عشق اسدھا لگی
کہیا ہوں تجی ایں جکچ بات ہی

کہ عاشق اچھی توں اپی دردمند
تجی نام اسکام کی سب سے پسند

انال اسکی ملتی کہ تدبیر کر
توں بیک ہونکو کام تاخیر کر

کہیا شہ کوں راکھی اس تھار پر
نہیں وان کہیں آدمی کا گذر

خندق سات ہیں سات سمدر سماں
ہر یک برج اسکا ہی جیوں آسماں

کنگوری بلند جو دسی دیس کوں
کنگوری کہ تی تہی سور کی کیس کوں

سو نیں اوسکی دو جاہ ہمدار ہیں
کہ سمتیں ہو رہات سو چاہ ہیں

جو یکھتار تکدتہیں چنچل گھری — نظر شاہ کی صورت اپر و پڑی
صورت شمکی دیکھت بھلی نار وو — پڑی پہد ھو کر اسی تھار دو
کتک وقت لک دو بیہوش تھی — سو شمکی محبت کری ہوش تھی

کھاں جاوں کسکوں کھوں کیا کروں — اتال اسکوں استھارس کیوں دھروں
مبادا پر یکا اچھی اس نظر — کہ یو ھونی بیکا ٹیک یوں بیچر
منجے آج دستا نہیں کچ کھیں — منتر کاری بہی کوئی حاضر نہیں

وھی نقش تن تھا وھی نقش من — وھی نقش پانی وھی نقش ان
قطب جیوں قطب تھار پر تھیر ھی — دہال مشتری پھرتی جو پھر ھی

بخت بختور آج غالب ھوا — کہ مطلوب جو تھا سو طالب ھوا
کھیا شاہ اس نار قصاب کوں — کہ جا نیکوں وہی اب رضا منجکوں
رھیا تجسوں لی دیس یکیتھار مل — سو جیوں بار سیتی اچھی بار مل

دکھن تی جو استھار اپنیر ایا ھو میں — اسی کام کوں یاں لک آیا ھوں میں
کھی شہ تکو بول یو بات توں — پچانیا ھی آخر منج اسد ھات توں
پتی پی ادب کر تکو جان منج — کہ میں داس تیری ھوں توں مان منج

نگر میں جو آیا قطب شاہ نول — لگی بجنی جوند ھر خوشیا نکی طبل
شہر میں سو عید آج لوکاں کئی — گھری کہر انند کاج کا کاں کئی
لگی حال احوال سب پوچھنی — جو شہ دیکھی تھی سو کھی ان کنی
سو ما باپ شہ دھن ھو کر اکیدل — یو جا رو رھی سکہ سوں یکیتھار مل
براہیم قطب شاہ پر کہ کھنجن — کہ لیا باجتی ضبطیں سب دکھن
کیا شاہ وو پادشاھی عجب — مسلمان ہوا یو تلنگانہ سب

دیا شاھی اپنی قطب شاہ کوں — کہ دو دسا ھوا ہیں کر اب راج توں

قطب شاہ کون شاہی مقرر ہوئی
کہ یاپ ھور پنچیا ہیں نہیں کچھ دونی

کئی بادشاہی کیا نہیں ہی یون
کہ کرتا اہی اب قطب شاہ جیون

بسیا شہ کی انصاف تی یو دکھن
کہ بشاہی پانی تی جیون پھول بن

الہی مددکار توں ہی منجی
مددکار ہور تھہار توں ہی منجی

الہی قطب شاہ تیرا داس ہے
قطب شاہ بندہ بکیوں تج آس ہے

کہ پڑکے اسے منج کریں یاد سب
سدا کال منجی اچھین شاد سب

جتنے شعر بولیا اسے کیا ہے غم
کہ جیتیا اسے ناؤن اس جگ مین جم

تمام اس کیا دیس بارہ منی
سنہ یک ہزار ھور اٹھارا منی

اس کتاب میں چار غزلیں بھی ہیں جو یقینی وجہی کی ہیں ان میں سے ایک پوری غزل اور دوسری کا مطلع لکھا جاتا ہے۔

پیوا پنی کون تک آج میں تس سپنی دیکھی سوکر
جب پیو چلیا مست ہے منج نپ سوتی اوہی دو کر

پانچ شعر ہیں مقطع نہیں ہے۔

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آ ملو ہی پیا
تجن منجی جیوتا ہوت ہوتا ہی مشکل رہی پیا

کھاتا برہ کینتی ہو نمین پانی انجھو پیتی ہو نہیں
تجنی بچھر جینی ہوں نہیں کیا سخت ہی دل رہی پیا

ہر دم توں یاد آتا منجی اب عیش نہیں بھاتا منجے
برہا یو سنتا تا منجی تجہ کارج تلتل رہی پیا

منجیں تپش جانی تھیں منج تھا بچولاتی تھیں
منج دل مندھر میانی تھیں کیتا ہی منزل رہی پیا

توں جیون میرا ہیں سو دل تجات رضا کیوں تدل
دن رات میں ہیں ایکلی پیا تجھی غافل رہی پیا

پیارا اسے پیر آیا پیارا جیوتی پیارا اہو
بڑ منج دل ہیں ستے نکلیا سو جیول اوساس میں بارا ہو

یہ غزل سات شعر کی ہے۔ دوسری غزل کے پانچ شعر ہیں جس کا مطلع ملاحظہ ہو۔

تج نور جھلکتی تی سب جگ میں روشنی اٹھے ۔۔۔ تج مکہ کی درس کا سورج سو درسی اٹھے[۵۱]

چونکہ قطب مشتری کا ایک ہی نسخہ دستیاب ہوا ہے اسلئے اس کے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور پھر یہ مثنوی مصنف کی دماغی پیداوار ہے اسلئے کسی فارسی مثنوی کے ساتھ مقابلہ کر کے ترجمہ کی خوبی بھی ظاہر نہیں کی جاسکتی ہے۔

وجہی کی قابلیت اسکے کلام سے بخوبی واضح ہوتی ہے وہ ہر حیثیت سے دکن کا ممتاز شاعر ہے اسکا اسلوب بیان فطری ہے اس میں تکلف نہیں۔ اسکی مثنوی اسکی اعلیٰ خیالات کی ترجمان ہے۔ اس کی غزلیں شروع سے آخر تک ایک ہی مضمون پر کہی گئی ہیں جس کے باعث ان کی دلچسپی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس کی شاعری سے اس امر کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ دکھنی شاعری کی بنیاد ہندی شاعری کی تقلید میں ہوئی ہے بہرحال یہ مثنوی قطب شاہی دور میں ایک اعلیٰ حیثیت رکھتی ہے اور اسکا مصنف سب سے بڑا شاعر تصور کیا جاسکتا ہے۔

قطب مشتری کا نسخہ جہاں تک میرے معلومات ہے کسی کتب خانہ میں نہیں ہے اسلئے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

---

[۵۱] مخفی نہ رہے کہ حسب صراحت پیش نامہ اشعار کانہ نقل کئے گئے ہیں جس کے باعث اغلاط زیادہ ہیں۔

مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال

یورپ کے کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) انڈیا آفس نمبر (۹۹ بلوم ہارٹ) ورق ۶۲ سطر ۱۱ تا ۱۵۔ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲ رجمادی الثانی ۱۱۳۳ھ کاتب عزیز اللہ۔

(۲) برٹش میوزیم نمبر (۸۶ اورنٹیل) ورق ۱۴۰ سطر ۱۳۔ خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۱۲ محرم ۱۱۵۹ھ

(۳) برٹش میوزیم نمبر (۲۶۵۳۰ اڈیشنل) ورق (۵) ناقص صرف چند ابتدائی اوراق ہیں۔

(۴) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۲۲۱ اڈیشنل) ورق (۱۴۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۵) کیمبرج یونیورسٹی نسخہ ثانی نمبر (۲۲۴ اڈیشنل) ورق (۱۳۷) سطر ۱۴۔ خط نستعلیق۔

غواصی کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"غواصی عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک شعبہ شاعر ہے۔ محمد قادری کے طوطے نامہ کو بہ زبان دکھنی سنہ ۱۰۴۵ھ میں نظم کیا ہے۔ یہ نظم (سیف الملک) ایک فارسی نظم سے ماخوذ ہے جو الف لیلہ کی ایک داستان ہے۔ دو پنجابی ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں ایک کا مولف لطف علی اور دوسرے کا امام بخش ہے۔ ایک سندھی نظم بھی ہے جس کا مولف عبدالرحمن ہے۔ ایک پشتو ترجمہ احمد[۵۷] نے کیا ہے۔ ڈٹاسی نے ایک نثر اردو مصنفہ منصور علی کا ذکر کیا ہے۔"

اسپرنگر۔ عمدۂ منتخبہ کے حوالہ سے غواصی کے متعلق صرف ایک دکھنی شاعر ہونے کی صراحت کی ہے[۲۲۹]۔ اسٹوارٹ ( ) نے غواصی کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔

---

۵۷ یہ پشتو ترجمہ میں نے پیارس کے قومی کتب خانہ میں دیکھا ہے۔

پروفیسر ولسن نے غواصی کو قطب شاہی عہد کا شاعر بتایا ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے غواصی کے متعلق کسی یورپین مصنف نے کوئی تشفی بخش مواد فراہم نہیں کیا ہے۔

اسکے تصانیف اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ غواصی سلطان ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ عمر میں وجہی سے چھوٹا تھا۔ سلطان محمد کے زمانہ میں اس کی شاعری چمکی مگر سلطان کے دربار تک رسائی نہیں ہوئی تھی حتیٰ کہ اس کی تصنیف "سیف الملوک" کے مرتب ہونے تک بھی اسکو یہ عزت نہیں ملی ہے۔ کیونکہ مثنوی کے خاتمہ پر وہ بڑی بڑی امیدوں کا آرزومند ہے سلطان کے تقرب سے اپنی مصیبت زدہ حالت کے بدل جانے کی تمنا کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ وہ سلطانی ملازم ہے لیکن کوئی عزت و مرتبہ حاصل نہیں۔ وہ اس امر کا اظہار کرتا ہے اگرچہ وہ ایک معمولی ملازم ہے لیکن سب سے بڑا شاعر ہے۔

مثنوی سیف الملوک کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگرچہ غربت میں بسر کرتا ہے مگر اپنی قابلیت کے لحاظ سے مغرور ہے اپنا مقابل کسی کو نہیں خیال کرتا۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کی خواہش اور آرزوؤں کے موافق جلد سلطان کا تقرب حاصل ہو گیا اور دربار میں رسوخ ہو کر عزت و مرتبہ ملا۔ سلطان عبداللہ کی اس پر خاص عنایت تھی گویا ملک الشعراء کی صورت تھی۔ سلطنت بیجاپور کو شاہی سفیر کی حیثیت سے روانہ کیا گیا۔ جہاں اسکی خوب آؤ بھگت ہوئی واپسی کے وقت بیش قیمت تحفے ملے۔

بلوم ہارٹ نے غواصی کو شیعہ تصور کیا ہے نہیں معلوم اس نے کس بنا پر شیعہ ہونے کی صراحت کی حالانکہ خود اسکے تصنیفات سے اسکا سنی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ مثنوی سیف الملوک میں نہایت خلوص کے ساتھ وہ خلفائے راشدین کی مدح کرتا ہے اور پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعریف میں کئی ایک شعر کہے ہیں اسکے سوا برٹش میوزیم کے ناقص نسخے سے اسکا سنی ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے۔

خدا ہوں انکے ولیوں کے اوپر	مسخورا فضی خارجی کا سٹ کر

یورپ کے دیگر نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے۔ اسکی دوسری تصنیف طوطی نامہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ دُنیا ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے دُنیا دار ہونے پر لعنت ملامت کرتا ہے اور آیندہ سے نظم نہ کہنے کا تصفیہ کرتا ہے۔

غواصی کا انتقال کس سن میں ہوا یقین کے ساتھ بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ یہ یقینی ہے کہ سلطان عبداللہ کے زمانہ ہی میں اسکا انتقال ہوا ہے۔

اب اس مثنوی کے تاریخ تصنیف پر روشنی ڈالی جاتی ہے انڈیا آفس والے نسخہ میں تاریخ تصنیف کا شعر موجود نہیں ہے۔ برٹش میوزیم والے نسخہ سے ۱۰۲۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس یک ہزار ہور پنج بیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

مطبوعہ نسخہ سے ۱۰۲۷ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس ایک ہزار ہور ستا دیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

یہ دونوں سنہ اس لئے غلط ہیں کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی اس سنہ میں نہیں ہوئی تھی اور مثنوی سے صاف طور پر اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اسکی تصنیف سلطان کے تخت نشینی کے بعد اسکے حکمرانی کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ کیمبرج کے مخطوطہ سے اسکی توضیح ہو جاتی ہے جہاں شعر اس طرح ہے۔

برس ایک ہزار ہور پنج تیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

چونکہ ۱۰۳۵ھ میں عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہو گیا تھا اس لئے یہ سنہ بالکل صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اب نفس مثنوی کی صراحت کی جاتی ہے۔ مثنوی کے عنوانات بھی نظم میں ہیں اول حمد ہے اسکے بعد مناجات پھر نعت۔ نعت کے بعد منقبت۔ اسکے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح۔ بادشاہ کی تعریف۔ سخن کی تعریف۔ اپنے حالات ان تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

چونکہ یہ الف لیلیٰ کی مشہور داستان ہے اسلئے اسکی وضاحت نہیں کی گئی۔
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد و نعت

الٰہی جگت کا الٰہی سو توں — کرن ہار رحم بادشاہی سو توں
تیری حکم تل نوکر اسمان سکے — رعیت ملک تیری فرمان کے
بھریا تس گراں بیچ تاری چشم — کریں تو نیات سوں التک دم بدم
زنگیاں سو بجلیاں کی یچ ساز سوں — زحل کوں رکھیا فرتگ دار توں
رہیا سچا توں غنی موئی رہی — غنی تجھ بغیر از نہیں کوئی رہی
توں مقبول این مقبلان کا سہی — توں ھی نور روشن دلانکا سہی
جو کوئی زندہ دل ھی توں انکا حیات — جو کوئی سے جو تجھ سات توں انکا نکات

سچا توں محمد سچا مصطفیٰ — سچا توں ھی احمد سچا مرتضیٰ

ھی یو نوی مضمون بہی لا کی ابلنے دیسے تی — ھو تبع یح طوبی تمن رولن لگی در یقین

کہ سیف الملک ھور بدیع الجمال — یو دونو ھیں عالم میں بے مثال
انن دو ہی کا داستان بول توں — سو دفتر انن عشق کا کھول توں
کہ لئی داستان جگیں ھی کئی اچھیں — ولی کوئی ایسا نہیں کئی اچھیں
تیری تائیں آیا ھی یو استھان — ظفر تجکوں کیا ہے یو داستان

کہ حضرت سلیمان کی وقت پر — اتھا مصر میں راج یک تخت ور
نول تھا صصم اس راج کا نیک ناؤں — شہنشا نہیں اتھا اس شرف ٹھاؤں ٹھاؤں
انہ لدار عادل جوان مرد تھا — مسلمان خدا ترس با درد تھا
بندا اسکی گھر کا سو اقبال تھا — بسا سو اسی کو تھیر مال تھا
! تنے گھور ہی پا کا نہیں نولاک لسے — تیر ند از تفنگی تھی سو لاک اسے

قصہ کے خاتمہ کے بعد کہتا ہے :-

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر — میری جو ھران پرتی ولساف کر

دیوی داد میرا بھوت مان پاؤن — الپس دورتی تا گریبان پاؤن

کہ یو شاہ میرا خریدار ھوی — تو تازہ میرا طبع گلذار ھوئی

کہ غمگین ھون ہیں سخت بیشیارتی — دھردل دغدغی لاکہ اس آزار سے

اگرچہ ھوں شہکی بند یانہیں حقیر — دلی شعر کی فن ہیں ھوں بی نظیر

کہ موں کھول یونہیں کھوں کیا اپین — گواھی دہی یون شعراپین تاجھین

بھرحال یو نظم الھام سون — کیا میں نول شاہ کی نام سون

برس یک ہزار اور پنج تیس ہیں — کیا نظم یو ختم دن تیس ہیں

جو عارف وجودان نزاکت شناس — صفا اس بی حاصل کریں بتقیاس

پری کان کون سبّ دہی یو کام کون — دیوی زوف ادک خاص ھوا عاکون

لکھن ھار یو لاب پر لاب پائی — سنداخسروای کیرا آپ پائی

ھزار ھو ھزار بیت یو لیا تمام — ویکبار یکسانت کیا والسلام

مبارک اچھو شاھکون یو مدام — بحق محمد علیہ السلام

یورپ کے موجودہ نسخوں میں اشعار کی کمی بیشی کے علاوہ تغیر و تبدل بھی ہے مختصر طور پر اسکی وضاحت کی جاتی ہے۔

عنوان	انڈیا آفس	برٹش میوزیم مکمل	برٹش میوزیم نامکمل	کیمبرج یونیورسٹی	نسخۂ دیگر کیمبرج ناقص
حمد یاں	ورق ندارد	١٩ شعر	١٦ شعر	١٩	×
مناجات	ابتدائی ورق ندارد آخری (۸) شعر ہیں	١٧ شعر	١٧ شعر	١٧	×
نعت	٢١ شعر	٢١	٢٢ شعر	٢١	×
منقبت	٣۴	٣۴	٣٠	٣۴	×

مدح جیلانی	۱۵ شعر	۱۶	۱۶	۱۶	x
مدح بادشاہ	۳۱	۳۳	۲۹	۳۳	۳۱
سخن کی تعریف	۲۸	۲۳	۰	۲۳	۲۳
اپنے متعلق	۱۷	۱۷	۰	۱۷	۱۷

اِس تختہ سے واضح ہوسکتا ہے کہ اشعار کی کمی وبیشی ہوئی ہے جو کاتبوں کی مہربانی معلوم ہوتی ہے۔
برٹش میوزیم کے ناقص نسخہ میں جو اشعار ہیں وہ دیگر نسخوں میں نہیں ہیں مختصر طور پہ بعض اشعار کی توضیح کیجاتی ہے۔

مثلاً برٹش میوزیم کے مکمل نسخے میں حمد کے (۱۹) شعر کے منجملہ (۷) آخری شعر دونو نسخوں میں موجود ہیں مگر باقی (۱۲) شعر ناقص میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ناقص کے نو شعر مکمل نسخہ میں نہیں ہیں۔ گویا (۷+۱۲+۹ = ۲۸) شعر حمد کے ہوتے ہیں۔

ناقص نسخے کے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہیں۔

اول حمد واجب ہے کرتار کا — دو عالم کا وارث خریدار کا
قضا ہور قدر اسکے ہے ہاتھ میں — نہیں شک و شبہ کچھ ہے اس بات میں
حکم ہات اسکی ہے حاکم وہی — سگل خیر شر کا ہے عالم وہی

میوزیم کے مکمل نسخہ اور کیمبرج کے نسخے میں ابتدائی شعر اُن کے بجائے یہ ہیں۔

الہی حکمت کا الہی سو تون — کرنہار جم بادشاہی سو تون
تیرے حکم تل نوکر آسمان کے — رعیت ملک تیرے فرمان کے
بھریا تس کیر ان بیچ تار چشم — کریں تو بتاں سوں النگ دم بدم

چونکہ انڈیا آفس برٹش میوزیم کے اور کیمبرج کے جملہ مکمل نسخوں کے اشعار تقریباً ایک ہیں اسلئے انکا جزوی تغیر ظاہر کرنے کے پیشتر برٹش میوزیم کے نامکمل نسخہ سے بعض اشعار جو اِن نسخوں میں نہیں ہیں وہ یہاں لکھے جاتے ہیں میرا خیال ہے کہ غالباً یہ فاضل اشعار کسی

دوسرے نسخے میں نہیں ہیں۔

مناجات

جوکوئی زندہ دل ہیں توانکی حیات　　　جوکوئی ہیں تجہ ساۃ توانکی سات

نعت

فدا ہون انکی ولیوں سکے اوپر　　　سنوں رافضی خارجی کاٹ کر

منقبت

کھوں اب نبی کے جو ہیں چار یار　　　اونن چار یاراں گیرا اب شمار
ایکس ایک سون بی دو دھر من سرف　　　نہ کم بیش کر یہاں زیادہ حرف
ابابکر صدیق اول نامدار　　　سو دوسرے عمر ہیں بڑے نامدار
جنو کا عدل جگ میں مشہور ہے　　　عدالت فاضل وہی مشہور ہے
سو تیجا ہے عثمان جامع قران　　　فضیلت بزرگی بس ہے عیاں

بادشاہ کی مدح پر برٹش میوزیم کا ناقص نسخہ ختم ہو جاتا ہے۔

قبل ازیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انڈیا آفس میں بعض اشعار ایسے ہیں جو برٹش میوزیم کے مکمل نسخہ میں بھی نہیں ہیں۔ مثلاً سخن کی تعریف میں جو پانچ شعر انڈیا آفس کے نسخہ میں زیادہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

بچن تیج ہوے خدا کا صفت　　　بچن تہی ہوے نعت ہور منقبت
بچن تہی شہاں کون سراتے اہین　　　بچن تہے بھوت مان پاتے اہین
بچن تھے ہوے فام نیکی بدی　　　بچن تہی جو ہوئی ہنستی سباتدی
بچن تہی دلاں ہات لیتے اہین　　　بچن تہی کیتی چھیدیتی اہین
بچن تہی بری ہور بھلی کام سب　　　ہر یک سر کون ہوتی سرگل فام سب

اصل قصہ کے اشعار کا مقابلہ نہیں کیا گیا کیونکہ طوالت عمل کا موجب ہوتا۔ قصہ کے ختم ہونے بعد

اختتامی اشعار میں برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے نسخوں میں پھر تغیر و تبدل ہے چنانچہ سیف الملک کی شادی کے بیان میں خاتمہ پر جو اشعار میوزیم والے نسخہ میں ہیں وہ انڈیا آفس والے نسخہ میں نہیں ہیں۔

چلے منزلاں منزلاں ٹاک ٹاک — یکایک مصر مین سو بجہ کئی یو ھاک
جو صاعد و سیف الملک نونہال — سات لے ملیگا بدیع الجمال
تناکا تناک آتی ہیں جیو نو بہار — سلامت سون لیا تا ھی پروردگار

خاتمہ کے اشعار کے منجملہ ذیل کا شعر دونو نسخہ میں موجود ہے۔

کیا سامنی جا ملیا پوت سون — گلے لالیا دور کک سوت سون

اسکے بعد انڈیا افس میں پانچ شعر ہیں جو برٹش میوزیم میں نہیں ہیں۔

خوشیاں سون بلا شہر میں لاگیا — دی بہو مان ایمان کر پائی یا
دیا اپنی بادشاہی اُسے — مسلمان کئی سب سپاہی اُسے
سرافراز صاعد کی جو حق کیا — وزیری حکومت کی اس سر دیا
لگے کرنے سیف الملک راج خوش — ہوئی عرش کرسی و معراج خوش
خدا اسکے منکا دیا جیو مراد — دیوی ہر مسلمان کون دون مراد

ان کے بعد چند اور اشعار ہیں اور "سبب نظم کتاب" کے عنوان سے کل (۴۳) شعر کہے گئے ہیں جن پر کتاب ختم ہوجاتی ہے بادشاہ کی تعریف تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مذکور نہیں ہیں اسکے برخلاف برٹش میوزیم کے نسخے میں "سبب نظم کتاب" کا عنوان ہی نہیں ہے بلا عنوان (۱۵) شعر ہیں جن میں سلطان کی مدح اور تاریخ تصنیف وغیرہ کے اشعار مرقوم ہیں کیمبرج کے دونوں نسخے برٹش میوزیم کے نسخہ کے مطابق ہیں۔

میرا خیال ہے کہ انڈیا آفس والے آخری اشعار کسی اور نسخہ میں نہیں ہیں اسلئے ان کی صراحت مناسب ہے۔

کہ سلطان عبداللہ انصاف کر — میری جوہراں پرتی دل صاف کر

دیوی داد میرا بہوت مان پاؤن — اپس دور تی ناکر سیاں پاؤن

کہ یو شاہ میرا خریدار ہوئی — تو تازہ میرا طبع گلزار ہوئی

کہ غمگین ہون میں سخت بسیار تی — دھروں دل غمی لاک اس آزار تے

پریشانی کی میں جما خیال میں — لی آیا ہوں ایسی رتن دھال میں

جو بھوکی نول شہ تی کچھ امن پاؤ — تو اس تھی رتن خاص ڈھونڈ ڈھونڈ پاون

اگرچہ ہون شہ کی بندیاں میں حقیر — ولی شعر کی فن میں ہوں بی نظیر

کہ ہوں کھول یوں میں کھون کیا ایں — گواہی دی یوں شعر اپنا چھپن

بہرحال یو نظم اتمام سون — کیا میں نول شاہ کی نام سون

برس ایک ہزار و پنج بیس میں (تیس) — کیا نظم یو ختم دن تیس میں

جو عارف وجدان نزاکت شناس — صفا اس تی حاصل کریں بیقیاس

پڑی کان کون سب آدمی یو کام کون — دیوی ذوق اک خاص ہور عام کون

لکھن ہار یو لاسب پرلا ب پائی — سدا خسروائی کر آپ پائی

ہزار ہور ہزار بیت بولیا تمام — دیکیا ریکسات کیا والسلام

مبارک اچھو شاہ کون یو مدام — بحق محمد علیہ السلام

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غواصی کی یہ مثنوی فارسی نثر سے دکھنی نظم میں ترجمہ کی گئی ہے لہذا اب اسکے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے اس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ غواصی نے اصل مضمون سے کہاں تک استفادہ کیا ہے۔ اور کہاں تک اپنے ذاتی خیالات داخل کئے ہیں۔

انڈیا آفس[۵۱] اور برٹش میوزیم[۵۲] میں فارسی قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال کے متعدد نسخے ہیں۔

---

[۵۱] انڈیا آفس میں پانچ نسخے ہیں نمبر (۷۸۸) و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ اور ۷۹۲) ان میں بعض خلاصے ہیں۔
[۵۲] برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں نمبر (۱۰۱۸) و (۵۰۲) ریو

ریو مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم اور ایتھے مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس نے ان کے متعلق جو صراحت کی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے :-

"سیف الملوک اور بدیع الجمال ایک فارسی عشقیہ داستان ہے جو عربی الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ مولف کا نام نامعلوم"

اصل قصہ شروع ہونے کے پیشتر ایک تمہیدی دیباچہ بھی اس میں موجود ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ قصہ کیوں لکھا گیا۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اسکا انتخاب نامناسب نہ ہوگا۔

بیان کیا گیا ہے کہ سلطان محمود کو قصوں کا بڑا شوق تھا ایک شخص نے ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار انعام میں پائے حکیم عنصری نے بھی اس حال سے آگاہ ہو کر ایک قصہ پیش کیا اور ہزار دینار حاصل کئے۔ حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا اسکو اس بے جا خرچ پر افسوس ہوا۔ بادشاہ سے عرض کیا کہ وہ خود ایسا قصہ عرض کرے گا جو عدیم المثال ہوگا۔ محمود نے کہا اگر واقعی تیرا قصہ اسی طرح ہوگا تو تجھے ایک شہر انعام میں دیا جائیگا اگر قصہ ایسا نہ ہو تو ملک سے باہر کر دیا جائیگا حسن نے ایک سال کی مہلت لی اور سوداگروں کے بھیس میں سفر اختیار کیا دمشق پہونچ کر منادی کرائی کہ جو شخص دلچسپ قصہ سنائے گا اس کو انعام دیا جائے گا۔ اسکو پتہ چلا کہ سلطان دمشق کے پاس ایک کتاب ہے جس میں اچھے اچھے قصے مرقوم ہیں۔ حسن سلطان کے دربار میں باریاب ہوا تحائف پیش کئے اور کتاب حاصل کر کے غزنی واپس آیا۔ محمود کے ملاحظہ میں کتاب پیش کی۔ اس کتاب میں تین قصے درج تھے۔ یعنی بوستان ارم۔ قصہ سیف الملوک اور قصہ شاہ پال بن شاہ رخ۔ محمود بہت خوش ہوا۔ اور حسن کو سرفراز کیا۔"

تاریخی حیثیت سے غالباً اس کو کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی مگر ایک داستان کی حیثیت سے یہ واقعہ بھی دلچسپ ہے۔

اصل فارسی عبارت اور دکھنی نظم کا نمونہ ساتھ ساتھ پیش ہے۔ دکھنی سیف الملوک فارسی کا لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ نفس مضمون کو اخذ کر لیا گیا ہے اور نام وغیرہ بھی تبدیل کر دئے گئے

ہیں۔ ذیل میں دونو کا ساتھ ساتھ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی

"در عہد قدیم در شہر مصر پادشاہ بود
عظیم عزیم و کریم و در عدالت چوں عمران خطاب
بود او را صفوان شاہ مصر گفتند او از تمام
ممالک خسروی خود تا قریب چہار صد محل در خدمت
خود داشت خدا تعالی او را فرزند روی نکردہ بود
این سبب در الم ہیسوزد قضا را شب
بخاطر شریف او رسید کہ مبادا در باطن من
کسا فتے باشد کہ باعث بے فرزندی از
سبب او باشد برخاست و غسل بجا آورد و
جامہ را پاک پوشید در خلوت درآمد و از جمیع
مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات بازگشت و
توبہ و استغفار بجا آورد"

دکھنی

کہ حضرت سلیمان کے وقت پر
اتھا مصر میں راج یک بخت ور
نول عاصم اس راج کا نیک ناؤن
ٹھان میں اتھا اس شرف تہاؤ تہاؤن
از لدار عادل جواں مرد تھا
مسلمان خدا ترس یا درد تھا
بندا اس کے گھر کا سو اقبال تھا
بسا سو اسی کو ٹھریان مال تھا
اتھے کھوپری پاکان میں نولاک ایسے
تیر ندانہ تفکی نہی سو لاک ایسے
اتھا لشکر اسکی کنی بی شمار
سخاوت میں ھور عدل میں نامدار
سدا راج کرتا اتھا اپ تنا
ولی اس نہ بیٹی نہ بیٹا اتھا
سو یک دیس اسمیں اندیشا کیا
فکر زاد ھو من میں یوں لیا لیا
کہ اپین ملک حال پہ ورد کار
نیا کچہ دیا ھی جو نیں اس شمار
ولی کوئی جنت اس رکھنہار نیں
میری بعد ازاں اس کوئی اس شمار نین

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ صبح کو اُٹھ کر بہت کچھ خیرات کیا مگر ایک مدت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اسی فکر میں رہا کرتا تھا۔ آخر وزیروں نے سبب دریافت کیا۔ اور ان کے حسب مشورہ نجومیوں سے دریافت کیا ان لوگوں نے خبر دی کہ یمن کے بادشاہ کی دختر سے شادی کیجائے۔ تو اولاد ہوگی ۔ بادشاہ نے تحفہ دیکر قاصد کو روانہ کیا اور شادی ہوئی اور بعد گزرنے ایک مدت کے ایک لڑکا ہوا جسکا نام سیف الملوک رکھا گیا۔

مگر اسکے برخلاف فارسی میں یہ مضمون ہے کہ وہ توبہ استغفار کرکے سویا رات خواب میں خواجہ خضر نے اسکو بشارت دی کہ تجھ کو روم کے بادشاہ فرخ زاد کی لڑکی روح افزا سے لڑکا ہوگا۔ بادشاہ مصر نے تحائف وہاں روانہ کئے۔ خواجہ خضر نے روح افزا کے خواب میں بیان کیا تھا کہ تو صفوان شاہ مصر کو شادی کر تجھ سے جو لڑکا ہوگا وہ بڑا نامور ہوگا۔

اس صراحت سے ظاہر ہے کہ دونو قصوں میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

مزید نمونہ ملاحظہ ہو۔

نثر فارسی

پیشکش ہائے مصری طیار ساخت بارسول
عاقل و دانا روانہ شہر روم نمود۔ راوی
ایں حکایت راچنیں روایت می کند کہ رسولان
صفوان شاہ فرود آمدن گذارید از احوالات
گلستانِ خوبی وگل وغنچہ شاہی رو میر اسامع
کردید کہ ملکہ روح افزا در خواب قیلولا بود کہ
دوشناسی جمال جہاں آرا ہی حضرت خواجہ
خضر علیہ السلام عالم ظلماتی را بنور جمال جہاں آرا
حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ظلماتی بنور جمال
خویشتن نورانی مزین کردانیدہ۔

دکھنی نظم

دیا حکم آنند پا بی حساب
لکھن نامہ شاھی یمن کوں شتاب
جو لکھنی کون نامہ جیون آیا دبیر
اشارت سو شاہ منکہ پایا دبیر
سمج شاھکی اود لکی سورات کون
لکھیا نامہ ہیکی کر اس دہات سوں

انکی بھتراں سون خزانا کئی
یمن کی طرف خردا نا کئی
یکیک ملک یکیک شہر یکیک ولات

یکایک کریکایک کوٹ لک دہاتت دہات
النکتی النکتی چسلی تا یمن
خبرکئی یمن کی شہنشاہ کن
کہ شاہ ملک کی مصرکا بی نظیر
حجابت کون بھیجا سے اپنا وزیر

نثر فارسی

روزی کہ بادشاہ را آرزو شکار بخاطر رسید در شکارگاہ بشکار مشغول بود کہ قضارا روزی در شکار سواری با صد ہزار شوق و ذوق رسید وسر در زمین نہاد و زمین خدمت بوسی بجا آورد وگفت کہ عمر بادشاہ راز یاد باد کہ اللہ تعالیٰ شاہ زادہ عطا فرمود کہ در ملاحت وصباحت گوی از یوسف بردہ۔ بشنیدیں ایں نوید پادشاہ را خوشحال تمام روی داد و پا آرندہ ایں مژدہ انعام خاص داد و صد ہزار بدرہ زر نثار کرد۔

(اسکے بعد ایک طویل عبارت ہے جسمیں نجومیوں کو طلب کرنا ان سے دریافت کرکے نام تجویز ہوا ہے۔)

دکھنی نظم

الہی جو صاحب ہی سنسار کا
جو دیتا ہے منگیا منگن ہار کا
سو بیٹا دیا شاہ کون بی بدل
سورج چاند تھی خوب نرمل تجھل
خزینے دفینے سون کھولن لگیا
دنن راس دھر یکی رولن لگیا
کتا پاترہ جگ مینی کاج یون
کتا ناسکی جگ میں کوئی راج دودن
دعا سون اجابات بھو صدق سات
منگیا اپنی فرزند کون بجد حیات
خوشیاں شتامرت کھر سافال دیک
سو سیف الملک کر رکھیا ناؤ نیک

جنگ کا سما

نثر فارسی

شاہ قلزم واقف گشتہ امادہ جنگ شد
دربار صف بصف آردست غلغلہ دیو و جن و
عفریت و پری در ملکوت افتاد جہان برمنبع و
تاریک گشت تا سہ روز و سہ شب درمیان
تلوار بیاں۔ (؟) وعفریدان جنگ داشتند
آوارہا یا ہای درکینز (؟) میا رسیدہ و از
آسمان سہ روز و سہ شب خون میبارند گویا
سقایان آب پاشی میکردند بعد از سہ روز
طاقت لشکر قلزم مرتماند و ہزیمت ہنہار و
لشکر شاہبال تمام لشکر شاہ قلزم بقتل رساند
وتمام سپاہ او را غارو کردند با چہار تن
شاہ قلزم را اسیر کردند۔

دکھنی نظم

کھنہار یو قصۂ حرب کھول
کھے اس وضا سوں زبانِ حرب کھول
کہ شہبال بن شاہ رخ بے نظیر
جو صاحب تھی کو وہی سونیا بول پھیر

....

ھوی جمع جنگی ھشر بران تمام
قور صور خون خار امیران تمام
یکیک جان یک کوہ با برج جیون
لی ھاتات میں فتنی بھری کوزہ جیون
لی رخ دندی پر جو ھلمتار تھے
زمین بیکی کھائی تھی بھار تھی
غضبناک ھو جیون انکی دل ھوی
کلیجی بچار انکی پھوت جل ہوئی
ترائی شراران سون جیون پر غمان
ھوا کھا پرا جیو نکہ پر آسمان
سلح پوس پولاد کی کوٹ جیون
پر آشوب سما ورکی لوٹ جیون
او نالی ھوا آفت بھری عزم سون
کھرا کہ میدا نمیں رزم سون

بھیا یاؤ جیون قہر کا شور سات
سلطنت کی اکن سلک ا ونہی زدرستا

کئی قصد پرتی کون دو دھیر تھے
زمانا ھوا تل اوپر سیر تھے

اوتھیا شاہ شہبال وئیں زھر ھو
پرپا اسکی لشکر پوجا قہر ھو۔

اودوراج دو دھرتی برھم ھوی،
پھری فوجکون فوج درھم ھوی،

اوتھیا غل جدھر کا ادھر مار مار
قیامت زمین پر ھوا اشکار

جھلک دیک بجلیاں سی تروار کی
اوربی فاختی سخت سینسار کی

دلیران جو شہبال کی پائی بل
سو فوجاں کون یکدھرتی اسکی کھوندل

جو دو پرا اسکی سنفپر پہی دلیران
سو بکھری پری ھور پہ یاں اختران

ستی دھرت پر یوں سونڈیاں کاٹ کاٹ
سو کسکوں سمجتا نہ تھا بات کھاٹ

جو دریا لھو کا ابلنی لگیا
لکت اسپ و کشتی ھو چلنی لگیا

سیران تیر اس لھو کی سمندور تی
جو دستی تھی جیون پر پیری روز تی
دھران سب نپٹ موج کی لوٹ مار
تھی دیتی نکلتی نھنکان کی سار
بلا بانکی بانات کون جیون اک لائی
زمیں ھور زمانیکوں دیتا کس لامی
غضب پر غضب کا جو مارا ھوا
سو ایسا بیرا کچھ دھولا را ھیا
دنیا غیب ہوی اس دھولاری تلین
کنوان تا کیا دیس اندھاری تلین
لیا کر دجا دھانپ اسمان کون
دھنوان سانپ ھوتنکلیا بھانکون
سو دریا ہی قلزم کون حصیبت چھوتی
زمیں کی تلیں کا ہی اپرپرا او شھی
بپرارن پر پا سخت رکرا ھوا
کھین نئیں سونا درو جھپکرا ھوا
چپری پیٹھا اسکی کھدپری وھیں
سو حلقا ھو چوندھر بیپری وھیں
یکایک فتح آسمانی جو پائی
پکر شاہ دریا ہی قلزم کون لیائی

نظر اس پو شہبال کی جیون پڑی
سوار اج اس راجکی دین اوپڑی
کھائیوں کہ تجکوں تجھو ر وں آنال
کروں کامیاب دھو میں پای مال
کہ سنپڑیا ہی توں آج مجہ ہاتھ میں
توں سچ بول جھوٹا نکو بات میں

داستان کا خاتمہ ملاحظہ ہو

نثر فارسی

چیزہا بسیار از مروارید و گوہر شب چراغ وغیرہ جواہرات و زربفت و نیلک الوان دیگر و عطریات و زر و نقرہ با حشم تمام ملکہ خاتون را نکاح بستہ بہ شاہزادہ دادند۔ و ہزار فیل و لشکر آں ملک را وداع کردند شہر بشہر منزل بمنزل میرفتند تا نزدیک شہر مصر رسید کہ اینک سیف الملوک آمد با مردم تمام و کام دل حاصل کردہ رسید شاہ خبر رسیدن فرزند شنید از پس از فراق پیر شدہ بود جوان گشت وی این بیت خواند...... ....

دکھنی نظم

سعادت کی ساعت میں خوشحال سوں
پری با پھول کا عقد اس پال سوں
ملی جیوں او شہزادی ہوا و جوان
ہوا شاد سیف الملوک کا پران

....

دیا خلعتاں ہو نوازش کیا
روانا بھی کر ٹیکا سازش کیا
دیا گوہراں لال ہو گنج نیا
وہاں تہی دھیں ان روانا کیا
او سب مال دھن ...... حساب
.... پھر شتاب
چلی منزلاں الخ
جو صاعد الخ

از صومعہ برآمد ویای دولت در رکاب سعادت
نہاد با جملہ وزیراں و ندیمان و خاصگان
با تمامی عام از شہر بیرون آمدند ....
شاہزادہ از اسب فرود آمد شاہزادہ
دیدہ با سیاہ پوشش شاہ فی الحال سر نہاد
شاہزادہ بر داشت و برکنار گرفت و
بسیار گریست"

"تا کاشاک الخ
جو عاصم نول شاہ دیکھے جھوک جھوک
ھوا تھا جو کارھی تمن سوک سوک
یکایک خوشی آئی آنند کی
نچھل نور دیدی خرد مند کی
پھو گیا ھور آیا رکی اک پران
بودھا پنک تھا سو ھوا پھر جوان
وھیں غم کی جھری سوں نکلیا بھار
لی ارکان دولت کون سب ٹیکبار
میلا سامنی جا کہ وئیں پوت کون
گلے لا لیا بہوت گلگوت سون

فارسی کتاب اس پر ختم نہیں ہوتی مزید دو صفحے مضمون ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بادشاہ نے سیف الملک کو اپنی جگہ بادشاہ بنایا اور خود گوشہ نشین ہوا سیف الملک نے عدل و انصاف سے سلطنت کی۔ گوشہ نشین بادشاہ تین سال تک زندہ رہکر انتقال کیا سیف الملک نے سوگ کیا۔ بدیع الجمال کی ماں اس خبر کو سنکر بہت سارے تحفوں کے ساتھ مصر آئی۔ بدیع الجمال کو حمل کے دن گزرنے پر لڑکا تولد ہوا لڑکے کا نام تاج الملک رکھا گیا۔ (۱۵۰) سال سیف الملک نے بادشاہی کی اور اسکے بعد بیمار ہوکر مر گیا۔ بدیع الجمال کو اسکا بہت رنج ہوا چنانچہ ختم کتاب فارسی کی آخری عبارت حسب ذیل ہے۔

"تمام مرد و زن سیاہ پوش شدند و خروش از مردم شہر برآمد
بدیع الجمال این بیت میخواند و میگریست"

ایمرک ہزار خانہ ویران کردی ‏ ‏ ‏ ‏ در ملک وجود غارت جاں کردی
ہر گوہر قیمتی کہ آمد بجہان ‏ ‏ ‏ ‏ بردی بزیر خاک یکساں کردی

مندرجہ بالا مقابلہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ دکھنی ترجمہ کس قدر کامیاب کوشش ہے بلکہ یوں خیال کرنا چاہیئے نفسِ مضمون کو پیشِ نظر رکھکر ایک قصہ لکھہ دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ترجمہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا۔ غواصی کے بہترین شاعر اور صاحب کمال ہونے کی یہ ایک بدیہی دلیل ہے۔ غواصی کی شاعری پر طوطی نامہ میں بحث کیجائے گی۔

برٹش میوزیم کا مکمل نسخہ با تصویر ہے۔ متعدد رنگین تصاویر ہیں۔ ان سے قطب شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے۔ مجرا اور سلام کا طریقہ اہل دربار کا لباس۔ رزم و بزم کے حالات باغ۔ جنگل۔ دریا کے منظر۔ شاہی محل۔ دربار عال۔ گھوڑوں۔ ہاتھیوں اور اونٹ کے ساز و سامان۔ غرض مختلف امور واضح ہوتے ہیں۔ آرٹ کے لحاظ سے ان کو بڑی وقعت دی جا سکتی ہے۔ اور اپنے فن کے لحاظ سے بہترین نمونے کہے جا سکتے ہیں۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں چنانچہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس اسکے کئی ایک نسخے ہیں۔

طوطی نامہ

برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے ہیں۔ یورپ کے دوسرے کتب خانوں میں کوئی نسخہ نہیں ہے۔

(١) برٹش میوزیم نمبر (٢٦٢٩ اڈیشنل) ورق (١٦٢) سطر ١٣۔ نستعلیق کاتب شیخ ابو محمد قادری سنہ کتابت ١١٢٧ھ

(٢) نسخہ ثانی نمبر (٩٧٠٠ اڈیشنل) ورق (١٧٧) سطر ١٢ نستعلیق۔ کاتب موہن لال تاریخ کتابت ٢٩ شوال ١١٤٩ھ

بلوم ھارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ضیاء نخشبی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں ہوا۔ غواصی نے اپنے تخلص کی بھی وضاحت ہر قصہ کے آخر میں کی ہے۔ اسکی تصنیف یکم رجب ١٠٤٩ھ (١٦٣٩ء) میں ہوئی پوری مثنوی ایک ہی خط سے لکھی گئی ہے۔ اسکا کاتب شیخ ابو محمد قادری ہے اور سنہ کتابت ١١٢٧ھ" اسپرنگر کی تشریح اسطرح ہے:-

"طوطی نامہ ٦٠٨۔ طوطے کی کہانی جس کو مولانا غواصی نے دکھنی نظم میں لکھکر عبداللہ قطب شاہ کے نام پر معنون کیا"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں طوطی نامہ موجود ہے مگر اس نے مصنف وغیرہ کی صراحت نہیں کی ہے۔ ڈی ٹاسی نے بھی اس مثنوی کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا۔ غواصی نے نخشبی کے طوطی نامہ کو دکھنی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ اسکی تصنیف کے وقت غواصی کی وہ حالت نہیں تھی جو پہلی تصنیف سیف الملوک کے وقت تھی اب وہ سلطان کے دربار میں بارسوخ، صاحب عزت و مرتبہ تھا نہ صرف دربار شاہی میں بلکہ

قلمرو قطب شاہی میں اسکا مدمقابل کوئی اور شاعر نہیں تھا۔

یہ تصنیف سلطان کے انتہائی عروج کے زمانہ میں ہوئی ہے اس لحاظ سے اسوقت کے طرز معاشرت تمدن اور تہذیب کا آئینہ ہے۔

طوطی نامہ کی تصنیف کی تاریخ یکم رجب ۱۰۴۹ھ ہے جسکا ذکر خود غواصی نے کیا ہے۔

ہوئی بخشش حضرت تے جب مجھ مدد	دیا میں اسے تو رواج اس سند
برس یک ہزار ہور چالیس پہ نو	ہوے تھے یو موتیاں پردیا ہوں نو
لطافت بہری مثنوی یو عجب	مرتب کیا خوش میں پہلی رجب

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر بادشاہ کی مدح اسکے بعد "سبب تالیف" کا ذکر کرتا ہے اور اسکے بعد قصہ شروع ہوا ہے۔ اشعار کی تعداد (۴۰۰۰) ہونے کے متعلق خود غواصی نے صراحت کی ہے لکھتا ہے۔

جو ابیات ہیں اسمیں الف چار	برابر ہیں الک بیت کے ہر چہار

قصہ کا خلاصہ اسطرح ہے۔

ہندوستان کا ایک سوداگر صاحب مال و دولت تھا اس کی عالیشان کوٹھی سمندر کے کنارے تھی ساتوں سمندروں میں اسکے جہاز جاتے تھے۔ اس زمانہ کے تمام تاجروں میں اسکو فوقیت تھی۔ ایسے ایسے نایاب جواہرات تھے جن کی نظیر بادشاہوں کے پاس بھی نہ تھی یہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی آخر ایک مدت دراز کے بعد ایک خوبصورت لڑکا تولد ہوا جوان ہونے پر باپ نے ایک حسین وجمیل خاتون سے اسکی شادی کردی۔ سوداگر بچہ ایک دن سیر کے لئے نکلا بازار میں طوطا نظر آیا جو فصیح باتیں کیا کرتا۔ قرآن شریف کا حافظ تھا ایک ہزار ہون قیمت دیکر اس نے یہ طوطا خرید لیا۔ مکان آکر طوطے نے بیان کیا مجھ میں ایک عیب ہے یعنی میں آنے والے امور کی خبر دیدیا کرتا ہوں۔ چنانچہ عنقریب ایک قافلہ عنبر کی خریداری کے لئے آنیوالا ہے اسلئے جس قدر عنبر بازار میں موجود ہے تو خرید کرلے تاکہ آئندہ

نفع ہو۔ نوجوان نے اسکے کہنے پر عمل کیا۔ چند روز بعد ایک قافلہ آیا اور عنبر کی خواہش کی۔ سوداگر نے اسکی تجارت سے خوب فائدہ حاصل کیا۔ اس طرح وہ طوطے پر نہایت مہربان ہو گیا۔ چند روز بعد ایک مینا بھی خریدی وہ بھی باتیں کرتی تھی۔ اسکے بعد وہ تجارت کے لئے وطن سے روانہ ہوا۔ طوطے اور مینا کی حفاظت اپنی بی بی کے تفویض کی۔

سوداگر بچہ کی واپسی میں عرصہ ہوا نوجوان بی بی پر مدت گراں گذری ایک دن اپنے بالاخانہ پر سے مصروف نظارہ تھی ایک سجیلے جوان پر نظر پڑی۔ اس جوان کے دل پر تیر نظر نے کام کیا۔ ایک ضعیفہ کے ذریعہ پیغام بھیجا۔ چونکہ اسکا دل بھی اس پر آگیا تھا یہ راضی ہو گئی مینا سے مشورہ کی اس نے نصیحت کی۔ کارگر نہ ہوئی بلکہ غریب کی جان گئی۔ اسکے بعد طوطے سے گفتگو کی نوبت آئی چونکہ اسکو مینا کی موت پیش نظر تھی لہذا نصیحت مناسب نہ خیال کرکے بیان کیا یہ بات بڑے راز کی ہے تم کسی سے اسکا اظہار نہ کرو ورنہ تمہارا اور میرا حال وہی ہوگا جو ایک رانی کا ہوا تھا (اسکا بیان شروع ہوتا ہے جو پہلی حکایت ہے) اس عرصہ میں صبح ہو جاتی ہے۔ اور سوداگرنی کا ارادہ کل پر ملتوی ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن پھر وہ طوطے کے پاس آتی ہے اس روز وہ بیان کرتا ہے کہ زیور وغیرہ ساتھ نہ رکھو ورنہ وہ لے لیگا جیسا کہ ایک قصہ میں ہوا ہے۔ غرض اسطرح (۳۵) کہانیاں کہی جاتی ہیں آخری دن سوداگر بچہ سفر سے آجاتا ہے۔ طوطے سے گھر کا حال دریافت کرتا ہے۔ یہ اپنے آزاد کرنے کا وعدہ لیکر پورا حال بیان کرتا ہے جس کے بعد سوداگر بچہ نے بی بی کو قتل کیا اور مال و دولت خیرات کرکے فقیر ہو گیا۔

اس تفصیل کے بعد کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حمد و نعت کے چند اشعار :-

خدایا جو دانا ہے تون غیب کا ۔۔۔ ہے ستار بندیاں کیرے عیب کا

نہ انکار تجہ ہے نہ انکار تون ۔۔۔ نہ چون وچرا سون دہرے کار تون

سدا حی اپین کہا تا سو تو تجہ ۔۔۔ جیویں مارتا ہور جیلاتا سو تو تجہ

رتن خاص دریاسے لولاک کا — جھلک لامکان نور افلاک کا

محمد نبی سید المرسلین — سدا روشن اوستے دنیا ہور دین

عدم میں نے عالم کون پروردگار — اسیکے کیا نور سوں آشکار

سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں کہتا ہے۔

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں — ثریا کے تارک پہ اسکا ہے چھاؤں

کہیں قدسیاں صاحب صدر اُسے — کہ ہر شب سو دیے جیوں کے شب قدر اُسے

شرافت میں گردا سکے نعلین کا — ہے سر یا چند ر سورج کے نین کا

دکھت زور ور طالع اس راج کی — صفا دار روشن دلال آج کی

کئیں یوں بحق علی ولی — کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی

قصہ کی ابتدا

جن اس جوہراں کے سمندر کا کھیر — ہے بہوا عالی اس دو جگ بیت نظیر

سو یو جوہراں کار لیاتا ہے بہار — جو ملک ہندوستان میں ایک ٹھار

کہتے ہیں جو تھا کوئی سوداگر ایک — وجاہت میں پاک صورت میں نیک

اُتم مالکا بہو کیتے بخت دار — کہر اُس کا سو تھا میں بندر کے سار

جتیے اس زمانہ میں سوداگراں — و تے اُسکے انکی تھے جیوں چاکراں

کیا تھا خدا یوں اُسے سرفراز — جو تھے ساتوں سمندر پر اسکے جہاز

شہاں پاس نہیں کچھ سو اُس پاس تھے — یکیک نورتن کیچ نور اس تھے

سدا تازہ تھا ذوق کا باغ اس — ولے فرزنداں نہیں سو تھا داغ اس

کیکد یس پہنچیں کون او باغ جیوں — خدا کے کرم تے ہوا باغ جیوں

ہوا کہر بیٹے ایک فرزند اُسے — سو ویسا ہوا آج تک نہیں کسے

نشانیاں سعادت کے لئے ٹھار ٹھار — ہوا جگ میں اظہار یوسف کے سار

گہر اس کا جہلک نے لکیا نور تے — ستارا چل آیا نکر دور تے
کیکدیش کون جیوں ہوا ان جوان — سو دیتا باپ ہن کام اسکا پچہال
نہیں ایک محبوب مہتاب سے — لطافت میں نرل نپہل آب سے
دہنداترت پیدا کیا کر نہ دیر — کیا لاکہ خوشیاں سے کار خیر

سوا یسے مینے یک چہیلا جوان — پڑی اسکوں دیکہتو دیوی پران
پرے وبدسے سات آتا دیکہہ — سو اپنے طرف خوش نچہاتا دیکہہ
جوتہا مرد کا عشق من میں اول — جو دیکہا اُسے سو کیا او نکل
بچہا تیا رُخ اس کا اوچنچل جوان — سو رما یا دو یہن عشق کا تیز بان
جوں اس بانکے کہاو کاری لگی — انتر تیچہ دونو میں یاری لگی
بہتر تہا سو ان جیورا وارسے — امنک سات اُن تونکتا بہار تے
یکایک نہ اس دہنکوں بہار آئی جائے — نہ اُس جوان کوں ہیس کرجاہی جای
بہرحال اُسے عشق بہاندیں میل — چلیا اپنے مند میر تیزی کوں ٹہل
ملا یک بڈہی مکر زن کو شتاب — دیا اُس نکی خوش کیا بے حساب

خاتمہ پہ کہتا ہے۔

سخن پروران یکتے یک ہیں زیاد — دلے آدرسے ہے مجہ زبان کوں سواد
یو الاف نہ عیب تے دور ہے — سلامت کی آسمان کا سور ہے
جہان میں جہلکتا اچہو جم مدام — بحق محمد علیہ السلام
غواصی اگر توں ہے سچلا غواص — لکا عشق اپنا خدا سات خاص

صبح کے متعلق مختلف اشعار قابل ملاحظہ ہیں۔

گگن بن تے جہر چنپیون کلاب آفتاب — لیا آپسین بہوبل میں مغرب کے داب
کنول چاندکا نہ ملا پے بدل — چمن تے جو مشرق کے آیا نکل

سورج روپ دِستا جو یوسف کے سار ‌ ‌ ‌ لیا جاہ مغرب میں اپسین اُتار
سو مشرق کے مچلے کرہی کریب تے ‌ ‌ ‌ جو یونس کے نکھنے چندرنس سپیتے

جنوں اپنا کیا دیس پہرا تمام ‌ ‌ ‌ ہوا جمع یکبار اندہارا تمام
کیا سورشرق تے مغرب کون چل ‌ ‌ ‌ ستاریاں بسنے چاند آیا نکل

سورج جو تہی آسمان کا دیدبان ‌ ‌ ‌ کیا دید وانیکوں مغرب بیان
نکل چاند جا سو سن مشرق سنے بہار ‌ ‌ ‌ جنوں آیا سو بہر غمزدی ہوا دنار

جو فرعون خورشید کا چہور مشرق ‌ ‌ ‌ ہوا غرب نیل آب میں جاکہ غرق
سو مہتاب موسے نمن دور تے ‌ ‌ ‌ جوں آیا نکل مشرق کے طورتے

جہانگرد خورشید جنوں وقت شام ‌ ‌ ‌ کیا غرب کے گہر مینے جا مقام
نکل چاند مشرق کے باری سنے بہار ‌ ‌ ‌ جنوں آیا سو ادلبر با بیقرار

سپینے کا پنکی سور جنوں سیر کر ‌ ‌ ‌ چلیا غرب کے آشیا سنے بہتر
بکولا رسپہ سار کا صاف چاند ‌ ‌ ‌ کیا دیکھ پروازانچل سرکوں باند

سورج دیس کے روم کا بادشاہ ‌ ‌ ‌ کیا جاکہ مغرب میں جنوں تخت گاہ
ربن شام کے ملک کا راج چاند ‌ ‌ ‌ نکل آیا دیکھ اودہن لے ساند

ز منتے جو شمشیر کون بہان سکے ‌ ‌ ‌ دئی دال پنجہ غرکی میان کے
فلک مشرق کا کہول رنگیں غلاف ‌ ‌ ‌ لیا ہات میں چاند کا سیف صاف

اجت دیس کے رین کا دیندار ‌ ‌ ‌ ہوا غرب قبلی کدہن جو سوار
ہند و چاند کا رین کے ہندستے ‌ ‌ ‌ جو آیا نکل اودن کے سیتے

اس امر کی صراحت ہوچکی ہے کہ برٹش میوزیم میں اس کے دو نسخے ہیں ان دونوں میں لفظی اختلاف
کے علاوہ اشعار کی کمی وبیشی بھی ہے۔ قصہ کے ختم تک تو اشعار میں کمی وبیشی نہیں ہے بلکہ لفظی

اختلافات ہیں مگر ختم قصہ کے بعد جب دیگر حالات (مصنف اپنے متعلق اور بادشاہ کی مدح وغیرہ کرتا ہے) شروع ہوتے ہیں تو ان دونوں نسخوں میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ختم قصہ کے بعد دیگر حالات کا بیان ذیل کے شعر سے شروع ہوتا ہے۔

زہے بخت دولت زہی اقتدار   زہے وقت وساعت زہے روزگار

دونوں نسخوں میں یہ شعر موجود ہے اس کے بعد موہن لال والے نسخہ میں اس عنوان میں (۶۷) شعر ہیں۔ اور ابو محمد والے نسخہ میں (۲۵) شعر۔ ان کے منجملہ (۳۴) شعر تو دونوں میں تقدیم و تاخیر کے ساتھ مشترک ہیں باقی شعر علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی موہن لال والے نسخہ کے (۳۳) شعر ابو محمد والے نسخہ میں نہیں ہیں اور ابو محمد والے نسخہ کے (۹) شعر موہن لعل والے میں نہیں ہیں۔ ابو محمد والے نسخہ کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

جو سلطان عبداللہ اس دور کا   ہے راجا سلیماں کے طور کا

شگفتا کیا دیکھ اس کا کرم   سو جھلکیا میری طبع کا جام جم

کرون کیون نہ میں شکر ہر دم ہزار   جو سن خوش ہوا یون شہ روزگار

جیوں اس شہ کی خاطر پر یو قبول   گگن تے ہوا مجہ پہ رحمت نزول

جب یوں نظم میرا عروسی کیا   سو یچ مجہ سوں آ دست بوسی کیا

کیا اے سخن صاحب تمیز   بچنگی سو یا ہے مصر کا نون عزیز

تیری طبع اپہ ال صد مرحبا   سچا توں پایا ہے منظور آل عبا

موہن لعل والے نسخہ کے بعض زاید شعر حسب ذیل ہیں۔

عجب دلکوں عیسی کی پو راج تہی   لگیا سو کہی اہی خدا کی تہی

توں اہی بات چنداں عجب کر نجان   کہ کرتی ہوں میں تجکوں خاطر نشان

طلب گار مُولی ھو مولی ھی تون — کہ مولی کہ خلعت میں اُولی ھی تون

تون عارف ھی گر نکتہ دانی منی — نجہا دیک اپنی معا فی منی

جو ھی کون آیا ھی کس کام کون — مشرف کس بدل ھی تیری نام کون

کہیں جسکون مجموعہ اسرار کا — سو تون ھی نہیں کوئی تیری سار کا

تیری ذات میں پور اللہ ھی سب — تیری قید میں ماسوا اللہ ھی سب

تون جانی کسنی لیس فی جُبّتی — اُچا تون سکی دم انا الحق ستی

گہی عبد ھور گاہ معبود تون — گہی ھم ایاز ھور محمود تون

اُچا دم جم اللہ کی نام سون — متارہ سدا عشق کی جام سون

خبر تجکون دھی نفی و ثبات کا — کیا یا نکون سو ختم اس بات کا

لفظی اختلاف بھی ہے مگر چنداں اہمیت نہیں رکھتا مثلاً :-

موھن لعل والا نسخہ

کتک کہانی اما سنائیں ھوی
منج اس دھات لوگان میں رسوا کئی

سن او خواجہ یو قصہ دل سب تہی توڑ
دیا اس قفس میں تہی راؤ تیکو چہور

ابو محمد والا نسخہ

کتک کہانی اما سنائیں ہوا
مجہ اس دھات لوگان میں رسوا کیا

سن ای قصہ او خواجہ سب تے توڑ
دیا اس قفس میں تہی راؤ تیکو چھوڑ

طوطے نامہ نخشبی کے مقابلہ کے پہلے مختصر طور پر دیگر فارسی وغیرہ طوطی ناموں کی مختصر وضاحت مناسب ہے۔

اولاً یہ کہانی سنسکرت میں لکھی گئی تھی جسکا نام "شکا سپ تتی" تھا۔ سنسکرت سے

فارسی۔ دکہنی۔ اُردو۔ انگریزی، جرمنی اور ترکی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے۔

فارسی میں اسکے تین ترجمے ہوئے۔

(الف) طوطی نامہ نثر مصنفہ ضیاء الدین نخشبی۔

(ب) طوطی نامہ نثر ابوالفضل۔

(ج) طوطی نامہ (نثر) محمد قادری۔

نخشبی کے طوطے نامہ کے (۹) نسخے انڈیا آفس اور تین نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔ اور چند نسخے آکسفرڈ میں بھی ہیں۔

نخشبی اپنے زمانہ کا نامور باکمال مصنف ہے۔ عشرہ مبشرہ۔ کلیات وجزئیات سلک السلوک وغیرہ اسکے مشہور تصانیف ہیں ۷۵۱ھ میں اس نے وفات پائی سنہ ۷۳۰ھ میں طوطی نامہ کو تصنیف کیا جس میں طوطے کی زبانی (۵۲) کہانیاں ہیں۔ اسکا انگریزی زبان میں جے رانس نے ۱۷۹۲ء میں ترجمہ کیا۔ ۱۸۵۸ء میں جارج راسین نے جرمنی کا لباس پہنایا۔ غواصی نے دکہنی میں منتقل کیا جسکی صراحت ہو چکی۔

نخشبی کے طوطے نامہ کو اولاً ابوالفضل نے اکبر کے حکم سے اختصار کیا اسمیں بھی طوطے کی زبان سے (۵۲) کہانیاں ہیں مگر ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسکا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے (۵۸۹ ۱۰۱-اڈیشنل) اسکا ایک دکہنی ترجمہ ہوا ہے جسکا ذکر آیندہ کسی موقع پر آئیگا۔

نخشبی کا دوسرا خلاصہ محمد قادری نے کیا ہے اس میں نہ صرف ہر کہانی میں اختصار کیا گیا ہے بلکہ کہانیوں کی تعداد بھی (۵۲) کے بجائے (۳۵) کر دی گئی ہے۔ برٹش میوزیم میں اسکے دو نسخے (۲۴۴۰ اور ۱۶۸۴۴) اور انڈیا آفس میں بھی دو نسخے (نمبر ۲۵۷۲ و ۳۵۷۳) پر موجود ہیں۔

قادری کی کتاب سنہ ۱۸۰۰ء میں کلکتہ میں اور سنہ ۱۸۰۱ء میں لندن میں طبع ہوئی ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ سنہ ۱۸۰۶ء میں جان ہاڈن نے اور جرمن ترجمہ سنہ ۱۸۲۲ء میں ہوا ہے۔

سید حیدر بخش نے طوطا کہانی کے نام سے اسی کا ترجمہ کیا ہے جو سنہ ۱۸۲۵ء میں لنڈن

سے شائع ہوا اس کے بعد ہندوستان سے متعدد مرتبہ شائع ہوا ہے۔ اسکا ایک مخطوطہ میرے پاس موجود ہے۔

اس امر کی صراحت ہو چکی ہے کہ غواصی کا طوطی نامہ نخشبی کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے۔ غواصی نے جہاں اصل کہانیوں میں کمی کی ہے وہاں نفس مضمون میں بھی اختصار کیا ہے، اور کہیں حسب ضرورت بیشی بھی کی ہے۔ ذیل میں اصل فارسی اور غواصی کا ترجمہ ساتھ ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

نثر فارسی

تاجری بود طوطی داشت گویا کاربار خانہ
بدو مفوض کردہ بود ہر چہ از صلاح و فساد
بدیدی واز دو بیداد معائنہ کردی یکیک
بدو باز نمودی وقتی تاجر جای بہ تجارت
رفت چوں مدت غیبت او دور دراز کشید
زن او را بایکی از جوانا محلت سری
خویش افتاد ہر شب او را در خانہ آوردی
و با او ہم بستر شدی طوطی آن ہمہ معائنہ
کردے اماں زبان بغمزی نکشادی
و ہم جان تجاہل نمودی ....

بعد از چند گاہ تاجر در خانہ آمد طوطی ہمہ
احوال ماضی باز نمود مگر نکتہ عشق زن
پنہا داشت۔

نظم دکھنی

سنیا تھا جو سوداگر ایک بے نظیر
اتھا اُسکنے ایک راوان گنیر
وفادار خوش فام شیریں کلام
ہنر غیب کی تھا سیج ہیں تمام
کرے گھر کی سب دیہ با نی دہی
دیوے نیک و بد کی نشانی دہی
جیوں ایک دن او سوداگر نام دار
چلیا کرنے سوداگری ایک ٹھار
لگی دیس اُلی ایک پایا نہ آن
تہی جات اسکی عورت لگی تلملان
جوان اسکی باڑی میں تھا ایک خوب
لگاہی چھپا عشق اسے دیک خوب
منگی جیو تو گھر بلا بھیج اُسے دن
کرے ذوق بہو لوں سدا برسیج اسے دن
اور اوان جکچ اُن کرے سو سنجھا ہی
ولی موں پہ عورت کی ہرگز نلیا ہی

منڈی شہپرانیں لی گردان کر
نچا نیچ تیون چپ رہی جان کر
جیون آیا او سوداگر اپنی مقام
خبر گھر کی را دین کون پوچھا تمام
کہتکا جلکچ تہا کہیا اسکی سات
ولی تئیں کیا فاشس کی بات

نثر فارسی

طوطی چون سخن اینجا رسانید با خجستہ
آغاز کرد کہ بانوں می ترسم شاید کہ
شوہر تو از سفر بیاید و تو از روی
شوی چنان شرمندہ مانی کہ آن زن
زاہد از روی شوی شرمندہ ماند پیش
ازانکہ صبح از مشرق ندمیدہ است
برخیز و جانب دوست شو و شرم اشکنی
اولکن خجستہ در استعداد رفتن بود کہ
شوہی او در خانہ آمد و غوغا از غلام و کنیزک
برخاست کہ خواجہ رسید و میمون از
سفر باز گشت خجستہ بحکم ضرورت
چار و ناچار خوشش و ناخوشش دربای
شوی افتاد۔ و میمون بعد از مانی پیش
قفص طوطی رفت و از حال ماضی تفتیش

نظم دکہنی

کہیا یو تکہ ای نار ہر کیوں تو آج
تیری منکی مقصود کوں دہی رواج
شتابی سوں جا یار کوں شاد کر
یتیا دنکی یار ہی نہ برباد کر
ترت دور کر دلمیں کا دغدغا
مبادا ایکا یک تجہی ہوی دغا
جیون دو موہنی برہنی گلبدن
ہوی مستعد جاونی یار کن
شفق شرق وہر تہی ہوا یدا ہوا
سو غوغی سوں وتین مرد پیدا ہوا
ہوی شاد سب گھر کی باندی غلام
چہٹیا منین بہگلا ست اسکی تمام
پڑیا مرد کا گھرنی جیسوں قدم
خوشی ناخوشی سوں کرا پین

کرد۔ طوطی گفت الحمد للہ کہ تو با سلامت و
سعادت و بخانہ آمدی و در غیب تو
خدمتی کردہ ام کہ ہیچ وقت کسی خدمت نکردہ
باشد۔ شہد ترا از زحمت یکس مانع
شدہ ام و کل ترا از دست انبوہی
او باشش نگاہ داشتہ ام اگر بر سم
شکرانہ مارا از قفس آزاد کنی کیفیت
گذشتہ بگویم و سرگذشتی عجب
باز نمایم میموں عہد کرد کہ ہم چناں کنم طوطی
احوال عاشق شدن زن او خجستہ
و بر زمیں زدن شارک باز نمود گرفت
دکیفیت پنجاہ دوم شب است کہ او ابحیلہ و
تدبیر و بدمدمہ و تزویر و فیلسوفی نگاہ
می داشتم و چشم بر آمدن تو نہادہ بودم
الحمد للہ کہ ہیچ چندین شبہ من ضائع
نشد................ میموں
طوطی را آزاد کرد و خجستہ را گردن زدہ و
خود سر تراشیدہ و جامہ صوف در
پوشیدہ در صومعہ در رفت و بطاعت مشغول
شد۔

رکھی سیس جا مرد کی پانوں پر
بجا پلا سیج کی ٹہانوں پر
ادب سات ھو اسکی آنکی کھڑی
خوش آمد سوں گفت کو یک گھری
جو تر میوہ کچ تہا سو لیا اس کہلائی
محبت کی پیالی سوں شربت پلاے
ھوا سودہ گھڑیں گھڑیاں تیں چار
چلیا بعد از او مرد را دہن کی ٹہار
اٹھا بول ای طیر شیریں زبان
کیا صرف منج بعد کیوں کہ بیان
تیرا لاڑ کس دہشت خاتوان چلاے
تجہی وقت بی وقت کیوں کام آہی
نہتی ھوڑ بڑی گھر کی تہی کس طرح
میری دھیر بول ای موافق رفیق
اور روان کر اول ثنا ھور سلام
کیا خوش دل اسکا چلیا خوش کلام
کئی کا جکچ تہا سو کہ کہول کر
اٹھیا سیو شاسد ہاتسوں بولکر
کہ ای خواجہ میں تیری غیبت میں
کیا خدمت ایسی جو دلیا کی

کیا نین ھی اسے ور میانی اچہوں
سنیا نین ھی کوئی اس تی مانی اچہون
منج آزاد اس پنجرہی تہی اگر
کریگا تو کوئنگا تنجی سر لیبر
کیا شرط اس سون آہی دہات اُن
سو بولن لگیا تب کہی خواجہ سن
جو ھی گہر کی خاتون تیری حلال
تیری بعد اپین ترک سک سنبہال
جو جہاڑی یہ چیر کہول کہڑکی نجائے
نظر کوئی پڑیا سو اُسون عشق لائی
یکایک جو ھوئی عشق تہی بی قرار
چلی باراول سو شاروکی تہار
کنی مشورہ بہار جاتی یدل
تیرا ننگ ناموس کہاتی بدل
او شارو نمک کہائی تہی کر تیرا
نجانی دی مانع ہوئی بہترا
سو مارنی جوان پکہ اسکی مرور
بزان آئی میری طرف اسکو چہور
کنی دی خدا تک جو میں بہار جاؤن
نڈی بار سون یک گڑی گم کر آؤن

تب اس بابب میں دور اندیش کر
اسیکاچ ھوا آپسیں پیش کر
حکایتاں منی کر گرفتار اسی
دیا گھرتی جانی نہ ییں بہار اسی
صبا لگ سنا بیس لی ہر رینا
تون آئی تلگ تور کہیا اس جتن
بری شکر جو تریج میرا تمام
نہ ناچیز ھوا ئیا آج کام
ھی تو مرد اس کا او تیری حلال
تجی بہائی تہوں رکہ لی اسکون اتال
خدا ستین رہا کر جو ییں یا نتی جائون
جو اس غم تہی فارغ ھو کیج نرم پائون
کہ اس عورتاں سون نہ جیتیا ھی کوئی
او جیتی انو تہی جینی اِستا دھوئے
سن او خواجہ یو قصہ دل سب تہی توڑ
دیا اس قفس میں تہی راہ نیکیوں چہوڑ
جو غیرت کی آگ اسکی سیتی لگی
ستیا توڑ عورت کون یکبار گی
لٹا گھر فقیران کون سب ایکبار
گلی گہالی خرقہ صوفی کی سار

لگا انس حق ستا چہت انس تہی
ھو اواز عورا تکی جنس تہی
شبا نفس کا کاڑدل تہی سنم
کیا صرف طاعت سون باقی جنم

نثر فارسی

طوطی گفت در غرایب اسمار و عجایب
اخبار چنین دیده ام که در بنی اسرائیل
زاهدی بود زنی داشت و پسران زاهد
روی بطلب نفقه از خانه بیرون آمده با
مردی حال خود باز نمود آن مرد در یکدست
یکدرم حلال داشت و در یکدست ده درم
حرام گفت ای زاهد که کرد حلال ضرورت
کرد او را با حرام چه کند زاهد همان درم
حلال بستد و روان شد صباوی چند
روز پیش از ان مرغی هفت رنگ گرفته
بود - و بردست هر که می فروخت چون
خرنده در خانه می برد و از دست رها میکرد
مرغ می جست و چشم او می کشید۔

....

زاهد چون دید که کارخانه او ساخته و اسباب
کاشانه او برداخته گشت گفت زاد و راحله

نظم دکھنی

سنیا ھوں جو یک کوی زاہد گہنیر
اتہا زاہدمیں آپنی بی نظیر
یک عورت تہی اس ھور بیٹا بی انک
ولی تہا او نہنواد طالع میں نیک
گذرنا اچہی اس پہ فاقہ مدام
بغیر از حلال ان نکہا وی حرام
مسلم پہر یا بینوا ای سون گہر
سو یک رات سپنی میں وقت سحر
بشارت دیئی کوی آ اسو ضا
کہ ای جو گذرنا ھی تج پو جفا
گر آج اُت جاتون صحرا کی دھیر
انکہیا کہول کر دیک چو پہیر پہیر
پنکی ہفت رنگی لی کوئی ناگہان
شکاری ملیگا تجی ایک وہاں
لی اس پاس تہی اد پنکی مول تون
ولی بہی کسی دہرنکو بول تون

بدست آمد اکنون به این نیست که قصد خانه کعبه
کنم و محرم سعادت ابدی شوم زن را
وصیت کرد گفت باید که تو در غیب من
چنان باشی که زنان نیکو سیر باشند
بی مصلحتی از خانه برون نیائی و در بام و
دریچه نظر نکنی و بالا تروی و غم مرغ و غم
پسر من بواجبی بخوری۔

کہ جب گھر منی او جنا ور اچھی
تو نعمت سو بھر دایم او گھر اچھی
چکیچ ھین خواص اس پنکی ہیں تمام
انگی دن پہ دن ہوئیگی تجکوں نام
جیون اسد ہات کا خواب اسکوں ھوا
گرتہ ادنث اسی دہات او نیبوا
جو صحرا کدھن سیر کرنا چلیا
سو ناگاہ وان یک شکاری ملیا
نظر جیون پڑی اس پنکی پہ سو دین
لیا مول جانی ندہی ھور کیَن
خوشی سات پھر وان تھی آیا جو گھر
کی عورت اس مرغ کون دیکہ کر

....

لگیا پرنی جیون مرغ پنکہ جہاڑ کر
جہڑی دور تن سو لیا کاڑ کر

....

کتیک نو بہار ھور کتیک خزان
خوشی سات گذران کر بعد ازان
مراد اپنی حاصل ھوی دیکہ کر
نیت حج کی او زاہد نیک کر

کہیا اپنی عورت کی دھر کھول حال
کہ واجب ھوا منج اپرال اتال
جو مکی کی اسباب کا سیج کردن
الیس وانگ اپر طسون ھو حج کرون
حیات سات رک الیس گردانکر
نکو خاطر اپنا پریشان کر
اچ اس مرغ کی حفظ میں رات دن
نہ غافل ھو فرزند تہی ایک چھن

کلام پر ریویو | غواصی کی دو مثنویاں پیش کی گئی ہیں۔ ایک تو اس زمانہ کی تصنیف ہے جبکہ شاہی رسوخ حاصل نہیں ہوا تہا اور یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ جوانی کے عالم میں تہا۔ کئی ایک شعرا کہن سال موجود تھے۔ اور دوسری تصنیف اسوقت ہوئی ہے جبکہ وہ شاہی دربار میں رسوخ حاصل کر چکا تہا اور اس کی حیثیت نہایت اعلیٰ اور ارفع تہی۔ جوانی کا عالم گزر چکا تہا پیری کا زمانہ تہا ہمعصر شعرا میں کوئی مدمقابل نہیں تہا۔

دونو مثنویوں میں جو بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ دونو فارسی قصوں سے دکہنی نظم میں ترجمہ کی گئی ہیں۔

پہلی تصنیف کے وقت وہ غریب تہا افلاس میں گزر ہوتی تہی۔ دوسری مثنوی کے وقت وہ مالدار تھا عزت اور شوکت سے بسر ہوتی تہی۔ دُنیا دیکھ چکا تھا دُنیا اور اہل دُنیا سے مستفید ہو چکا تہا گوشہ گیری کی جانب طبیعت مائل تہی۔ پہلے جوانی کا غرور قابلیت کا گھمنڈ تہا تو دوسری میں پیری کی فروتنی اور انکساری آچکی تہی

دونوں مثنویوں کے مطالعہ سے ان تمام امور کا اظہار ہوتا ہے پہلی مثنوی بتاتی ہے کہ

غواصی کس طرح مغرور ہے۔ اظہار خودستائی کے ساتھہ ساتھہ دوسروں کو ہم پایہ نہیں خیال کرتا اگرچہ کسی خاص شاعر کا نام نہیں لیتا مگر کہتا ہے کہ شاعری کا تمام انحصار اسی کی ایک ذات واحد سے وابستہ ہے۔

دوسری مثنوی میں اپنے دُنیا دار ہونے پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور فیصلہ کرتا ہے آیندہ سے نظم نہ کہے گا۔

غواصی کے کلام میں ہندی الفاظ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ کلام سادہ تصنع سے پاک ہے۔ بیان کی دلکشی اور صفائی قادر الکلامی کے شاہد ہیں۔ اسکے مطالعہ سے صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ ان کا مصنف اپنی شعرائی کے لحاظ سے کتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں غالباً انجمن ترقی اردو میں اسکا نسخہ موجود ہے۔

مثنوی مصیبت اہلِ بیت ؟

یہ مثنوی انڈیا آفس کے کتب خانہ مین ہے نمبر (۲۲۲۳ بلوم ہارٹ)۔ ورق (۵۱) سطر (۱۳)
تقریباً چھ سو شعر کی یہ مثنوی ہے نسخ میں لکھی گئی ہے۔ بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کا نام
حسین احمد بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ غالباً اس نے مثنوی کے آخری شعر سے یہ نام اخذ
کیا ہے مگر وہاں حسین سے حضرت امام حسینؑ مراد ہیں اور احمد مصنف ہے۔

احمد قطب شاہی عہد کا شاعر ہے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے اسکا تعلق تھا
ابن نشاطی نے پھول بن میں احمد کا نام بھی لیا ہے۔ مولف "پنجاب میں اردو" نے اسکی ایک
مثنوی لیلیٰ مجنوں کا ذکر کیا ہے۔ جو سلطان کے حکم سے لکھی گئی تھی۔

انڈیا آفس کے اس مخطوطے سے مثنوی کا کوئی نام ظاہر نہیں ہوتا نفس مضمون کے لحاظ
سے میں نے مندرجہ بالا نام دیا ہے۔

مثنوی میں نہ تو حمد ہے اور نہ مصنف نے اپنے متعلق کچھ صراحت کی ہے ہر مضمون کے
جدا جدا عنوانات قایم کئے گئے ہیں۔

چند عنوانوں کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) قصہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم

(۲) قصہ شاہ مرداں مرتضیٰ علی علیہ السلام

(۳) ذکر امام حسن علیہ السلام

(۴) ذکر رسیدن جہنم ملعونہ علیہ الانہ

(۵) ذکر رسیدن عبداللہ علیہ السلام بکوفہ

(۶) ذکر فرزندان عبداللہ مسلم

(۷) ذکر شہید شدن حُر و برادران حُر

اسکے بعد کربلا کے متعلق عنوانات ہیں شہادت امام حسین اور شامی فوج کی واپسی پر
کتاب ختم ہوتی ہے۔

پہلے عنوان کے تحت صرف تین شعر کہے گئے ہیں یعنی۔

سنو قصہ مصطفٰے کا جو ہے سرور انبیا — جنکی واسطے پیدا ہوا دو نو عالم دین و دنیا
جن کا ناؤں ہے عرش اوپر رحمۃ للعالمین — اول ان کوں پیدا کر کر بعد از کیناد نیا دین
دنیا میانے روشن ہو کرامت خاطر دکہ سے — امین اللہ سو وفات پا جا کر جنت میں رہے

ان ابتدائی اشعار سے اس کو زمانہ مابعد کی تالیف قرار دیا جا سکتا ہے مگر دیگر نمونوں سے
واضح ہوگا یہ اسی قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

دوسرے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم ایک عورت پر عاشق ہوا اس نے اپنے
مہر میں حضرت علیؑ کا سر طلب کیا۔ چونکہ ابن ملجم بہادری سے جنگ کر کے حضرت علی پر فتحیاب نہ
ہو سکتا تھا۔ اسلئے چھُپ کر آپ کو شہید کیا۔

تیسرے عنوان میں بتایا گیا ہے کہ امام حسنؑ نے جنگ نہ کر کے معاویہ کو سلطنت دیدی
مگر یزید نے آپ کی عورت کو لالچ دیکر آپ کو زہر دیدیا۔

آخر میں سنہ تصنیف وغیرہ کچھ نہیں ہے اور نہ تاریخ کتابت البتہ کاتب کا نام محمد قاسم
درج ہے۔

اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسے یقینی شواہد نہیں ہیں جن کی رو سے اسکو قطب شاہی عہد کے
احمد کی تصنیف قرار دیجائے مگر طرز عبارت کے لحاظ سے اسمیں شک نہیں کیا جا سکتا کہ یہ
قطب شاہی عہد کی تصنیف ہے۔

کلام کا مزید نمونہ حسب ذیل ہے۔

قصہ شاہ مردان مرتضیٰ

اول قصہ کھوں شہ کا سنو لوکان دیندار — جینی کاتی کافر بیحد ھوا اسلام تو قرار
ناٹون جگت ہیں دو نور روشن ھی علی کا برقرار — تھا پیارا مصطفیٰ کا اپی حیدر شہسوار
کئی یا دن مو چھکری سارفتح کراسد اللہ ناٹوں پایا — تاج دار ھل اتیٰ کی بدل کی خطاب جسکون ناٹون آیا

اتھا ملجم یک حرامی جتو شہکی لی کیپیا — دیکھیا عورت یک جھجی پر عاشق ھو کر وان رھیا
دیکھی عاشق ھوا بیحد سنیر با پچاندی منی آ — کھی تیں کام توں کر بیتو ھوی موی جیو کا شا

بولی میری مہر میانی یک سو باندی سب غلام — سوا زتین ھزار درھم لیا تون بیکی کر تمام
سر حیدر میرا دشمن تسکا سیر جب لیا ویگا — تو اسی وقت خوشیاں ستی منجون ملنی پا ویگا

اصحاب ساری لاکی ردنی کھی سب مل یا امام — لیو خلافت تمی اپنی ھمی راضی ہیں تمام
کر زیارت مرتضیٰ کی ھوئی منبر پر سوار — شہ سیا توحید سارا عالم دی بیعت کھی ہزار
شہ کا دشمن تو منبکا کر ماری گردن اس وقت — تا قیامت جلنا اگمیں لکھیا تہا یوں اسکی بخت

دیکھو یاران معصومان پر وقت کیسا آپر یا — پردیس جانی طفلان اوپر کیسا مشکل اکھیر یا
دو نو فرزند مسلما کی آتھی چھپ کر قاضی پاس — ڈو کر قاضی کا پریا گھر سون پکر اپنی جیو کی پاس
کوتوالیا فی لای پکڑ کر عبید اللہ کون دی خبر — بھجیا ان کون بندی خان کھبارا کھو قید کر

تو حرم کون بلا اپنی شہ وصیت کئے تمام
ولی میری سکینہ آج اینیم ھوئیگی اسوقت
ھیں سنگ چوتاتی پائن شہادت پاھیں

رونا پیٹنا زاری کرنا مومنان کوں ھو حرام
میری بعد از یتیمان پر غصہ کرنا نا سخت
ھمنا خاطر دشمنا میں زاری کرنا نا تمن

دکھلا فرزند پیاسا اپنا بھوت باتان کئی امیر
بیٹیا نیز آ اُس طفلکوں سمت بار و شہ کا ھات

ولی ملحد لعنتی او بھر کشہد سوں مایا تیر
تلملا کر جیو دتیا وھان او طفل نی اسی سات

نزدیک تھا تو ھودی لشکر کافرانکا تل اوپر
نزان سدع . . ابن غالب آیا کافر پرنی او
محکم طفیل ھو را ابن نوفل عمر سعد نی بلا کر
جو گرد سون آ کر کھیپری علی شہ کون کافران
جو اکبر تیز ہی تھیل کر انکی ھو کر جا پری
سمیت او فوج پچیالیا کر عمر ابن سعد اوپر

تو عمرنی ین غالب کون بھیجا لپرتی علی پر
ایکہ ھات مار اکبر کیئے اسکون ٹکر ہی دو
دو ھزار سوار دیکر بھیجیا لڑنی خاطر علی پر
یکجوان پر چل کر آئی دو یذید کی وزیران
دہی شکست وان دو ھزار کون پری فوج میں جا پڑیا
ساری نوجان مصیبت کہا کر ھوی کافر تل اوپر

پھر خوشس ھو علی اکبر کا فران پر جا پری
پیادی ھور سوار ھان سار مارتوتی یکبار تمام
ماریا نیز ابن نمیرنی علی شہکوں او سوقت
اس زخم سوں علی اکبر تیری سیستی کپر پری

تو گرد کر سب یذیدی تیر تفنگ سون آلری
تو زخمی کر علی شہکون کیتی کافر اپنا کام
پچھیں منقل ابن مرت زخم کتیا آ سخت
یکجوان پر نوجوان جو کر سپکلی کافر آ لڑی

لیکی سعد جیون کو فی میانی ملحدانی جسوقت
بلا کیسی کربلا میں پڑی شاھان تج اوپر

پیری چل سب عزیزان ھوا لنپکارایا حسین
بچ ھلا لان تیری نیکیاں ھوا ندھارایا حسین

سن خبر یو مصطفی سوں جکت تنارا تھا ملول
تو سب کلکوں ھوا غم یو دھر دو بارا حسین

ایکیلا دیک زنگی میانی دغا دیتی کیتے
کیوں ڈوبنی کر تیر تفنگ کا کیتے مارایا حسین
تس دن رو رو حسین احمد بوے جسکوں شہ کا غم
اوبھی رو رو آپین غم سوں صوبیچارا یا حسین

اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی پھول بن

اس مثنوی کے تین مخطوطے یورپ میں ہیں۔

(۱) انڈیا آفس (بلوم ھارٹ ۱۰۳) ورق (۱۳۳) سائز ۱۳ × ۸ ۱/۲ سطر ۱۱۔ خط ن تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

(۲) انڈیا آفس (بلوم ھارٹ ۱۲۲) ورق (۵۷) سائز ۹ ۳/۴ × ۵ سطر (۱۷) خط نستعلیق۔ کاتب حاجی محمد رضا ولد مراد بیگ ابن محمد کریم مازندرانی تاریخ کتابت ۱۱۳۲ھ

(۳) رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن نمبر (۲۸۱/۸۱) ورق (۸۳) سطر (۱۱) سایز ۸ × ۵ خط نستعلیق تاریخ کتابت ۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ بمقام کرکٹ پالہ۔

بلوم ھارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکھنی مثنوی مصنف ابن نشاطی۔ یہ فارسی کتاب بساتیں کا ترجمہ ہے اسکی تصنیف ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ء) میں بزمانہ عبداللہ قطب شاہ ہوئی ہے کتاب کے نام اور تاریخ تصنیف کو بھی مصنف نے نظم کیا ہے۔"

اسپرنگر اور کرنل میکنزی نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔ اسٹوارٹ کی فہرست میں اگرچہ پھول بن شریک ہے مگر ابن نشاطی کے متعلق اس نے بھی کچھ صراحت نہیں کی ہے صرف بساتیں سے ترجمہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ البتہ ڈی ٹاسی نے کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے۔

"ابن نشاطی دکن کا شیعہ مسلمان ہے پھول بن اسکی تصنیف ہے اس میں پریوں کا افسانہ ہے فارسی کی ایک کتاب بساتیں سے اسکا ترجمہ

ہوا ہے بقول اسٹوارٹ اس کی تصنیف سنہ ۱۶۴۹ء (سنہ ۱۰۵۹ھ) میں ہوئی
ہے انڈیا آفس کے نسخہ سے سنہ ۱۰۶۶ھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ نسخہ (انڈیا آفس کا)
عمدہ تصویروں سے مزین ہے۔ طوطی نامہ بھی اسی شاعر سے منسوب
کیا جاتا ہے یہ سنہ ۱۰۴۹ھ میں لکھا گیا ہے"

اس مثنوی کے نام اور مصنف کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ سنہ تصنیف میں کسی قدر غلط فہمی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ نے پھول بن کی کوئی تاریخ نہیں لکھی ہے بلکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کا عہد ظاہر کیا ہے اور اس کے حکومت کو (سنہ ۱۶۴۹ء تا سنہ ۱۶۵۵ء) بتاتا ہے۔ ڈی ٹاسی کی ذاتی رائے کچھ نہیں ہے۔ آغا حیدر حسن صاحب اور خود میں نے اپنی تالیف "دکن میں اردو" میں ذیل کے شعر کے مدنظر سنہ ۱۰۶۶ھ قرار دیا ہے حکیم شمس اللہ قادری نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے

انتھا تاریخ لایا تو یو گلزار اگیارہ سو کون کم تھے بیس پر چار

مگر یورپ کے مخطوطوں کے لحاظ سے اس کی تصنیف سنہ ۱۰۶۶ھ میں ہوئی ہے جہاں کے تینوں نسخوں میں شعر اس طرح ہے۔

انتھا تاریخ لایا تو یو گلزار اگیارہ سو کون کم تھے بیس پر چار

ڈاکٹر محی الدین قادری مولف اردو شہ پارے نے بھی اسی سنہ سے اتفاق کیا ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ مصنفین یورپ نے ابن نشاطی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا مشہور شاعر ہونے اور اس کی تصنیفات کے بیان پر اکتفا ہے۔ مشرقی تذکرے بھی ساکت ہیں۔ پھول بن سے جو حالات واضح ہوتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ایک معزز عہدہ دار تھا۔ نثر نویس یا مشہور پھول بن کے پہلے شعر گوئی کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ وہ غزل گو شاعر تھا صرف مثنوی سے شہرت کا خواستگار ہے۔ وہ کوئی امیر کبیر یا ملک الشعرا کی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

وہ اپنے عہدہ پر خوش اور قسمت پر شاکر ہے۔ وہ اپنے ہمعصر شاعروں سے اپنے کلام کا داد نہیں چاہتا۔ اپنے پیش رو شعرا نیروز۔ محمود۔ خلیلی۔ احمد اور شوقی کا معترف ہے۔
وہ بیان کرتا ہے کہ اس کا ارادہ اپنے یادگار کوئی تصنیف چھوڑنے کا تھا مگر جب ایک فارسی قصہ "بساتین" نظر سے گذرا تو اسی کو دکھنی میں منتقل کرنے کے قابل پایا ۱۰۶۶ھ میں تین ماہ کے عرصہ میں سترہ سو شعر لکھکر پھول بن نام رکھا۔

ابن نشاطی کا نام کیا تھا وہ کس کا فرزند ہے کب تولد ہوا؟ کب انتقال ہوا یہ تمام امور پردہ اخفا میں ہیں۔

اس کے تصنیف میں ایک تو پھول بن اور دوسری طوطی نامہ مشہور ہیں۔
طوطی نامہ کا وجود بالکل کم یاب نہیں ہے۔ اس لئے بعض اصحاب اس کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔
یورپین مصنفین میں صرف ڈسی ٹاسی نے طوطی نامہ کا ذکر کیا ہے مگر اس کا جو سنہ بتایا ہے اس کے لحاظ سے وہ غواصی کا ہی طوطی نامہ ہے۔ بہرحال جب تک اس کا کوئی نسخہ پایا نہ جائے اس کے متعلق کسی صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا جاسکتا۔
پھول بن میں پہلے حمد ہے۔ پھر مناجات۔ اس کے بعد نعت۔ پھر منقبت خلفاء راشدین حضرت امام حسین کی مدح۔ پھر بادشاہ کی تعریف پھر سبب تالیف مثنوی کا۔ ان تمام کے بعد اصل قصہ کا آغاز ہوتا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ایک شہر کنچن پٹن کا بادشاہ ایک درویش کو خواب میں دیکھکر اس کا عقیدت مند ہوجاتا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد اس سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ بادشاہ کو قصے سنایا کرتا ہے۔ ایک قصہ میں بیان کرتا ہے کشمیر کے بادشاہ کے باغ میں ایک پھول کا پودا تھا جس پر ایک بلبل شیدا تھا روز آکر چھیڑتا پھول کملا جاتا۔ اس کی وجہ دریافت ہوئی۔ بلبل گرفتار ہوتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ وہ ختن کے سوداگر کا لڑکا ہے۔ ایک زاہد کی دختر پر عاشق ہوا دونو کی ملاقات ہوتی تھی جب

زاہد اس سے مطلع ہوا تو اس نے بد دعا کی جس کے باعث وہ پھول ہوگئی اور یہ بلبل بن گیا۔ بادشاہ ان پر اسم اعظم کی انگوٹھی کا پانی چھڑکتا ہے دونوں اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔ اور بادشاہ کے درباریوں میں شامل ہوتے ہیں بادشاہ ان سے قصے کی فرمائش کرتا ہے وہ قصے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح قصے در قصے ہیں۔ آخری قصہ ہمایوں شاہزادہ مصر اور سمنبر شاہزادی عجم کا ہے۔ اس کے بیان پر اصل قصہ ختم ہوجاتا ہے اس کے بعد خاتمہ کا عنوان ہے اس پر مثنوی ختم ہوجاتی ہے۔ مگر انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں سمنبر کی شادی کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کی صراحت آگے درج ہوگی۔

بطور نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت منقبت کے اشعار :-

اول میں حمد رب العالمین کا — دل و جان سوں کہوں جان آفرینکا
خداوندا تجھے ہے جم خدائی — ہمیشہ تجکوں ساجی کبریائی

محمد پیشوا توں سروران کا — اچھے سرخیل سب پیغمبران کا

زبان کو منقبت کے سات کھولوں — نبی کے جانشین کا مدح بولوں
ولیاں جسکے ستائے ہیں علی یاں — ولایت کے ولایت کا ہی سلطان

بادشاہ کی تعریف۔

کروں تعریف میں اس تاج در کا — سمجھتا ہے جنے قیمت گہر کا
شہاں کا شاہ عبداللہ غازی — اچھو جم حق سوں اس کے پیش بازی
صلابت آج تیرا اسے سجانی — کریا ہے دشمنان کی لہو کوں پانی

مثنوی کے فارسی سے ترجمہ کرنے کے متعلق لکھتا ہے۔

بساتیں جو حکایت فارسی ہے ۔۔۔ محبت دیکھنے کی آرسی ہے
عبارت سب کسی دو نیں سمجھتا ۔۔۔ کھاں مشکل عبارت کس سمجھتا
تجے ہے فارسی میں دستکہ آج ۔۔۔ نکر سی ترجمہ بھی کوئی تجہ باج
اسے ہر کس کتیں سمجا کون توں بول ۔۔۔ دکھن کے بات سوں سارا یاں کون کہول

پہول بن کے جنگ، کا انداز ملاحظہ ہو۔

یکایک دو طرف فتنہ اٹھیا جاگ ۔۔۔ اٹھی دو دھرتی جھکر یکی سلگ آگ
ملی دھر حال آکر اجد ھا دو ۔۔۔ ھوئی دو دھرتے لٹ پٹ بلا دو
سلح پوشانکی یوں دستی تھی نوجان ۔۔۔ مکر کیا قھر کے دریا پو موجان
دلیران کے دسی یوں تن پو جوشن ۔۔۔ غضب کے اگ جیون کیتی ہیں روشن
موان چار آئینہ سون مل دسی یون ۔۔۔ اگن پانی میں تے نکلی اھی جیون
کھر اسو قایم اپنی پانونکوں کر ۔۔۔ دسیا صف ھو کہ جیوں سد سکندر
نکل آیکہ تا نزاں دو طرف سون ۔۔۔ ھوی آنکے پچھین کر اپنی صف کون
اول تند دیپ جھکر یکی جیون آئی ۔۔۔ اگن دین تیر کے لکر یاں سوں سلگائی
دلیر سیون دلیران ھات میں ھات ۔۔۔ ملائی کرز ھور شمشیر کے سات
لگے سٹنی سر اوپر دو اسر کان ۔۔۔ کنکوریان پر سٹیں جیون چور سر کان
ٹھٹھا ٹھٹھن دیکہ ھور سنکر کھنا کھن ۔۔۔ لئی داستان میں انگلی لر دھرت کھن
لگیا تیران سوں ھور بھالیان سوں آکام ۔۔۔ لکی چھاتیان کی سب پٹیان کون پیغام
بتی تیران سہی سینی کے سپران ۔۔۔ جھجھر ھو کر رھی سینی کے سپران
ھوا ایسا شفا شف ھور شافش ۔۔۔ زمانہ کھابہ ھو کر کیا غش

تماشا روبرو آکھول کر آ تکہ — یکیکے یک سنی میں سوں دیکھیں جہانکہ
تنکی ٹیک چھاتے میں خنجر مار — بلوکر کار سٹتی تھے دلاں بھار
مونمیں تیراں رھی سو لک دستی یوں — ھقیاں کاندہی لئی ھیں موں منی جیوں
دلیراں تنکوں لک تیراں پیری سو — نظر تل سار سل ھوکر دسی دو
دھنک سوں نل دس آیا یوں ھر یک تیر — مکر کیا قوس میں آیا اچھی تیر
تیز بٹھیا سو ھر یک سیس کوں بھوڑ — دسی یوں مغز کا جیوں لھو بھریا مور
یتی رکری کئی جھکری تلین اس — یتی ھو چور کئی رکری تلین اس
بھریا تھا سب ھوا ر وجانسوں جان تان — وجوداں تل زمیں دستی نہ تھی کان
دریا ھوکر ابلنی کوں لگیا خون — اجل کچ اکہ جا بیٹھی پھرا موں
ھوا استھار پر عالم تپیا ٹھار — چلیا دیکہ ھو کہ عزرائیل بیسے زار
کیا چھپ کر دھلا ریکی تل آسمان — ھوی غائب نظر میں سوں چند ربھان
ندیکہ سک کر یو فتنہ ھور یو جنگ — دنیا جینی سوں اپنی آئے تھی تنگ
بھیا جو مصریاں پیر فتح کا باو — کنار یکوں لگیا مقصود کا ناو
ییکا یک مصر کے شھکی دلیراں — ڈٹا کر دلمیں جیوں بیٹھی دشیراں
بھرایا دین مک اس شھ کا سربل — سو پایی مصریاں یکبار کی بل

خدا نی فتح ایسا مصریاں پائے
جو وانکی شاھکوں جیتا پکڑ لیائے

جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے یورپ میں پھول بن کے تین نسخے ہیں ان میں جزی اختلافات اشعار کی کمی اور زیادتی تقدیم اور تاخیر بھی ہے۔ مثلاً جزی اختلاف :—

نسخہ ۱۰۳ع	نسخہ ۱۲۲ع
ازل سمجی نہ تیرا کچ ہدایت	ازل کون نیں سمجھ تیرا ہدایت
ابد بوجی نہ تیرا کچ نہایت	ابد کون فہم نیں تیرا نہایت
تیری تعریف کا انچا ہے پایا	تیرا تعریف کرنے کس کو حد سے
خدا قرآن میں تجکون سرایا	تون ہی ارواح آدم سو جد سے
نہ تھا ثانی اسی روئے زمیں پر	نہ تھا ثانی اسی روے زمیں پر
سب اسکے ضبط میں تھا بحر معور بر	تھی اسکی ضبط میں سب بحر معور بر

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا نسخہ انڈیا آفس کے نسخہ ۱۲۲ع کے مطابق ہے۔ اشعار کی کمی بیشی ابتدا میں بہت کم ہے جس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خاتمہ مثنوی پر نسخہ ۱۲۲ع میں صرف چار شعر ہیں اس کے برخلاف نسخہ ۱۰۳ع میں زیادہ اشعار ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

کیا یو ابتدا دیکہ ماہ رجب	کمالیت کون پونچیا عید کون سب
یو پھلبن تین مھنی لگ لکایا	پنم کا چاند ھو پورا تو آیا
مشقت سوں بہوت دل ٹھوھوی پر	کتک ذکون دسیا یو شک ھو تر
کنت میں آلی سو یکبار بیتان	ھی ستر اسو پودو بیس چار بیتان
اچھو شہکون مبارک پھولبن یو	نظر میں جم اچھو شہکی چمن یو
انو پر بھی اچھو دایم مبارک	جو کو اسبا لکا دھرتا ھی پارک
لکھنا ریکون جم بخشو سعادت	دیوی دایم پر نہار یکوں راحت

مسلمانان سون یون امید ھی مج — سخن دانان سون یون امید ھی مج
کرینگی تو میرا یو پھولین سیر — کھو یکبار اچھو کر عاقبت خیر
کیا ہیں ختم خاتم کی اسم سون
محمد مصطفے مولی العجم سون

اسکے برخلاف نسخہ نمبر (۱۲۲) میں حسب ذیل صرف چار شعر ہیں۔

کیا سو ابتدا دیک ماہ رجب — کمالیت کون انپریا عید کون سب
پوپھل بن تین مہتی لک لکایا — پنم کا چاند ہو پورا تو آیا
مشقت سون بہوت دل ہو ہوا پر — کتک دن کون دیا یو مشک ہو تر
کیا ہیں ختم خاتم کی اسم سون
محمد مصطفے مولی العجم سون

انڈیا آفس کے دونوں نسخوں میں جو سب سے بڑا اختلاف ہے اور جس سے دوسرے نسخے خالی ہیں وہ سنمبر کے شادی کے حالات کی زیادتی ہے۔

دیگر تمام نسخوں میں ذیل کے عنوان کا:-

جواب نامہ شاہان کا جو انپر بابلک آرا کہیں — اسے عنوان تے دونو کون کرے شہرا نپر پورا نے

اختتام اس شعر پر ہوتا ہے۔

عدالت کا رکہ اپنی سیس پر تاج — فراغت سون سدا کرتا رہا راج

اس کے بعد مصنف اپنے متعلق بیان شروع کرتا ہے اپنی مثنوی کے خوبیوں کا اظہار کرتا۔ اپنی غزل کا نمونہ پیش کرتا ہے اس بیان کے (۶۱) اشعار کے بعد مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر نسخہ ۱۲۲ میں عنوان بالا کے بعد اسی سلسلہ میں (۱۴۳) شعر کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ "عدالت کا رکہ اپنی" الخ کے بعد ہوا ہے۔ اس کا لکھنے والا ابن نشاطی نہیں ہے بلکہ ایک

دوسرا شخص ابن جعفر (محمد حیدر) ہے۔

اس کے متعلق کسی قدر تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے :۔

جنوبی ہند میں کرپہ ایک شہر ہے جو کبھی سدھوٹ سے بھی موسوم تھا۔ یہاں کا قلعہ اور اس کے قلعہ دار جنوبی ہند کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں رحیم خاں یہاں کا جاگیردار مقرر ہوا۔ رحیم خاں کے آباء و اجداد بیجاپور کے اُمراء تھے۔ ان کا جد اعلیٰ بہلول خاں ایک نامور شخص تھا۔ علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے زمانہ میں رحیم خاں قطب شاہی اور اس کے دو بھائی اعظم خاں اور کریم خاں مغلیہ ملازمت میں داخل ہوئے۔ رحیم خاں کے بعد اس کا فرزند نیکنام خاں اس کی جگہ مقرر ہوا اور اپنے دائرہ حکومت کو وسیع کرلیا۔ اس عرصہ میں عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتیں حکومت مغلیہ میں داخل ہو چکی تھیں۔ نیکنام خاں بھی فوت ہوگیا۔ عالمگیر کے بعد اس کے فرزندوں کی لڑائی میں کریم خاں اور اعظم خاں بھی مارے گئے۔ آخرش مغلیہ حکومت کی جانب سے عبدالنبی خاں ولد کریم خاں سدھوٹ کا جاگیردار بنایا اور اس کے خاندان نے ۱۱۹۱ھ تک تقریباً خودمختارانہ حکومت کی عبدالنبی کے فرزند عبدالحمید خان (متوفی ۱۱۵۹ھ) کے عہد میں اس کے رشتہ دار کریم خاں کے ایمائے سے محمد حیدر جو ابن جعفر سے موسوم ہے منبر اور ہمایوں کی شادی کے متعلق پھول بن میں اضافہ کیا ہے۔

ابن نشاطی کی اصل تصنیف کے تقریباً ایک سو برس بعد اس کا تکملہ ہوا ہے چونکہ قلعہ داران سدھوٹ کے مخطوطات کا علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اس لئے یہاں مزید صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

افسوس ہے کہ یورپ کے کتب خانوں سے فارسی کتاب موسومہ "بساتین" دستیاب نہیں ہوئی ورنہ مقابلہ پیش کیا جاسکتا۔

انڈیا آفس کا نسخہ (عـ۳۰۱۳) باتصویر ہے (۳۴) بہترین تصاویر ہیں جو آرٹ کے لحاظ

سے قابل تعریف کیے جا سکتے ہیں بعض کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مجلس نشاط گرم ہے اور سلطان ابن نشاطی سے مصروف کلام ہے۔

(۲) ابن نشاطی اپنے مکان میں مصروف کتابت ہے مکان سے ملحق باغ اور تالاب ہے ملازم دست بستہ استادہ ہیں۔

(۳) سلطان خانہ باغ میں رونق افروز ہے بہترین باغ ہے۔ حوض میں فوارے چل رہے ہیں سلطان مصاحبین سے ہم کلام ہے۔

(۴) مسجد میں چند زاہد مصروف عبادت ہیں۔

کسی تصویر میں جنگ کا سماں پیش کیا گیا ہے کسی میں برات کی، وانگی کا کسی میں ضیافت کسی میں محفل عقد کسی میں محفل نشاط کسی میں جنگل بیان کسی میں دریا سمندر، غرض کہ یہ تصاویر بھی اپنے زمانہ کا تمدن اور معاشرت کا اچھا خاکہ پیش کرتی ہیں۔

کلام پر ریویو ابن نشاطی کی ایک مثنوی دستیاب ہوتی ہے دوسری مثنوی طوطی نامہ کہی جاتی ہے ممکن ہے کوئی اور بھی تصنیف ہو مگر اب تک تو یہی دو معلوم ہیں۔ ان میں بھی ایک نایاب ہے۔

پھول بن میں صنائع و بدائع لفظی و معنوی کا استعمال بہت ہوا ہے ساری مثنوی مرصع ہے۔ اس کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر کد و کاوش کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ مصنف نے خود بیان کیا ہے علم معانی کے اصول کے موافق انتالیس قسم کی خوبیاں پیدا کی گئیں ہیں۔ مختلف واقعات کے جو مناظر مثلاً چاندنی رات۔ نیند کی خوبی۔ اور فن شکار کی اصطلاحیں جنگ کے حالات۔ بزم کے واقعات وغیرہ جس خوبی اور عمدگی سے نظم کیے گئے ہیں وہ ابن نشاطی کے قادر الکلامی پر کافی دال ہیں۔

مثنوی کی زبان اور اس کا انداز بیان اس کی سادگی بھی قابل ستائش ہے۔ غرضکہ اپنی

گونہ گوں خوبیوں کے لحاظ سے دکھنی مثنویوں میں اس کا خاص درجہ ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ابن نشاطی غزل گو شاعر نہیں تھا مگر اس نے اپنے قادر الکلامی کے لیئے ایک غزل بھی کہی ہے جو پھول بن میں شامل ہے اس کو بھی پیش کر دیا جاتا ہے

اہے تازہ چمن پیوستہ میرا ۔۔۔ شگفتہ ہے سدا گلدستہ میرا

لطافت میں ہے جیوں خوباں کی ابرو ۔۔۔ ہر یک مصرع جو ہے برجستہ میرا

دیا ہے جگ کوں رونق یکطرف سے ۔۔۔ سہے یو بانہ جو دو رستہ میرا

بہوت خوں جگر کھا کر ھوا کل ۔۔۔ کلی نمنی جو تھا دلبستہ میرا

کرم سوں حق کی پایا آج راحت ۔۔۔ فلک سوں تھا جو خاطر خستہ میرا

پھول بن کے متعدد نسخے یہاں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر اور آغا حیدر حسین صاحب کے پاس نسخے موجود ہیں۔

"قصہ بہرام و گل اندام"

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں موجود ہے نمبر ا ڈیشنل ۱۰۵۹۲ - ورق (۳۵) سطر (۱۷) سائز ۸½ × ۴½ خط نستعلیق کاتب سید مظفر۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"قصہ بہرام اور گل اندام ایک دکھنی مثنوی مصنف طبعی مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف سنہ تصنیف واضح ہوتا ہے جو ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء ہے مثنوی سلطان ابوالحسن آخری بادشاہ قطب شاہی کے نام پر معنون ہے"

اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے:-

"۶۴۳ - ایک قصہ (۱۳۴۰) ابیات ہیں جس کے اختتام پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ قصہ چالیس دن میں ۱۰۸۱ھ میں منظوم کیا گیا۔ اور شاہ راجو حسینی کے نام معنون کیا گیا ہے"

اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل ہے اس نے طبعی کے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی صرف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تصنیف ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اس کو فارسی سے ترجمہ کرنے کا اظہار کیا ہے۔ ڈی۔ٹاسی نے طبعی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۸۱ھ میں ہوئی ہے طبعی نے خود اس کی صراحت کی ہے:-

کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب   بہوت فکر کر رات دن بے حساب

بونا مہ پڑیں گے تو یہر خدا   پڑو فاتحہ نام لیکہ مرا

گنا بیت بیتان کو میں اک جو دل ہزار اور ہے تین سو پر چہل
اتھا سال تاریخ کا خوب نیک سنہ یکہزار اور ہشتاد یک

یو نامے کو طبعی کیا ہے تمام
بحق محمد علیہ السلام

طبعی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے آخری دور کا شاعر ہے۔ اپنے خاص دکھنی ہونے کا بھی اظہار کیا ہے یہ نہ صرف شاعر بلکہ بلند پایہ مصنف بھی تھا اس کی مثنوی ہی اس کے سلیقہ مندی اعلیٰ قابلیت کی بین شاہد ہے وہ اپنے شاعری کی خوبیوں کا خود معترف ہے اپنے معترضین پر سخت سے سخت چوٹیں کرتا ہے۔ مگر اسی کے ساتھ وہ اپنے پیش رو شعرار کی تعریف بھی کرتا ہے ان کے کمال کا قائل ہے۔

معلوم ہوتا ہے طبعی ابوالحسن تانا شاہ کا درباری شاعر تھا وہ جگہ جگہ اپنے بادشاہ کی تعریف کرتا ہے۔ وہ شاہ راجو حسینی کا بھی معتقد ہے بلکہ ممکن ہے ان کا مرید ہو۔ اس کو اپنے مرشد سے دلی عقیدت ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت حضرت علی کی مدح پھر حضرت شاہ راجو اس کے بعد سلطان ابوالحسن تانا شاہ کی تعریف۔ پھر اپنے مثنوی کی تعریف اور خود ستائش کرنے کے بعد اصل قصہ شروع کرتا ہے۔

بہرام کی پیدائش سے قصہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا پیدا ہونا۔ بڑا ہونا۔ تعلیم پانا۔ گورخر کے پیچھے نکل پڑنا۔ جوان ہونا بادشاہت۔ حکمرانی۔ فتوحات تمام امور کا اظہار ہے۔ چونکہ بہرام کا قصہ عام طور پر مشہور ہے اس لئے قصہ کی پوری صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

نمونہ کلام

الٰہی یو طبعی تیرا داس ہے دے ایمان اسکو ترا آس ہے

الہی بیچکا منجی تاب دی ۔۔۔ میری حبیب کی تنیگوں اب دہی
الہی منجی میتی بات دی ۔۔۔ طبیعت کی راتو یکوں تابات دی

محمد نبی تو خدا کا رسول ۔۔۔ یو پیغمبران باغ ھے تون سو پہول
خدانی کیا تجکوں اپنا حبیب ۔۔۔ یو منصب نہیں ھر کسیکون نصیب
سہاتا ہی مہر و نبوت تجہی ۔۔۔ یو دولت ہوا ھے عنایت تجی
علی یا ولی توں ھے شیر خدا ۔۔۔ کہ تج پر تی ھے بیجو میرا فدا
غلط نہیں سچا توں علی ولی ۔۔۔ تیری شان میں ھے یو ناد علی

ولی توں پرا ھے گکر شاہ راجو ۔۔۔ چلا آیا ھے شر تیری کھر شاہ راجو
اچھیں کا قیا متکی دن رد سفید ۔۔۔ تیرا موں دیکھیا سو کھر شاہ راجو
فلک پر توں ارتا ھے شہباز تمن ۔۔۔ کرامت کی لاشاہ اپر شاہ راجو

خدا پاس اچاھات کرتا ھے طبعی ۔۔۔ دعا تجکوں شام و سحر شاہ راجو

لکیا ہیں جو یو مسنوی بولتی ۔۔۔ یو موتیاں نچھل دہال یوں رولتی
یو دجھی میری خواب میں آیکر ۔۔۔ مکہ اپنا سورج تا د دکھلا یکر
سراسر سنیا جون میری مسنوی ۔۔۔ کیا بات طبعی ھے تیری نوی
ھو خوشحال سن کر یو باتان میری ۔۔۔ اپسکی لی ھاتا نہیں ھاتان میری
پری پیار سون اپنا یو مثل ۔۔۔ سنیا سو پریا خواب تہی ہیں اچھل

روایت کیا راوی نیک نام   بہوت فکر سون یو حکایت تمام
اتہا ردم کی شہر میں بادشاہ   کہ سروار ایسی بہوت تہی ہور سپاہ
ادشاہ بہوت مقبول عاقل اتہا   سخی ہور فاضل او کامل اتہا

سوالاک تہی اسکوں ترکی غلام   جو الماس تہا رنگ انکا تمام
جو حبشی غلامان سوالاک تہی   او تیلم کی تیون حسن میں پاک تہی
اگرچہ اوشاہ جہان گیر تھا   نہیں ہے کہ فرزند دلگیر تھا
اسی غم سون دن رات روتا اچھی   جنم اپنا دکمیں کھوتا اچھی
قضا تی بکا ایک جبار نی   نظر کھول دیکھیا سو کرتار نی
حرم میں دیا حمل ایک تار کون   کیا شکر اوشاہ کرتار کون

حکایت سنو شوق تی دوستان   کہ جے یو گلستان ہور بوستان
تراتی ہو بہرام جنگل پکر   لگیا بات چلنی کون شام و سحر
خبر کچ نہ دھر بہوک ہور پیاس کا   خبر کچ نہ دھر سال ہور ماس کا
ادھیرات اٹکر بلانی لگیا   کہ چو میں شہی تلملانی لگیا
لگیا رونے شاہ نی زار زار   گلاندام یاد کر کر پکار

نول شاہ بہرام خوشحال ہو   کہ جون پہول لالی نمن لال ہو
پریا مانگی ہور باپ کے پاون جا   گل اندام کون لاکو قدماں پو یا
دیکہی جونکہ ما باپ فرزند کون   سنی سون لگالی اچا چھو تیون
اٹہالی بدگ ہور سپار ہ باپ   اتہا تہنڈ لی ہور اسی بہوت تاب

کیتک دیس بیدار او کشور ہوا ہوا شاہ بہرام تی بادشاہ
کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب بہوت فکر کر رات دن بے حساب
پونامہ پر نیکی تو بہر خدا پڑو فاتحہ نام لیکر میرا
کینا پیت بیتا نکوں میں نازک ہو دل ہزار اور ہے تین سو پر چہل
اتہا سال تاریخ کا خوب نیک سنہ یکہزار اور ہشتاد ایک
یو نامیکوں طبعی کیا ہے تمام بحق محمد علیہ السلام

بہرام کے متعلق بیجاپور میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں جو اس سے قدیم ہیں ایک کا مصنف امین اور دولت ہے دوسری کا ملک خوشنود ۔ طبعی کی مثنوی ان دونو سے فوقیت رکھتی ہے ۔ طبعی کا قصہ شاید فارسی قصوں کی تقلید نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کی اصلی تصنیف معلوم ہوتی ہے ۔ اس سے شاعر کی اعلیٰ شخصیت کا بخوبی اظہار ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ ترجمہ کی خوبی یہی ہے کہ ترجمہ ترجمہ معلوم نہ ہو بلکہ اصل تصنیف معلوم ہو ۔ یہ خوبی امین اور ملک خوشنود کی مثنویوں کو حاصل نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے بھی اس کو ان دونوں پر فوقیت دی جاسکتی ہے ۔ ذیل میں اس کا مقابلہ ان دونوں سے کیا جاتا ہے ۔

طبعی	امین
الہی یو طبعی تیرا داس ہے	کیا حمد اور نعت کوں مختصر
دے ایمان اسکوں ترا آس ہے	نیں میں کیا طول یو سربسر
الہی بچن کا منجے تاب دے	یکایک میرے دل پہ آیا خیال
میرے حبیب کی تیغ کوں تاب دے	قصا ایک کہوں میں مقیمیں مثال
الہی بچن کا پلا منجے شراب	زبان پر بچن خوب آتا چلا
کہ بولوں ہر ایک بات جوں آفتاب	یو مضمون خوشتر بناتا چلا

گل اندام کی تعریف

اوزلفاں دلاں کو ہندو لے اہیں
غلط میں کیا دو سپنو لے اہیں
بہواں باگ نک ہور انکھیاں ہرن
کہ او موہتی ہے عجب من ہرن
او گالاں کی سرخی سولالے میں نیں
او بالاں کی خوشبوی بالے میں نیں
دسے پہول دو سینوتی کے دو کان
چنپے کی کلی ناک ہے درمیان
عجائب او چاہ زنخدان سے
کہ غرق اس میں دین ایمان سے
دو جوبن سو چولی کے دوہات میں
جو امریت پھل چپ رہے پات میں
اتھا پیٹ جو آرسی نادصاف
کہوں کیا جھمکتا اتھا جیوں شفاف

بانو حسن کی تعریف

عجب سیس پر اس لبنے بال تھے
بچنگ شاخ مندل پر رکھوال تھے
جبیں دیکھ اس کی چھپے آفتاب
لے مکھ پر اپس کے رین کا نقاب
بھواں پر اسی کے نظر کر ہلال
کیا تن کوں لاغر اپس کے کمال
نین دیکھ آہو پریشان ہو
چمن بیچ نرگس سو حیران ہو
عجب اسکی آنکھوں میں ڈورے تھے لال
کچھن میں کارن بنائی جو چال
دو گالاں صفا کی ثنا کی نہ جائے
دیکھت آشنا اس کے رشک لیائے
یہ خال نادر تھا اس گال پر
بہور ہو کے بیٹھا ہے گل لال پر
دولب آب حیواں لبریز تھے
کہ با شہد شکر موں آمیز تھے
اتھے دانت مکھ بیچ ہیرے جڑے
دہن کے صدف بیچ موتی جڑے

امین

جو ہالا وہ خوشی ساتھ ہنس بولتی
گلال اور موتیاں گئی رو دیتی
سینہ پر دو پستان انار تھے
یا دو برج مشکیں تاتار تھے
شکم موج دریائے سیماب ہے
اے ناف تس بیچ گرداب ہے
چرن دیکھ چنپا کھلا باغ باغ
وہ رخ دیکھ لالا ہوا داغ داغ

اس کے بعد طبعی کا مقابلہ ملک خوشنود کی ہشت بہشت سے بھی مناسب ہے مگر چونکہ ملک خوشنود کی مثنوی تمام تر خسرو کا ترجمہ ہے اس لئے صرف ایسا کلام پیش کیا جاتا ہے جو دونو کے ذاتی خیالات ہو سکتے ہیں۔

ابوالحسن تاناشاہ کی مدح از طبعی

شہ بوالحسن سچ توں شاہ دکھن
تجے شاہ راجو مدد بوالحسن
دیا ہے خدا پادشاہی تجھے
سہاتا ہے ظل الٰہی تجھے
شہنشاہ توں آج دن سور ہے
ترے پہتے تے شاہان بلا دور ہے

محمد عادل شاہ کی مدح از ملک خوشنود

توں سلطاں محمد شاہ غازی
جہاں کوں شاہ سوں ہے سرفرازی
سخی عادل بہادر نوجوان سے
قوی طالع ملکھیں (؟) ترکمان ہے
نبی کے لطف کا دل ہے خزینا
انگوٹی تو فلک چندر نگینا

طبعی

ملاحت میں جیوں سورج چندر ہے توں
صلابت منے جیوں سکندر ہے توں
ترا نام کا قطب تارا دِسے
ترا پردہ مادی پھرارا دِسے
دل وجان تے اپنے اے بادشاہ
یو عالم سکتے تجکوں عالم پناہ
رتن ہے سخاوت کی تو کھان کا
بھکاری ہے حاتم تیری دان کا
عدالت میں فاضل ہے توں نوشیروان
برابر نہیں تیرے نوشیروان
تو مردی کے میدان کا باگ ہے
تیرے گھر میں دن رات رنگ راگ ہے
شہنشہ توں راجا ہے چھترپتی
گگن تیرے دربار کا ہے ہتی

ملک خوشنود

کہوں ثانی سکندر پاک جم ہے
میں شاہاں کی جس کے در سوں نم ہے
دیکھت شمشیر ہو رستم کی ہانکان
پہاڑاں پھوٹکر ہوتی ہیں پھانکان
گگن کا توپ تیرے سوں کیا ہے
کرن سورج کا لے پرچم کیا ہے
کرے جب شاہ تیر اندازی ہنر کا
کلنگ تس بھال سوں ہوے چندر کا
فلک چندر ستارے ہے جداں لگ
جہاں میں بادشاہی کر تداں لگ
خضر کا دے الٰہی زندگانی
جتنے دشمن ہیں توں کر آج فانی
کہیا یک روز تیغ شاہ جہانگیر
جو انگی کیمیا کا پاک اکسیر

دکھا کر قدم اپنے دل شاد کر
یو غم دل تے طبعی کے برباد کر

ملک خوشنود موتی صاف رولیا
الپس کے ثانو کا تاریخ بولیا

---

[1] بہرام اور گل اندام نام ایک فارسی مثنوی برٹش میوزیم میں ہے جس کا مصنف کوئی امین اللہ ہے۔ طبعی کے کلام کا نمونہ گزر چکا مثنوی میں اس کا زور بیان واضح ہوگیا خوش قسمتی سے طبعی

سلہ ۱۴۳۳ اورینٹل۔

کی غزلیں بھی موجود ہیں جو اسی مثنوی میں لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہوں :-

شہنشاہ کون تسلیم کر کر اول کیا شاہ بہرام تی یو غزل

....

تیری ہات میں شاہ جم جام اچھو ہمیشہ بغل میں دلارام اچھو
جگت کی شہاں میں توں اچہ نیکنام کہ دشمن تیرا سے سو بدنام اچھو
چندر سور کی جام تی آسمان تجلی غسل کر نیکون حمام اچھو
اچھو سب سلامت عزیزان تیری جہاں تک عدو ہیں سو کم نام اچھو

اچھی لک کگن سور زمین پہ قرار
تیری پیک پو قربان بہرام اچھو

میری شہر تی یار خاطر کیا برہمن سور نار خاطر کیا
پیالی تی دل کا لہو کہوت کر میں او یار خون خوار خاطر کیا
یہ دریا سنی غم کی ای دوستان میں اس ور شہوار خاطر کیا
کلا ندام بن کوئی غم خوا نہیں میں او یار غم خوار خاطر کیا

میری باپ کون بولای یاد تون
کہ بہرام دیدار خاطر کیا

طبعی کے کلام پر جب ہم تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یہ ایک کہنہ مشق اور بلند پایہ شاعر تھا اس کی تصنیف اس کی قابلیت کی اعلیٰ شاہد ہے۔

قصہ کی ترتیب اور تسلسل طرز بیان کی جدت اور خوبی قابل ستائش ہے۔ اس کی مثنوی نہ صرف ایک قصہ اور داستان کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ ایک علمی اور سائنٹفک کتاب معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثنوی سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ طبیعت کا بڑا ہی ضبط آدمی تھا اور باقاعدگی اس کی طبیعت میں داخل تھی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہی یہاں اسکے نسخے بہت کم پائے جاتے ہیں۔

قصّہ ابو شحمہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (بلوم ھارٹ نمبر ۱۷) ورق ۲۹ سائز ۶ ½ × ۴ ½ سطر ۱۱ خط نسخ۔

اس کے متعلق بلوم ھارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابو شحمہ ابن عمر بن خطاب کا افسانہ آمیز قصہ دکھنی زبان میں مصنف امین
یہ قصہ فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے جو مصنف نے اپنی سولہ سالہ
عمر میں بزمانہ ابو الحسن (آخری بادشاہ گولکنڈہ) لکھا تھا اس کی تصنیف
رجب سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہے۔ ابتدا میں حمد و نعت اور شیخ عبد القادر رحمہ
جیلانی کی مدح ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہے ڈی ٹاسی نے بھی
کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ھارٹ کی اس رائے سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ امین نے کیا ہے
جس کو اول اس نے فارسی میں نظم کیا تھا۔

فارسی قصہ سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے عہد میں مرتب ہوا ہے۔ اس وقت مصنف کی
عمر سولہ سال کی تھی اس فارسی کے کئی برس بعد ایک دوسرے شخص نے اس کو دکھنی نظم
کا جامہ پہنایا ہے۔

جیسا کہ بلوم ھارٹ نے لکھا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت
خود مصنف نے کر دی ہے۔

ہزار ایک برس صور نو د سال میں   رجب کی استا دیس و ین رات میں

کہ توفیق خدا نے مجھے جب دیا   تدان پو قصا میں مرتب کیا

امین کے نام والے گولکنڈہ اور بیجاپور میں متعدد شعراء گزرے ہیں۔ اصل قصہ ابو شحمہ کا مصنف وہ مشہور اور معروف امین ہے جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں تھا اس کا ترجمہ ایک دوسرے امین نے سلطان ابوالحسن کے زمانہ میں کیا ہے۔ اس امین کے متعلق ہمیں کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اسکا مصنف خواجہ بندہ نواز کا بڑا معتقد تھا اور اس کو سلطان کا تقرب بھی حاصل تھا۔

حسب رواج اول حمد و نعت ہے اس کے بعد خلفائے راشدین کی منقبت اس کے بعد سید محمد حسینی گیسو دراز کی تعریف پھر سلطان عبداللہ کی مدح پھر سخن کی تعریف اسی کے ساتھ قصہ کا آغاز ہو گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے:۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ابو شحمہ نہایت جمیل تھے اور اسی کے ساتھ خوش آواز بھی۔ ان وجوہ سے عمرؓ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ بیمار ہوئے زندگی سے ناامیدی ہو گئی حضرت عمرؓ نے دعا کی اور منت مانی اگر ان کو صحت ہو جائے تو مرقد مقدس پاس ان سے قرآن خوانی کرائیں گے۔ اس منت کے بعد ان کو صحت ہو گئی حسب منت روضہ مبارک میں قرآن پڑھا۔ گرمی زیادہ تھی ابو شحمہ کو تکلیف ہوئی تبدیل ہوا کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ایک شہر میں گزر ہوا ان کی حالت خراب اور خستہ دیکھکر ایک شخص نے ان کو جبراً شراب پلا دی۔ شراب کے نشہ میں یہ ایک باغ میں آئے جہاں سوائے ایک خاتون کے کوئی نہ تھا۔ یہ جبراً اس سے ہم بستر ہوئے جب نشہ اتری اپنے گناہوں پر سخت نادم ہوئے اور شب و روز اپنے جرم پر توبہ و استغفار کرنے لگے۔ ایک مدت کے بعد اس عورت کو لڑکا تولد ہوا۔ جب اس کے قبیلہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے حضرت عمرؓ کو آگاہ کرنا ضروری خیال کیا اس عورت کو لڑکے کے سمیت ان کے پاس لائے اور دادخواہی کی۔ ابو شحمہ کو طلب کیا انھوں نے جرم کا اقبال کیا پورے حالات بیان کئے۔

اب حضرت عمرؓ نے بموجب شرع حد کا حکم جاری کیا۔ آپ کے مواجہے میں سزا شروع ہوئی آخر اثنائے تعزیر میں وہ رحلت کر گئے دفن کے دوسرے دن حضرت علیؓ نے ان کو خواب میں دیکھا تو جنت میں پایا اس واقعہ کو آپ نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا وہ سن کر خوش ہوئے۔

تاریخی حیثیت سے اس کو کچھ سروکار نہیں ہے بلکہ صرف افسانہ ہی ہے حمد میں (۲۲) شعر ہیں تیرہ شعر میں نعت بیان کیا ہے منقبت میں سولہ شعر ہیں، حضرت گیسو درازؒ کی شان میں دس شعر اس کے بعد بادشاہ کی مدح ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

الہی میرے دل میں دین گیان دے — ہمیشا تون منجہ میں تیرا دھیان دے
تج بن منجے کوے ادھار ہے — ہمیشہ تیرا ذکر منجہ یاد ہے
میں توفیق نکلتا ہوں تیر کنی — ذکر ہور عبارت دی میر ہی منی
تیرا ذکر دایم میں کرتا اچھون — تیری ناؤں کا ورد پڑتا اچھون
تون نصرت دی یو مجکون کفار پر — کرون صفت تیرا میں اشہال پر
لکھوں یک قصہ میں عجب بی نظیر — تون ہو اس قصے پر منجی دستگیر

اس کے بعد حمد کے مزید (۱۶) شعر ہیں اس کے بعد

محمد دو نو جگمیں سلطان ہے — تون ساری نبیاں کا سو ایمان ہے
کہ جتی نبی ہور ولیا نہیں اول — سو ایسا دیا نیں کسیں فضل
خدانی بزرگی دیا ہی اوسی — یہی ایسی بزرگی دیا نیں کسی

اس کے بعد مزید (۱۰) شعر ہیں اس کے بعد خلفائے راشدین کی اور فاطمہ زہراؓ و امام حسنؓ و حسینؓ کی مدح ہے جس کے کل (۱۶) شعر ہیں۔ پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

محمد کی بعد از ابو بکر ہی — سبہو تھیں مشرف کیے یون شکر ہے

خدا تی اونکوں صحیفا دیا — یہی بعد اِن نبی کی خلیفا کیا

عمرؓ ابن خطاب عادل اچھی — کہ سب عادلاں میں او فاضل اچھے

حضرت گیسو درازؒ کی مدح۔

ہمی ساری دنیا منیں توں بندی نواز — محمد حسینی ہمی گیسو دراز

کہ ساری دنیا منیں توں ہمی دستگر — تیری سب کو اتی صغیر و کبیر

کہ ساری دنیا منیں جو توں ہے امام — تو جی پیر کر مانتی ہیں تمام

اس کے بعد اور سات شعر ہیں اور اسی کے ساتھ ہی بلا کسی عنوان کے (کیونکہ مندرجہ صدر بیانات عنوانات کے ساتھ ہیں) مدح بادشاہ اس طرح شروع ہوتی ہے۔

حسن شاہ عبداللہ آفاق گیر — کہ ساری شہاں منیں سوتوں ہے کبیر

توں ہیں گیان دنیا ہے عالی نول — خدا نی دیا تجہ معانی فضل

تیرا ناؤں شاہاں منیں مشہور ہے — تیرا اکبر کی ساریاں منیں مشہور ہے

تیری چھانوں تل خلق آرام ہے — تیرا ملک تجکوں سر انجام ہے

سزاوار اس شاہ کوں یو صفت — تو ہی کفر ہور دین کا لی مدت

اگرچہ یو نامہ سینکی جو شاہ — تو مقبول ہوئی خلق میں یو قصا

امید ہی جو مجکوں کری شہ قبول — ز برکت محمد و آل رسول

ہوا کن فیکون تی یو دشن تمام — دنیا نکا یو میدان گلشن تمام

در بیان سخن لطافت گوید۔

دنیا منیں بزرگی سخن کوں اچھے — سخن تی بزرگی لیشہ کوں اچھی

سخن تی ہوئی او جو فاضل بشر — سخن جس میں ہی سو او کامل بشر

نریلہ اشعار کے بعد کہتا ہے۔

کیا ھون جمع سب میں رضان منی　　دیا ھون یو نامہ عاقلاں کی کنی
اگر کوی عاقل پڑھی عیب اوسی　　تو سرپوش ھو تم اگر عیب اچھی

امید ھی میرا اس خدا کی اوپر　　کہ جا کا ھوی منجکوں جنت بہتر

اس کے بعد بلا کسی عنوان وغیرہ کے قصہ شروع کر دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

سنیا ھوں کتابانمیں نھایت خبر　　ھی احمد کی بعد از روایت دیگر
کہ ھی نام انکا دنیا نکون پناہ　　جو کوی تانون لیو تیو جاوی گناہ
اگر ھوی نبیکا کرم جس اوپر　　خدا کا پی رحمت ھوی اس اپر
ابابکر بعد از خلافت کیا　　او ساری خلق پر عدالت کیا
عمر ابن خطاب عادل ھوی　　کہ سب عادلاں میں او فاضل ھوی
ولیکن او تو تھی مدینی بھتر　　اتھی چونکہ صاحب خزینی اوپر
ھوا دین ایسا کمالت منیں　　و جو تھی نبیکی عدالت منیں
کہ اسوقت اصحاب ایسی اتھی　　سدا سوں اقرار کرتی اتھی
زبانسوں ذکر او سو کرتی اتھی　　عبادت میں سر بھوین دھرتی اتھی
عمر کون جو اسوقت فرزند یک　　خدانی دیا تھا او دلبند ایک
اتھا حسن میں جو تک او آفتاب　　کہ زو تشن ھوا استی یو ماہتاب
عجب خوبصورت او دلدار تھا　　عمر کا جو اسپر بڑا پیار تھا
ابو شحمہ سر نانوں اسکا رکھی　　دنیاں میں نہیں کوی دیسا رکھی

صحابی جتی تھی سو دلگیر ھو　　عمر کون کئی عرض تقصیر یو
کہ شحمہ کون بخشو تمیں پیار کر　　دکر میں تو ھنا ستو بار کر

کہ شحمہ بدل سبکوں مارو تمیں — اسس مشکل ستی بھار کا پرو تمیں
اصحابیاں نکوں سمجا کو بولی عمر — شریعت کی باتاں نکوں کھولی عمر
اصحابی جتی تھی اپن ٹھار ٹھار — بھی روتی لگی سب وھاں زار زار

خلق سب خدا سوں مناجات کر — منگی سب دعا شحمہ کی ذات پر
اتھی خلق عالم اسی شور میں — بیجا کر رکھی شمہ کوں کور میں
اوسی رات دیکھی جو حیدر نی خواب — بھی بولی او جا کی عمر سوں شتاب
دیکھا خواب میں آ چکے رات کوں — اتھی شحمہ حضرت کی سنکات یوں
او پیتی تھی کپڑے عجیب خوش بسی — او دستی تھی خوبونکی محبوب سے

اسی سلسلہ میں شروع کرتا ہے۔

نظم بہوت خوشتر عجب خو بھی — قصیا نمیں یو قصا بھوت اپرو بھے
کہ یو بات سنکر جتی خاص و عام — او آمین بولی سونی تمام

اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی بیان کی ہے اور خدا کے خوف سے ڈراتا ہے اور پھر

کیا ھوں قصا میں عجیب طور میں — کیا یو قصا آ جکی دور میں
یو دل دھو توں اپنا خرابات سوں — بھی چپ رہ توں بعضی خیالات سوں
اتھا دان عمل یو قصا فارسی — نظم خوش دعا دیکا ھی آرسی
سما یا اپسمیں جو جینک کے سار — نزاکت لطافت میں ھی خوش نکار
یو تصنیف نصیحت ھی اللہ کا — کھی سو مدت پاہی اللہ کا
تخلص انو کا جو نامی اسے — یو نامیں تخلص کر آمین سے ھے
پرو تی اتھی دور یو اسوقت پر — اتھی انکی سولا برس کا عمر

یو دلکی صدق سون اپی ہو غواص   نیکالی یو موتیان عجب نیک خاص
دیکہیا میں قصا یو لطافت بھریا   لطافت بھریا ہور نزاکت بھریا
شکر جو میں کرتا ہون اس بات تی   قصہ یو پورا ہوی میری ہات تے

خدا مدت منجہ ہدایت ہوا   تہی فکر سوں میں مرتب کیا
وزنکا ترانہ و میری ہات میں   رہی فکر دلکی میری ذات میں

اول میں فکر کون میرا یار کر   پرویا جواہر کون میں ہار کر
ہزار ایک برس ہور نود سال میں   جیب کی ستاویس ویں رات میں

کہ توفیق خدائی منجی جب دیا   ندان یو قصا میں مرتب کیا
یو بتیان جو چھی سوا ور ساٹ کر   پرویا ہوں موتی نمن دانکر
اگر کوئی پر نیکی اپس پیار کر   رکھینگی گل میں اپس ہار کر
الٰہی بیامرز این ہر سہ مرا   مصنف او قاری نویسندہ را

تمت تمام شد قصہ ابو شحمہ

در مقام سرنگ پٹن

اس صراحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کتاب امین سے عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی تہی اور کسی اور نے اس کو سنہ ۱۰۹۱ھ میں ترجمہ کیا ہے۔

یورپ میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے اسلئے اختلافات ظاہر کرنے کا موقع نہیں اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اسلئے مقابلہ بہی نہیں کیا جا سکتا۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ ہمارے خاندانی کتب خانہ میں ہے۔

قصہ حسینی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

(بلوم ہارٹ نمبر (۲۳۳ / ۵) ورق (۷۹) سطر (۱۶) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"امام حسین کے حالات اور جنگ کا بیان ابتدا میں حمد و نعت خلفاء راشدین کی منقبت۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اور محمد حسین گیسو دراز کی مدح ہے۔ مصنف عزیز۔ تاریخ تصنیف ۱۰۹۰ھ"

اسپرنگر، اسٹوارٹ، ڈی، ٹاسی کسی نے بھی اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ کیونکہ ان کی فہرست میں یہ شریک نہیں ہے۔ اور پھر بلوم ہارٹ نے بھی صحیح حالات نہیں لکھے۔ مثنوی کا نام نہیں لکھا مصنف اور تاریخ تصنیف کی جو وضاحت کی گئی ہے وہ بھی صحت طلب ہے۔

میری تحقیقات سے اس مثنوی کا نام قصہ حسینی ہے جیسا کہ خود مثنوی کے اشعار سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

دھرو لا نام قصہ حسینی کگر — بھی کد کوئی ایسا نکتے لبشر

(ص ۷۹ ب)

قصیاں میں قصایو اسے آبدار — حسینے قصہ یو اسے آبدار

(ص ۸۰ ا)

بلوم ہارٹ نے جس شعر سے ۱۰۹۰ھ اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس شعر سے صاف طور پر ۱۰۹۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔

تھے ہجرت نود پر ہزار ایک سنہ — گندرکے نبی ما فنا صور رحمہ

(ص ۱۲۵ ب)

علاوہ ازیں زبان کے لحاظ سے بھی یہ گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔
مصنف کے متعلق بلوم ھارٹ نے جن اشعار سے عزیز خیال کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

سنوا اے عزیزان قصہ دلپذیر — قصے میں قصہ بھی کہوں بے نظیر
(صہ۷ ب)

عزیزان سنو کہان سو کان دھر — حسن شہ کا قصہ دھیان دھر
(صہ۸ ب)

عزیزاں سنو بات دل وجان سو — کہوں بات سانچے میں ایمان سوں
(صہ۱۴۴ ب)

نہ رکھنا کفر میں اناالے عزیز — لیا ایمان سگل یو چلو با تمیز
(صہ۱۴۴ ا)

میری رائے میں یہ صحیح نہیں ہے یہاں عزیز سے مصنف اپنی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ مخاطب کر رہا ہے اس کے برخلاف میں اس کو "خواص" کی تصنیف قرار دیتا ہوں بہت ممکن ہے خواص علی نام اور خواص تخلص ہو اس کے ثبوت میں حسب ذیل اشعار دیکھو۔

سینا کاٹ دھر جیب بچن خواص یو — سرن کر کھیایوں نیت داس ہو
(صہ۶۹ ب)

ہوودین خواص ھورھام کون فام یو — رھیں بعد میرے میرا نام یو
(صہ۸ ا)

اے یاران سنو بھی علی خواص کے — کیا صفت جب میں ایسی ذات کے
(صہ۱۴۵ ا)

امید میں دھرون یون خدا پاس یو — دیدار مجکون کرین خواص او
(صہ۱۴۶ ا)

رکھیں بہی چرن پاس نہی خواص کے — گل اندام نازک مشک باس کے
(ورق ۱۴۶ ب)

جگت خواص ہور عام کون شاد کر — اودیسے سب کا بربادکر
(ورق ۱۴۶ ب)

اسپرنگر نے عیار الشعراء کے حوالہ سے ایک دکہنی شاعر خاص کا ذکر کیا ہے ممکن ہے وہ یہی ہو جس طرح غواصی کو غواص لکہا ہے اسی طرح ممکن ہے خواص کو "خاص" ظاہر کیا ہو۔ اگرچہ دکہنی تذکروں میں بہی ان کا نام نہیں ہے مگر یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں کیونکہ اسی عہد کے اور بیسیوں شعراء جن کا کلام موجود ہے تذکروں میں پتہ نہیں ہے بہرحال میری رائے یہ ہے کہ قصے حسینی کا مصنف خواص ہے جو قطب شاہی دربار کا شاعر تہا۔ زبان کے لحاظ سے بہی اس کو قطب شاہی تصنیف قرار دینا ضروری ہے۔

خواص کے کچہہ حالات خود اس کی تصنیف سے ظاہر ہوتے ہیں۔

وہ فقیر منش آدمی تہا صوفی شاہ قادری سے بیعت تہی ادن سے خلافت بہی ملی تہی۔ اس کو شاہی دربار سے کچھ تعلق نہیں تہا۔ اس کو اپنی شاعری پر دعولی نہیں ہے اور نہ اپنے آپ کو شاعر تصور کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ اس قصہ کو ایک بشارت کی بناپر لکہا گیا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کی ہے اور بتایا ہے کہ ایک رات اس نے خواب دیکہا کہ وہ آنحضرت کی مجلس میں موجود ہے آپ کے آل واصحاب جمع ہیں آنحضرت نے اس کو ارشاد فرمایا کہ امام حسین کا قصہ لکہے اس حکم کی بناپر اس نے قصہ لکہا پندرہ ذیحجہ ۱۰۹۰ھ کو عصر کے وقت اس سے فراغت ہوئی۔ قصہ اپنے مرشد کو سنایا وہ بہت خوش ہوئے پان عنایت فرمایا۔ اور خلافت عطا کی۔

مثنوی میں پہلے حمد پہر نعت خلفائے راشدین کی منقبت اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح پہر سید محمد گیسو دراز کی تعریف اس کے بعد قصہ شروع ہوجاتا ہے۔ کسی

بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس میں حضرت امام حسینؑ کا قصہ ہے مگر صرف شہادت کے حالات نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ایک افسانہ اور قصہ ہی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ عبدالمناف کے دو لڑکے تھے جن میں سے ایک ہاشم تھے جن کے فرزند عبدالمطلب ہیں ان کے پوتے آنحضرت کے نواسے امام حسن اور حسین ہیں۔ ان کو آنحضرت نہایت عزیز رکھتے تھے۔ ایک دن جبرئیل آئے اور خبر دی کہ ان کو قتل کیا جائے گا آپ نے دریافت کیا کون قتل کرے گا؟ کہا گیا یزید بن معاویہ آنحضرت کے انتقال کے بعد ابوبکرؓ پھر عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے علی علیہ السلام کے بعد معاویہ نے اپنی حکومت مستحکم کر لی۔ اس زمانہ میں یزید مدینہ آیا مدینہ کی ایک حسین اور جمیل خاتون زینب نام عبداللہ ابن زبیر کی بی بی تھیں۔ یزید نے ان کو دیکھ پایا عشق کا تیر جگر کے پار ہو گیا اپنا حال زار باپ سے بیان کیا معاویہ نے ابن زبیر کو مال وزر کا لالچ دلا کر زینب کو طلاق دلا دیا۔ عدت کے ختم ہونے پر موسیٰ انصاری کے ذریعہ یزید کا پیغام روانہ کیا گیا راستہ میں قاسم بن عباس سے ملاقات ہوئی قاسم نے موسیٰ سے کہا ان کا بھی خیال رکھا جائے اس کے بعد موسیٰ کی حسن ابن علی سے ملاقات ہوئی آپ نے بھی اپنے متعلق کہا۔ موسیٰ زینب پاس پہونچے اور ان کو تینوں کے ارادے سے مطلع کیا۔ زینب نے ان ہی سے مشورہ کیا انہوں نے کہا اگر حکومت مال زر اور دولت کی خواہش ہے تو یزید کو ترجیح دے اگر حُسن کی تمنا ہے تو قاسم کو قبول کر۔ اگر آخرت کی خواہش ہے تو حسنؓ کو پسند کر۔ اس نے امام حسن کو منظور کیا اور عقد ہو گیا۔

جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کو زہر کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ اور امام حسینؓ سے جنگ کے لئے فوج روانہ کی۔ اس کے بعد کربلا کے حالات صراحت سے لکھے ہیں پھر بیان کرتا ہے کہ امام کی شہادت کی بعد ایک تاجر ہاشم نام نے محمد ابن حنیفہ کو خط لکھ کر یزید سے مقابلہ پر آمادہ کیا وہ بھیس بدل کر آئے اور یزید سے ملاقات کی اس کو قتل کیا امام زین العابدینؑ کو طلب کر کے

بادشاہ بنایا گیا اس توضیح کے بعد اب کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

تون سبحان ہے پاک پروردگار ۔۔۔ سدا ایک ہے تون اسے برقرار

تون نرمل نرنکھار نر دہار ہے ۔۔۔ توان اول ہور آخر ہنھار ہے

نہ تج نیند غفلت نہ انکھیان کے تون ۔۔۔ سدا جیوتا ہے تون بن جیو سون

نہ تج باپ مادر نہ عورت اسے ۔۔۔ نہ فرزند بیٹا نہ بیٹی اسے

نعت بلا کسی عنوان کے حمد کے ساتھ ہی شروع کی گئی ہے۔

محمد تون ہے نور ونتا کھنیر ۔۔۔ جگ آدھار ہے ہور جگ دستگیر

شرف یو جو تجکون خدا نے دیا ۔۔۔ اپس نور تے تجکون پیدا کیا

تون صاحب ہے لولاک تعریف کا ۔۔۔ تون سب دنیان میں ہے عاریف کا

منقبت تون ہے ای ابابکر صدیق تول ۔۔۔ سو ایمان حق پر توں لیا اول

....

ابوبکر بعد از عمر نہ سے تون ۔۔۔ خلافت کیا تون بہلے طرح سون

....

نبی کا جنوا ئے سو عثمان تون ۔۔۔ خلیفا عمر بعد ہے جان تون

....

تون عثمان بعد از خلیفا علی ۔۔۔ ہوا ہے دو جگمین خدا کا ولی

تون ہے شیر حیدر خدا کا ولی ۔۔۔ شجاعت تیری سن جہان کہلبلے

....

مدح غوث تون ای غوث اعظم سو ثقلین ہے ۔۔۔ تون اکمل مکمل سو کونین ہے

کھیا رب نے تجتے سو جمجم کلام ۔۔۔ توں نوری نبی کا علیہ السلام

....

بھی تج بعد از حضرت ہیں بندی نواز ۔ محمد حسینی ہیں گیسو دراز

دیکھی تج سے رتبہ اپسنے زیاد کیئے نہ نود نام تجپر سے شاد

مصنف کتاب لکھنے کی وجہ اس مدح گیسو دراز کے تحت اسطرح لکھتا ہے ۔

سنتا تہا سو یک رات میں خواب میں ویکین دل اندر اتھا یاد میں

کرم لطف کر منج پہ عالم پناہ نبی یا محمد شفیع العناہ

بدر چودویں چاند کے برج کا سند حسن کا در جھکے برج کا

آئے دیدبی سون چندر سورہی نہ چندر سورج کون اتھا نور یو

حسن ہور حسین بہی اتھی چہار یار انور ہیں علی شاہ دلدل سوار

کھڑا ایک طرف میں تھا حیران ہو بھے تلتل نبی پر قربان ہو

دیکھی بھر نظر منج بلائے نزدیک ہور حمت خدا تج سے پیارا دیک

بٹھائے سمور اپ پکڑ ہات منج توں ہے دوست میرا کہے سات منج

اسے پیار میرا اپہ تج زیاد توں تلتل میری دلکوں کرتا ہے شاد

اھوں میں محمد نبی الختم ہوی نور سے تیرے منج یو ساری عدم

کہوں بات میں ایک توں کان دھر سینے پر توں چلتا رہے کیان دھر

تھا ایک حسن شاہ حسین کا پہیل بنا توں دھرتیا سب قصے میں فضل

دکھن سال ہوتے پہیل دھال کے لیا توں سمندتے اپر خیال کے

کندوں دھار اسکے پون کانت سون شجاعت حسین شاہ بہوت تہا سون

ابتدائے قصہ جس کا عنوان لکھا گیا ہے ”در قصہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ“

تھے عبد المناف کون پہل دو پسر — یکس نام ہاشم امیہ دیگر
ولیکن دونو کے پتیان یک لگیان — ہوا یک تخت اوادل نیچ تھیان
کیا تھا پنچ میچ انکون خدا — کتے چیر شمشیر سون او جدا

ابا بکر عثمان عمر ہور علی — اچھیتکے یا نہ فاطمہ ہور ولے
کھے جبرئیل اے حبیب خدا — مریضان کتیں توں طبیب سدا
سنو بولتا ہوں بیان وار سون — توں اوجھار امت نرا دھار کون
معاویہ ہے یک تج بد ذات کا — یزید اسکون بیٹا ہے کذاب کا
کھری رہین عدو ہوکہ جنکے نیت — ستا دیں تیری آل وندی سخت
نہ ہے پہر توں ہور فاطمہ یا چہار یار — کتے آل کون تج عدو تہار تہار
اپین بھی غذا بانتے مرجایگا — نکل تن کے کھرڈی ہو نبا یکا

اگر چاہے دولت دنیا دار کون — سو کرنا یزید کون نکاح آج تون
دگر چاہے صورت حسندار تون — نکاح کر توں قاسم بن عباس کون
اگر چاہے توں حق سنے رحمت کری — بھے دنیا ہور عقبی اپینے سر پری
سو کرنا نکاح توں حسن جان کون — بولیا یو ہمارا سو سچ مان تون

اتھا ناؤن اس کا سو اکبر علی — ولیان میں خدا کے اتھا اکمل ولی
اتھا او چندر ستہ کیرا پیار کا — صورت میں اتھا او نبے سار کا
دیکھی شاہ اسے جب نبی یاد آویں — اپینے سون لگا کر تھے تلتل آئیں

اٹھیا غلغل تب او تکبیر کا   اٹھیا شیر بالک حسین شیر کا
پڑیا جا غنیم پر سوا او قہر ہو   چلیا مارتا دہر پر دہر ہو
لگیا تور سنے بی ضرب بیشمار   منڈیاں تن غنیم کیاں پیڑی ٹہار ٹہار
کیا سب دہندیا نکو بیراستے تل اپر   ماریا چہار سد سوار جنگی لشکر
ولیکن نہ پانی اسنے پائیا   سو پھر باپ کے پاس دب لیا گیا

چلیا مارتا کچھ بہتر ہیبت تا   اورن سو رہا شم بیری دہشت تا
لیا مار جا اس شمشیر کے سو تمیں   کچھے یار سارے بیر پایا مار وین
پریا بید ہرک یو مو گئے لگ سکل   تراں بھیس بدلا چلیا او نکل

بھیجے سیچنے پہ سیچنے او کسر سنے لکیا   محمد حنیفہ کون نامہ لکھیا
کہیا اے محمد تون سہے شیر نر   تون فرزند علی کا تون سہے زور در
تون اپنے تیری بھائی پر حسد ہوا   کاٹیا سر یزید نے حسین شہ ہوا

بزاں شہ محمد حنیفہ نول   کیئے پرفنا سب دنہدیا نکون چھل
خلافت دیا شہ کنول پھول کون   او فرزند حسینا کے مقبول کون
کرایا شہرن سب حکیت خواص سون   دلا خلفشان یاں اخلاص سون

بھیجے ہاشم تا جبیر کنبہبیر کون   دیا تشریفاں بہوت بکید چیر سون
تھیے تا میری لکسا اسید ہات سون   کیا بخشش شہنشہ کے نہایت سون

رہے روشنے جگ میں اس نور تے — ہوی ہیں سکت سور کے سور بکے
دنیاں میں برکت انو نیج سے — وکرنہ فنا ہو ذرا ناچ رہے
ہور رحمت انوال اولیاد پر — جتے تابعین ہور جفا ذات پر

قصہ کی انتہا یہاں ہوجاتی ہے اس کے بعد بلا کسی فصل کے اس کے ساتھ ہی اپنے پیر کی مدح شعر درج کردی ہے بعض شعر جس سے نام وغیرہ کی صراحت ہوتی ہے اور خود اپنے متعلق اظہار کیا گیا ہے ذیل میں درج ہیں۔

کردن بچے صفت میری پیر کی — اور روشن منورا ہے سور کی
فرض تج اپر ہے یو شت کارنے — ثنا کر بدل شہ اپر وارنے
پکرھا ست میرا جیندر او سس رات — او حضرت صوفی شہ قادری قراتؔ
جکا کرت جھلکون کرم پیار سون — رکھیا کر الیس مج نراد ھار کون
ہوا نور پر نور بہی نور کون — کیا دل منور ادک سور کون
پیرین ایک پر یک سیتے امی کر — پھریں دیک چران شاہ شرف پائی کر
تہا مکشوف شہکون دنیا دین سب — او پوتا میرا کان سے شوق رب
عرش تے سری الکس چھپیا کچ نہ تھا — مراقبے سینے شاہ رہے دیکھتا

اس کے بعد اپنے پیر کی تعریف کی ہے مریضوں کو ان سے شفا ہوتی تہی راجا پرجا کوئی ان کی نظر میں نہ تہا۔ ان کو کچھ غصہ نہ آتا تہا اس کے بعد لکھا ہے۔

اسے نور سے کچ رہیا پاس منج — جنم جگ جتے لک رہے پاس منج
اسے نور تے منج سدا نور ہے — وسے شہ غم و دل سدا چور ہے

اس کے بعد لکھا ہے۔

نہ برکت جیندر شہ کے ہر حال میں — لے آیا ہوں ایسے رتن لال میں

دکرنہ نظم کے سکت کان منے | یو توفیق ہوی نیج چندر حکب پتنے
ولیکن بدن پیس پائی کیا | نزان یو قصہ مج نشانی ہوا

کیا میں مدح حبیب نبی کا تمام | یلا بھیجے مج علیہ السلام
دیکھا میں بھتر جا کہ بنکھان سکل | تھے عریان نور اپنے سکل بے بدل

....

حبیب دراست یاران سکل فام دار | بیٹھی تھی کند دری اپر نام دار
بلائے نزدیک مج اوک پیار سول | ملیا مج کھے آج اہی یار تون
اپسکے نزدیک آ دنیج سلائے | نزان دھات بھتر شاہ آپ بہائے
ہوی فارغہ کھان کھا شہ نول | منکائے نزان پان کھاسے بدل
پنیان پان سکے د دنچھل لیائے | دے یک مج دوجی شہ اپی کہائے
نزان یک مپذا سا زرد شال تھا | پیتیے درپشیان کا بھتر خیال تھا
دوجی یک ہری شال کا جامہ نچھل | سفید پاک سالو کا فامیان سکل
منکائے سودر حال او لیا ہی کر | نیائے بجھے لیا بہوت چاؤ کر
نزان ہست پکر منجہ کتک راز گئے | رضا دی نزان مج اپی دھا پنج رسے
ہوا دل منور اسی وقت پر | پھریا دوک جون شہ پرا بجتور
اہی یاران سنو کبھی علی خواص کے | کیا صفت حبیب میں اسے ذات سے
ایا شیر بیکے بھتر کھر سے منے | لرزنے لگے سب پیری درمنے

....

علی مشیر میں ہون خدا جانتا | اتا مج ملاقات سکے واسطا

....

ہوا ایک غائب استہار پر ای شاہ محمد نبی بہائے کر

ہوا ہیں انکے تے سکاسن بہتر تہی یاران سکل بہے انکے تہا چہتر

اپین شہ رسالت پناہ پیار کر بہتر کہر ہماری دسے تاج سر

....

میں توکچ نہ شاعر ہون دعوا کردن نہ شعرا پر میں علاوہ کرون

فقیر ہو پیرپا ہون سدا سوچتا کریں عاقبت کیا نہ مج سوچتا

حکم پر نبی مج کون لاچار ہو کیا ہوں بزبان نظم آشعراو

دعا بہے کر دیج اپڑ ای عزیز پہری پہ قصہ یو عزیز باتمیز

مرتب ہوئی الج گیری چاند میں پہرپیں تب خلق سب کیری کان میں

سبھے تاریخ پندرہ دیں اثر نیم میں پیری پہ جو کوہی اس دہر دنین میں

سبب یو شرع سے موافق اسے ہر ہانے اسے جو منافق اسے

نہ ہو سے تجاوز ورہ دین میں بشارت نبی یوں کئے نین میں

سجنے دین ایمان پر قام سے لذت اس قصہ کا اسپچ نام ہے

کیا قدر یو او ہلا دل کلام بلطف محمد علیہ السلام

ہزارن درود و ہزاران سلام زبان پہ محمد علیہ السلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور نہ یہ کسی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے اس لئے اس کی وضاحت بھی نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک میرے معلومات ہیں اس مثنوی کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

قصۂ پدماوت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے نمبر (بلوم ھارٹ ۱۴۴) ورق (۲۱) سطر ۱۷ سائز ۸½ × ۵½ خط نستعلیق۔

بلوم ھارٹ کی وضاحت :-

"قصہ پدماوت رتن سین راجہ چتوڑ اور پدم شہزادی سلون کی کہانی مصنفہ غلام علی۔ ان دونوں کی شادی کے بعد جہاز کے ذریعہ چتوڑ کو روانہ ہوتے ہیں۔ کتاب نامکمل ہے۔"

اسپرنگر اور گارسی ڈاسی نے غلام علی کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ یہ مثنوی ان کی فہرست میں شامل ہے۔ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شامل ہے مگر مصنف کے متعلق اس نے کچھ صراحت نہیں کی ہے۔

اس مثنوی کے متعلق صراحت کے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پدماوت کے قصے کے متعلق پوری صراحت کردی جائے۔

سب سے پہلے شیر شاہ سوری کے حکم سے ملک محمد جائسی نے ۹۴۷ھ میں پدماوت کے نام سے اس کو "بھاکا" میں قلمبند کیا تھا جس کا ایک نسخہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے ۵۵ ایک اور نسخہ پیارس کے کتب خانہ میں ہے ۸۲۸ اس کے (۱۶۷) ورق ہیں ہر صفحہ پر بیس سطریں ہیں یعنی تقریباً (۴۰۰۰ ۳۳) شعر ہیں۔ یہ نسخہ ۱۱ رجب ۱۱۳۲ھ کا لکھا ہوا ہے خط نستعلیق پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

سمروں ایک کرتا رو | جن جیو دینہ کنہ بہت رو

"بھاکا" کے بعد فارسی نظم و نثر میں مختلف اصحاب نے اس کو مرتب کیا ہے جن میں سے چار منظوم ہیں اور دو نثر میں لکھی گئی ہیں۔

فارسی میں اولاً ۱۰۲۸ھ میں ملا عبدالشکور بزمی نے جہانگیر کے عہد میں اس کو ''پدماوت'' کے نام سے منظوم کیا۔ اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں (۱۵۸۲ع) پر موجود ہے۔ اس میں اول حمد و نعت اور منقبت کے بعد جہانگیر کی مدح بھی کی گئی ہے اور وجہ تصنیف کو بھی ظاہر کیا ہے۔ یہ کتاب لکھنؤ سے ۱۸۴۴ء اور ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی ہے اسی کا اردو میں ترجمہ حیرت اور عشرت نے مل شمع و پروانہ کے نام سے کیا ہے جس کا ایک نسخہ کیمبرج میں موجود ہے۔

بزمی کے بعد عاقل خاں[۵] رازی نے اس کو ''شمع و پروانہ'' کے نام سے منظوم کیا ہے۔ ۱۰۶۹ھ میں یہ مثنوی مرتب ہوئی ہے۔ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ رازی نے اپنی تصنیف میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد شاہ برہان الدین کی مدح بھی کی ہے۔ قصہ کے لحاظ سے بزمی اور رازی کے تصانیف میں فرق بھی ہے۔

ان دو تو مثنویوں کے علاوہ دو اور مثنویوں کا پتہ چلتا ہے جو میری نظر سے نہیں گزریں ایک حسن غازانہ کی جو برلن میں ہے (۹۱۱ ص) اور دوسری حسام الدین نے ۱۱۷۰ھ بنام حسن و عشق مرتب کی، ہے یہ بھی برلن میں ہے (۹۱۹ - ص)

فارسی نثر سے بھی اس قصہ کو زینت دی گئی ہے ایک سچھمی رام متوطن ابراہیم آباد نے فرخ بخش کے نام سے عاقل خاں کے شمع و پروانہ سے اخذ کیا ہے۔ برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ جو ۱۲۱۶ھ میں لکھا گیا ہے نمبر (۱۸ ۹ ۸ اڈیشنل) پر موجود ہے اس کا ایک نسخہ برلن میں بھی ہے (۹۹۸ - P) دوسرا فارسی نثر میں بطور خلاصہ نواب ضیاء الدین احمد خاں نے اپنے قلم سے کیا ہے جو برٹش

---

[۵] عاقل خاں عالمگیر کے عہد کا جلیل القدر امیر ہے جس نے بڑی بڑی ذمہ دار خدمتوں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ ۱۰۹۱ھ میں گورنر دہلی بنایا گیا اور اپنے انتقال تک جو ۱۱۰۸ھ میں ہوئی اسی خدمت پر سرفراز تھا عمر بھی خاصی پائی کیونکہ (۸۲) سال کے سن میں دنیا سے کوچ کیا۔ عاقل خاں جہاں تدبر و سیاست میں اپنی آپ نظیر تھا وہاں وہ اپنے وقت کا بڑا شاعر ادیب اور مؤرخ بھی تھا جس کی تصنیفات سے مہر و ماہ، شمع و پروانہ، نغمات عشق، ظفرنامہ عالمگیر، ایک دیوان وغیرہ مشہور ہیں۔

میوزیم میں (۱۴۱ ۱۹ اورینٹیل) پر موجود ہے۔

ان کے سوا ایک پشتو زبان میں ابراہیم نے اور دوسرا نصف بہا کا اور نصف ہندی میں میر عبدالجلیل بلگرامی نے تصنیف کیا تھا۔

دکھنی زبان میں اولاً غلام علی نے پدماوت، کے نام سے سلطان ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں اس کو منظوم کیا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۰۹۱ھ میں ہوئی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے غلام علی قطب شاہی دور کے اواخر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بیان سے تذکرے ساکت ہیں۔

مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا اس کا کوئی خاص تخلص نہیں تھا بلکہ اپنے نام ہی کو وہ تخلص کے بجائے لایا کرتا۔ بادشاہ (تانا شاہ) کی قربت حاصل تھی۔ وہ اس عہد کا بہترین شاعر تھا۔ غزل نما نظموں کی کافی مشق تھی۔

یہ مثنوی حسب رواج حمد و نعت و منقبت سے شروع ہوتی ہے مگر صرف ایک ایک شعر ہے۔
اس طرح تین شعروں کے بعد بادشاہ کی مدح میں پانچ شعر اور دعائیہ تین شعر ہیں۔ پھر عشق کی تعریف کرتے ہوئے قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔

قصہ کی صراحت اس طرح ہے۔ سنگلدیپ کا راجہ گندھرپ سین بڑا ذی عزت راجہ تھا اس کا لشکر اور خزانہ اپنا آپ نظیر تھا۔ اس کو ہر طرح کی راحت اور آسائش حاصل تھی مگر کوئی اولاد نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ مغموم رہا کرتا۔ اسی غم میں سلطنت سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا۔ وزرا نے اس کی وجہ دریافت کی راجہ نے غم کی وجہ بیان کی۔ وزرا نے نجومیوں سے فال کھلوائی۔ انہوں نے کہا چار ماہ کے بعد راجہ کو لڑکی تولد ہوگی مگر جب بارہ سال کی ہوگی تو ایک شہزادہ آکر اس کو لیجائے گا۔ لڑکی کے تولد ہونے کی خبر سے راجہ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی نجومیوں کو مالا مال کر دیا پیشین گوئی کے موافق لڑکی تولد ہوئی جو حسن و جمال میں سرآمد روزگار تھی خوبصورتی میں کوئی اس کا ثانی نہیں تھا۔ پدماوت اس کا نام رکھا جب اس کی عمر چار سال کی ہوئی تو اس نے ایک طوطا خریدا جس کا نام "ہیرامن" تھا یہ طوطا

ہمیشہ اس کے پاس رہا کرتا اور وہ بھی اس کو جدا نہ کرتی تھی۔ طوطا بھی اس کو محبت کرتا تھا۔ جب شہزادی پدماوت بارہ سال کی ہوئی تو راجہ نے اس کے لئے ایک علیحدہ محل تیار کیا اور وہ اس میں رہنے لگی محل کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فوج متعین تھی باری باری سے ایک ایک دزیر بھی پہرہ دیا کرتا، محل کے اندر رہنے، دائیوں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

"ہیرامن" روز قصّے اور کہانیاں شہزادی کو سنایا کرتا جو عشق و محبت سے بھری ہوتیں دائیوں نے دیکھا کہ یہاں سوائے عشق کے کوئی اور بات ہوتی ہی نہیں تو راجہ کو اس کی خبر کی گئی راجہ نے اس طوطے کو مارڈالنے کا حکم دیا مگر کسی کو اس کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ وہ ہر وقت شہزادی کے پاس رہا کرتا۔ آخر ایک دن عید کے روز راجہ نے شہزادی کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ پدماوت باپ کے پاس جاتے ہوئے طوطے کو ایک لونڈی کے سپرد کیا اور احتیاط کی تاکید فرمائی۔ وہ خبر گیری سے غافل ہوگئی۔ ایک بلی آئی اور طوطا پکڑ لیا۔ اتفاقاً طوطا اس کی گرفت سے بچ نکلا اور اڑ گیا۔ تین روز کے بعد شہزادی محل کو واپس ہوئی طوطا نہ پایا سخت غمگین ہوئی کھانا پینا چھوڑ دیا راجہ کو اس کی اطلاع ہوئی شہزادی کے محل کو آیا تسلی دی۔

طوطا کئی ملکوں کی سیر کرتا ہوا بنگال پہونچا۔ ایک خوبصورت باغ نظر آیا درخت میووں سے بھرے تھے اس نے یہاں چند روز قیام کیا چند روز بعد ایک غریب برہمن شکاری اس کو گرفتار کر کے فروخت کرنے کے لئے لے چلا۔ طوطے نے مشورہ دیا کہ کسی بڑی جگہ لے چل تاکہ زیادہ قیمت ملے۔ برہمن اس کو لیکر چتوڑ آیا یہاں راجہ رتن سین حکمراں تھا راجہ کو طوطے کی خبر ہوئی برہمن کو طلب کیا اس کی قیمت پوچھی اس نے خود طوطے سے دریافت کرنے کے لئے کہا۔ ایک بڑی رقم برہمن کو ملی راجہ طوطے سے خوش ہوا اور ہر وقت اپنے پاس رکھنے لگا۔ اس نے اپنے گزشتہ حالات بیان کئے۔ پدماوت کے حسن و جمال کی تعریف کی رتن سین غائبانہ عاشق ہوگیا۔ ایک دن شکار کو جاتے ہوئے طوطے کو ایک خاص لونڈی کے تفویض کیا اور احتیاط کی تاکید کی راجہ کے غیاب میں لونڈی بن سنور کر طوطے کے پاس آئی اور اپنے حسن کی داد چاہی اس نے

اوپر کی زبان سے تعریف کی مگر جب اصرار سے دریافت کیا تو بیان کیا پدماوت کے پاسنگ کو نہیں پہونچی اس کو غصہ آیا دائی کو حکم دیا کہ طوطے کو قتل کردے مگر اس نے راجہ کے خوف سے ایسا نہیں کیا چھپا رکھی۔ راجہ واپس ہوکر طوطے کا پنجرہ خالی پایا غصہ سے سب کو سزا دینی چاہی دائی نے طوطا حاضر کیا۔ اس نے کل حالات راجہ سے بیان کئے اب راجہ کو قرار نہ رہا سلطنت کو خیرباد کہہ کر تلاش میں روانہ ہوا۔

راستہ میں ایک خدا رسیدہ فقیر سے ملاقات ہوئی وہ اس کے حال سے واقف ہوا راجہ کو اپنا چیلا بنا کر لے چلا۔ جہاز پر سوار ہوئے چھ دریا پار ہوکر سنگلدیپ پہونچے۔ طوطا راجہ سے اجازت لے کر شہزادی پدماوت کے محل کو گیا۔ شہزادی اس کو دیکھکر نہایت خوش ہوئی کل حال دریافت کیا۔ رتن سین کے حسن وجمال کی تعریف کی تلاش میں یہاں آنا بیان کیا کچھ عرصہ بعد عید کا روز آیا طوطے نے راجہ سے کہا آج شہزادی باہر آتی ہے پدماوت اپنے رسوم سے فارغ ہوکر فقیروں سے ملنے آئی۔ رتن سین سے ملاقات ہوئی جب شہزادی واپس ہوئی تو رتن سین کو غش آگیا۔ ایک عرصہ کے بعد کمند کے ذریعہ شہزادی کے محل میں داخل ہونا چاہا۔ کوتوال شہر کو خبر ہوگئی گرفتار کئے گئے قتل کا حکم ہوا اس کے بعد معلوم ہوا یہ دراصل چتور کا راجہ ہے۔ شادی ہوئی۔ ایک مدت کے بعد چتور کو روانہ ہوئے مگر راستہ میں طوفان آگیا۔ جہاز راستہ بھولکر ایک دوسری طرف نکل گیا خشکی پر پہونچے جہاں رکاس رہا کرتے تھے جنہوں نے اسکو لقمہ بنانا چاہا۔

....

اس کے بعد مثنوی کے اوراق نہیں ہیں اس لئے پورے قصہ کی صراحت کا موقع نہیں ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

یجا لیا اول میں خدا کا سپاس | کیا اوس کے الطاف کا میں سپاس
تحیت یو بعد از پیمبر اوپر | بہیجا بعد از اولاد عزت اپر
علی کا پچ دم ہو میری دم میں جسم | جو ہی دور اس دم سون ہم ہور غم

بادشاہ کی تعریف :—

یو بعد از کرون ہیں ثنا چہار یار کا | شہی بوالحسن اولیا جاہ کا
کتک شاہ اوس کا عدالت دیکہت | ہوئے ظلم سٹ دیکہ عادل نیت
سخاوت میں مشہور جوں آفتاب | مکر حق اوتارا ہی اوسکی باب
ہر ایک علم میں ہور بلاغت منے | نہیں کوئی ہم تا شجاعت منی
سزاوار اچہوا سکتیں یو راج | مبارک اچہو سلطنت تخت تاج

شاعر نے جہاں اپنا نام لایا ہے اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

غلام علی نا سمجہ کہی سو پند | پرنی نا کہائی سینتی آڈ بند

غلام علی جس سوں دل لائی | بچہڑنی سوں بہتر جو چہو جائی

غلام علی جسکی تین ہی حیات | جنی حق کی توفیق سوں کوہی دہات

غلام علی پیم کی جہو کنی | کہ جوں سامج کی کس پہ بستی ہو کنی

اب مختلف مقامات سے نمونہ کے طور پر اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ابتدائقصہ ۔ کہ ہی سب جگتر منی سات دیب | سنگل دیب اسپین کا ہی ایک دیب
کہ او دیب میں ہی سنگل پدمنی | نہ جنیت نہ ہستن نہیں سنکنی
سنگل دیب کے نار کا بات سے | سنو میں کہونگا اوکس دہات ہی
اتہا ایک راجا سو بہو گن گنہیر | سنگل دیب کے ملک میں بی نظیر

نکانا دل کنار دپ سین اتھا / حکمت میں برا راج اس بن نتھا
نہ تھا کوچ لشکر کون اسکی حساب / کہ جون کہن پہ تاریاں منی ماہ تاب
خزینہ بھری کوٹھریاں کئی ہزار / جواہر کی صندوق تھی سو ہزار

چلیا اور کہ ساتہ دریا گذر / تماشے جو دیکھتا ہر یک ٹھار تہار
بنگالی میں یک خوش باغ تھا / جو جنت کی دل رشک سون داغ تھا
اتروان لگیا سیر کرنی کی تین / جو میوی کی جھار انپہ پہرنی کی تین
وہانکی قدیمی چو رانوی اتھی / ہیرامن کون دیک آی ملنی وتی
دیکھ جون یو ہی بہوت شیرین کلام / ہوی بہوت خوشحال رانوی تمام

وزیران جو تھی جوان نوچی نول / سولا سو لیا سات اپنی سکل
فقیری کیا بھیس راجا کہنپر / کہی گیروی کسوتان سب وزیر
چلی کوچہ پر کوچہ دن رات او / تماشے دیکہت خوب ہر دہات او
ستیا کار دل سیتی آرام سب / دیا چھور پیرت سیتی فام سب
کبھی آئی بستی منی پائی پیچ / کبھی اور ہی بھوکی ہور کھای کیچ

مشکا کر ہیرامن کون پوچھیا یو بات / کہیا سر بسر سب مہاراج سات
کہیا میں یو مطلب سکے تین پایا / نجومیاں کہی سو بجا آئیا
ہوا دل کون تحقیق یو بات سب / جو بولیا اتھا ہیرس وہای تب
اپکی کیا چہو کون تب قرار / رتن سین کون دیک لیا یا پیار

غلام علی اپنے ہر بیان کے خاتمہ پر ایک اخلاقی نتیجہ نکالتا ہے مثلاً.

غلام علی جس سوں دل لائے | بچھڑنے سوں بہتر جو جیو جائے
کتے خون دل سوں سو دل لاؤ نا | تو یک تل منے توڑ کر جاؤ نا
جناور کتے جانے سے دک پائے | تو انسان خاطر نہ غم کھائے

غلام علی نیں دنیاں ہیں وفا | کدہیں ہے خوشی ہور کدہیں ہے جفا
کہ جون کاند کا ہے چونا زندگی | تو ہرگز نہین کس کون پا بندگی
دنیا کا لیوے کام کوئی سر اوپر | پھرے او کتے کے نمن در بدر
دو دن کا سو جینا نکر پائمال | تون ہٹ حرص کوں جو رہے خوش حال

مثنوی ناکمل ہے جہاں تک موجود ہے اس کا خاتمہ :-

جو ایسی بلا ہیں جو کوئی آئیا | ہمن کوں یہان ناسمج بہا ئیا
کہیا سن اورا کس نتج گیان ہے | غرض وند دردوند سونادان ہے
میں راکس تون انسان میرا خوراک | لے آیا ہون یہان تج کون کرنے ہلاک
دیوانا ہی تون جو منج لیائیا | میری بات سن سات تون آئیا

یورپ میں اس کا کوئی اور نسخہ نہیں اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔
اب اس امر کی صراحت کی ضرورت معلوم ہوئی ہے کہ یہ دکھنی "پدماوت" کس زبان کی کتاب سے ترجمہ ہوئی ہے۔ غلام علی نے تو کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا وہ صرف اس قدر صراحت کرتا ہے یہ قصہ کسی اور زبان سے دکھنی میں منتقل کیا گیا ہے۔

یو قصہ انتھا بہوت شیرین سخن | ہوس کر کہ لایا ہون دکھنی بچن

میرا خیال ہے غلام علی نے فارسی سے دکھنی میں نظم کیا ہوگا مگر غور طلب یہ امر ہے کس فارسی سے اس کا ترجمہ ہوا ہے اس کی صراحت کے لئے نفس مضمون پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

بزمی کی پدماوت کے قصے کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

سنگلدیپ کے راجہ کو ایک حسین لڑکی تولد ہوئی جو طوطا پالتی تھی۔ راجہ کو معلوم ہوا طوطا اس کو بداخلاقی کی تعلیم کرتا ہے۔ راجہ نے ایک بلی روانہ کی ایک دن پدم غسل کر رہی تھی بلی نے طوطے پر حملہ کیا مگر اتفاقاً بچ نکلا۔ بنگال پہونچا پھر برہمن کے ذریعہ چتوڑ کے راجہ کے پاس پہونچا راجہ کی لونڈی نے طوطے سے ناراض ہو کر اس کو قتل کرنا چاہا مگر دائی نے اس کو پوشیدہ کر دیا۔ رائے چتوڑ جس کا نام "رت برن" تھا پدماوت کا دیوانہ ہو کر جوگی کا بھیس لیا اور سولہ ہزار فقیروں کے ساتھ روانہ ہوا سنگلدیپ پہونچے طوطا پدم کو رت برن کے حال سے آگاہ کرتا ہے وہ پوجے کے لئے بت خانہ آتی ہے یہاں دونو کی آنکھیں چار ہوتی ہیں تیر نظر جگر کے پار ہوتی ہے۔ پدم کا باپ نامہ و پیغام سے واقف ہو کر ایک بڑی فوج کے ساتھ فقیروں کو گھیرتا اور گرفتار کر لیجاتا ہے ایک بوڑھا فقیر پدم کے باپ کو کل حال بیان کرتا ہے اب پدم کا باپ معافی طلب کر کے شادی کر دیتا ہے اور دونو چتوڑ روانہ ہوتے ہیں۔ راستہ میں طوفان آتا اور جہاز ڈوب جاتا ہے ایک تختے کے ذریعہ دونو (رت برن اور پدم) ایک جزیرہ میں پہونچتے ہیں اور یہاں سے اپنے ملک چتوڑ میں داخل ہوتے ہیں۔ علاء الدین سے مخالفت ہوتی اور وہ حملہ کرتا مگر صلح ہو جاتی ہے مگر پھر حملہ ہوتا ہے رت برن قتل ہو جاتا اور پدم ستی ہو جاتی ہے۔

اس کے برخلاف رازی کی شمع و پروانہ میں کسی قدر اختلاف ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ پدم جو راجہ سنگلدیپ کی شہزادی تھی ایک طوطا پالتی تھی جو شہزادی کے ساتھ رہکر علوم سے واقف ہوا حاسدوں نے راجہ کو اس کے خلاف بہکایا راجہ نے ملازمین کو حکم دیا کہ پدم کے بلا اطلاع طوطے کو چھوڑ دیا جائے ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی شہزادی کو سخت رنج ہوا۔ طوطا برہمن کے توسط سے چتوڑ پہونچا۔ رتن سین نے شکار جاتے ہوئے اس کی حفاظت اپنی رانی

کے سپرد کی۔ رانی طوطے سے اپنے حسن کی داد چاہی اور تعریف نہ سنکر قتل کا حکم دیا۔ دائی راجہ کے خوف سے اس کو پوشیدہ کرکے راجہ کے آتے پیش کیا۔ راجہ پدم کے حال سے واقف ہوکر عاشق ہوگیا۔ وزیر نے نصیحت کی اور "کام سین" کا قصہ بیان کیا مگر اثر نہ ہوا آخر جوگی بنکر روانہ ہوا چند رفقانے ساتھ دیا سنگلدیپ پہونچے بت خانہ میں قیام ہوا وہاں پدم آئی رتن اس کو دیکھکر دیوانہ ہوگیا طوطے نے ہمدردی کی اور سیف الملوک کا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد وہ پدم کے پاس گیا حالات بیان کئے محل سے باہر لایا دونوں کی ملاقات ہوئی۔ جوگیوں کے آنے کی خبر پدم کے باپ کو معلوم ہوئی دونوں کی شادی ہوئی وطن کو لوٹے راستہ میں طوفان آیا جہاز غرق ہوا۔ رتن اور پدم ایک تختہ کے ذریعہ کنارے پر پہونچے اور چلے مسافت کرتے ہوئے چتور آئے۔ علاء الدین اور دیوپال دونوں نے پدم کے حسن وجمال کی خبر سنکر حملہ کیا۔ دیوپال نے ایک دلالہ کے ذریعہ چال بازی شروع کی رتن اور دیوپال کا مقابلہ ہوا رتن مارا گیا اور پدم ستی ہوگئی۔

فارسی نثر جو فرخ بخش کے نام سے لچھمی رام نے لکھی ہے وہ بھی اسی مضمون کی ہے۔ کیونکہ اسی مثنوی سے نثر میں لکھی گئی ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے اگرچہ قصے کے لحاظ سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ ضرور اختلاف ہے۔ اس کے لئے کوئی قطعی رائے نہیں دی جا سکتی کہ دکھنی پدماوت دراصل کس سے ماخوذ ہے۔ مگر قیاس غالب یہ ہے کہ اول الذکر سے ماخوذ ہو۔ ذیل میں پدماوت کا مقابلہ ہر سہ فارسی کتابوں سے کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی خود اندازہ قائم کرلیں۔

فرخ بخش	پدماوت دکھنی
ابتدائے قصہ آوردہ اندکہ در ولایت سنگلدیپ	سنگل دیپ کے نار کا بات ہے
فرمانروی بود کہ اوراگندرپ سین می گفتند در	سنو میں کہونگا اوکس بات ہے
پیشہ عدل و انصاف از نوشیرواں گوی سبقت	اتھا ایک راجہ سو ہو کن گنبیر
می برد و در سخاوت باحاتم پہلوی ہمسری میزد	سنگل دیپ کے ملک میں بی نظیر

فرخ بخش

و در شجاعت دستی داشت که بر رستم دستان
همدست میشد ؎

فریدون حشمتی جمشید جاهی
سکندر شوکتی دارا پناهی
ز عدلش چون رخ خوبان مهوش
بیک جمع گشته آب و آتش

تمامی راجه‌های آں ممالک مطیع او بودند و بر
آستان عرش نشانش بعجز و نیاز سر می سودند
در همگی ولایت او احدی نبود که گرسنه می بود تعداد
سپاه او از احاطهٔ بیان بیرون بل از مور و
ملخ افزون تشنه لبان بادیه آرزو را از چشمه
فیض خود محروم نمی ساخت۔

گویند که پدماوت طوطی داشت همدم و همساز
محرم راز ذاں سخن نام آں طوطی هیرامن نهاد۔
ساعتی او را از دست خود دور نمی نمود۔ از غایت
الفت پیے او یکدم آرام نمی گرفت بلکه از جان
عزیز عزیز می انگاشت۔

پدماوت دکھنی

نکا ناؤں گندرپ سین اُس اتھا
حکمت میں میرا راج اُس بن نہ تھا
بسا سو سو راجے اتھے اُسکے تل
کمر باند خدمت میں حاضر سکل
نہ تھا کچ لشکر کون اوسکے حساب
کہ جون گھن پہ تاپاں ہتی ماہ تاب
خزینہ بہتری کو ٹھریاں کتی ہزار
جواہر کی صندوق تھے سو ہزار
سوا ایسا دھالی جوراجا اتھا
ولی اوسکی تین کوئی فرزند نہ تھا

اتھا ایک رانوان اوسے پیار کا
نہ آدم میں تھا گیان اُس سار کا
جو تھا عقل کامل دپہنکی کی تین
ہرامن رکھی ناون طوطی کی تین
نہ ایک تل کریں آپستی اوسکوں دور
ہمیشہ رکھی اوسکوں اپنے حضور
تھا گیان تھا اُس پنکھی میں بہوت
سکیں بات ہر کچہ سنی سو نروت
برس نو منی ہوگی روشن ضمیر
پودو نو ہوئے علم میں بی نظیر

فرخ بخش

القصہ چوں طوطیان بدام افتادند صیاد ہمہ
را در قفس حبس کردہ متوجہ خانہ شد دراثنار
راہ طوطی ہیرامن بصیاد گفت۔ کہ اے صیاد
توجہ فرما و بند طوطیاں بکشاد و مراد ر قید
خود نگاہدار انشاء اللہ انچہ بہاے ہمہ طوطیان
خواہی گرفت من ترا زیادہ ازاں خواہم دہانید
کہ تمام عمر بفراغ خاطر در عیال و اطفال
بگذرانی۔

پدماوت

قضا سوں جو آیا شکاری ادھر
پڑی سگلی رانوی سو اسکی نظر
کنک دال جہارا نکی او تور کر
تتی پاند سب یک کوں تک جور

....

ہیرامن یو سن نین ہیں نیر لیا
کہیا شاداچہ قرض کا غم نہ کہا
لیجا منجہ کوں توں کوی راجی کے پاس
جو کچہ ہی سو براد یکی تیری آس
ہوویگا سرافراز ہر بات تی
دلادن بہوت کوچہ ہر دو ہات لے
میرا مول پوچھے اگر کوئی تجی
مکر مول توں چیپ دہاد ہی منجی

فرخ بخش

رای اقبال این معنی کردہ کمرہمت بہ
پشت کرمے عشق بہ بست و بوقت شب
ازجا برجست وتنی چند را از رفیقان خود
ہمراہ گرفت اگرچہ کمند اندیشہ بگرد کنگرہ حصار
نمے گردید اما کمند بر حصار انداخت مشل او
رفیقانش ہر چہار طرف کمند انداز شدند و

پدماوت

رتن سین جون کہٹ کیا انسوں بات
کنذ یچہو سیتی اٹ چلیا ایک رات
لکیا جاک کر کون جو محبوب تہی
رتن سین کی چیو کی اپروپ تہی
سیتی سب وزیران کمندان اپر
جو مضبوط سارے کنکو ریا نکوں کر

فرخ بخش

از حیات جان باز کشید بر حصار افتد ہنوز
راہی از نخل وصال پدماوت بر نخوردہ بود کہ
از ہر چہار طرف شور و شر افزود و از پاسبانان
قلعہ غریو برخاست و جمیع سپاہ راہی
سنگلدیپ بر در شاہ خود گرد آمدند تا آتش
فتنہ را باب تیغ فرو نشانند راہی گندہرب سین
بہ نادیمان خود گفت چون باشد کہ حکم در قتل
جوگیان کنم کہ مرتکب این چنین امور نا شائستہ
شدہ قدم از جادہ ادب بیرون نہادہ اند۔

مرد با خرد مشہور ہمراہ راہی از وطن آمدہ بود
او را ازین معنی اطلاع پذیرفت صرفہ جان نکردہ
مانند شیر دلیر گشتہ پیش راہی گندہرب سین
والی سنگلدیپ رفت و گفت اگر خواہی کہ راہی و
پادشاہی من پایدار ماند راہی رتن سین کہ
والی ہند است ضرر مرسان ندانی کہ فیصل در دیش
است پادشاہ ملک خویش است۔

پدماوت

چڑی پک پچھی ایک جوان پاسے بل
مہاراج تہا سب سون اپنی اکل
گئی دور لگ چڑ کی اس کرا پر
ہوا وہان کی کتوال کون جون خبر
لی لشکر اپسکا سو دور آگیا
اپر سیتی سب کون تلی لیا گیا
بندیا کھینچ مشکا جتنی تہی نقیر
پڑے بند میں بادشاہ ہوا وزیر

....

جو اتنی میں راجا کیا حکم تب
کرو قتل یکدھر فقیران کون سب

قضا سون براد جو کامل نقیر
اتہا گندرپ سین کا ادہو پیر
رتن سین سون بہوت محرم اتہا
دیواری متی اس سون ہمدم اتہا
سنیا جون خبر دار کر آگیا
نرت گندرب سین سون یون کہیا
تجی لوک کہتی ہیں دہریا اسے
دلی جلکی راجیان ہیں کہریا اسے

پدماوت

تیرا انگ جو دیکھے سو گنہگار ہوئے
تیرے نک میں آئے سو خوار ہوئے
نہ انصاف ہے تجھ میں نا پیار کچھ
نہیں رحم تج دل میں نہیں ار کچھ
مہاراج پوچھا کی بو تاج سر
کیا ہوں ستم میں کہو کس اپر
کرو منج خبردار اس بات کا
ہوا منج سوں تقصیر کس دہات کا
کہیا مرشد اوس کا حقیقت جو سب
ہوا اسنگی واقف مہاراج تب

نظم بزمی فارسی

در بحر جزیرہ است سنگل
با قلعہ و کنگرہ مکمل
پہنائے زمیں زہی حسن نیک
در پلۂ او سپہر پاسنگ
ہر برج حصار او سپہری
ہر خشت جہاں فروز مہری
....
ہر کوچہ و فوج ماہ رویان

نظم دکھنی غلام علی دکھنی

سنگل دیپ کے نارکا بات ہے
سنو میں کہونگا اوکس دہات ہے
اتہا ایک راجہ سو بہو کن گنیر
سنگل دیپ کے ملک میں بے نظیر
نکاتا وان گندرپ سین اس اتہا
جگت میں بڑا راج اس بن نہ تہا
بسا سو سو راجی اتہا اسکے تل
کمر باند خدمت میں حاضر سنگل

بزمی

باخود بہ سماتہ جنگ جونان

حیران برخ پدم ہمی دید
ہم ریختی اشک بازمی چند
چندان کہ پدم درو نگہ کرد
دل سوے شناختن نہ رہ کرد

حیرت زدہ ماند اندریں حال
کین طوطی خستہ پر و بال
گستاخ بروی من چہ بیند
خون ابرو و انجک دانہ چند
چشم برخم جو تار مود است
از بہر چہ خبر کی نمود است
زان جا کہ شگفت داست درسر
بروسن بسراے خلوت اندر

....

طوطی ز پس دعاے بسیار
گفت از سر شکوہ پر آزار
امروز نیم اسیر دامت
عمریست کہ گشتہ ام غلامت

غلام علی

چلیا اوکر شاہ کا لے پیام
کیا شاہ زادی کون جاکہ سلام
دیکھی اوس کون اورا کی رونے لگی
چندر رکہ انجو سات دہونے لگی
کہی کیون میرے سینے دل توڑ کر
گیا تہا کہان تون منجے چھوڑ کر
گئیں دل کیا کہوں یکایک نپٹ
کیا عاقبت منجہ سینے دل کوں کھٹ
کتے پیار سوں تج کون پالی ہون میں
کتا تج دکھون اپسیں جالی ہون ہیں

....

ہر امن دلاسا دیکر بہوت دہات
ترن سیں کا سب کہیا کھول بات

اب رازی کی شمع و پروانہ کے ساتھ غلام علی کی دکھنی پدماوت کا مقابلہ ملاحظہ ہو۔

رازی

صبحدم گر ہوائے فصل بہار
لالہ بشگفت گشت گلِ زار
شہ زتن سیں بہرِ صید بدشت
تاکند در شکار ملکش گشت
بانوی خانہ مثل فصل بہار
بستہ برخود ہزار گونہ نگار
شاہ در آئینہ جلوہ ساز نیاز
باخیال خود شش نیاز و ناز
اندر آئینہ دیدان زین
عاشق نفس خوداں خود بین

....

خود بخود شاہ جمال زیبائی
خود تماشا و خود تماشائی
زین سخن سر نہادہ بر زانو
سر بر ارم ز قصۂ بالو
کرد اندیشہ کین خجستہ نوا
گشتہ دمساز تا خدایو سرا

غلام علی

کیا ذوق یکدن شہی نامدار
نکل آئیا بہار کھلین شکار
سہیلی کون اسون جو فرصت ہوا
بکیلا پنکھی دیک غنیمت ہوا
اپسکون زریتی سیتی بہر سنکار
مکلل ہو کر آئیی رانوین کے ٹہار
کہی تو کیا ہے جکت تل ادپر
جو آیا ہی تون سات دریا گذر
نظر تل عجائب پڑیا ہی بہوت
بشہر ہر دیش کا دیکہا ہی بہوت
کہون کیا تیری میں تیا کیان ہی
نہ تجہ کیاں کا کوئی انسان ہے

رازی

در تجزز حال روزن مرد
کرده درویشش اثر بهر درد
زین تیحر دل همه بگرفت
گفت باصم دگر نزدے شگفت
حاشں اللّٰہ این جوان نه گداست
فردوست رجبه اشش پیداست

....

این گدانیست هست رائے رتن
شد ز عشق پدم جلاے وطن
شاه چتور رائے رایان ست
گرچه در کسوت گدایان است
به که این پند بنده به پسندی
سرفرازش کنی بفرزندی
کز من یاورت نمی آید
طوطی این وصف بر تو بگشاید

غلام علی

قضا سون برا اد جو کامل فقیر
اتہا کندرپ سین کا ادجو پیر
رتن سین سون بہوت محرم اتہا
دیواری منی اس سون ہمدم اتہا
سنیا جون خبر دور کر آئیا
ترت کندرپ سین سون یو کہیا
تجے لوگ کہتی ہیں دہرمی اسے
دلی جلکی راجیان میں کہری اچھی
ہتر اک جو دیکہی سو کنہکار ہووے
تیرے نک میں آے سو خوار ہووے
نہ انصاف ہے تجہ میں نا پیار کچ
نہیں رحم تج دل میں نہیں ادر کچ
مہاراج پوچہا کی یو تاج سر
کیا ہون ستم میں کہول کس ابہ
کرو منج خبردار اس بات کا
ہوا منج سون تقصیر کس دہات کا
کہیا مرشد اوس کا حقیقت جو سب
ہوا سنکے واقف مہاراج تب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پدماوت کے دیگر دکہنی اور اردو قصوں کی بھی مختصر صراحت کردی جائے۔

غلام علی کے تقریباً پچاس ساٹھ سال بعد ولی ویلوری نے پھر اس قصہ کو رتن و پدم کے نام سے منظوم کیا ہے۔ ولی کے متعلق مزید وضاحت۔ دور مغلیہ میں آگے درج کی گئی ہے۔ اسپرنگر[۱۵] کی فہرست میں یہ مثنوی شریک ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے

---

۱۵ مولف اردوئے قدیم مولانا حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب نے اس مثنوی کے متعلق جو صراحت کی ہے (جو غالباً اسپرنگر ہی کی وضاحت ہے جس کو اردو کا جامہ پہنایا گیا) وہ حسب ذیل ہے۔

"قصہ رتن و پدم اسکو ولی نے سنہ ہوش میں لکھا ہے اس کا جو نسخہ توپ خانہ کے کتب خانہ میں موجود تھا (اسی کتب خانہ توپ خانہ اودھ کی کیٹلاگ کا مولف ڈاکٹر اسپرنگر ہے۔ ہاشمی) اس کے چار سو صفحہ تھے اور جس میں کم و بیش چار ہزار ابیات تھے اس کی ابتدا حسب ذیل شعر سے ہوئی ہے۔

خدایا تو ہے پاک پروردگار
ترنکار و آنار داچھی انار

کتاب میں مختلف مقامات پر مصنف نے اپنا تخلص بیان کیا ہے منجملہ ان کے دو مقامات یہ ہیں۔

ولی تیرے کرم کی ہے مجھے آس | نہ کر اس آس سوں ہرگز تو نراس

ولی ہے یو سب خالی بہانا | اسی کا کام ہے دینا دلانا

(اردوئے قدیم طبع ثانی صفحہ ۱۰۱)

کہ عبدالمجید خاں[۵۱] قلعہ دار سدہوٹ کے زمانہ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے چنانچہ خود مصنف نے اس امر کی صراحت کردی ہے۔

حراست خاں امیر ایک نامور تھا | سکونت گاہ اسکو سات گدہ[۵۲] تھا
اتھا وہ اہل درد و نیک اعمال | رفاقت میں اتھا میں اس کے خوشحال
قضارا وان سون ہو قسمت نے برخاست | سو آیا ہیں طرف کڑیہ[۵۳] کے دہر خواست

---

۵۱ اس کے متعلق مزید صراحت سدہوٹ کے مخطوطات میں درج کی گئی ہے۔

۵۲ سات گدہ علاقہ مدراس میں واقع ہے یہاں کے جاگیردار مشہور تھے ان میں حراست خان ایک نامور جاگیردار تھا۔ ولی ویلوری اولاً اسی جاگیردار کی ملازمت میں داخل تھا۔ اس کے بعد وہ سدہوٹ آکر قلعہ داروں کا ملازم ہوا۔

۵۳ کڑپہ کا دوسرا نام سدہوٹ ہے۔

نواب عبدالمجید ابن عبدالحمید ایک
سواد بحر شجاع پروانہ لکھ کر
تعین کر مچکوں سدہوٹ کو روانہ
سو حسب الحکم میں سدہوٹ کو آیا

اتھا وان نامور صوبہ سعید ایک
لیسالک نوکران میں منسلک کر
کیا ادصاحب شیرین زمانہ
زنگانگ وان تماشے میں سنے پایا

ان دونو دکھنی کے علاوہ ایک اور مثنوی اُردو میں لکھی گئی ہے جو ملل شمع و پروانہ سے موسوم ہے اس کو اول ضیاء الدین عبرت نے شروع کیا تھا مگر مکمل نہ کرسکے اِن کے انتقال کے بعد غلام علی عشرت نے مکمل کیا اور ۱۸۵۸ء میں لکھنؤ سے شائع کیا ہے۔ اس کا ایک نامکمل نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (بلوم ھارٹ ۱۶۶)

عبرت نے اپنے قصہ کو عبدالشکور بزمی کی پدماوت سے اخذ کیا ہے بعض مقامات سے ان دونو یعنی عبرت اور غلام علی کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ دونو منظوم ہیں صرف زمانہ کا فرق ہے

ملل شمع و پروانہ

سخن سنج معانی محرم راز
ہوائی اس طرح سی نکتہ پرداز
کہ ایکدن دشت و صحرا میں ارتن سیں
شکار افگن تھا با صد زیب و زین
پہنچ کئی نیزہ باز او سپاہ ہزار دون
بیان دشت میں تازہ غستیان
یلونہی دہوم جنگل میں مچائی
غضب کی آتش اس بن میں لگائی

پدماوت

کیا ذوق یکدن شہہ نامدار
نکل آئیا بہار کہلین شکار
سہلی کون آسون جو فرصت ہوا
یکبلا پنکھی دیک غنمت ہوا
الیسکون ندینی سینتی بہر سنکار
مکلل ہوکر اُنہی راتوین کے ٹہار
کہی تون کیا ہی حکبت تل ادپر
جو آیا ہی تون سات دریا کندر

شمع و پروانہ

کیا آئینہ سان اوسکی طرف رو
کہا ہنسکر کہ ای مرغ سخنگو
نہایت تو پرا ہیکا جہان میں
رہا اکثر ہی بزم گلرخان میں
بہار سبز کی مانند بھر جا
ہر ایک صورت کا گل ہی تونے دیکھا
چترنی پدمنی کو جانتا ہے
ہر ایک کا حسن تو پہچانتا ہے
پدم کا تونے ہیکا ناز دیکھا
ہے اسکے حسن کا انداز دیکھا

جو بیدردون نے وہ طوطا اوڑیا
پدم کی ہوش کو گویا اوڑیا
وہ طوطا تہا جو ستا پا توکل
اوڑا کہکر کہ اب تیرا توکل
خیال آسا چلا روئے ہوا پر
دہی وحشت کی وسنی کہول شہپر
کبہو جون چشم کرتا سیر دریا
کبہو مجنوں کی صورت دشت پیما
نہا دل بستہ خشکی وتری کا
کہ وہ سایہ زادہ تہا یک پری کا

پدماوت

نظر تل عجائب پریا ہی بہوت
بشہر اودیش کا دیکہا ہی بہوت
کہوں کیا تیری میں تیا کیان سے
نہ تجہ گیان کا کوئی انسان سے
تون سچ بول منجہ روپیا خوب کیں
دیکہا ہو یکا روپ اپروپ کیں
منج ایسے چتور چہت کے ناری اچھی
کہ جون کنونتی میں ہون پیاری اچھی
نظر تل تیری آج کیسی ہون میں
نہ دربول تون حق سون جیسے ہوں میں

ستارا دو سپاک کے سمندور میں
پریا جت گرداب کی شور میں
جو طوفان اٹہیا تب پریشان کا
پریا فکر آکر اپس جان کا
بچہر کر گیا تہا ہیرا من نکل
شہر چہوڑ ہیبت سون پکڑیا جنگل
کتی دن رہیا اس بیابان میں
کیا در فراری ہوا جان میں
لگیا شاہ زادی کیرا غم اوسی
جو آتا اتہا یاد ہر دم اوسی

ملل شمع و پروانہ

بسانی رنگ عاشق دردمساز
نہ تہا آرام اوسکو غیر پرواز
ہوا پر سبز طوطا فوج در فوج
نظر آتی اوسی جو نہنگ کی موج
جو سکی طرح سے گرم فغان تہا
برنگ نالہ روز و شب روان تہا
ستمکش نے جو اپنی جنس پائی
قیاس اوسکو کیا فضل خدائی

اودہر تو اوسکو تہی ہی انتظاری
کہ آپہنچی پدم کی وہاں سواری
اوٹہایا جوہی پردہ اونی یکبارہ
نگاہی دونو کی باہم ہوئیں چار
کہوں کیا عشق نے جلوہ دیکہایا
ایدہر اسکو اودہر اوسکو غش آیا
ایدہر اودہر ہوئی دونو وہ بیہوش
کمال نشہ میں جیسے قدح نوش
وہ کہا اوسطرف تیری مژہ سے
ایدہر بسمل ہیا اوس تیغ نگہ سے

....

پدماوت

ایدر ہوا رکنی ہوا کی اوپر
نکر کر پر بیکا کر اپنی نظر

....

چلیا اور کہ ساتہ دریا گذر
تماشے جو دیکہتا ہر یک ٹہار ٹہار
بنگالہ میں یک خوشش باغ تہا
جو جنت کی دل رشک سوں داغ تہا
اتر وان گگیا سیر کرنی کی تیں
جو میوی کی جہار انپہ پہرنی کی تیں

بیکا یک نظر تل فقیران دسی
دیکہی کوری نظران سیتی ہر کسی
چلی ان کی سب پہیر سینی نکل
سوائی عاشق کنی جو چنچل
دیکہی سور ٹہا ہی تا بات کا
جو روشن کر نہار اپس جان کا
ہوے بہوت خوشحال اوسی دیکہ کر
جو ہی حسن میں او بہوت نیک کر
کہی دل میں لائق ہی میری یو جوان
دیوی منجہ کون یہ مس سو دانا

گلشن شمع و پروانہ

حروف رمز چہاتی پر بنا کی
چلی القصہ وہ صندل لگا کے
وہ حلقہ کان میں دیکہہ جو اوسکے
ہوئی حلقہ بگوش اوسکی وہ دل سے
پہنا کر دلکو جوگی کی جٹا میں
ہوئی رونق فزا دولت سرا میں
زبس مضطر نہایت مثل سیماب
فغان و نالہ برلب چشم پر آب
طپش سے دل کی از حد نا گوارا
غرض جوں توں وہ گذرا روز سارا

پدماوت

کہی یا خدا منجہ دلاتوں ایسے
بغیر اسکی منجہ کون ندی بھر کسے

و صندل سوں چہاتی پہ لکہی جواب
نہ تہا دیکہی منجکون نیرہی مین تاب
تو کیا واسطہ یہان تلک آ گیا
میری تیں بہی دیکہنی پا گیا
منجی بہی ستیا لیا کی اس فند میں
پنت میں پڑی عشق کی بند میں

مثنوی پدماوت کے دیکہنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ غلام علی ایک بہترین شاعر تہا اوس کو اپنے فن میں ید طولی حاصل تہا مثنوی میں جا بجا ئے اپنی ذاتی رائے اور خیالات ظاہر کئے ہیں جس سے اوس کی شاعرانہ قابلیت واضح ہوتی ہے ۔ اس کا اسلوب بیان بہی سادہ ہے ۔ اس مثنوی کو گولکنڈہ کی مثنویوں میں خاص اہمیت دی جا سکتی ہے اور اس کا مصنف اپنے زمانہ کا قابل شاعر تصور کیا جا سکتا ہے ۔

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ جہاں تک میری معلومات ہیں ہندوستان میں نہیں ہے ۔

جنگ نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (بلوم ہارٹ نمبر ۱۰۸) ورق (۱۱۰) سایز ۹ × ۶ ½ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"محمد حنیف کی جنگوں کا بیان جو علیؓ کے تیسرے فرزند تھے یہ قصہ حسنؑ اور حسینؑ کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ یہ دکھنی مثنوی ہے جس کا مصنف سیوک ہے مصنف نے بیان کیا ہے کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ غالباً محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف سے ترجمہ کیا گیا ہے تاریخ تصنیف ۱۰۹۲ھ ہے"

کسی دوسرے یورپین مصنف نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ نفس مثنوی سے مصنف کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا تخلص "سیوک" جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے صحیح ہے کیونکہ متعدد جگہ صاف طور پر اس کی صراحت ہوئی ہے مثلاً

حکایت انگی پھر سیوک بولتا | براہیم اشتر کا جگ بولتا
(ص ۲۷ ب)

یو سیوک تو ہجری کرے سال تھی | ہزار ایک نود دو کی اپرال تھی
اے سیوک بنام رسول عجم | محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم
(ص ۱۰۹ ب)

دے سیوک غلام نبی کا سچا | شفا کر شفا کر شفا کر شفا
یو منگتا ہے سیوک نے اب تجکنے | مجہ آسان کرتا دیکے سر منی
(ص ۱۱۰)

یہ مثنوی قطب شاہی دور کے آخر فرمانروا کے عہد میں مرتب ہوئی ہے مگر بادشاہ کی مدح وغیرہ کچھ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیوک کو دربار شاہی سے کوئی تعلق نہیں تھا مصنف نے اس امر کی بھی صراحت نہیں کی ہے کہ اس نے کس کے فارسی سے اس کو دکھنی میں ترجمہ کیا ہے۔

قیاس ہوتا ہے کہ اس عہد کے ایک دوسرے شاعر غلام علیخاں لطیف سے ان کی چشمک تھی۔ کیونکہ اسی مضمون پر صرف تین سال بعد لطیف کا اپنی مثنوی لکھنا اور اس میں اپنی فوقیت ظاہر کرنا اپنے شاعری کی تعریف کرنا اور اس کو شاہ نامہ کا جواب قرار دینا واضح کرتا ہے کہ اس جنگ نامہ کو وہ ہیچ تصور کرتا تھا اور اسی مضمون پر صرف تین سال بعد اپنی مثنوی مرتب کرنی ضروری تصور کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے سیوک ضرور ایک مذہبی شخص تھا بلکہ قیاس غالب ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہو سکتے۔

اس وقت کے رواج کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ ابتدا ہی سے اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ مثنوی ناقص ہو مگر کوئی قطعی رائے نہیں دیجا سکتی۔ میرے پاس بھی اس کا ایک نسخہ ہے اس میں بھی ابتدا سے اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے حمد و نعت وغیرہ نہیں ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں ظاہر کیا گیا ہے یہ ایک فرضی داستان ہے اصلیت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ چنانچہ قصہ کے خلاصہ سے اس کی حالت ظاہر ہو سکتی ہے۔

حضرت علیؓ نے اپنے ایک فرزند علی اکبر کو ایک شہر کی طرف روانہ فرمایا تھا جہاں انہوں نے اپنی بادشاہت قایم کر لی آپ کے بھائی محمد حنیفہ تھے۔ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے وقت ایک قاصد کے ہاتھ اپنا خط محمد حنیفہ کے پاس روانہ کیا جس میں درج تھا کہ حسنؑ کو زہر دیا گیا اور کربلا میں انکو (حسین) کو قتل کیا جا رہا ہے۔ تم اس کا بدلہ لو۔ قاصد آیا اور محمد حنیفہ کو دریافت

کرکے خطا پیش کیا اونہوں نے حال پڑھ کر افسوس کیا اور خطبہ دیا فوج فراہم کی چودہ ہزار لشکر کے ساتھ یزید سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ اثنار راہ میں سنا یزید مدینہ پر حملہ آور ہوا ہے آپ ادہر روانہ ہوئے اپنے دو بھائیوں طالب علی اور عاقل علی کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا وہ آئے۔ بڑی جنگ کے بعد یزیدی لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد یزید کا لشکر مروان کی سرکردگی میں مقابلہ کے لئے آیا اب کے بہی محمد حنیفہ کو فتح حاصل ہوئی۔ اب یزید نے ملک روم۔ زنگبار۔ فرنگ اور حبش کے بادشاہوں سے امداد طلب کی وہاں سے عظیم الشان لشکر آیا۔ محمد حنیفہ کو ترکوں کے دو بادشاہ طاغان اور موغان نے مدد دی بڑی جنگ کے بعد محمد حنیفہ زخمی ہو کر گرفتار ہو گئے جس کے باعث آپ کا لشکر منتشر ہو گیا۔ مگر پہر آپ کے سرداران فوج اور بھائیوں نے باہم مشورہ کیا اور آپ کی رہائی کے لئے روانہ ہوئے۔

ادہر یزیدی فوج نے محمد حنیفہ کو گرفتاری کے بعد یزید کے پاس روانہ کر دیا یزید سے آپ کا مباحثہ ہوا آخر آپ قید کئے گئے کچھ عرصہ بعد آپ کی فوج آئی اور آپ کو رہا کر لے گئی۔ اس کے بعد دونو فوجوں کا پہر مقابلہ ہوا ایسی شدید جنگ ہوئی کہ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ اسی اثناء میں محمد حنیفہ نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ کیوں بندگان خدا کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس آواز کے ساتھ آپ گہوڑے سے نیچے آئے خدا کی درگاہ میں توبہ کی اور ایک غار میں چلے گئے غار پر بجلی گری اور وہ غائب ہو گیا۔ آپ کے غائب ہونے پر آپ کے لشکر کو شکست ہو گئی آپ کے بہائی علی اکبر کو آواز کے ذریعہ آپ کے غائب ہونے کا حال معلوم ہوا۔ اور آپ کے عزیز اقارب وطن کو واپس ہو گئے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے

کہوں یک جنگ شاہ شیر زمان — حسین شاہ ابن علی بعد زان
سو اس شاہ کا یک عجب بہائی تھا — ایا یک صور بہائی دو مائی تھا
سو اس نام تھا شاہ محمد حنیف — سو جسکوں بنے سائے جد حنیف

سوایک دن نبی نی علی سون کہے　　　　تون شیر خدا یون سو سنجہ سون رہے

رہے مرتضیٰ سون کو خوشحال ہو　　　　سو خوشحال رون رون ہر یک بال ہو

دئی بادشاہی سکئے سرفراز　　　　دیئی بخشش شاہ نی شہر با نیاز

علی کون بہے ہر یک فرزند انہی　　　　علی اکبر اسنام تہا کر سکیتے

جو سنکات اسہائے کی ستہ نجند　　　　روانا کئے اسی شہر سکے طرف

چلے شہر سکے یات وین نیت لے　　　　سو اس بہائی کون آپنے پیت لے

کیت کیڈ نکون جا تخت قابض سکئے　　　　جو اس بہائے کون وازری دیئے

سکے راج کرنے عدل لوج سون　　　　رویش ریت انصاف کی لوج سون

جو اس شہر سون کربلا دور تھا　　　　سو دونو سنے فاصلا دور تھا

مقابلہ دو شخص

یکایکہ کہور کیون وین دب گیا　　　　زنگی دار فاق اوپر حبیب گیا

مشبب فافا کیا ردّ دوار　　　　کیا صاف نکہ حیدر کا نعرہ پکار

نزیک جا پہیر یا شاہ دانشمند　　　　زنگی کی کر کا پکڑ کمر بند

لیا دین وجا تزین میں ٹی او پار　　　　پہر اسکون کر کر زمیں پر پچھار

زنگی کون ضرب سو چھاری دیا　　　　سبے استخوان اسکی سمران کیا

جو فنیانے دیکھا زنگیکا ضرب　　　　ولد کون لگیا پوچھنے حال تب

کہی یون اہی ملعون جانا کدہر　　　　تنہی آج بہا تا ہون دوزخ بہتر

سو یون بول یکوار سارا کیا　　　　سو جینے کون اسکی آوارا کیا

دیکھیا مار کافر کون استہار کھٹ　　　　دو ٹکری کیا اسکون یکتر سمت

دو عمر علی شاہ روات کہپرا   دیکھیا سعد جیون نہات تا کہا بپرا

تو اتنے میں طوفان مو غان آئی   تر نکہ لاک پر دس ہزاران او جائی

یزیدا نکی دین پیٹ پر آ پڑی   یزد زیر یا لاہو سب کڑ بڑی

مگر نوح کا سپھر کہ طوفان تھا   کتیکہ وقت لک سخت گہسان تہا

زمیں پر لہو کے سوتالی سے بھے   دصدان اسمنے یوں نشانی بجے

ہر یک وار مارین علی بوستے   زمیں کے کوار ان نمن کہو ستے

ہر یک یک طرف یوں سومید آن کیے   یزیدیاں کے رار ماں کوں رادیادہ کئے

لہو سست ہاتیا نکی تنکی تلار   زمیں کا بھریا پیٹ دینے رکار

کھرک سخت ہسد ہات باجن لگے   یزدی کہتو ہو کر رھا تن لکے

پوچھے شاہ اوسے کانسون آیا ھی تون   کہا شاہ آیا ہون میں ردم سون

کیھے پادشاہ روم کرتا ھی کیا   ملکہ ہور شکر سود ہرتا ھی کیا

کہا یا پنجہ لک ہور چالیس ہزار   کنداں ستی بار رو میں سوار

روانا کیا ھی یزید کی کمدن   ای شاہ مظفر میری سون جہوجن

دو لشکر کا مقابلہ

حضرت شاہ کہری باندی لشکر کی صف   کہری باندکر شاہ فرزند نجف

اوتہی دین یزیدی آ ٹیکے بار مل   ٹیکے بار مل بہار پر بہار مل

حضرت شاہ اوتہائی تر نکاں سکل   سو بہایان عزیزان برادر سکل

سو لشکر میں لشکر ملائی کیا   بشر میں لشہ کہل بلا ئی کیا

اوتہیا ہانکہ ہنکارہ چو رہیب تی
لگے مارپیٹ و اراں کبل
سواتنی میں طوغان موغان آئے
نپے آیزیدان کی دین پیٹ پر
سو طوغاں و موغاں دین مائتے
حنف شاہ طوغاں کوں دیکہکر

اوتہیا شور چو دہرنی جو لا آفتے
حنف شاہ کی مومن سواران سگل
ترک لاک پر دس ہزاراں اوچائے
لگے مارے سب سب بے جگر
محمد حنف پاس انپڑی اہٹی
سو خوشی دل ہوئے شاہ حنف شیر نر

لگے مارنے تیغ او تیغ زن
یزیدان کون سب زیر پا لا گئے
یزید دیکہ لشکر کے احوال کون

کہچلنے لگے یون یزیدان کا دہن
لئے مار لشکر او جا لالا گئے
پچہنے کانپنے تن پو ہر بال کون

خاتمہ مثنوی جس میں تاریخ تصنیف اور فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔

یو جنگ عظیما کیا سربسر
یو سیوک تو ہجری کیرے سال تہی
اے سیوک بنام رسول عجم
کریم الشکور و غفور الودود
ہے سیوک غلام نبی کا سچا
یو منگتا سیوک نے اب تجہ کنے
اتہا یو قصہ فارسی سون اول
ختم کر توں سیوک دعا پر کلام

تھی تاریخ تدہان جان خیر البشر
ہزار یک نو دو کے اپرال تہی
محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم
پہچیا تہا نبی پر صوارانہ درود
شفا کر شفا کر شفا کر شفا
مجہ احسان کرنا دیکہے سمنے
کہا دکہنی میں ترجما منجے بدل
بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں مگر اسی مضمون کی ایک اور مثنوی (ظفر نامہ) ہے جس کا ذکر صفحات آئندہ میں آئے گا اسی ضمن میں اس کا مقابلہ کیا جائیگا۔

بلوم ہارٹ نے اس امر کی صراحت کی ہے۔ یہ جنگ نامہ محمد عاشق کے فارسی مثنوی قصہ محمد حنیف کا ترجمہ ہے۔ مگر نفس مضمون کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے دراصل ایسا نہیں ہے۔ محمد عاشق کے قصہ محمد حنیف[ب۵] میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بادشاہ تھا جس کی ایک لڑکی نہایت

ب۵ اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں نمبر (۱۵۹۲) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق جو وضاحت مصنف کٹیلاگ ایتھے نے کی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"اس کا مصنف محمد عاشق۔ ہے جو عام طور سے شیخ نور الدین محمد عاشق سے مشہور تھا "چہار سو عیش و طرب" جو ۱۰۷۹ھ میں لکھی گئی ہے اس کا بھی یہی مصنف ہے۔ کٹیلاگ اسپرنگر میں اس کا ذکر ہے ۰۰۲۳۹ p اور برلن میں بھی موجود ہے ۰۹۲۳ p محمد عاشق زین العابدین (جو عام طور سے ملا صدر الدین محمد بن ابراہیم شیرازی سے مشہور ہیں) کا مرید تھا ان کا انتقال ۱۰۵۰ھ میں ہوا ہے۔ اس کا ایک دکھنی ترجمہ ظفر نامہ یا جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ہوا ہے جس کا مصنف مفتاح العاشق ہے" ص ۸۷۵

بلوم ہارٹ نے جو وضاحت کی ہے غالباً اس کا ماخذ یہی ایتھے کا بیان ہے۔ ایتھے کو جہاں اس امر کا دھوکہ ہوا ہے دکھنی مثنوی فارسی سے ترجمہ ہوئی ہے، وہاں ایک دوسری سہو بھی ہوئی ہے وہ یہ کہ ظفر نامہ مصنفہ غلام علیخاں (جو عام طور پر مفتاح العاشقاں سے موسوم تھا) اور جنگ نامہ محمد حنیف (مصنفہ سیوک) کو ایک ہی خیال کیا ہے حالانکہ دونوں جداگانہ ہے۔

ظفر نامہ کے بیان اور اس کے نفس مضمون کے ملاحظہ کے بعد اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونو مثنویاں جداگانہ ہیں۔ اور اسی طرح یہ محمد عاشق کے مثنوی سے بھی جداگانہ ہے

حسین وجمیل تھی محمد حنیف اس سے مطلع ہو کر گئے اثنار سفر میں دیووں اور پریوں سے مقابلہ ہوا آخر پر محمد حنیف کامیاب واپس ہوئے۔

ظاہر ہے سیوک کا جنگ نامہ اس مضمون کا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مضمون بالکل جداگانہ ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ راقم الحروف کے پاس ہے یہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

"قصہ رضوان شاہ و روح افزا"

برٹش میوزیم لندن میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۲۷۱۶ اورینٹیل) ورق (۸۱) سائز ۱۰ ½ × ۶ ¾ سطر (۱۵) خط نستعلیق

یہ نسخہ ۱۲ صفر سنہ ۱۲۰۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"رضوان شاہ شہزادہ چین اور روح افزا پری کا قصہ۔ یہ ایک دکھنی مثنوی ہے مصنفہ فائز۔ مصنف کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں جیسا خود مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ایک فارسی نثر سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے سنہ تصنیف کو جو سنہ ۱۰۹۴ھ ہے خود مصنف نے بیان کر دیا ہے۔ سنہ ۱۸۷۰ء میں یہ مدراس میں طبع ہو چکی ہے۔"

اسپرنگر کی کیٹیلاگ میں بھی یہ شامل ہے اس کی صراحت یہ ہے کہ

"رضوان شاہ بادشاہ چین کا قصہ فائز نے دکھنی اشعار میں سنہ ۱۰۹۴ھ میں لکھا ہے۔ ۲۸۰ صفحات فی صفحہ ۹ شعر۔"

اسٹوارٹ کی فہرست میں بھی یہ شریک ہے اس نے کوئی صراحت نہیں کی صرف ایک عشقیہ دکھنی نظم ہونے کا ذکر کیا ہے۔

یہ مثنوی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے سنہ ۱۰۹۴ھ میں مرتب ہوئی ہے چنانچہ مصنف لکھتا ہے۔

اتہا جس وقت سال ہجرت ہزار\
اوس اوپر نود اوسکے اوپر چہار\
ہوا قصہ رضوان شہ تمام\
نبی محمد علی پہ ہزاراں سلام

فائزؔ قطب شاہی عہد کے آخر زمانہ کا شاعر ہے امامیہ مذہب کا پیرو تھا۔ دوسرے شعرا کی طرح اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا بلکہ اپنے ادبی ذوق کے باعث نظم کہا کرتا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کو مدت سے کوئی کتاب نظم کرنے کا خیال تھا جب ایک فارسی داستان رضوان شاہ دیکھی تو اسی کو نظم کے لئے انتخاب کیا۔ وہ اپنے اچھے شاعر نہ ہونے کا خود اعتراف کرتا ہے بعض دوستوں کی فرمائش پر اس نے مثنوی لکھی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد و نعت و منقبت ہے تالیف کتاب کی وجہ بیان کی ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ بادشاہ کی تعریف و مدح نہیں ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ چین کے شہزادہ رضوان شاہ نے ایک دن شکار میں ایک ہرنی کو دیکھکر اس کا تعاقب کیا مگر وہ غائب ہو گئی۔ بادشاہ اس کا دیوانہ ہو گیا اسی چشمہ کے قریب جہاں وہ غائب ہوئی تھی مقیم ہو گیا یہاں ایک محل تعمیر کیا ایک دن ہرنی سے جو دراصل روح افزا پری تھی ملاقات ہوئی وصل سے شادکام ہوا مگر پھر جدائی ہو گئی آخر بڑی مصیبتوں اور پریشانیوں کے بعد کامیابی ہوئی با مراد چین کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ پیش ہے۔

اول نام حق کا لی بولوں سخن | بندہ ہوں اوسکی توحید کہولوں سخن
ہی اللہ معبود بر حق قدیم | کہ رحمن ہی خلق پہ ہور رحیم
وہی جملہ مخلوق کوں ہی خدا | تکر یاد اوسی کیون کروں ابتدا

حمد و مناجات کے چار صفحے ہیں اور پھر بلا عنوان ہی منقبت شروع کی گئی ہے۔

ہمارے نبی کا ہی پایا رفیع | مقدم شفیعاں پو سب یو شفیع
شکر اوس خدا کون جو خلقت کیا | ہمیں کون محمد کی امت کیا

نعت کے بعد بلا عنوان منقبت علیؓ شروع کی گئی ہے۔

جنی بہائی کی دین کا تہا وزیر
ہی موسیٰ کون ہارون تجہ کون امیر

نبوت کی رتبی میں تہا جی ولی
موہی ہیکلہان شاہ مردان علی

امیر عرب شاہ دلدل سوار
شہ لافتا صاحب ذوالفقار

سبب تالیف کتاب کے متعلق کہتا ہے۔

شبی میں ھوا ھی کسی دلبری
جنا درھوبھوندہی جی کسکون پہ ہی

ھر یک بات کا ایک قصہ ہوا
ھر یک نقل بھی یو پنچ پیدا ھوا

مزہ بہوت نقل و روایات میں
دقت بہوت لگتا حکایات میں

بھوت ہی حکایات اسدھات کی
کیتیک تو کتابان ھی اسبات کی

کتیک فارسی کون بھی دکھنی کرہی
دولوکاں قیامت تلگ نا مرہی

کتیک نثر او سیں کتیک ھیں نظم
کئی ھیں جمع کوئی عرب کوئی عجم

تو کرنی تیرپا مج کون اس آس سون
نہ تھی نیند مج کون یو وسواس سون

کہ مج سون پچہا کچ یادگاری رھی
جو مج بعد کوئی بہشت روزہی کہی

نہ دیکھا ایسکی طبیعت میں تاب
جو کہنی سکون نظم کر کوئی کتاب

نظم میں رسالی کیتا ہوس
سکت ہی جتی کا و تا کام بس

کیا سیر اکثر حکایات کون
رکھیا دلمیں اپنی ہر یک بات کون

پڑیا تہا میں جتی قصانکی کتاب
سو قصی ہیں یکیات تہی انتخاب

اتہا فارسی نثر میں یو نقل
او سی نظم کوئی نہیں کئے تھے ادل

تو میں بندہ فایز ہوس دہر کو تب ۔۔۔ یو قصی کون دکہنی کیا نظم سب

دسیا فارسی مختصر بسط نہین ۔۔۔ دیا شاخ و برگ اس حکایت کو نہین

بڈہیا فکر جان طول تھوڑا دیا ۔۔۔ بدو نیک طبع آز مایش کیا

مجہی شاعری کا کدہی مشق نین ۔۔۔ کیا ہون بزرگان کی تقلید نین

....

نہ شہرت مجہی شاعری کی ہوس ۔۔۔ نہ انعام پانی کی دل میں ہوس

مہربان جب مجہ پور بی ہوا ۔۔۔ میرا فکر مجہ کون مربی ہوا

طبیعت کی دریا کو آیا ابال ۔۔۔ تو موتیان نکل آتی ہر یک بی ڈہال

....

ابتدا داستان

جتی ہی حکایات کی راویان ۔۔۔ یو قصہ او نو یون کہی ہیں بیان

کہ تہا چین میں یک بڑا بادشاہ ۔۔۔ دو ہاتہی پکڑی اوسکی یک سال راہ

اوس اطراف میں تہا جسے تخت و تاج ۔۔۔ اطاعت کرین اوسکون دیوین خراج

ولایت ملک کچہ نتہا اوسکون کم ۔۔۔ کسی کی طرف سو نتہا اوسکون غم

دلی یون کہی مجہ کو آیند نین ۔۔۔ کہ مجہ نسل میں ایک فرزند نین

جو مجہ بعد اچہی وارث تخت دو ۔۔۔ جہانگیر نکالی تری ہی بخت دو

میرا تخت کہ اوس سون پاوہی نظام ۔۔۔ کرہی مجہ کون عالم منی نیک نام

خاتمہ ملاحظہ ہو

یو قصہ سنہار بہی شاد اچہو ۔۔۔ غم سکہہ سون اچہہ غم تی آزاد اچہو

خدایا اس پاوہی اپن مدعا ۔۔۔ مجہی بہی کرہی مغفرت کی دعا

الٰہی توں فایز کو کر رستگار ۔۔۔ دلا اوسکون جنت میں دار القرار

تن اوسکا پچھتر جای جان سون | ملا روح کون اپنی رضوان سون
جد ہتلک جہان جگ تی معمور اچھی | یو قصہ جہان بیچ مشہور اچھی
کرون کیون شکر اسکی اتمام پر | ہزاران شکر ہی یو انعام پر
اتہا جسوقت سال ہجرت ہزار | اوس اوپر تو داوسکی اوپر چہار

ہوا قصہ رضوان شہ کا تمام
نبی ہور علی پر ہزاران سلام

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اور نہ اصل فارسی قصہ دستیاب ہوا اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

اس مخطوطے کے متعلق دو باتیں اور لکھی جا سکتی ہیں اس مثنوی میں قصہ کے عنوانات اردو نثر میں لکھے ہوئے ہیں ذیل میں چند عنوانات لکھے جاتے ہیں جس سے اس وقت کی نثر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) قصہ رضوان شاہ پادشاہ زادہ چین کا جو عاشق ہوا روح افزا پری بادشاہزادی شہر شہشش کے اوپر بولیا فائز شاعر نے غفر اللہ تعالیٰ۔

(۲) بیان نصیحت و پند و اظہار کلام د بیان اپنا۔

(۳) ابتدا داستان اس قصہ کا اور رضوان شاہ اور روح افزا کا۔

(۴) شاہزادیسوں وزیر دسنے عرض کئے کہ عمارت جنگل میں تیار ہوئی۔

(۵) روح افزا نے اپنی حقیقت بوڈھی پاس بولنے لگی۔

اس مثنوی میں دو مطبوعہ ورق بھی شامل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے میجر ایم ڈبلیو کار نے سنہ ۱۸۷۰ء میں اس کے طباعت کا انتظام کیا تھا اس کا خیال تھا کہ دکھنی شعراء کے کلام کو ایک سلسلہ میں شائع کیا جاے اس سلسلہ میں گلشن عشق۔ پھول بن اور قصہ بی بی مریم کا انتخاب ہوا تھا مگر افسوس سنہ ۱۸۷۱ء میں اس کے انتقال پر یہ کام موقوف ہوگیا۔ جو مطبوعہ ورق شامل ہیں

اور اس کی شرح بھی لکھی گئی ہے اس سے اس کی جانفشانی اور قابلیت کا پورا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اگر یہ کام پورا ہو جاتا ہے تو دکھنی ادب کے جواہر پارے اس کے پہلے نمایاں ہو چکے ہوتے۔

اس مثنوی پر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فائز اس دور کا آخری بلند پایہ اور اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا اگرچہ اس نے اپنے متعلق انکسار سے کام لیا ہے مگر کلام کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی معمولی شاعر نہیں تھا۔ دوسری دکھنی مثنویوں کے خلاف اس میں عربی اور فارسی کی آمیزش زیادہ ہے جس سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ میں اس قسم کی نظم کا رواج ہو چلا تھا۔ بجائے ہندی کے عربی اور فارسی کی زیادہ ترکیبیں استعمال ہوتی تھیں فائز کا طرز بیان بھی پسندیدہ اور دلچسپ ہے۔ کلام کے دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ قطب شاہی دور کی پیداوار نہیں بلکہ زمانہ مابعد سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر تاریخ تصنیف کے باعث کسی شبہ کی گنجایش نہیں رہتی۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔ ۱۲۱ قصص اور ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

"ظفرنامہ"

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ ۱۰۹ ورق (۱۵۸) سائز ۹ × ۵ سطر ۱۷ خط نسخ سنہ کتابت سنہ ۴ جلوس محمد شاہ کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"محمد حنیف کے جنگوں کے حالات۔ دکھنی مثنوی ہے مصنف لطیف۔ جنگ نامہ سیوک بھی اسی بیان میں ہے ہر بیان کے پہلے سرخی سے فارسی میں عنوان لکھا گیا ہے۔ مصنف کا نام غلام علیخاں اور تخلص لطیف ہے اونہوں نے خود کو مفتاح عاشقاں سے بھی موسوم کیا ہے وہ قزلباش قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ظفرنامہ کی تصنیف ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء میں ہوئی ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ شریک نہیں ہے البتہ ڈی ٹاسی نے اس کی صراحت کی ہے

مثنوی میں تاریخ تصنیف متعدد جگہ لکھی گئی ہے مثلاً

سنہ یکہزار و نود پانچ پہ	بنا کر مرتب کیا یو اچھ
ہزار و نود پانچ تا ہور ٹیکر	نہ رہے لکیاں لعن تیرے اوپہ
ہزار و نود پانچ میں باصواب	سب یو مثنوی ہوئی بختم کتاب

غلام علیخاں لطیف عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا قزلباش امیر امامیہ مذہب کا پیرو تھا لطو

تفنن الطبع شاعری کرتا۔ وہ اپنی شاعری کے سوا اپنی امارت اور شرافت پر بھی فخر اور ناز کرتا ہے وہ حیدرآبادی ہونے پر بھی اظہار تفخر کرتا ہے بڑا پرگو شاعر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ صرف ایک سال کی قلیل مدت میں پانچ ہزار پانچ سو شعر کی مثنوی لکھ دی۔ ظفر نامہ کے مقابل وہ فردوسی کے شاہ نامہ کو ہیچ خیال کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ "ظفر نامہ شاہنامہ کا تاج ہے کیونکہ اس میں رستم اسفندار، سیمرغ کی داستان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے ظفر نامہ میں مردوں کی تعریف اور محمد حنیفہ کے حالات ہیں۔ ظفر نامہ میں جو جو باتیں پوشیدہ ہیں وہ روشن دلوں پر ظاہر ہو سکتی ہیں"

مثنوی میں حسب رواج اول حمد ہے جس کے سات شعر ہیں اس کے بعد نعت میں پانچ شعر کہے ہیں پھر حضرت علیؓ اور حسینؑ کی منقبت میں (۱۸) شعر ہیں۔ اس میں یزید پر لعنت بھی کی گئی ہے اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے ختم قصہ پر چند مرثیئے خود کے طبع زاد لکھے ہیں اس کے بعد سبب "تالیف کتاب کا عنوان قرار دیکر اپنے متعلق اظہار خیال کیا ہے پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوتی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ظفر نامہ جنگ نامہ کے ہم مضمون ہے مگر دونو کے قصوں میں اختلاف بھی ہے چنانچہ قصہ کی صراحت سے اس کی توثیق ہو سکتی ہے۔ ظفر نامہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے بھائی محمد حنیف کو اپنا بدلہ لینے کے لئے لکھا وہ اپنے ملک سے یزید کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے اول مدینہ پر عقبہ ابن ولید سے مقابلہ ہوا اس کے بعد یزید سے مختلف معرکہ آرائیاں ہوئیں یزید اپنی مدد کے لئے شاہ ذرنگ شاہ فرنگ وغیرہ کو طلب کیا محمد حنیفہ نے اپنے تین بھائیوں طالب علی۔ عاقل علی اور عقیل علی کو بلوایا اس کے سوا تین ترک سردار طوغان موغان اور عثمان بھی امداد کے لئے آئے متعدد جنگوں کے بعد جس میں بہادری اور شجاعت کے مختلف نمونے پیش ہوتے ہیں شہر دمشق کا محاصرہ ہوتا ہے اس کو فتح کر کے امام زین العابدین کو یہاں کا بادشاہ بنایا جاتا ہے جو وہاں پہلے سے مقید تھے۔ اس کے بعد محمد حنیفہ غائب

ہوجاتے ہیں جس پر امام کو سخت رنج ہوتا ہے وہ دمشق کے تخت پر اپنے بھائی علی اکبر کو حکمراں کرکے خود سلطنت سے کنارہ کش ہوکر سیاح ہوجاتے ہیں مکہ میں ایک روشن دل فقیر آپ کا مرید ہوتا ہے اب آپ مدینہ آکر علم استادہ کرتے اور محرم کی بنا رقایم ہوتی ہے۔

اس وضاحت سے جنگ نامہ اور ظفر نامہ کا اختلاف معلوم ہوسکتا ہے۔

ظفر نامہ کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حمد

کروں ابتدا بسم اللہ سے — مدد منگ تے اسم اللہ سے
کہ اول کروں وصف اللہ کا — بچنے جیو دیا سوا لا اللہ کا
بڑا باغنی کل شی کا دھنی — مساکین ھوویں تس کرم تے غنی

بادشاہ کی مدح

کرٹی الجملہ کر بولتا ہوں عیاں — مرتب کیا ہور کہاں سو بیان
تہا جب دور سلطان شہر بوالحسن — شہر حیدرآباد انکا وطن
کیا تب ظفر نامہ کا میں بنا — مرتب کئی لک سوناچپ رھنا
محرم کا جب بدر پورا ہوا — ظفر نامہ کا تب ظہورا ہوا
بنایوں کیا دن کمر باندہ رات — مرتب سو عاشور کہ چاند رات
ظفر نامہ یکسال میں سب کیا — دہانتی ہر یکتیں سو پڑنے دیا
سنہ یکہزار و نود پانچ پر — بنا کر مرتب کیا یو اچھر
قزلباش قرد نیلوانزاد ہون — ولے زادہ حیدرآباذ ہون
ہی تاریخ مولود میرا غنی — سدا دہیان تیرا دی مج ای دہنی
ہون سلطان عبداللہ کہ دور کا — سشجاع ہور سخا ہوں بری تور کا

لطیف ہون لطیف ہون لطیف ہون لطیف | ضعیف ہون نحیف ہون ظریف ہون حریف
مطول نہ کر اب کیا مختصر | سکل ابتدا انتہا سو یو بولکر
ہی پورا یو سب مثنوی کا شمار | سراپا سو بلکہ ادک پنجہزار
نہ ماندہ نہ سست ہو کو نا کر شتاب | کیا خرمی سات ختم کتاب
ہزاران درود و ہور ہزاران سلام | نبی ہور دلی پر اچھو مندام
مناجات حروفات تجہی میں بند | گناہون سو دل کر سنو دردمند
کسافت تے جون دور ہیتوں صادقان | لطیف ہے کہ مفتاح دون عاشقان

معلوم ہوتا ہے کہ لطیف نے اس کو شاہ نامہ کے جواب پر لکھا ہے اور اپنے کتاب کو اس پر ترجیح دیتا ہے ۔ ذیل کے اشعار اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ظفر نامہ شہنامہ کا تاج ہے | رعیت ہے وہ یو راج ہے
کہ شہنامہ وصف اراجیف ہے | ظفرنامہ مردان کہ تعریف ہے
کہ رستم اتہا یک بلے سیستان | فردوسی کیا رستم داستان
پدر اس کا سیح کرد برتر اتہا | ولے کیا کہ سیمرغ پرور اتہا
محمد حنیفہ شہی انجمن | تمن اول تے کردان کہ گردن شکن

ہمیشہ جی تس دیکھی توہور ہوی | کہ شاعر زبردست پر زور ہوی
ظفر نامہ سالم ہے مثل غرور | ہوی تس دکنی تے حفظ ادک روز نرد
نکو جانو یو او بیج پرواز کر | بندیا ہون سو تس میانے کے راز دہر
ظفر نامہ مردان کا میدان ہے | کہ شہنامہ کنبہ ہور یو چوکاں ہے
کیا کام ات کنکن کہ تین ارسی | دک تسہین عربی ہے ہور فارسی

تون داناہی تو دیک دانائی ستے | کہ بینا ہے تو دیک بینائی تے
ظفرنامہ میں کام کیا کیا ہوا | سے روشن دلانکا یو روشن دیوا

ابتدا قصہ

خبر دیتی ہیں راویان اسو ضا | ہوا کیون اہی سو یو قدر و قضا
کنی کربلا کی سو جبکہ ہی میان | حسین ایکنامہ میں لک سب بیان
رکابدار کی ہات دی بولی تب | میں اسطہار پر جو شہدئیون جب
تون اسوقت نامہ سول رات رات | محمد حنیفہ کی دی جا کو ہات
رکابدار اسد ہات بعد از حسین | روانہ ہوا کر کو پر اشک نین
دو منزل سو یک کرکو چلنی لگیا | کہ سیماب تیون بیک دھنی لگیا

دو شخص کا مقابلہ

اسے پلیں بد حال سے نے مار کر | تجی بہجدیتا ہون دوزخ بہتر
یوسن بات دلمال مردار خوار | تو ہفصد منی کرز تیں نا بکار
اچا کر ستیا جبکہ داناکر ور | تب طالب علی چہن لیے ہت مدور
دہان تے سو نیزہ کہ تیں راست کر | چلایو ملعون ود شاہ پر
و نیزہ صد و بست گز تہا دراز | تے لے لئے کار کر شاہباز
کہ بعد از غضبناک ہو کر لعین | لگیا تیغ کی کرنے ضربان وہین
ہر یکضرب اسکی لگی کرنے رد | ہنر د الیاد ہو کر سد
پڑہوا کر انکی پہل تین پیل تا | نہ دہستا انکہ و چپ اپ کہلتا
دیکہنیاز نکی اکل نہ دہستا ہی فیل | نہیں نفع کی ضرب کرتا تو کیل

کہل دیک بازی وہمت کون ہار
ترنک کیا پچی سنگر تا پکار

ھنی کے کیے چارپک سند قلم
لنبا ہونپر پایا ہیں پو نہ نکی کلم

دہمک پضرب تے چہلم سر پتی
نکل جا پڑیا دور ڈِک نکبتی

نیکی سیس تے اث کو ملعون خرہ
پکپیر کر لیا دک دوال کمر

تو طالب علی بہی نکیچ کر سوال
پکر جلد لیتی کمر کا دوال

زنکی کا وزوری بہوت کر تہکیا
ولی شیر کے تیں ہلا نیں سکیا

یو طالب علی حیدری زور کر
اچا کر پہرا اری یوں یہیں اپر

کہ جون بجلی بادل ستے کپر کپرا
پڑی تیون زمیں پر پڑیا کپر کپرا

جنگ کا سین

جب کفار کا صف نمودار ہوا
تب اسلام کا تیز تر وار ہوا

ادہر تے فرنگی دو زنگی کہ نہنگ
خبردار ہو پیک کر ساز جنگ

سکل توپیاں ہین ہو دا سری
بند اسب خراں تیں ستری پا کہری

فرنگی سو باجا وسکے دہشت کا
بجاتے جون دجال کمذات کا

دمامہ سو جون فیل کہ کو زیتون
نفیری سو جون جغد کہ سو زیتون

نشانان سو جون دہوتران کہ مثال
کہری کہول صف بند ہو کالا ابہال

کیتے انہیں دستے تہی جون دہوتری
کتی اتین شیطان کہ تہی پوتری

دک ان تیں سو یو سب صف صفدری
علم ہا کری کہول کہ حیدری

تو بانکا دمی حیدری تار تا
کمر کیا ہی طاوس ہنکارتا

تب اسوقت کرنا سو پرن در پپری
کہ جون شیر میدان میں کر کری

طبل حیدری سنکو تب بید رنگ
لرزنے لکیا صف تے بامشاہ زنگ

جب اس وضع دو دہر سو کچ بہار ہوا | تو بہا تان نقیبان کا ہنکار ہوا
کہ کن پہلوان قصد میدان کر | بکت طفل دست اپس پچان کر

قصہ کے خاتمہ پر جیسا کہ بیان کیا گیا کہ امام زین العابدین مدینہ منورہ داخل ہو کر لوگوں کو مرید کرتے اور شجرہ دیتے لگے۔ اس کی پوری صراحت یعنی آپ کس طرح مرید کرتے وقت نصیحت وغیرہ کرتے تھے اس کا بیان کرنے کے بعد "بنا محرم" کا عنوان قایم کیا ہے۔

اس میں بیان کرتا ہے۔

کتک دن پچہی دیک ماہ عشور | کہ رسم عزا جگمین کینی ظہور
شدیان تیں کرہی کر علماوا پیندا | وہی دہول سنج میانے غمکا ندا
لوہی دہاستے نقل کر مستعید | مقرر سو دیس کا کرو عید
کہیں کہیں چراغا جلانے لگے | شب و روز کنہچا کہلانے لگے
کہ نا ریزہ تربت بنٹانے لگے | حسینا بدل دھن لٹانے لگے
کہ ہر شب اپنے روضہ خوانے کریں | سہیلن اپنی لے سات علاوہ پھریں
کہ بعداز شدیان کہ سوا بیعت حضور | کریں ہادی ہو مرثیہ کا ظہور
پرین ذکر ذاکر ہو کر جب امام | ردا دیان ہو تب بجر بولیں تمام
دہانتی سو عباد شہ نامدار | اٹہی بول رو رو ٹیکر زار زار
ہمارا عزیزان سنو درد دود ک | ہوا کہوں سو کاریو میں چہو کھو کر
بنا مرثیہ کا سنوا ہی عزیز | کتا ہوں سو سب کہول کر باتمیز

اب ظفر نامہ اور جنگ نامہ کا مقابلہ کیا جاتا ہے اس میں نہ صرف واقعات مشترک ہیں بلکہ دونوں ایک ہی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ظفر نامہ

سہراب زنگی اور طالب علی کا مقابلہ

کہڑے کر کو جا معرکہ میں تر تنگ
اتہی اسو قصع بدل کر بید رنگ
ارے کافران عادیان پیچ پاہ
بکی آدنا پہور دانول ھیا
نبی تیں کرون مار بتلا اتال
اڑموتی کو کر کر کر دشتی تہال
یو سنکر سہراب زنگی پلید
غضب سات آکر نبرد ولید
کہا آج مج شام کی شہر میں
نئی ھیں یرا پہلوان دھر میں
میرا تیس پر پانچ گز قد اھی
بری عادیان منج انکی ردا ھی

....

یو پوچھے تیرا نام کیا ھی سو بول
کی بی نام کی چیکی کرتا کلول

جنگ نامہ

سہراب زنگی اور طالب علی کا مقابلہ

طالب علی محمد حنیفہ سے اجازت لیکر میدان میں آئے اور یوں مبارز طلب ہوئے۔۔

کہا یوں یزیدیان پو نعرہ بلین
جہنم میں اہی قوم آتش قرن
چلے آؤ میری اوپر تیس بتیس
کہرک تل اوتاروں ہر ایک کا سیس
اتہا ایکہ یزیدیاں میں زنگی کتا
خر ہتین ہارا گو دہنگی کتا
اتہا قد او نچا زنگی تیس گز
اپر پانچہ گز تل کہ پنجہ تیس گز
بڑا او چہ لشکر میں زنگی کتے
او سے ناؤں سہراب زنگی کتے

....

سو در حال زنگی نی ویں جلد ہوا
سو طالب علی کا مقابل ہوا
کہا یوں اہی نادان حیوان خام
تیری ہور تیری بابکا کیا ہے نام

ظفر نامہ

تب ہنس کر کہی اِی لعین فہم تین
کتا ہوں سو سن دور کر وھم تین
کہ شیران کتی مجکوں طالب علی
میرا باپ ازل تہی ربکا ولی
یو ملعون و کیا پوچتا داستان
اتا چیر تا ہوں تجی راستان
یو سن بات سہراب زنگی لعین
غضب سات شمشیر والیا سنگین
کہ یوں جلد اسکا سو کر ضرب رد
تب ایسا ستی حیدری ضرب فرد
سپر اس لعین کا اتہ کر تہ تنگ
کہ گردن پری دھرت پر بید رنگ
و سہراب زنگی سو ھو پانول اتار
لگیا عجز کرنی کی تیں بیشمار
تب اسوقت شہزادہ دیتی امان
وہ دو جا منگا کر فرس بیگمان
چڑا سپر و لی شرم پہر آئی کر
کہ واران لگیا مارنی سر بسر
یک ایسا پہرا ضرب سر میں دئی
اسی اسکے کپہوری تی تل دو گئے

جنگ نامہ

دو لشکر طرف دو کہری دیکتے
مسلمان کا نر جیتی نہی وستے
کہے سن اِی زنگی کہوں تج کتیں
میں طالب علی دلدمولا ہون میں
دیکہ وار زنگی کدہ شکی کیا
سو او وار غازی سر پر لیا
پکہر ہات یکہ داران حد کیا
یو سہراب کو داران رد کیا
بزان ہات دونوں میں ہونے لگی
لگے وہات کون بہانن ہونے لگی
کہرک کون کہدک لک کہپرا ہی ہوے
کہپاری سون ہاتن آری ہوے
سو طالب علی ہات کر یاد او
اسس شور نے او سکون سکلا سو
زنگی پر سوا وہات حیدر کیا
وسے ہور ملا اسکی تکبیر کیا
رکہیا مار زنگی کون دو دھد کیا
یزیدیان کے لشکر میں تہر کیا دیا

ظفر نامہ

کہ جتنا لنبا تھا سو اتنا بطول
دو حصہ دھو کر پڑیا بہیں تتول
جب اسو ضبع سہراب زنگی ہوا
عقب سات تب ایک آکر نوا

طوغان ترک و موغان ترک امداد کو آتے ہیں۔

کتا ہوں سنو کہول نقل عجب
کئی فتح سو تیرہا ہی و عجب
دو کیوں فتح کیتیں ہیں سو بولتاؤں
چہپا راز اظہار کر کہو لتا اوں
کہتی ہیں کہ یکروز طوغان ترک
کہ عثمان ترک ہور موغان ترک
یو تینو برادر سو اپنی سرا
کہ تبریز میں بیٹھ مجلس بھرا
ہو غمناک تب یوں لگی بولتی
چہپا مدعا اپنا کہول نی
اہی یاران کہ لی دن بی حسنین کا
نہ آیا خبر شاہ کی دو نین کا
خدا جانے انکا سو کیا حال ہے
کہ کیا غمزدہ ہیں کہ خوشحال ہے

جنگ نامہ

اس میں ذکر یہ ہے اشعار اور ارقش دو
بھائی تھے وہ محمد حنیف کی امداد کو آئے
اور دشمن کے لشکر کی حالت دیکھکر ارقش
طوغان ترک کو جاکر اس حال سے آگاہ
کرتا ہے۔

چلیا وینچہ ارقش نی طوغان کرن
او طوغان کون ہور موغان کرن
ہوا جاکہ حاضر و طوغان کنے
لکیا حال یکدھرتی سب بولنے

یہ دونوں اشعار ایک سابقہ عنوان
کے ختم پر آئے ہیں اس کے بعد نیا عنوان
اس امر کا شروع ہوا ہے۔
"طوغان اور موغان مدد کو آئے"

بڑان زور دیکر اوتھی کو دیکھکر
چلے آئی طوغان موغان کر
فاما یزیدان اپس میں اپس
شتابان بہائی سو جاکہ سر پر کھپے

ظفر نامہ

مجالس پی یون بول رونے لگی
یو تینو نک انجوان تی دھونی لگی
قضارا سو تب ایک قاصد شتاب
محمد حنیفہ کا لا کر جواب
کہ غوغاں ترک ہاتنیں آ دیا
لی دو نامہ تب کہو لکر دیکھا
تو تسہیں سرا سر ہی حسنین کا
حقیقت علی کی سو دو تنیں کا
د نامہ سرا پا سو پر کر تمام
یو کر ملکو غم پا سپکل خاص و عام

حارث بن ابراہیم اشتر کے جنگ کا ذکر ملاحظہ ہو۔

یو جنگ حارث اشتر سی نو خیز کا
کتا ہون سنو ایسی خون ریز کا
کہتی ہیں کہ ابراہیم اشتر کی مین
تہا چودہ برس کا نہنگ پوت دین

جنگ نامہ

حارث بن ابراہیم اشتر کا جنگ

اتہا ایکہ اشتر کون فرزند نیکہ
او چودہ برس عمر دلبند نیکہ
اسے ناؤن حارث اتہا کر کتے
جو او حارث ابن اشتر کتے

ظفر نامہ

و پولاد ہمراہ لی چالیس کپوت
نواسی سپکل عادی چون نسل بہوت
سب آئی ہیں پولاد ملیں غرق ہو
چلی آئی جینی ستی فرق ہو
سریان پاکھران باندھو ریویان کی تنین
جہلم توب بند کر کنکیان سر پو دین
غرورے سنم سات تو آئی چل
ولی دیک یو ضو ہوا ہی چل بچل

....

منجی ایک فرزند شمشاد ھی
میرے عادیان ہیں و آزاد ھی
اس ہیچیا ہون کہ لمحہ منی
تسی بند کو اب لائی تنیوں جا انی
یوں اس وضع تی بول شمشاد تین
بولا کر کہا تسکو پولاد وین
بکی جا یو کودک پکڑ لیا کپوت
تون تس حق اپر جون اچھی نسل بہوت
کہ بعد از سو شمشاد مغرور نی
انگی آئیکر پیر نی ران سور تی

جنگ نامہ

سن ای بات مروان فولاد کون
لیا جاے فولاد میدان تون
کہا ورد کاں پہر کی لو وان سون
ہر یک یک کا لیان تھی جان تون
میرا دیکہ لائق تون چہور ہی اد پو
تو سو علین منخ لہجہ تا سے تکو
منکا تا ہون میں بہیج فرزند کون
پکڑ اسکون جلباچہ کس قندل سون
اتہا پہلوان کس قوی باد کو
بکاریا او سے فرزند شمشاد کو
سو در حال شمشاد جا باپ کن
کہا باپ جا اس بچی کون نزن
سو در حال شمشاد میدان منی
کیا وار حارث پو شیطان نے
جو او وار حارث نی رد کو اسی
کیا وار حارث نی بد کر اسے
ابسے وار میں قتل شمشاد کون
مستلیا مار دوزخ میں دنیا من سون
موا دیکہ شمشاد اس حال سون
نہ طاقت رہیا دیکہ سو سال کون

ظفر نامہ

جلد ڈالیا تیغ کر دست دراز
تو کیا کر سکی شیر کہ تین کر انہ
وعین حارث اشتر سو کر ضرب دو
تب ایسا ستیا حیدری ضرب فرد
اسی اسکے کہوری تی مثل نجار
کیا جلد فی الفور یک وار مار

....

دوال کمر حارث اشتر کا دین
دغاتی پکڑ کر لیا جب لعین
کہ تب حارث اشتر سو پیکیح کر
اپی اسکے پکڑیا دوال کمر
دو دہرتی لکیا زور جب زوریون
کہ تب شیر نر کر کو پڑ زور دو دن
پہرسی یو فرہاد تہین زین تی
معلق اچالیکو ہر د جتی

....

یو بدحال فرہاد کا دیک کر
دتمار خشس آکر دہ بجور خر
یکایک ہوا حارث اشتر اپر
وملعون مرتد ستیا بیک کر

جنگ نامہ

سو سرسال درحال حارث اپر
کیا وار حارث پو نیزا پکر
جو حارث نی نیزا پکو کہنچ کر
کیا وار نیزا پکو اس اوپر
رکھیا مار سینے کی پیلا دکر
دیا بہیج سو سال شمشاد کر

....

دو فرہاد حارث کے نزدیکہ آ
یکایک کمر بند میں ہات بہا
جو حارث نے دیکھا کیا دست سو
.... بہی کمر اس لیا پکڑ او
پڑان زور دو دو نو ہونی لگیا
سو دو نو منے زور ہونی لگیا
او فرہاد نی زور کرنی لگیا
کیا زور منے بن نہ حارت دکیا
جو یک زور حارث نے حملا کیا
سو فرہاد کون کہیچ دو زانو لیا
اناق اوچا کر لیا سر اوپر
بچھاریا زمیں پر پھرا اسپ پر

....

ظفرنامہ

یونو خیز و ضرب رد کر کو دیک
اپی بی ستیا حیدر ہی ضرب ہیک

....

دیکھت یو تماشا سکل قدسیاں
کہ صد آفریں بولی برا سے جو ان
یو ہوئی تیغ بازی سو اس حد تلک
کہ خورشید آیا بہ قطب فلک

محمد حنیفہ کے غائب ہونے کے بیان
میں کہتا ہے۔

خشکل کہات سب لہو ستی بھر کیا
اچنبا عجب کام شہ کر کیا
حوارج کہ جب لہو کے ندی چلی
کہ پاتال لک تسو دہرتے چلے
لہو میں سو گھورا لکیا تیر نے
چلی کر فرتا اچا سیر نے
بیکایک تو اسمان پر سے صدا
دیا غیب ستی سو ہاتف ندا

جنگ نامہ

طویل صراحت ہے کئی لوگ لڑنے آتے
ہیں۔

کیا وار حارث پو ترتا ترت
سو اس وار کون ہیکہ تالیا بہوت
کیا وار حارث نے دیحبور پر
سو دیحبور نے ہات تالیا مکر
تران وار پر وار ہونی لگے
یکس ہیکہ کلہاری ہونی لگی

....

ادحارث کون لشکر جتیا سب سکل
کہی مرحبا ای سپاہی ادل

لکیا لہو میں تیرنی ترنگ سوار ل
او شہد یکہ حیف شاہ اسوار ل
پھر اسکی اپر سخن جلتھل جو ہو
ادکہ سخن جلتھل جو بی داد ہو
ترنگہ اس بھتے لہو میں پہو پہو کہمس
لکیا کرنی بندہی خدا ہنس نہیں
لگے کاٹنے سخن بندہی خدا
کہ از غیب ہیتون شاہ کون آیا ندا

ظفر نامہ

اہی میری محمد حنیفہ دلیر
تیا کاٹ ہنوز تکر ہوی نیں ہیں سیر
میری آخیر یدہ یو ہیں کر سکل
تمن کاٹ کیتی ہیں یوں رن کندل
یوکر آفریدہ تیری وستے
تو یون بیگر کاٹ کر کہودتے
محمد حنیفہ یو سنکر صدا
وہیں ہو کو تازی اپر تے جدا
کہ ترس خدا ویں اپن منمیں لا
یو دینان سیتی ہو ٹیکر دود لا

....

علی اکبر انپری جب آغاز کن
یکایک سنی غیب تے یو سخن
محمد حنیفہ تے ہمنا ہی کام
تمن جا کو پہریان تے اپنی مقام

جنگ نامہ

کہ بندی تیری ہیں یا بندی میری
ہسنجہ سچہ تون تیری ہیں بندی میری
مکر کیا ادتن کا توتہ کرتا رہے
انو کون تون پیدا کر نہا رہے
مکر تون ان کا خدا ذو الجلال
کہ اس دہات مارن تجی کیا مجال
پڑیا یون ندا شاہ کے کوش جا
کھرا کر شہنشاہ ترنکہ ہان بہا
سنیا جون ندا شانی آسمان کا
مہربان خداوند رحمان کا

....

علی اکبر اس غاری کن آہی کر
کئے قصد اپی بہی کہ جانی بہتر
علی اکبر شاہ سنے آوار یہی
ہوا غیب کا انکون آواز یہی
کہی پہر علی اکبر اندر بہنی
خبر یوں زین العابدین کو لی
محمد حنیف سون منجی کام ہے
منجے کام اس سو تجہ صبح شام ہے

جنگ نامہ اور ظفر نامہ قطب شاہی دور کے رزمیہ مثنویاں ہیں۔ عادل شاہی عہد کی رزمیہ مثنوی خاور نامہ ہے اس کے ساتھ بھی مقابلہ نامناسب نہیں ہے خصوصاً جبکہ بعض حالات قریب قریب یکساں ہوجاتے ہیں۔

خاور نامہ

مقابلہ علی و طہماس

ادیوں بولکر قصد جولان کیا
کمان زد کیا سو رمیدان لیا
کسی تر باران دونو ملکر سخت
ھوا کالا خورشید کا بدی بخت
بہت تیر بستی انو پر سپیر
تون بولیکا سپیر انکو وان آہی پر
خالی کتی ترکش زنتر حدنگ
نیزی لیکر او کہولی بازو جنگ
کئی نیز ہی لیکر او چپدان ستیز
موتی تیری ہا نہیں زبر زبر
دہاتھی انو لتی کو پال وکرز
دکھاہی مردی اپنی بیایہ ہی زر
موہی کو تنی تہی نرم پاپا
سنکین کسی حصت میں کو پاپہا

ظفر نامہ

مقابلہ عقیل علی و قیصر قیصران

کہ فلجملہ ہشتاد تن مومنان
شہدان کیا قیصر قیصران
عقیل علی دیک طاقت نہ لا
دتار خشس کافر پو قیحی چلا

....

عقیل علی تب لموا کاری
معلق ھوا کی اپر دال دی
دیکرا سو اپنی انکہی کھنچ کر
برہنہ سو خنجر یو کر شیر نہ
یون اسد ہات ماری سینہ کی بہر
جہلکی لکی نیوں انی پیٹ پر
کہ تب قیصر قیصران مست منم
ھوا شیر کی ہات تی غنم

خاور نامہ

لیا تیغ طہماسس کرنی کون جنگ
کیا شیر سون بہوت کوشش پلنگ
عجب کتی دیکہ حیدر نامدار
اچائی اپنی سر کی اپر ذوالفقار
کری ایک اُس تیغ کون مایہ دار
تون بولیکا خورشید کون سایہ دار
موادر تہی طہماس کا مکہ جون بزر
لیا بامکہ اپر ادپی زرین سپر
ماری سر اپر تیغ اعن گذار
سپر سر اپر اس سوا جون خیار
جو اس شیر کی تیغ کاتی سپر
چرایا ہی طہماس بدخواہ سر
کہوریکی عنیں کون پہرا یا او تیز
چلیا تازہی کون لیکر راہ گریز

ظفر نامہ

مقابلہ علی اکبر و زنگی

سپر گرز کا تب اتہایون طراف
سنے تیو دو صف کہ خلایق براق
و لے گرز سنگیں دہمک کہ تلے
پوشہ زادہ کہ ہار بند بند ہلی
ولیکن شجاعت میں کیچ شک نہ تھا
وکہل کے تہی پو شیر بیشک اتہا
قضارا دویم ضرب الغا لعین
منکیا ستی شہ پر سوا کبر دکیں
علی اکبر اسوقت لے نام رب
لیکر گرز تین کار ہتن لئے تب
پہرا کر پہرا کر ستو تس سس پر
ملک تیون سو ماری ابلیس پر
و شیطان سبچہ لاک حیلہ سنکات
پو کر گرز دو آپنی دہال سات
نکا کر منکیا تیغ ستی بدل
اسے پے لیکر کار پوشہ نول
اسے تیغ تیں کر کو سید اعلم
کتے چار تکیر تس فرس کہ قلم

جنگ مغلوبہ از خاور نامہ

لیا ہات اس وقت شمشیر شیر
بہت سر جو تن تھی انی لیا یا زیر
ہر یک حملہ میں ماریا دلدل سوار
وہاں تیں سو مرد پہے نام دار
انی کوز لی ہات شمشیر نبرد
کو تیا بہوت اسپتار سر ہاسی مرد
چلی سکلی یاران حیدر زجائے
پاری مار لشکر کون سکل زپائے
دو ملکا کا لشکروان ایا بہم
صوا سب بہریا نالۂ زیر و بم

ظفر نامہ

دیا حکم مروان کہ تین تب یزید
نکالو آتا بہار لشکر شدید
اسے حکم میں چار دہ لک سوار
ملا انہین کنجر ہتی سکے ہزار
سکل تین ملا چار دہ فوج کر
پس و پیش وین بحر کا موج کر
چلا لوت کہ بہار مروان لعین
کہرا ہیر رہیا جا کو تب تردہین
یو یزیدیان چار دہ فوج ہو
کہری باندھ صف بحر کہ موج ہو
دمامی بجا لیتے سالم سپاہ
نشانان کہری کہول کر روسیاہ
وک ایسا ہنگامہ تو یو شیر نر
ترنگ تین دتا آکو میدان پر
محمد حنیفہ لے صف صفدری
نشانان کہری کہول کر حیدری
طبل حیدری یون تو بجنے لگیا
کہ جون چک یو بادل کرجنی لگیا
یو سنکر صدا تب حصار دمشق
لرزنے لگیا چہور جہکر لگا عشق

جنگ مغلوبہ از خاور نامہ

اٹہی گرد مروان جو گیتی شتاب
ہوا کالا استیا رکون آفتاب
ہوا وان جیکا جاک تیغ و تبر
جو نیں ہوش رہی کانیں یکدگر
نیزی کیاں سنیان کیان خون نچاک
زرہ تن پر مردان سب چاک چاک
نیزی کیان سننان سینہ جہ تہان
پہانڈیاں کیان خمان پی کلو کر تہان
کہولیاں دان سنینان پی بند زرہ
وان پیکان کہولیان پی بند گرہ
تہاہو بہتا بہتا تہا زمیں کے اپر
سوار اکی پانو تہارہی نیں یک دگر
بہی یکطرف تہی لشکر خاوران
برستی تہی شمشیر و گرز گران
بہی یکطرف تہی کوئی خبردار نہیں
کہ لشکر کئی جہگرا کرنے وہین
تہی وضع سوتا تہا تا شاہ زنگ
زمیں کیتیا رومیان کی لشکر پرتنگ
علم شاہ مغرب کیا سرنگون
وہاں دان اجنت جا کر در موج خون

ظفر نامہ جنگ مغلوبہ

جب اس وضع آراستہ صحن ہوا
یو دہشت ستے دو فوج سب سین ہوا

....

یکیلا میں ان سبتے لرتا ہون جا
یو بکہریان پو ہوشیر پرتا ہون جا
تمیں ذرہ اپ تمہارستے نا ہلو
کرون جب اشارت تو تب آ ملو

....

ترنگ تیں سر کر کرم کا دہی میں لیا
سکل تیں سو این بانوہی وادہی میں کیا
کہ مغرب میں کہ فوج مشرق منی
سنتیں مارتے توڑتے لیا اسنے
جنوبے میں کا فوج ست در شمال
اشارت کئے بہائی نیں جگ اجال
دیکت دو اشارت سکل نیں سنبہال
فرنگ کہج کر ہور ترنگ تیں اچہال
صف اسلام کا لیکو ہشتاد ہزار
سبتے پر کو پر چار دہ لک سوار
محبان لگی سب تو یون مارنے
کہ دعوی حسنین تیں سارنے

خاور نامہ

فلک کا دامن سب شفق خون کیا
زمیں کی تلیں جوں فریدوں کیا

ظفر نامہ

زران کا تو سنگر بلند ہاتی ہو
لرزنے لگے بحر و بر چار سو
کہ چوندہر یوں غل اٹھیا مار مار
پکڑ سو رنا سوت کا تھا ہنکار

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لطیف پُرگو شاعر تھا مگر اس کا پیشہ شاعری نہیں تھا ایک سال کے قلیل عرصہ میں (۵۰۰) شعر کہنا کوئی معمولی بات نہیں مگر اس کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا اسلوب بیان درست نہیں ہے زبان کے لحاظ سے اگرچہ فائز کی مثنوی کے بعد لکھی گئی ہے مگر اس طرز کی نہیں ہے بلکہ قطب شاہی عہد کے دیگر مثنویوں کے مقابل کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں عربی اور فارسی کی زیادہ آمیزش نہیں ہے۔

لطیف کے مرثیوں کا نمونہ بھی دیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے گو وہ کوئی ادبی حیثیت نہ رکھتے ہوں مگر پھر بھی مضمون کے لحاظ سے ضرور قابل قدر ہیں۔ اگرچہ لطیف نے اپنے مذہبی جذبات کے لحاظ سے اپنی مثنوی کا پایہ نہایت بلند قرار دیا ہے اور اس کے مقابل شاہ نامہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر یہ صرف شاعرانہ خیال ہی خیال ہے۔ شاہ نامہ تو کجا میرے رائے میں یہ خاور نامہ کے مقابل بھی نہیں پہونچی۔

تاہم وہ اپنے عہد کا ایک اچھا شاعر تھا۔ اور بیوک سے اس کا پایہ شاعری بلند تھا ہندوستان میں اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں ممکن ہے انجمن ترقی اردو میں کوئی نسخہ موجود ہو تو ہو۔

محی الدین نامہ

اس کے دو مخطوطے یورپ میں ہیں۔

برٹش میوزیم نمبر (۶۵۰۵ اورینٹیل) ورق (۱۳) سطر (۱۳) سائز ۸ × ۵ خط نسخ تاریخ کتابت ۱۴ / محرم ۱۲۷۴ھ

انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۳۷/۵) ورق ۱۹ سطر (۱۱) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ خط نسخ۔

برٹش میوزیم میں یہ کتاب حال ہی میں داخل ہوئی ہے اس کے متعلق کوئی مفصل کیٹلاگ نہیں ہے انڈیا آفس کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح میں ایک نظم لکھی گئی ہے جس کا مصنف افضل ہے جس کی وضاحت صفحہ ۳۲ پر ہوئی ہے"

یورپ کے دوسرے مصنفین اسپرنگر۔ اسٹوارٹ وغیرہ کے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے ان لوگوں نے افضل کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

اس نام کے دو شاعر ہوئے ہیں ایک مغلیہ عہد میں جو شمالی ہند میں گزرا ہے۔ دوسرا دکنی افضل۔ شمالی ہند کے افضل نے جو نارنولی تھا۔ بارہ ماسہ کی تصنیف کی ہے۔ اور دکنی افضل محی الدین نامہ اور متعدد مرثیوں کا مصنف ہے۔

افضل کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دور کے آخری زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اور قطب شاہی عہد کے بعد بھی موجود تھا۔ میراں شاہ معروف کا مرید اور ان سے خلافت حاصل کی تھی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ مثنوی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات میں لکھی گئی ہے جس میں آپ کے کرامات بھی درج ہیں۔

کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ بغیر کسی مدح و منقبت کے مثنوی شروع ہوئی ہے۔

ہتیں قطب عالم محی الدین قدیر | دو جگ ہیں تیرے ہات توں دستگیر
ہیں چاند تجہ نور دو جگ منیں | توں سلطان روشن اور پیے کنے
محمد کے اولاد میں توں رتن | علی فاطمہ کے توں دلکا چمن
پیارا حسن کا توں دل بندھی | حسن بن مثنی کا فرزند ہے
حسینی اماموں میں تو ہے امام | ولیاں میں تو سرور سچا نیکنام

اپنے مرشد کی مدح

میران شاہ معروف او دستگیر | کئی دل میرا پاک روشن ضمیر
ہے افضل خلیفہ معروف شاہ | لیویں ناؤں اس کا تو جائے گناہ
میران شاہ معروف اکمل ولی | سو جد انکے عبد القادر ولی
میران شاہ معروف مقبول ہے | محی الدین کے باغ کا پہول ہے
محی الدین دریا او موتی ہے جان | سچے شاہ معروف میران سو جان
محی الدین کا لاڑلا جائی کا | او ثانی محی الدین ہو آئے کا

ذیل کے اشعار سے تخلص کی وضاحت ہوتی ہے۔

تصدق کیا چہوا و نردوئی پر | کیا ختم افضل ثنا سربسر
اگر اس ثنا میں جکوئی شک لیائے | گناہ گار عاصی ہو دوزخ میں جائے

معلوم ہوتا ہے افضل کا نام محمد افضل قادری تھا کیونکہ بعض اشعار سے اس کی بہی صراحت ہوتی ہے۔ مثلاً

کیا مختصر یو جمع راۃ عسام | کہ صلوٰۃ سلطان پہ سب بہیجو تمام
محمد کیا قـادری باختـم | بہیجو درود سلطان پر دمبدم

نفس مضمون کے چند اشعار :۔

کہ ایک دیس چلے شاہ بغداد کن | چلے جا کئے بہار اپنا وطن
خبر ہوئی اوسی شہر میں ٹہار ٹہار | ایا قطب عالم ہوا یوں ھنکار
کئے تاکیدہی شیخ ثنائی پیر | نکو شہر میں دیوانے فقیر
بلا بہیجہ لوگان جمع سب کرے | کہ سلطان کیسا ہے دیکہیں بہ بے
چلے شیخ ثنا محی الدین کن | کہرے آ جماعت سوں سب انجمن

یو عاجزی دیکہی سو غوث اعظم | شفقت منی ان پو کینی کرم
ایا حکم درگاہ تہوا سے میرے خاص | جو کچہ تجہ کون ہو نا منگ میرے پاس
کہے شاہ مین عاشق ہوں تجہ ذات کا | مجہے کیا ہے پروا کسی بات کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مراثئ عہد قطب شاہی

دکھنی مرثیوں کا ایک مجموعہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے اور ایک دوسری بیاض کیمبرج یونیورسٹی میں ہے۔ ان دونوں میں بیسوں شعرار کے مرثئے موجود ہیں۔

غالباً اس امر میں کسی تشک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مرثیوں کی ابتدا دکن سے ہوئی مگر زمانہ مابعد میں شاعری کی اس صفت نے جو ترقی ایک فن کی حیثیت سے لکھنؤ میں حاصل کی وہ دکھنی مرثیوں کو حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو بات مرثیہ پن کی دکھنی مرثیوں کو حاصل رہی وہ لکھنؤ کے مرثیوں میں نہیں پائی جاتی دکھنی مرثیوں کا خاص مقصد مجلس عزا کو رلانا تھا وہ اپنے کلام میں سوز وگداز رنج وغم کے مضامین اس طرح بیان کرتے تھے کہ اصل شہادتوں کا سماں پیش ہو جاتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں عام طور پر مرثیہ گوئی کا رواج تھا نہ صرف خاص مرثیہ گو شعرار تھے بلکہ اکثر وبیشتر دیگر شعرار بھی ضرور اس صنف میں طبع آزمائی کرتے تھے بلکہ یوں خیال کرنا چاہیئے کہ جس طرح دکھنی شعرار نے کوئی نہ کوئی مثنوی ضرور لکھی اسی طرح مرثیہ بھی کہا کرتے۔

قطب شاہی عہد کے جن شعرار کے مرثیوں کا پتہ چلتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ سلطان قلی۔ وجہی[۱]۔ غواصی۔ عبداللہ قطب شاہ۔ لطیف۔ افضل۔ شاہی۔ کاظم۔ مرزا۔

مگر یورپ کے کتب خانوں میں صرف غواصی۔ لطیف۔ شاہی۔ افضل۔ کاظم اور مرزا کے مرثئے پائے گئے اس لیے ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

جن لوگوں کے متعلق قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے مثلاً غواصی اور لطیف ان کے مرثئے بلا کسی صراحت کے اور جنکا حال مذکور نہیں ہوا ہے انکو کسی قدر وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔

---

[۱] وجہی کے مرثیہ کے متعلق ہمارا خاص مضمون رسالہ مکتب حیدرآباد میں شائع ہوا ہے۔

مرثیہ غواصی

اس کا ایک مرثیہ کنگ کالج کیمبرج یونیورسٹی کے بیاض میں موجود ہے جس کے دس شعر ہیں۔

مرثیہ حضرت امام حسین

دستا نہیں کردن کیا او بیان کربلا کا
پھرتا ہوں زار ہوں میں حیران کربلا کا

آسمان تے خدایا جبرئیل اوتر کو آیا
روتا اوپر تے لایا فرمان کربلا کا

کہر باند کربلا میں کر شکر ہر بلا میں
کیون ہی کہ کربلا میں کہ سلطان کربلا کا

ہے دکھ بڑا یو سب تے نیں کس قرار نیتے
پکڑیا حسین جب تک میدان کربلا کا

دکھ سب ملک سٹے ہیں ماتم زدے ہوئے ہیں
رو رو دریا کئے ہیں آسمان کربلا کا

چندا سک سوں سوتا اس دکھ سوں عمر کھوتا
تاریاں سوں روز روتا فرمان کربلا کا

جلتا ہے سورج وتی دنیا کہر ہی ہے روتی
کان تے ہوا یو کوفی مہمان کربلا کا

منج سک نمیں ہے دکھ بن ہوں میں نڈھال چھمن
لاگیا ہے رات ہور دن منجہ دھیان کربلا کا

کرو رو رو کر بسارا منجہ شاد کرنے ہارا
سو ہے حسین پیارا سر جان کربلا کا

غواصیا معطر عالم کون سب کیا ہے
گویا یو مرثیہ ہے ریحان کربلا کا

یہ مرثیہ اور اس کے علاوہ ایک اور مرثیہ مولوی صفی الدین صاحب مرحوم کے کتب خانہ والی بیاض میں بھی موجود ہے نیز چند مرثئے مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو کے پاس بھی پائے جاتے ہیں۔

مرثیہ لطیف

غلام علیخاں لطیف کے چند مرثیے ان کی مثنوی ظفر نامہ کے آخر میں موجود ہیں جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ایک مرثیہ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں۵۔

یو آہ و فغاں سنکر عباس علی — چلے سکر تے نیر نیں مبلے
کہے تب حسینا کہ اے میرے بہائی — کہ بگی تمیں کرتے ہم تے جدائی

---

۵ مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں بھی اس کا ایک مرثیہ ہے جس کے پچیس شعر ہیں یہاں ان کا اندراج غالباً نامناسب نہیں ہے۔

اے اہل درد اشک سوں انکھیاں کو تر کرو — نکلیا ہے پہر یو ماہ محرم نظر کرو
نازل زمیں پو سر تے ہوا غم حسین کا — ماتم زدیاں کو انیک طرف تے خبر کرو
پہر تن کے عود سوز میں غم کی انگار آج — جیواں کوں عود ہور دلاں کوں اگر کرو
سلطان کربلا کی غریبی کوں یاد کر — ٹکرے جگر کوں ہور دلاں کوں خنجر کرو
ہے درد اگر تمن کوں قیامت کی دہوپ کا — سایہ کوں اہل بیت کے سر کا چھتر کرو
جہاں لگ خوشی دنیا کی ہو سب ناخوشی سے ہے — ہور آس ناخوشی تے بات میری سن حذر کرو
شیر خدا کی بات میں یکبر نگ خاک ہو — آسماں ہور زمیں کے اوپر فخر کرو
سینا ر کے گہرن کوں تھا نہیں فنا ہی یو — تکیہ تم اس گہراں پو نکو یوں بسر کرو
فانی میں یو وجود ہے پتلا جو خاک کا — یعنی نہ اعتبار تم اس کے اوپر کرو
گر دینداری ہے تو دیو دین کوں رواج — یعنی بشر ہو خدمت خیر البشر کرو
بکتے ہے سرخ رو تمیں دو جہاں میں تو — امرت کنکوں ہور زباں کوں شکر کرو

میری فوج میانے کہ تم تھے نشان | علم سٹ چلے سوی اب کہکشاں
علمدار تم کے قیامت اپر | ہوی یانتیں تحقیق مج خوب تر
علم تین سو عباس دہرت اپر | کہ دین کر کو قائم اٹھی بول کر

نوٹ بقیہ صفحہ ۸۰

امت کی ننگی ہو نہ ملیو باندلیو پاپ | دوزخ میں سب ستم نہ اپس پر قدر کرو
خلق محمد کرم مرتضیٰ علی | انسان ہور حسین یو اپنا سپر کرو
دل میں بقا کے گہر کا اگر ہے ہو شمن | نیکی کے دام خرچ کر جنت میں گہر کرو
بیدرد ہے جکوئی خوشش اس تے خدا نہیں | مرد ہو کلمیں درد کے یکدم گذر کرو
ایمان جوں چراغ ہے عافیت کے دار کا | بارا گلے نہ تیوں جتن اس دل بہتر کرو
نیکی نہ ہے جو کہ سار جو سب کوں عزیز اچھے | امرت کنکوں ہور زبان کون شکر کرو
بے دین ہو یزید کیا دین میں خلل | لعنت مدام اس کے اوپر ستیزہ کرو
گر شہ علی ہے بات میں ثابت قدم تمیں | آیات ہور حدیث ہور سیس اثر کرو
جکوئی تمنکون جیو دے پیدا کیا ادل | دگر چلو نپت نہ اپسکوں نذر کرو
دولت اوپر ابد کی نظر ہے تو دل کوں آج | گنجینۂ محبت اثنا عشر کرو
سینے اوپر تے کار ستو بعض کا کلنگ | دل ، دل ہے کو صاف دل کوں نیم کا چندر کرو
اور سنے فلک کے بام اوپر اشتیاق تو | پیدا اہی کے سار سعادت کے پر کرو
آل عبا کے غم سوں جنم آج صرف کر | محمد شہ کے دل میں ذوق خوشیانمن اثر کرو
غواص کے زمانہ اچھے لطیف توں | اے عارفاں ہو جاؤ تمیں یو اچپھر کرو

مرثیہ افضل

افضل کے دو مرثئے اڈونبرا کی بیاض میں ہیں ایک مرثیہ کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

حسین کا دلبر و دلدادہ قاسم | حسین کا مونس و غم وخوار قاسم
کشیدہ رنج و غم بسیار قاسم | جہاں سوں دیدۂ خون بار قاسم
گیا از بد عست کفار قاسم

....

زمیں اس غم سوں ہی در جوش افضل | فلک کردید نیلی پوش افضل
ملائک سب ہوئی بیہوش افضل | کنون زین داستان خاموش افضل
گیا از بد عست کفار قاسم

مرثیہ شاہی

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ اڈنبرا کے مرثیوں کی بیاض میں اس کے دو مرثئے ہیں جن کے تقریباً تیس شعر ہیں۔

شاہی کا نام شاہ قلی خاں ہے علمی قابلیت مسلمہ تھی تانا شاہ کی مصاحبت حاصل تھی مرثیہ گوئی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ وہ امامیہ مذہب کا پیرو اور سختی کے ساتھ اپنے مذہب کا پابند تھا۔

حیدرآباد میں اس کے مرثئے عام طور پر مشہور تھے چنانچہ ان کو عالمگیر کے سپاہیوں نے بھی زبانی یاد کر لیا اور اس طرح وہ شمالی ہند میں بھی پہونچ گئے۔

قایم نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"شاہ قلی خاں شاہی بھاگ نگر (حیدرآباد) کے رہنے والے طبع رسا اور فکر سخن اچھی رکھتے تھے۔ تانا شاہ کے ملازم تھے ان کے اشعار ہندوستان میں مشہور ہیں۔"

(صفحہ ۱۳۔ مخطوطہ انڈیا آفس)

علی ابراہیم خاں نے بھی اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مرثیہ کا نمونہ پیش ہے۔

اے غریب یتیم سنا ہے عابد تیری زاری ہے
باپ کا مرنا دکھ کا بھرنا تس پہ یو بیماری ہے

تیغ کھڑی لے دشمن سر پر داویلا دکھ بھاری ہے
درد مصیبت عابد تم پر آج کے دن بسیاری ہے

جبرئیل کین نیا ؤ مجہ کون نام ہی کیا اس وادی کا
سنا جب کربل ہی سے مقتل حسین علی سے ہادی کا

کہا بہشت سیں پیام لیا یا عابد تیری دادی کا
کہن کھڑی ہو پوتے میرے تجہ پہ کیا سنگسار ہی ہے

کلثوم زینب اور سکینہ بندی ہو تجہ بند دے سات
سر پہ بدکا نیزے اوپر کہاتے جاوین ہکی لات
کریں محفل سنتے ایسی کہہ نا سکیں دل کی بات
چمکی بجلی گرجے بادل جہنڈ کے رات اندہاری ہے

ٹہنڈے تپ اور تن برہنا سندہون سندبسا کرتے ہیں
ننگے پاؤں باکر بیڑی طوق گلے ہیں جکڑے ہیں
بے گنہ نبی کے فرزند بن تقصیروں فریادی پکڑے ہیں
بہو کے پیاسے کئی کئی دن کے مدت سے بیماری ہے

....

وحدت بیعت اور ولایت یہ ہیں وصی کے رتبے سب
دوست دوست اور دشمن دشمن بوجہے ہو سے مومن سب
یا محمد محشر اندر شاہی جب تجہ بخشے رب
تب شفاعت کریو تجہ پر سب کے وہاں لاچاری ہے

مرثیہ کاظم

اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اس کے دس مرثیے ہیں کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے۔ کاظم کے متعلق کوئی معلومات اس کے سوا نہیں ہیں کہ وہ عہد قطب شاہی سے تعلق رکھتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف مرثیہ گو ہی تھا۔ اس کے مرثیے خاص طور پر اس لئے قابل لحاظ ہیں کہ ان میں زیادہ تر مرثیہ پن پایا جاتا ہے۔ کاظم کا ذکر میں نے اپنی تالیف دکن اُردو میں بھی کیا ہے جبکہ مجھے صرف ایک شعر دستیاب ہوا تھا۔

اے نابکاران دین کا چھٹ گرانا کہاں روا
سرور نبی کی آل کو یو دوکھ میں بنانا کہاں روا

دس مرثیوں میں یہ بھی شامل ہے۔ ذیل میں ان کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

رکھنا امام دین کے تین جنگل منے بی آب و نان
طفلان کون اونکے بے گنہ غم میں رولانا کہاں روا

جنکو بٹھاتے تھے نبی دوش مبارک پر مدام
نیزہ پر اونکے سر کتئیں رکھ کر پھرانا کہاں روا

....

اے ظالمان دل خراب اے گمراہان نا صواب
اس طرح با قہر و عذاب شاہان پر آنا کہاں روا

یہ رسم دامادی کہاں یہ صورت شادی کہاں
سہرا بندھا کفنی گلے جلوہ دلانا کہاں روا

اے سید عالی نسب شاہنشہ ملک عرب
شہر مدینہ چھوڑ کر جنگل بسانا کہاں روا

کاظم نہیں تاب و توان یو غم کا سب کہنا بیان
شہ کے محبان کون رولانا دشمن ہنسانا کہاں روا

دیگر

کیوں رن میں چلا ہے وہ عالی جناب آج
کرتے ہیں اہل بیت نبی اضطراب آج

طوفان نوح برسے یزیدان کے حال پہ
کرتے ہیں غم سوں آل نبی آب آب آج

....

کاظم کیا ہے جنے ستم شاہ دین اوپر
لازم ہے اوس پہ لعنت حق بے حساب آج

دیگر

کیوں یزیدان نے ستم بر سر سلطان کیا
اوس رخ پاک کے تیں خون سیں گلانشان کیا

زینت جمعیت ایمان کون پریشان کیا
دین کون رات سیں دے کفر پہ طغیان کیا

دیگر

تم اپنے دلبران کی خبر لو علی دلی
بے تاج سروران کی خبر لو علی دلی

نیزدن اوپر سران کی خبر لو علی دلی
ظلم و ستمگران کی خبر لو علی دلی

آرام دل سکینہ بے تاب کون ہینن — انکھیاں ہیں اوس کے راہ دیکھو خواب کون ہینن
کہیں انتہا یو درد کے اسباب کون نہین — غم ہاے بیکران کی خبر لو علی ولی
جن کوں سو لاتے گودیں میں رکھتے تھے دوش پہ — دریاے خون سرسیں چلا اون کے جوش کر
کیا صبر کر رہے ہیں دو لب کون خموش کر — اوس نازپروران کی خبر لو علی ولی
ہے سر پہ اون کے تیغ کوہستان کے روش — دل خون ہوا ہے غم سوں بدخشان کے روش
برسے انجھو نیں سیں نیسان کے روش — اوس پاک جوہران کی خبر لو علی ولی
گلزار احمدی پہ چلی صرصر خزان — کانٹوں پہ سوگوار ہو بیٹھے ہیں بلبلان
ہر سرو راستی پہ کریں نوحہ قربان — بیدل صنوبران کی خبر لو علی ولی

مرثیہ مرزا

یہ بھی علیحدہ نہیں بلکہ اسی بیاض میں شامل ہیں۔
اس تخلص کے دکن میں دو شخص گذرے ہیں ایک قطب شاہی دوسرے عادل شاہی یہاں

ہم کو قطب شاہی مرزا سے بحث ہے۔

مرزا کے متعلق اسپرنگر نے صراحت کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"مرزا ابوالقاسم سلطان ابوالحسن قطب شاہ کے درباری تھے۔ جب
ان کے آقا قید کر لیئے گئے تو وہ عبداللہ گنج کے قریب حیدرآباد میں
فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے۔" (بحوالہ تذکرۂ قائم) ۸۶۶

ان کے زندگی کے متعلق اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ ان کی کوئی مثنوی
یا کوئی مستقل تصنیف دستیاب نہیں ہوئی جس سے ان کے متعلق کچھ معلومات ہو سکتے۔ اس میں
کوئی شک نہیں وہ مرثیہ گو تھے اور ہمیشہ مرثیہ کہا کرتے۔ اونیز میں ان کے متعدد مرثیے ہیں۔
اس نے متعدد عنوان کے تحت اپنے مرثیے کہے ہیں اور اکثر طویل مرثیے ہیں۔ مثلاً قصہ
امام حسینؑ کے عنوان سے ایک مرثیہ ہے جس کے (۱۶۸) شعر ہیں قصہ امام قاسمؑ کے (۲۱۶)
قصہ حُر کے (۱۶۷) شعر۔ ذیل میں ان کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

قصہ حسینؑ والے مرثیے میں اصغرؑ کی شہادت کا حال:۔

کہوں دکھ درد اصغر کا اور نور چشم سرور کا
شہ غازی کے جوہر کا کرو زاری مسلمانان

عزیزان دل ہوا پر خون ہو سن اصغر کے ماتم کون
کئے معصوم شہادت سون کرو زاری مسلمانان

حسین اصغر کوں منگاتے ان کے تیر توبسلائے
بزان لشکر کئے لائے کروزاری مسلمانان

جتیاں پر ہانک تب مارے کہے لے سکینہ دلاں سارے
برائی ہیں نہ تم ہارے کروزاری مسلمانان

رات کا سماں:—

محنت قتل کی رات ہے حرم پر گھات ہے
دل چور اس غم سات ہے تیرے فراقو یا حسین

پورات جگ غمناک ہے عالم پو سب دنیاک ہے
پرخون جگر دل چاک ہے تیرے فراقوں یا حسین

جنگ کی تاریخ فوج کی تعداد:—

شہ پر یوں جس دن گھریا ماتم رہیا جگ میں یو سوز
تب محرم کی دہم تاریخ تھا ہور جمعہ روز

شہ کنے چالیس پیارے تیس ہور دو تھے سوار
ظالماں کے دل منے تب تھے سواراں بیس ہزار

ایک دوسرا مرثیہ:—

ہی نہ تھا لباس نیلا ہے سب محبان کے تن میں غم تہیں
سیاہ پھیرا ہے پتلیوں سے ازل سوں جگ کے نیں میں غم تہیں

ہنوز زاری کا حق نہ ہوتا ادا ہمارے گلے سون بیشک
بسان ندیان ہو لو ہو کی بہتی اگرچہ سب کے بدن میں غم تہین

ملا تہا بلبل سون میں سحرگہ سنا ہون احوال گلستان کا
نہیں ہے کوئی بغیر نرگس ملے ہی گران چمن میں غم تہیں

خطا کا احوال مشک کہتا ہی جب سون پہونچی ہی یہ خبر وہان
ہوا ہی سودا سوں جل کے کالا لو ہو غزال ختن میں غم تہیں

حسن کا احوال عشق کتین خدا نہ دکھلائے اس دنوں میں
نین ڈوبے ہیں لو ہو میں روز زلف پڑہی شکن ہیں غم تہیں

یہ مرثیہ بوتراب سنے قبول پاوے تو کچھ عجب نہیں
کہ روح قادر کی زار رووے پڑے جو ہرزا دکن میں غم تہیں

(راڈنبرا)

شہادت امام حسین کا ذکر:۔

زخم تن اوپر جب لگے بے حساب
پرے سر در اس رن میں جون آفتاب

اٹہیا شور ہر شے سون اس وقت پر
گیا ہانک یو عرش کے تخت پر

دہوان آہ کا اس گگن لگ گیا
سورج غم سون شعلہ ہو سب جل گیا

نہ کلثوم زینب کون طاقت رہیا
نہ کچھ شہر بانو کون راحت رہیا

جتی اہل معصوم ہور ہے یتیم
کہریا سب اوپر یو جفا ہور عظیم

بعد از او عمر سعد سران رن تے لیا ہی
سب سر و سواران کی حوالے سو کیا ہی

تب شام کی جانب لے چلا اہل حرم کون
بدبخت یزید پاس سکنے ظلم و جفا سون

یوں سب و سران ہور حرم سات لیا ہے
منزل او مقامان کتے اس رہ میں کیا ہی۔

جس ٹھار مقام اس جتی لشکر سوں ہوا ہے یک نور عظمت سر در سوں ہوا ہے

دیگر

ہوئی جب تشنگی غالب امام انس وجان اوپر
خبر یہ سنکو پانی نے آپس میں پیچ کھایا ہے

شہیدان کا لوہو پر پریا جب کربلا میانے
فلک تعظیم سوں اسکوں شفق کرنے اچا ہے

ہوا تن تے جدا جب سر شہنشاہ دو عالم کا
گگن سر کات سورج کا شفق کے لوہو میں نہایا ہے

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر:—

دیکھو چاند غم کا بہی آیا خدایا خلائق کون پھر کر رولایا خدایا
محرم کے مہینے میں ظالم نے کیا عزا کا بچھونا بچھایا خدایا

سب عالم کون عزا نے رو رو کے غم سوں
تھا جور کا پھر سونا یا خدایا

دیگر

انبیا کے دلبر حسینا نبی کے پیارے حسینا اولیا کے سرور حسینا نبی کے پیارے حسینا
نس دن غم سوں رونا عزا انجھواں سیں کھے دھونا ٹرا سکھ سوں ہرگز نہ سو عزا ہیں نبی کے پیارے حسینا

دیگر

الوداع اے الوداع شاہ شہیدان الوداع
الوداع ابن علی دو جگ کے سلطان الوداع

شاہ دو عالم ہوئے مظلوم حیران الوداع
یون چلے دنیائی فانی سون عزیزان الوداع

....

ہر محرم میں حسین کے درد کے تازے ہزار
دل اوپر مرزا کوں ہوتے ہیں یو داغان الوداع

مرزا کے سلام کا نمونہ :-

اے شاہ عالی مقام شاہ سلام علیک
ہر دو جہان کے امام شاہ سلام علیک

مومن کے من تمام شاہ پہ بھیجو سلام
صدق سوں ہر دم مدام شاہ سلام علیک

....

اے شہ دین شیر زد ہر توں کرم کے نظر
لطف سون مرزا اوپر شاہ سلام علیک

مولوی صفی الدین صاحب والی بیاض میں مرزا کے (۳۴) مرثئے ہیں۔ جن میں بعض کافی طویل ہیں۔

عادل شاہی مخطوطات

یوسف عادل شاہ بیجاپور کا صوبہ دار تھا۔ بہمنی سلطنت کے زوال پر دیگر صوبہ داروں کی طرح سنہ ۸۹۵ھ میں اس نے بھی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس خاندان کے حسب ذیل افراد یکے بعد دیگرے مسند حکمرانی پر جلوس فرما ہوئے۔

(۱) یوسف عادل شاہ — سنہ ۸۹۵ھ تا سنہ ۹۱۶ھ
(۲) اسمٰعیل عادل شاہ — سنہ ۹۱۶ھ تا سنہ ۹۴۱ھ
(۳) ملو عادل شاہ — سنہ ۹۴۱ھ تا سنہ ۹۴۱ھ
(۴) ابراہیم عادل شاہ اول — سنہ ۹۴۱ھ تا سنہ ۹۶۵ھ
(۵) علی عادل شاہ اول — سنہ ۹۶۵ھ تا سنہ ۹۸۸ھ
(۶) ابراہیم عادل شاہ ثانی — سنہ ۹۸۸ھ تا سنہ ۱۰۳۷ھ
(۷) محمد عادل شاہ — سنہ ۱۰۳۷ھ تا سنہ ۱۰۶۷ھ
(۸) علی عادل شاہ ثانی — سنہ ۱۰۶۷ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ
(۹) سکندر عادل شاہ — سنہ ۱۰۸۳ھ تا سنہ ۱۰۹۷ھ

یوسف عادل شاہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے سرآمد روزگار تھا۔ بادشاہ کی مصاحبت سے ترقی کرتے ہوئے صوبہ داری کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اس کے بعد اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی جو کچھ کم دو سو سال تک شان و شوکت کے ساتھ فرماں روائی کرتی رہی۔

یوسف عادل شاہ فارسی کا بلند پایہ شاعر تھا اور فن موسیقی سے واقف علماء و فضلا اور اہل فن کا بڑا قدر دان تھا۔

اور دور سے علماء و شعرا کو اپنے دربار آنے کی دعوت دیتا اور بیش بہا تحفوں سے ان کی

ہمت افزائی کرتا تھا۔ موسیقی کے جلسوں میں فی البدیہ نظمیں پڑھتا تھا۔ چونکہ اس نے شیعیت کو حکومت کا مذہب قرار دیا تھا اس لئے تمام سیاسی اختیارات اور حکومت کے شعبے باہر سے آئے ہوئے ایرانی اور عراقی اصحاب کے تفویض تھے جن کی زبان فارسی تھی اس طرح اُردو کی ترقی پر ایک حد تک بڑا اثر ہوا۔ اس عہد کا کوئی ایسا مواد نہیں ہے جس سے اُردو کی ترقی کا اندازہ لگا سکیں مگر اس میں کوئی شک نہیں عام طور سے اُردو بولی جاتی تھی چنانچہ تواریخ سے بعض تاریخی شعر اور قطعے دستیاب ہوتے ہیں اور ایک مصنف شاہ میراں جی کا پتہ چلتا ہے جن کی طرف[51] چار کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔

یوسف عادل شاہ نے سنہ ۹۱۶ھ میں وفات پائی اس کا فرزند اسمٰعیل عادل شاہ تخت و تاج کا مالک بنا۔

یہ بھی اپنے باپ کی طرح ذی علم تھا علماء و فضلا کی صحبت کا شائق شعر و سخن کا دلدادہ اور خود بھی شاعر تھا وفائی تخلص کرتا تھا۔ مورخین نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ چنانچہ بیجاپور کا مشہور مؤرخ فرشتہ لکھتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ حلیم و کریم و سخی بود۔ ہرگز فحش بر زبان جاری نساختے
و پیوستہ با علماء و فضلاء و شعراء صحبت داشتے و مرعات ایشاں
واجب شناختے۔ در علم موسیقی و شعر علم مہارت برافراشتے وفائی تخلص
نمودے ہیچ یک از سلاطین دکن بمتانت و لطافت او سخن نگفتہ"

اسی طرح مولف بساتین السلاطین[52] کہتا ہے۔

"اسمٰعیل عادل شاہ طبع موزونی داشت و در سخاوت و شجاعت کہ لازمہ

---

[51] یعنی خوش نامہ۔ خوش نغز۔ شہادت الحقیقت۔ شرح مرغوب۔

[52] اس کتاب کے مطبوعہ نسخوں کے علاوہ (جو کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد وغیرہ میں موجود ہیں۔) لندن میں مخطوطات

ملزوم ہم اند نظیر نداشت۔ و در فن موسیقی موشگافی بسر و دہند ہی
کمتر دل دادے۔ وٹر کی و فارسی بفصاحت تمام گفتے و ہرگز زبان خود را
بدون ضرورت بہ زبان ہندی آشنائی ساختے"

(ص ۱۶ ل) برٹش میوزیم

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا اسمٰعیل کو بھی اُردو سے شغف نہیں تھا اس کی پرورش اس کے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ:۔ یہی موجود ہیں برٹش میوزیم میں ۱۲۳۷ھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے نمبر ۲۶۲۶۹ اڈیشنل بقول "ریو" مصنف۔ کیٹلاگ اس کا مصنف غلام مرتضٰی المعروف صاحب حضرت ہے۔ مگر ایتھے نے اپنی کیٹلاگ میں (انڈیا آفس کے فارسی مخطوطات) ابراہیم زبیری کو اس کا مصنف لکھا ہے یہ آخرالذکر بیان ہی صحیح تر ہے۔

مصنف مذکور (زبیری) نے اپنے دیباچہ میں ان تاریخوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو عادل شاہی عہد میں تصنیف ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عادل شاہوں کی پہلی تاریخ محمد بن قاسم بن ہندو شاہ استرآبادی المتخلص فرشتہ کی تصنیف ہے جو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں (۱۰۱۵ھ) مرتب ہوئی اس کا نام "نورس نامہ" (جو اب تاریخ فرشتہ سے موسوم ہے) تھا۔ اس کے بعد ملا ظہور ولد ملا ظہوری نے محمد عادل شاہ کے عہد میں محمد نامہ کے نام سے نظم میں تاریخ لکھی اس کے بعد علی عادل شاہ کے زمانہ میں سید نور اللہ ولد قاضی سید علی محمد نے نثر فارسی میں ایک تاریخ (جو "تاریخ عادل شاہیہ کے" نام سے مشہور ہے) ترتیب دی اور نیز ملک الشعرا میاں نصرتی نے فتوحات علی عادل شاہ کو بزبان دکھنی نظم کر کے علی نامہ سے موسوم کیا۔ اس کے بعد فضیلت مآب شیخ ابوالحسن ولد قاضی عبدالعزیز ابن قاضی تاج محمد قاضی بندر چیول نے شرح و بسط کے ساتھ سکندر عادل شاہ کے وقت تک حالات لکھے جو "طبقہ عادل شاہیہ" سے موسوم ہے اور ابوالحسن کی تاریخ "محمد نامہ" سے ماخوذ تھی۔ جس کے پراگندہ کاغذات سے مولف ہذا (بساتین السلاطین) نے تاریخ مرتب کی ہے۔ خاتمہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

چچی کے گود میں ہوئی تھی جو خود ایک ایرانی خاتون تھی اس وجہ سے بھی اسمٰعیل کو فارسی سے زیادہ محبت تھی۔ زبان ہندی سے رغبت نہ ہونے کی وجہ خود بادشاہ کی زبانی سنو:-

"چونکہ پدرم بقارفت رتق و فتق مہمات من بدست محمد آقائے ذو القدر بود کہ زبان ہندی را نیکو میدانست انچہ ہندی می شنود و بلفظ ترکی بمن مے گفت بدیں سبب طبع مرا بصحبت اہل ہند رغبتے نیست"

(ص ۴۹ فتوحات عادل شاہی[۵۱])

غرضکہ ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کی ترقی ناممکن تھی اس لئے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

---

[۵۱] اس کتاب کا مخطوطہ برٹش میوزیم میں (۲۷۲۵۱) پر موجود ہے اس کا مصنف فزونی استرآبادی ہے ۱۰۵۰ھ میں مرتب ہوئی ہے اور ۱۰۵۴ھ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ والا جاہ نواب ارکاٹ کے کتب خانہ کا ہے۔

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ:-

"گرچند قرطاس پارچہائے مسودات نگاشتہ شیخ ابوالحسن بدست ایں ضعیف افتادہ بود متفرقہ منتشرہ غیر مربوط .... دریں ایام بعضی از دوستاں باعث شدند بر آنکہ برغبت خاطر عزیز رفعت پناہ .... قدرداں اہل علم و ہنر ضابطہ ممالک رسیڈنٹ کراٹ صاحب بہادر بجانب دریافت و اطلاع احوال سلاطین بیجاپور بیش از بیش است آں مسودات متفرقہ را فراہم آوردہ باہم ربط دادہ یک رسالہ مختصر ترتیب دادہ شد"

ملو عادل شاہ کے چند ماہی حکومت کے بعد ابراہیم عادل اول بیجاپور کی حکومت پر حکمراں ہوا یہ ارباب کمال کا قدردان اور علم و ہنر کا سرپرست تھا۔ امین الملک۔ خواجہ معین الدین۔ آقا شہاب الدین شیروانی وغیرہم مشہور علما ہیں۔ مذہب اور خیالات کے لحاظ سے یہ اپنے باپ دادا کا ضد تھا شعیت کو ترک کر کے سنی مذہب اختیار کیا جس کے باعث ایرانی اثر کم ہوگیا۔ اس کے بجائے دکھنیوں کو عروج ہوا۔ شاہی دفتر اردو میں آگیا۔ ان وجوہ سے اس کے زمانہ میں اردو کو فروغ ہوا اور اس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہوگئیں کہ اس کے جانشین علی کے انتہائی کوششوں کے باوجود بھی فارسی کا رواج نہ ہوسکا۔ مگر یہ اردو کی بدقسمتی ہے کہ ہمیں اس عہد کی کوئی اردو تصنیف یا اردو گو شعرا کا کارنامہ نہیں ملتا۔ البتہ شاہ برہان الدین جانم کے چند تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔ وصیت الہادی منفعت الایمان۔ وغیرہ یہ سب انجمن ترقی اردو میں موجود ہیں۔

۹۵۷ھ میں علی عادل شاہ اول بیجاپور میں حکمراں ہوا یہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح اہل فضل و کمال کا سرپرست اور علم کا معاون و مددگار تھا۔ اس کے علمی ذوق کا پتہ اس سے چل سکتا ہے کہ جب کبھی سفر کرتا تو چارسو صندوق کتابوں سے بھرے ساتھ رہتے تھے علمی شوق کے باعث ایک عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا کئی کاتب خوش نویس اور محدیث و مجدول و نقاش کتب خانہ میں مامور تھے۔ شیعہ مذہب کا پیرو تھا ایرانی علما دربار میں باریاب تھے۔

ملا فتح اللہ شیرازی جن کو اہل عراق "عقل ہادی عشر" کے لقب سے یاد کرتے ہیں زرکثیر دیکر طلب کیا۔ سلطان کا وزیر افضل خاں شیرازی بھی زبردست عالم تھا۔ ان دونوں کے مکانات پر روزانہ علمی جلسے ہوا کرتے تھے۔ محمد علی استاد کار۔ سید مصطفیٰ خاں۔ شاہ عبدالحسن شاہ ابوالقاسم انجو۔ مرتضیٰ خاں انجو۔ میر شمس الدین محمد صدر جہاں اصفہانی وغیرہ اس کے درباری تھے۔ ملا محمد رضا مشہدی رضائی درباری شاعر تھا۔

دربار اکبری سے ایک مرتبہ حکیم علی گیلانی اور دوسری دفعہ عین الملک شیرازی علی عادل شاہ

کے دربار میں سفیر کی حیثیت سے آئے تھے۔

سلطان کی علمی قدردانی کے متعلق مصنف تاریخ حاکمان ہند لکھتا ہے :۔

"مردم خوب در درگاہش جمع شدند در اندک فرصتے از ایران و توران و سائر

اقالیم سبعہ مردم خوب تشریف آوردند پس بیجاپور رشک ربع مسکون گردیدہ" [۱۵]

اس کے زمانہ میں اردو کی زیادہ ترقی تو ناممکن تھی مگر ابراہیم کی سرپرستی کے باعث اس

کو زوال بھی نہیں ہوا۔

علی عادل شاہ اول کے بعد ۹۸۸ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی تخت و تاج کا مالک بنا۔

اس کا دور حکومت ترقی علم و ہنر کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے سلطان نے علم کی ترویج میں

جو جو کوششیں کیں وہ تاریخ میں ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہیں گی۔ علمی ترقی کے لحاظ سے

ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں میں اس کا خاص درجہ ہے بیجاپور کے مورخین اس کے

علم و فضل اور علم پروری کے معترف اور مداح ہیں۔

مصنف بساتین السلاطین لکھتا ہے ۔

"پادشاہے بود موصوف بجمال صورت و آراستگی سیرت جامع نکوئی ہا و

مجموعہ خوبیہا عادل و دادگر بلند ہمت .... علما ر بلاغت

شعار و شیوخ کاملین و صلحائے مشترین و شعرائے نامدار و بلغائی فصاحت

آثار......... در عہد امنیت ایشان عالم پناہ در دار السلطنت بیجاپور

تشریف ارزانی فرمودہ .... ملا ظہوری کہ شعر و نشا تش

در وقت و لطافت و فصاحت و بلاغت مشہور آفاق است از شاعران

پایہ تخت او بود .... گلزار ابراہیم و نورسنامہ از او ہویدا است

---

[۱۵] اس کتاب کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں نمبر (۳۰۰۶) پر موجود ہے۔

ودیگر شاعران بلند اقبال وسخنور اند کہ ذکر ہر یک دریں مختصر گنجائش ندارد
.... درآں وقت ہمایوں در پایۂ تخت آں شاہ جوہر شناس
جمع آمدہ بودند ہمچنیں خوشنویسان سحر نگار ونثرین قلم و دیگر اوستادان
ہر فن و کاملان ہر علم مجتمع گشتہ بودند محمد قاسم فرشتہ استرآبادی کہ تصنیف
او تاریخ فرشتہ مشہور عالم است تصنیف کرد۔"

(ص ۳۷ ب مخطوطہ انڈیا آفس)

اسی طرح اس کی قابلیت کے متعلق مصنف فتوحات عادل شاہیہ لکھتا ہے:۔
"قابلیت ایں پادشاہ مغفرت دستگاہ باعلیٰ درجہ کمال رسیدہ بود ہنرمندان
آفاق بردرگاہ او جمعیت نمودند قریب بدو سہ ہزار تن از ارباب ساز وغنی کہ
ہر یک سر آمد روزگار زماں بود بخدمت رسیدہ"

(ص ۲۹۹ ب ۱)

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور بھی اس بیان میں متفق ہے۔ چنانچہ وہ بیان کرتا ہے:۔
"ابراہیم عادل شاہ پادشاہ بود داد گر وسخاپرور مجمع اہل کمال و مرجع ارباب
فضل وبلاغت بود۔ اکثر او ایار کبار و علمار بلاغت آثار و شیوخ کاملین و
صلحاو مشترین و سپاہیان نامور بل سائر اہلِ ہنر در عہد امنیت عہد الشان
عالم پناہ در این خطہ پاک تشریف ارزانی فرمود"

(ص ۸ اب [۵])

---

[۵] اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے (۲۶۲۷۰ اڈیشنل) پر موجود ہے ۱۲۱۱ھ میں اس کی
تالیف ہوئی ہے۔ دیباچہ میں ذکر کرتا ہے۔
"تاریخ مختصر در سنہ جلوس ووفات وقدر احوال پادشاہان بیجاپور میر ابراہیم ابن حسن

ابراہیم کے دربار ی علما کی طویل فہرست ہے جو اپنے وقت کے جیّد اور شہرۂ آفاق مشاہیر تھے۔ خواجہ علاء الدین محمد شیرازی اور ان کے فرزند خواجہ سعد اللہ۔ خواجہ معین الدین۔ علاّمہ عنایت اللہ اروستانی جو فضل و دانش اور حسن سلوک میں مشہور تھے۔ شاہ فتح اللہ شیرازی جو علم حکمت اور ریاضی میں سر آمد روزگار تھے۔ مولانا غیاث الدین جہجہری۔ رفیع الدین ابراہیم شیرازی مولانا محمد لاری۔ ملا حیدر۔ مولانا باقر۔ آقا رضا شیرازی[۵۱] وغیرہم مشہور ہیں۔

ان علماء کے علاوہ بیسوں شعراء سلطان کے دربار میں تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

ظہوری۔ ملک قمی۔ حکیم آتشی۔ مرزا محمد مقیم۔ ملا شکیبی۔ عبد القادر نورسی وغیرہم۔

سلطان کے زمانہ میں صدہا تصانیف ہوئے جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو القاسم فرشتہ نے ۱۰۱۵ھ میں تاریخ فرشتہ مرتب کی۔ نور الدین ظہوری نے اپنے تصنیفات کیں۔ ملا ملک قمی نے مخزن اسرار نظامی کا جواب لکھا۔ عبد الرشید التستگی نے علاء الدین محمد بن ذکریا قزوینی کی عجائب المخلوقات کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ملا رفیع الدین شیرازی نے روضۃ الصفا کا خلاصہ کیا۔ اس کے علاوہ کئی ایک تصانیف مشہور ہیں۔

تاریخ فرشتہ مرتب ہونے کی وجہ ابو القاسم کے الفاظ میں سنو۔

---

۵۱ تاریخ فرشتہ و فتوحات عادل شاہیہ۔

گذشتہ سے پیوستہ:- .... و نیز اسد خان لاری در عہد سلطنت علی عادل شاہ ثانی تالیف نمودند دراں تاریخ بادشاہان و ارکان و اعیان و اعمال و اشتغال و متقدمات کہ بداں زماں واقع گشتہ بزبان فارسی و ہندی گفتہ معہ سنہا آن بآن تواریخ ضم کردہ ....

و نیز فضیلت و کمال دستگاہ شیخ ابو الحسن جانہ تحقیقی و شریعت پناہ ابراہیم صاحب نائب قاضی شہر بیجاپور و قاضی محمد نعمت اللہ واقعات سلاطین بیجاپور بتحقیق تمام نوشتہ بودند ایں ہر دو در ۱۱۲۱ھ در مطالعہ ایں فقیر در آمدہ" (ص ۱ ب)

"درآں ایام مولف ایں کتاب فصاحت انتساب راکہ بغلت بضاعت معترف است و بجز تحفۂ اخلاص و دولتخواہی حضرت سلیمان وست آویزے ندارد بمحض عنایت و ذرہ پروری مجلس اقدس عالم پناہ بردہ چنداں دوست نوازی فرمود کہ حضرت ایں کمترین بندگان رابمکالمۂ شریف نوختہ بخلعت و زیادتی منصب واقطاع نوازش فرمودہ و درہماں مجلس کتاب روضۃ الصفا کہ غایت نفاست داشت بدست خود بمولف بخشیدہ فرمان داد کہ چوں واقعات پادشاہان ممالک ہندوستان علیحدہ دریک جلد بعبارت واضح شافی تا ایں زماں سعادت نشان ہیچکس ننوشتہ است مگر نظام الدین احمد بدخشی دآں نیز درکمال اختصار است و تحقیق حالات و کیفیات سلاطین دکن وغیرہ کما حقہ بجاے نیاوردہ است باید کہ تو قلم وار کمر خدمت برمیان جان بستہ در تالیف کتاب موصوف بصفات کذا وکذا خود را معاف نداری وسوانح وقضایای عہد ہمایوں مارا بنہجی کہ از تکلفات منشیان وکذب وبہتان سخنوراں عاری وبری باشد تحریر نماید"

(فرشتہ)

سلطان کو خوشنویسی کا بھی بہت شوق تھا خود بھی بڑا خوشنویس تھا خلیل اللہ خوش نویس سب میں ممتاز تھا۔

اس کو موسیقی کا بھی بڑا شوق تھا۔ خاصکر ہندی سرود میں سرآمد روزگار تھا۔ مؤلف اردوے قدیم نے "جگت گرو" کے لقب کی وجہ اسی موسیقی دانی کو قرار دی ہے۔ چنانچہ انھوں نے ذکر کیا ہے۔

"ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی میں بے حد مہارت حاصل تھی خاصکر سرود ہندی میں ایسا کمال پیدا کیا تھا کہ اس عہد کے تمام گویئے اُسے

جگت گرو کہا کرتے تھے"

(ص ۷۰ و ۷۱)

مگر بساتین السلاطین سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہی پائی جاتی ہے چنانچہ

"درمیان عالم بجگت گرو مشہور گردیدہ این لفظ دراصل دکھنی است مردم بصورت و
سیرت آں بادشاہ حمیدہ خصال پسندیدہ افعال بجان راضی و خوشحال بودہ درباب او
این لفظ باستعمال آوردند و معنی آں شاہ جہاں است (ص ۲۸۰ ل)

لفظ "نورس" سے سلطان کو بڑی محبت تھی ۱۰۰۵ھ میں ایک قلعہ بنام نورس تعمیر کیا۔
۱۰۱۳ھ میں نورس پور ایک شہر آباد کیا۔[51]
اس شہر کی دلکشی کی مصنف فتوحات عادل شاہی نے بڑی تعریف کی ہے اور عدیم المثال
قرار دیا ہے۔

"شہرے ترتیب یافتہ کہ سیاح جہاں گرد اندیشہ از قصور دلکش و جدران منقش
اگر احسن البلادش خوانند رواست و اگر رشک ارم ذات العمادش دانند"

(ص ۲۱۴ ل)

استعمال کی ہر شئے نورس کے نام سے موسوم تھی شاہی مُہر پہ بھی نورس کندہ تھا محل کا نام نورس
کتاب کا نام نورس۔ عبد القادر شاعر کو نورسی کا خطاب دیا تھا۔[52]

سلطان کو اردو سے خاص انس تھا شاہی دفتر جو علی عادل شاہ اول کے زمانہ میں فارسی ہو گیا
تھا پھر سے اردو کیا گیا۔ .... اس نے سرود ہندی کے قواعد و ضوابط میں ایک
کتاب نورس نام لکھی تھی جو نایاب[53] تھی۔ جو شعرا اس عہد میں زبان اردو میں نظم کہا کرتے
تھے وہ یہ ہیں، آتشی، مقیمی، نوری، امین وغیرہ

---

[51] تاریخ احوال سلاطین (ص ۱۹ اب) [52] بساطین السلاطین [53] صفحہ ۲۰۸ ملاحظہ ہو۔

مقیمی کی مثنوی چندر بدن و مہیار اور امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ نوری مرثیہ گو تھا جس نے اس کی ابتدا کی تھی مگر افسوس کہ اب اس کے مرثیے ناپید ہیں

سنہ ۱۰۳۷ھ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے انتقال پر محمد عادل شاہ سریر آرائے حکومت ہوا۔ اس کو علمی قدر دانی گویا ورثۃً ودیعت ہوئی تھی۔ علم و فضل کا حامی اور علمار کا سرپرست تھا۔ مرزا محمد امین مصطفیٰ خاں۔ ایاز الملک۔ دولت خاں۔ شاہ ابوالحسن۔ ملک سمندر۔ حکیم آتشی ملا ظہور۔ ملا محمد علی۔ وغیرہم اس کے درباری تھے۔

اس نے ہر مضمون اور ہر زبان کی تعلیم کے لئے کالج قائم کئے طلبہ کے روزینے مقرر تھے اس کے علاوہ ہر سال محرم میں نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو انعامات ملا کرتے تھے سلطان ہر روز صبح کئی گھنٹے تک علمار اور شعرار کی مجلس منعقد کرتا تھا۔ اور نہایت فیاضی کے ساتھ ان کو تحفے دیا کرتا۔ اس کے زمانہ میں متعدد فارسی تصانیف ہوئے۔ آتشی نے خمسہ نظامی کا جواب لکھا۔ ظہوری کے فرزند ملا ظہور نے محمد نامہ کے نام سے نظم میں سلطان کے حالات لکھے تھے[1]۔ خان بابا (ملا محمد حسین) نے رفیع الدین حسین شیرازی کی کتاب احوال سلاطین دکن کا تکملہ کیا[2]۔

اس کے دربار کے کئی ایک شعرا مشہور ہیں

ابراہیم خاں قصاید اور غزلیات میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ حکیم آتشی مثنوی لکھنے میں مشہور تھا۔ سید نور اللہ، مرزا مقیم، مرزا دولت شاہ۔ محمد امین، صنعتی۔ کمال خاں رستمی ملک خوشنود وغیرہ دوسرے مشہور شعرار تھے۔ ان میں سے ابراہیم خاں۔ نور اللہ صرف فارسی میں شعر کہا کرتے مگر دوسرے شعرار فارسی اور دکھنی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اس عہد میں امین کی مثنوی بہرام و حسن بانو کو دولت نے مکمل کیا۔ رستمی نے خاورنامہ کی تصنیف

---

[1] بساتین السلاطین۔ [2] بساتین

کی صنعتی نے قصہ مینم انصاری لکھا۔ ملک خوشنود نے مثنوی ہشت بہشت مرتب کی۔ ان میں سے سوائے قصہ مینم انصاری کے دیگر مثنویوں کے مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

سلطان کی ملکہ خدیجہ سلطان کا نام بھی اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور رہے گا جس کی توجہ سے رستمی کا کارنامہ مثنوی خاور نامہ کا ظہور ہوا۔ محمد عادل شاہ کے بعد اس کا قابل فرزند علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کے تخت و تاج کا مالک بنا (۱۰۶۷ھ) اس کی ماں خدیجہ سلطان تھی اس لئے بچپن ہی سے علمی ماحول میں اس کی پرورش ہوئی جس کے باعث کم عمری ہی سے علم ادب کی طرف اس کا میلان تھا شعر و سخن کا کافی مذاق رکھنے کے سوا خود بھی شاعر تھا۔ شاہی تخلص تھا اکثر اپنے مصاحبین کے نظموں کی اصلاح کیا کرتا جس کے باعث استادِ عالم کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اس کا دورِ حکومت ترقی علم و فن خاصکر اردو کی سرپرستی کے لئے مشہور ہے اس کا دربار باکمالوں کا منبع تھا۔ دور دور سے اہل علم و فضل آکر اس کے دامن دولت سے وابستہ ہو جاتے تھے اس زمانہ میں بیجاپور علم و ہنر کی قدردانی کے لحاظ سے رشک بغداد و قرطبہ بنا ہوا تھا۔ سلطان کی علمی قدردانی اور لیاقت و قابلیت کا ذکر ہر ایک مؤرخ نے کیا ہے۔

قاضی نور اللہ لکھتا ہے۔

"ایں بادشاہ ظل اللہ راکہ در روز ازل از استناد وعلمنا من لدنا علماً کسب کمالات کونی والہی و فضائل ظاہری و باطنی در مدرسہ خلق الانسان علمہ البیان کردہ کرسی نشین قرب خالق و ذوالجلال و صورکزیں جوار قادر متعال بود و گنج لیاقت و استحقاق سببیت و علمیت ظہور مذکور خداوند علی الاطلاق در ذات عظیم المرتبت رفیع المنزلت آں نور سراپا سرور ودیعت نہادہ"

(تاریخ علی عادل شاہ ص ۵ ب و ۶ الف)

---

۵ بساتین السلاطین۔

مصنف تاریخ احوال سلاطین لکھتا ہے۔

"معلوم باد کہ سلطان علی عادل شاہ ثانی بادشاہے بود رنگین مزاج طبع او۔۔۔۔

۔۔۔۔ (؟) وشعر دوست شاعر پرور"   (ص۲۹ ب)

اسی طرح مصنف فتوحات عادل شاہی لکھتا ہے:۔

"پادشاہے بود سلیم نفس کریم طبع صوفی وضع بے تقلید بے تکلف در کمال مہربانی وشفقت با خلق اللہ در کرم و بخشش نظیر خود نداشت۔ چو آوازہ جود و سخا او در عرصہ ربع مسکون شہرت کرد از اقطار عالم ارباب استعداد برو آوردند"

(ص۱۲۴ ب)

مصنف بساتین السلاطین نے بھی اس کی بڑی تعریف کی ہے اس کے علم و فضل جود و سخا کی خوب مدح سرائی کی ہے حالانکہ یہ کتاب سلطان کے زمانہ کی تصنیف نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"علی عادل شاہ پاشاہ بود با او ہوش پند پذیر و نصیحت نیوش سپاہ دوست رعیت پرور قدر شناس اہل فضل و ہنر در سخاوت و شجاعت و عدالت کہ ہر سہ خصائل سنیہ و شیم مرضیہ اند موصوف و مشہور رنگین مزاج"

(ص۹۱ ا)

سلطان کی علمی قدر دانی کی وجہ سے بڑے بڑے علماء وقت بیجاپور میں جمع ہو گئے تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

قاضی نور اللہ جنہوں نے اس کے دور حکومت کی بہترین تاریخ لکھی۔ شاہ کمال الدین۔ علامہ فتح اللہ شیرازی۔ میر ابراہیم ابن علامہ حسین۔ سید ابوالحسن مکونہ۔ عبد المحمود خاں۔ ارسطو زماں ملا احمد۔ افضل خاں۔ میر نعمت اللہ۔ قاضی حنیف اللہ۔ شاہ نور اللہ۔ شاہ ابو المعالی[۵۱]۔ شاہ میران جی۔ مصطفیٰ خاں کیانی۔ شاہ ابو تراب[۵۲]۔

---

[۵۱] احوال سلاطین بیجاپور (ص۳۱ ب) [۵۲] تاریخ ہفت کرسی۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے علی عادل شاہ کو شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا ہر وقت شعرا اس کے دربار میں موجود رہتے تھے۔ سلطان کی قدردانی اور شوق کا نتیجہ تھا کہ بیجاپور میں گھر گھر شعر و شاعری کا چرچا ہو گیا تھا ہر طرف شعر و سخن کے تذکرے اور مشاعرے کی مجالس ہوتی تھیں۔ چونکہ سلطان کو خاص کر اردو شاعری سے ذوق تھا اس لئے عام طور پر ہر طرف اسی کا شوق تھا۔

ابراہیم زبیری لکھتا ہے:۔

"چوں خاطر ہمایوں را بطرف طبع آزمائی فرد آورد ے اشعار رنگین مشحون بر مضامین شیریں از طبعش سر زدے۔ نکتہ گویاں لطیفہ آور را در بزم رنگینش قدر تمام بود چوں خاطر مبارکش بشعر ہندی میل بیش داشت بر نجوائے الناس علی دین ملوکہم بسیار شعرائے ہندی گو از بیجاپور بر خواستہ خانہ بخانہ ہنگامہ شعر تازہ گوئی گرم داشتند[۵۱]"

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے:۔

"شعر گویان تازہ خیال باہتمام آں شاہ نکتہ سنج پایہ شعر رنگین را بدرجہ (؟) اعلیٰ رسانیدند"

(ص ۹۳ ب)

خافی خاں لکھتا ہے۔

"بادشاہے بود باہوش سپاہ دوست و در سخاوت و شجاعت و وسعت خلق مشہور فضلا و صلحا را دوست داشتی و شاعران را حرمت نمودے خصوص در حق شاعران ہندی زیادہ مراعات می فرمود[۵۲]"

---

[۵۱] بساتین السلاطین (ص۱۹) [۵۲] اردوئے قدیم بحوالہ منتخب اللباب جلد سوم (ص ۳۵۹)

اس زمانہ کے شعراء کی فہرست طویل ہے جن میں سے بعض تو وہی ہیں جو محمد عادل شاہ کے زمانہ میں مشہور تھے اور بعض ایسے ہیں جو خاص اس عہد میں شہرت پذیر ہوئے ان میں سے کچھ تو صرف فارسی گو تھے بعض فارسی اور دکھنی دونوں میں طبع آزمائی کرتے اور بعض صرف دکھنی میں مشق سخن کرتے۔ چند شعراء کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

ملک الشعراء نصرتی جس کے قصائد اور مثنویاں مشہور ہیں مورخین بیجاپور نے اس کے کمال کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے جس کی مزید صراحت آگے درج ہوگی۔ دوسرا مشہور شاعر سید نوراللہ ہے جس کے متعلق مصنف احوال السلاطین لکھتا ہے۔

"عمدۃ اکابران دہر استاد سید نوراللہ خلف استاد العلماء حضرت سید علی محمد کہ باوجود تحقیقات علمی از حقیقت اہل سخن کما حقہ آگاہی دارند" (ص ۳۰ ل)

تیسرا حکیم آتشی۔ ان کے علاوہ عبداللطیف۔ عبدالقادر نورسی۔ عبدالنبی فارسی گو شعراء تھے۔[۵۱] نصرتی مقیمی کے سوا۔ شاہ ملک۔ دولت۔ ہاشمی۔ ایاغی۔ مرزا۔ اردو گوئی میں مشہور ہیں۔[۵۲]

اس عہد کی کئی ایک اردو کتابوں کا پتہ چلتا ہے جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) نصرتی نے اپنی مشہور مثنویاں گلشن عشق اور علی نامہ مرتب کیں۔

(۲) شاہ ملک نے احکام الصلوٰۃ تصنیف کی۔

(۳) شاہ امین الدین نے محبت نامہ۔ گفتار شاہ امین گنج مخفی وغیرہ نظم و نثر میں متعدد کتابیں لکھیں۔

(۴) ہاشمی نے یوسف زلیخا۔ کے علاوہ مرثیے لکھے تھے۔

(۵) ایاغی نے نجات نامہ تصنیف کیا۔

---

۵۱ احوال سلاطین ص ۳۰ ۵۲ بساتین السلاطین ص ۹۳

علی کے انتقال پر سکندر جانشین ہوا۔ شروع سے آخر تک اس کا زمانہ مصیبتوں میں بسر ہوا پہلے تو نظم و نسق پر اپنا اثر قائم نہ کر سکا۔ پھر مغلوں نے حملے شروع کر دیئے۔ اور سنہ ۱۰۹۷ھ میں عالمگیر نے بیجاپور پر قبضہ کر لیا۔

ایسے مصائب کے زمانہ میں بھی بیجاپور ادیبوں اور شاعروں سے خالی نہیں رہا۔ سیوا اور مومن اس زمانہ کے شعرا ہیں۔ نہیں معلوم اور کون کون شعرا اس زمانہ میں شہرت رکھتے تھے۔

عادل شاہی عہد کے جو مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

شمار	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ تصنیف
(۱)	مثنوی چندر بدن و مہیار	مقیمی	؟
(۲)	قصہ بہرام و حسن بانو	امین و دولت	سنہ ۱۰۵۰ھ
(۳)	ہشت بہشت	ملک خوشنود	سنہ ۱۰۵۶ھ
(۴)	خاور نامہ	رستمی	سنہ ۱۰۵۹ھ
(۵)	گلشن عشق	نصرتی	سنہ ۱۰۶۸ھ
(۶)	علی نامہ	؍؍	سنہ ۱۰۷۶ھ
(۷)	احکام الصلوٰۃ	شاہ ملک	سنہ ۱۰۷۷ھ
(۸)	مرثیہ	ہاشمی	
(۹)	مرثیہ	مرزا	

حاشیہ صفحہ نمبر ۲۰۲ ۔ نورس کے تین نسخے یہاں موجود ہیں (الف) کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر۔ (ب) عجائب خانہ حیدرآباد۔ (ج) کتبخانہ مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفاتر دیوانی و مال وغیرہ۔ یہ آخرالذکر نسخہ خود سلطان کے کتب خانہ کا ہے جس پر اس کی دستخط و مہر ہے۔

"مثنوی چندربدن ومہیار"

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں۔ ایک مخطوطہ انڈیا آفس میں ہے۔ اور دوسرا اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

(۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۰) ورق (۴۷) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق
(۲) اڈنبرا نمبر (۳۷۸) ورق ۱۶ اسطر (۱۰) ناقص اول سائز ۶ × ۵ خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو مہیار اور شہزادی چندربدن کی عشقیہ داستان ہے مصنف عزیز مصنف نے اپنے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے صرف غواصی کے دوست ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔ گارسی۔ ڈی۔ ٹاسی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے راجہ چندو لعل کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہونا بیان کیا ہے۔ ایک دوسرا نسخہ خود اس کے پاس بھی تھا۔ ایک اور نسخہ کتب خانہ توپ خانہ لکھنؤ میں تھا جس کا مصنف محمد مقیم تھا۔"

مصنف کیٹیلاگ اڈنبرا یونیورسٹی نے کوئی صراحت نہیں کی ہے ان کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔ دیوان ولی کے ساتھ یہ ملی ہوئی ہے۔

اسٹوارٹ کی کیٹیلاگ میں یہ شامل نہیں ہے اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"قصہ چندر موہن و مہیار تصنیف مقیمی۔ زبان متروک ہے اور مصنف کی کم علمی کو ظاہر کرتی ہے صفحات (۵۰) ۱۱ بیت فی صفحہ ۶۲۵"

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کی صراحت غلط ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں ہے جس طرح

"قصہ حسینی" کے مصنف کے متعلق دھوکہ ہوا ہے اسی طرح اس کی حالت ہے۔ بلوم ہارٹ نے عزیز کا نام جس شعر سے اخذ کیا ہے اور اس کا کیٹلاگ میں حوالہ بھی دیا ہے وہ شعر حسب ذیل ہے۔

بنا اس قصہ کا کہوا ہے عزیز
نزاکت کے موزوں سخن باتمیز

مگر واقعہ یہ ہے یہ عزیز کی تصنیف نہیں بلکہ مقیمی کی تصنیف ہے مثنوی میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ صاف طور پر مقیمی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے چنانچہ کہتا ہے:۔

دنیا تو تنا ہے مقیمی سبھی — رہیگی بچن کی نشانی سبھی

مہر دہر مقیمی بچن پر صفا — ز نعت محمد نبی مصطفےٰ

مقیمی بچن کا تر تنگ سار توں — لے کر چلیا کان توں مہیار کوں

سنج ست مقیمی پرت پیار کا — قصہ کرتوں پورا مہیار کا

اس مثنوی کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہ ہوسکی کیونکہ مصنف نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے مگر بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف ۱۰۳۷ھ اور ۱۰۵۵ھ کے درمیان ہوئی ہے۔

مرزا محمد مقیم متخلص مقیمی ایران کا باشندہ تھا استرآباد میں تولد ہوا۔ شیراز میں تعلیم پائی باپ کے انتقال پر روزگار کی تلاش ہندوستان لائی۔ بیجاپور کے دربار میں رسائی ہوئی نوجوانی ہی میں شہرت پیدا کرلی۔ ابراہیم عادل شاہ کے درباری شعرا میں منسلک ہوگیا۔

مقیمی فارسی کا زبردست شاعر تھا جس کا ثبوت اس کے دیوان سے ملتا ہے اُردو شعر گوئی کی حیثیت سے دیگر شعرا کی طرح اس نے شہرت حاصل نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مورخین بیجاپور نے اس کے اردو شاعری کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس نے طویل عمر پائی بیجاپور کے تین بادشاہوں کے عہد میں درباری شاعر کی حیثیت سے ممتاز رہا ہے۔

اس قصہ کی تصنیف لیلیٰ مجنوں[۵] کے قصہ کو سنکر کی گئی ہے۔

---

[۵] مقیمی نے اس امر کی صراحت صاف طور پر نہیں کی ہے کہ لیلیٰ مجنوں کا قصہ جس کو دیکھ کر اس نے اپنی تصنیف کی ہے کس کا طبع زاد تھا۔ میرا خیال ہے وہ غواصی کی تصنیف تھی اگرچہ آج تک غواصی کی لیلیٰ مجنوں کا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے مگر بوجوہ ذیل میں غواصی کی ایک تصنیف لیلیٰ مجنوں ہی خیال کرتا ہوں۔

(الف) مقیمی نے جہاں لیلیٰ مجنوں کے قصہ سنکر اس مثنوی کو لکھنے کا ذکر کیا ہے وہاں غواصی سے بنا کرنے کی بھی صراحت کی ہے چنانچہ لکھا ہے۔

قصہ مجہ پرت کا کہا یک اُن	جو لبدی تو لیلیٰ مجنوں کون سُن
ہوا دل پو یون کر تفکر قریب	کہوں شعر موزون حکایت عجیب
بچن در دہو دل مین اُبلنے لگیا	نوی طرز نوشش تر نکلنے لگیا
زبان کا تہا او سچا جوہری	کر دل ہمت سخن سون گہر شتری
قصہ ایک کہون میں گہر بار کا	سون چند ربدن ہور مہیار کا
سنے کوئی مجکون دعا یاد کر	رہے ہور تعجب سون دل شاد کر
بنا تو غواصی کا باندہا ہون میں	سخن مختصر طاکے صاندیا ہون میں
دسے یں اپسکون سراپا نہیں	سخر میں کسی کا پہرایا نہیں
سرا ناپہرانا نہنا کام ہے	کرے یو عمل ادکہ جو خام ہے

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف اس کے بعد اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ملک سندر پٹن کا راجہ نہایت پُر شوکت و عظمت تھا اس کی دختر شہزادی چندر بدن حسن و جمال میں سر آمد روزگار تھی۔ سالانہ وہاں ایک میلہ ہوا کرتا۔ جس میں دُور دُور سے لاکھوں آدمی جمع ہوتے قسم قسم کے اشیاء کی تجارت ہوتی۔ ایک دوسرے شہر میں ایک تاجر کا لڑکا مہیار نام حسن و جمال کے ساتھ علم و فن فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھا۔ یہ تجارت کے لئے سندر پٹن آیا۔ شہزادی کے جلوہ سے بے خود ہو گیا۔ دامان صبر ہاتھ سے

نوٹ گذشتہ سے پیوستہ:-

شعر کا طلازم گہر بار ہے سدا نا طبیعت کون لاچار ہے

بنا اس قصہ کا کہوا سے عزیز
نزاکت کے موزوں سخن با تمیز

(ب) دجہی نے اپنی مثنوی میں جہاں غواصی پر چوٹ کی ہے وہاں صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ غواصی نے کوئی تصنیف کر دی تھی اور غالباً وہ کسی اور زبان سے ترجمہ کی گئی تھی۔ قطب مشتری کی تصنیف ۱۰۱۸ھ میں ہوئی ہے اور غواصی کے دو نو معلوم شدہ مثنویاں یعنی سیف الملوک اور طوطی نامہ اس کے بعد تصنیف ہوئی ہیں پس یہ ضروری ہے غواصی کی کوئی تصنیف ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہو۔ تو قیاس ہوتا ہے کہ لیلیٰ مجنوں ہی غواصی کی تصنیف ہوگی جو ۱۰۱۸ھ سے پہلے ہوئی ہوگی۔ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اب تک نہ تو اصل مثنوی دیکھی گئی اور نہ کسی اور نے اس کے متعلق صراحت کی۔ یہ اعتراض اسلئے صحیح نہیں ہو سکتا کہ آئے دن کئی تصنیفات کا پتہ چلتا جاتا ہے جن کا کسی کو علم تھا اور نہ کسی نے اب تک ان کی صراحت کی ہے مثلاً اب تک غواصی کے مرثیوں کا کسی کو علم نہ تھا اب متعدد مرثیے ملے ہیں۔

جاتا رہا۔ مگر گل مقصود حاصل نہ ہوا۔ دیوانگی میں جنگل کا راستہ لیا۔

انجم نگر کا بادشاہ شکار کو نکلا۔ جنگل میں مہیار سے ملاقات ہوئی اس پر رحم آیا معشوقہ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ روم۔ شام۔ سنجام۔ عرب وعجم۔ بخارا۔ بلخ۔ ملتان۔ لاہور دلی۔ بیجاپور۔ احمد نگر۔ ستارا۔ برہان پور۔ گولکنڈہ۔ بیجا نگر ہوتے ہوئے منزل مقصود پر پہونچے۔ دیوانگی کو سکون ہوا مسرت سے مسرور ہوا۔ اسی عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آیا چندر بدن سے ملاقات ہوئی اب اس کے دل میں بھی عشق اثر کر چکا تھا۔ محبت سے پیش آئی۔ بادشاہ انجم نگر نے راجہ کے پاس سفارت روانہ کر کے مہیار کی شادی کی خواہش ظاہر کی۔ راجہ نے انکار کیا۔ بادشاہ متفکر ہو غور کرنے لگا ارکان دولت نے واپس چلنے کی ضد کی اس عرصہ میں سالانہ میلہ کا دن آگیا۔ شہزادی محل سے باہر آئی مہیار سے ملاقات ہوئی اور وہ چندر بدن کے قدموں پر سر رکھ کر جاں بحق ہوا۔

مہیار کا جنازہ دفن کے لئے روانہ ہوا مگر جب راجہ کے محل کے پاس پہونچا تو وہاں سے آگے بڑھ نہ سکا۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر نہ ہلنا تھا نہ ہلا۔ آخر مجبور ہو کر راجہ کو اطلاع دی گئی اور چندر بدن سے امداد چاہی گئی۔ اس نے باپ سے اجازت حاصل کی تاکہ کسی تدبیر سے جنازہ کو روانہ کرے۔ باپ کی اجازت سے چندر بدن نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کسی عالم کو روانہ کرے بادشاہ نے ایک فاضل کو روانہ کیا۔ شہزادی نے اسلام کے متعلق چند استفسار کئے۔ پھر اسلام قبول کیا۔ سہیلیوں سے وداع ہوئی راجہ کو آخری سلام بھیجا۔ اور خود جنازہ کے پہلو میں لیٹی اور جان شیریں کو وداع کیا۔ اب جنازہ روانہ ہو گیا راجہ اور رانی کو خبر ہوئی وہ ماتم کرتے ہوئے آئے دفن کے وقت جب جنازہ کو کھولا گیا تو دونو باہم پیوست تھے۔ لاکھ کوشش کی گئی مگر جدا نہ ہو سکے۔ آخر دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد وغیرہ

خدا کون سزاوار کبر و منی　　وقادر ہی قدرت کا صاحب دہنی
جو یون کیا آدم یک ارواح کون　　سبالیا ہی طوفان تے تو نوح کون
کیا تار گلزار در رب الجلیل　　کی نمرود کے ہات بانچیا خلیل

جتے سب سوار یا ہے جنت بہتر　　محمد کا سایہ ہے امت اپر
محمد کے بعد از علی پادشاہ　　علی اس زمانے ولی بادشاہ

دو جگ کا خلیفہ خدا کا رسول　　ہوا دین جس کا بقا پر قبول
سما ہور عرض ابہی جو پلا اچہر　　ز صفتے محمد ز مسید اچہر

قصہ کی تصنیف کرنے کی وجہ حاشیہ گذشتہ میں ہو چکی ہے۔ قصہ کی ابتدا کرتا ہے۔

سنا ہون کہ یک شہر سندر پٹن　　اتہا راج وہان ایک ہندو برن
اتہا بہوت کبران میں یک دس ہٹا　　بوس دس کون وہان لشکر سیر لیتا
کرے راج پوچا سو اس دیو کا　　تماشا عجائب دسے سیو کا
کہ راجوں میں اوراج جگ راج تہا　　کہ کو ہر دہرت ہار اپنا اتہا

کیا جا ادسے اہی دیوانی لشکر　　کہان سون تون آیا چلیا اہی کہ ہر
اوتی جاب پہر کر دئیا شاہ کون　　تون چپ چل پکڑ اپنی بات کون
تون عاشق ہوا اہی سو کس حور کا　　ہوا مبتلا کہہ تون کس نور کا
تیرا من لگیا ہے سو کہہ تون منجے　　جو معشوق تیرا میلاؤں تجے

نزدیک جا کر بولیا کہ سن اے پری — منجے تجہ لطافت دیوانہ کری

دیوانہ ہون تیرا دیوانے کین — اپس تے نکو دور جانے کین

سو تجہ بن منجے کوئی ہونا نہیں — کہ بن جل مچھی کا سو جینا نہیں

کتا ہوں تجے میں کہ اے گن بہری — توں کرنا اپنا کچ مہری دلبری

سوں یون کد ادب سون توڑ کرادنے — دہریا سیس اس کے قدم پر ادنے

گلا اس سنا کر اٹھی بول یون — سمجہ کچ اپس کون اے بیڈول توں

ہندو میں کہان اور ترک تو کہان — کہان رام سیتا ہور کب توں کہان

ہر یک شہر میں جون او جانی لیکا — وہان کیاں ہو جو بیان دیکہانی لکیا

دیکہا روم ہور شام سنجام ہم — دیکہا غزنوی ہور دکہن و مسید م

عرب ہور عجم با بخارا بلخ — کہ ملتان لاہور حبش و ہند بدخ

دلی ہور بنگالا دیکہا یا اسی — پدرکان دلاریس پایا اسی

بیجاپور ستارا و احمد نگر — برہان پور کول کنڈا بیجا نگر

دیکہا یا دیوانی کنین پہر کہ سب — نزاکت شہر کے چونہا جون سب

نکسون او بولی ندیکہی کدہر — اکر جور تی کوئی اچہی خوب تر

روانہ ہوا شاہ جنازہ کون لے — سو منزل کون لے آ اوتاری تلی

ملی لوک ساری سو یکبار کی — سنوار خوب تربت سو میہار کی

ہوا جون عمل قبر کا سب تمام — اوٹہیا دفن کر نیکوں شہ نیک نام

مینکا جون قبر میں اوتارون اوسے — دفن کر دیناں تی بسار دل اوسے

جو دیکہی جنازہ میں مہیار کون — او دہی عفت ملکر اوسے نار سون

کفن بنج اکر او چندر بدن
کلی لک سوتی ھی سو جون ایک تن

ملی لوک ساری سو یکبار کی
سنوار خوب تر..................

کلی اوس لکی لک پرت پیار سون
پرت محبت کی مہیار سون

جدا اونکوں ہر چند کرنی منگی
کہ دونو کوں دو تہار دہرنے منگی

اپس میں نکہتی جدا ای پدیر
اتہی عاشقان میں رو دوتی نظر

تو یون لک اپسیں او سوتے اتھی
جدائی کئے تو نہو تی اتہتی

دیکہت شاہ حیران ہوا اس حال کوں
کیا دفن کرنا اسی حال سون

کیا جوں دفن سب رسم او رسم کا تمام
ختم کر مرتب سون تم کلام

سو کرنا چلیا یاد سبحان کا
عجائب تماشا دیک اوس جان کا

مرتب ہوا یان قصہ کا کلام
درود بر محمد علیہ السلام

اس کے نسخے ہندوستان میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

مثنوی بہرام و حسن بانو

اس مثنوی کے دو نسخے برٹش میوزیم میں ہیں۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۴ ورق (۴۹) سطر (۱۵) خط نستعلیق۔

نمبر (۴۴) کیٹلاگ گجراتی ناقص اول

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے

"دکھنی مثنوی مصنف دولت۔ حمد و نعت۔ خلفاء راشدین کی منقبت اور اپنے پیر شاہ عالم کی مدح کی گئی ہے۔ پریوں کی اس داستان کا ہیرو بہرام ہے۔ جو بہرام گور کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ لقب گورخر کے شکار کے باعث ہوا ہے۔ یہ قصہ فارسی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی مضمون میں ایک اردو قصہ مصنف فرخندہ علی ۱۸۶۸ء میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ دو پنجابی ترجموں کا پتہ چلتا ہے ایک گوپال سنگھ کا دوسرا امین بخش کا۔

ایک اور دکھنی شاعر طبعی نے بھی ۱۰۸۱ھ میں اس کو مرتب کیا ہے جو قصہ بہرام و گل اندام سے موسوم ہے۔ مصنف کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے تاریخ تصنیف کو جو ۱۰۵۰ھ ہے مصنف نے منظوم کیا ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں ہے اس لئے اونہوں نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل میں اس کے مصنف کے متعلق کسی قدر غلطی ہوئی ہے اس کا مصنف تنہا دولت نہیں ہے۔ دولت نے صرف اس کو مکمل کیا ہے اصل مصنف امین ہے۔

اس کی صراحت خود مخطوطے سے ہو جاتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ہوے بیت صد چار اور اک ہزار | بیان اس کا دولت کیا آشکار
امین نے ناقص رکھا تھا اوسے | کہ دولت نے پورا کیا اب اوسے

امین کے مصنف ہونے کی وضاحت اشعار ذیل سے بھی ہو سکتی ہے۔

امین حمد حق کون نہایت کہاں | ز نعت محمد قلم کر رواں

امین کر ثنا بیچ آخر کلام | محمد پر بھیجو درود و سلام

امین شاہ عالم ہمارے ہیں پیر | ہیں روز حشر میں میرے دستگیر

امین آستانہ کا تون خاک ہو | حشر کے گنہ سے تون بے باک ہو

امین داستانہ قصہ اب کہو | خدا کے ثنا بیچ دایم رہو

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کی تاریخ تصنیف ربیع الاول ۱۰۵۴ھ ہے۔

سنہ ایک ہزار اور پنجاہ ہیں | جمعہ روز (؟) ربیع ماہ میں
بفضل الٰہی کیا میں نظم | بتاریخ چہارم کیتا ختم

امین تخلص کے دکن میں متعدد شخص ہوئے ہیں جن کا زمانہ مختلف ہے قطب شاہی عہد کے امین کا ذکر ہو چکا جس نے قصہ ابو شحمہ کو منظوم کیا ہے۔ یہ امین عادل شاہی زمانہ سے

تعلق رکھتا ہے۔ بیجاپور میں ایک اور امینؔ گزرے ہیں جن کا زمانہ اس سے مابعد ہے۔ وہ امین الدین اعلیٰ کے نام سے موسوم ہیں۔

اس امین کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے مثنوی کی تصنیف سے معلوم ہوتا ہے وہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں موجود تھا مگر اس کو دربارشاہی سے کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ وہ فقیر منش صوفی بزرگ تھا۔ شاعری کا اچھا ملکہ رکھتا تھا۔

برٹش میوزیم میں ایک فارسی قصہ بھی امین کا مصنفہ موجود ہے بہت ممکن ہے یہ دکھنی قصہ اسی سے ماخوذ ہو۔

امین جیسا کہ خود صراحت کرتا ہے وہ شاہ عالم کا مرید تھا۔ افسوس ہے ان کے حالات سے بھی امین کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

اس مثنوی کا تکمیلہ کرنے والا دولت شاہ تخلص دولتؔ عادل شاہی عہد کا مشہور شاعر ہے جس کی قابلیت کا مورخوں نے ذکر کیا ہے۔ فارسی کے ساتھ یہ اردو میں بھی طبع آزمائی کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ مثنوی کے مطالعہ سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ امین نے کہاں تک مرتب کی تھی اور دولت نے اس کا کتنا تکملہ کیا۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے پھر نعت اس کے بعد خلفاے راشدین کی مدح اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اس کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

قصہ کی ابتدا بہرام کی بیس سال کی عمر سے ہوتی ہے بہرام کے متعلق مختلف قصے بیان کئے گئے ہیں اشنار داستان میں وہ حسن بانو پری سے شادی کرتا ہے اور ایران کے تخت پر واپس آتا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:۔

حمد میں کہتا ہے:۔

الہی جگت کا کرنہار تون
غریبان نبیاں کا ادھار توں

کیا حمد اور نعت کون مختصر | نبین ہیں کیا طول یو سر بسر
یکایک میرے دل پر آیا خیال | قصا ایک کہون ہین مقیمیں مثال
زبان پر بچن خوب آتا چلا | یو مضمون خوشتر بناتا چلا
زبان پر ہے جس کے موتی آبدار | اسی کے بچن کا ہے اکثر وقار

....

قصا میں کیا ہے جو گل نام کا | سو بانو حسن شاہ بہرام کا
جو کوئی پڑے سو کرے مجکون یاد | تعجب سے دل کوں کرے اپنی شاد
ایس داستانہ قصہ اب کہو | خدا کے ثنا بیچ دایم رہو
قصا فارسی سن کے پائی خبر | خدا کے جو قدرت میں یک تہا شہر
کہ فارس اوسی شہر کا نام تہا | دہان بادشہ شاہ بہرام تھا
اسم شاہ بہرام اس کا اصل | اس گور کے صید کا تہا شغل
لقب تب ہوا شاہ بہرام گور | نہ تہا اسکے ثانی کوئی جگ میں اور
اتہا خوب صورت وہی بے مثال | نزاکت میں تہا وہ نہایت کمال

صبح کا سما وغیرہ ملاحظہ ہو۔

ہوا صبح کا وقت یکایک تمام | لگیاں بولنے طوطیاں خوش کلام
صبح بین ایس مکھ سون کہچا نقاب | ہو مشرق سین نکلا تو آفتاب
تدہان شاہ نیں اضطرابی ستی | کہا دیو کون یون شتابی ستی
طرف یار کے مجہ روانہ کرد | میرے دیوانے کون سیانا کرو

زلیخا کے خواہش مین پوری کیا | یوسف کے دل میں یا شرف اس دیا

ملاقات لیلیٰ کی مجنون سے کر | مرادیا انکو عقبیٰ بہتر

بدیع الجمال کا کیا کار تون | ملایا سو سیف الملک پیار سون

ذیل میں اس مثنوی کا مقابلہ فارسی مثنوی بہرام وگل اندام سے کیا جاتا ہے :۔

فارسی	دکھنی
کہ بنشین پیش من اے دیو مہتر	دیا شاہ نے دیو کون تب یہ جواب
زاستادن نشستن از تو بہتر	کہ آو اپن مل کے پیوین شراب
چرا ہستی تو استادہ بہ پیشم	گیا شہ کے نزدیک تسلیم کر
بیا بنشین بخور ساغر ز دستم	بٹھایا شہنشاہ نے تعظیم کر
تو پیش من بخور مے من بہ پیشت	دونوں مل کے بیٹھے ہوے ہم کلام
وگرنہ من ہمی ترسم ز نیشت	گئی شاہ کے دل کی دہشت تمام
نشست آن دیو پیش شاہ وے را	گیا شاہ اور دیو نین مے کشی
بخور دو گوش کرد آواز نے را	ہوے آپ میں آپ دونو خوشی

فارسی	دکھنی
ز چشمہ خویش را بیرون کشیدند	نہ دیکھا اپس رخت کون ٹہار پر
نظر کردند درخت خود ندیدند	او ٹھیاں وہ ترت سینہ پر بار کر
بہر سو جست وجو کردند بسیار	دو روتے لگیاں وہاں نپٹ زار زار
ندیدند ہیچ کس را جز پے یار	صبر کر گریبان کتیئں پہار پہار
کہ ہر کس برد رخت ما ازین جا	دہان ڈہونڈیاں بہوت بیزار ہو
بباید خود شتابان بر در ما	اپس میں وہ سب آپ لاچار ہو

فارسی

ہر آن کارے کہ دارد ما بر آریم
برائے خاطر او جان بسپاریم
بر آورد از کمر قمچی وزد شاہ
بجست و خیز آمد گور ناگاہ
بسوے آسمان پرید از جا
بسان باز گشت او باد پیما

دکھنی

کھڑیاں ہوا سی ٹھار کیتا اداز
کہ دزد چھندی د حیلہ دراز
توہو آدمی یا فرشتا مگر
کہ ہے جن پری دیو بید ادگر
توہوئے اپس کی کئے آمراد
قسم ہے خدا کی کرین اس کو شاد

ماری قمچی شہ نے اسی آن پر
اڑا شہ کون لیکر وہ آسمان پر

.جہاں تک میرے معلومات ہیں اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

مثنوی ہشت بہشت

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔
نمبر (۱۰۵۹۰ - اڈیشنل) ورق (۱۰۴) سطر (۱۴ تا ۱۷) خط نستعلیق
بلوم ہارٹ کی صراحت :-
"بہرام کی عشقیہ داستان ایک نظم ہے جو امیر خسرو کی ہشت بہشت سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اس کا مصنف محمد شاہ ہے اپنے تخلص کا ذکر مثنوی کے آخر پر کیا ہے۔ مثنوی میں تین ہزار دو سو پچاس اشعار ہونے کا ذکر بھی ہے۔ محمد عادل شاہ بیجاپور کی مدح کی گئی ہے جس کا عہد حکومت ۱۰۳۶ھ سے ۱۰۶۷ھ تک رہا ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔
بلوم ہارٹ نے اس کے مصنف کے متعلق بھی دھوکا کھایا ہے۔ اور کاتب کے نام کو مصنف تصور کر لیا ہے۔ اس کا مصنف بیجاپور کا مشہور شاعر ملک خوشنود ہے اشعار ذیل سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

دلا تج لطف کا دار و بھی پاک ۔۔۔ بندے خوشنود کا جیو ہے دردناک

بندے خوشنود پر شہ کا نظر ہے ۔۔۔ مراجنت نگر کے بیچ گھر ہے

ملک خوشنود موتی صاف رولیا ۔۔۔ اپس کے ناؤ کا تاریخ بولیا

بندے خوشنود کا نادر بچن ہے　　مجکوں سمجھے اوسے سب نور تن ہے

اننکے جیو کے طوطی کا ہے چارا　　کیا خوشنود نے اتمام سارا

مصنف نے صاف طور پر تاریخ تصنیف کی صراحت نہیں کی ہے مگر شعر نمبر ۳۱ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے نام ہی کو اس نے تاریخ قرار دی ہے جس سے ۱۰۵۶ھ ظاہر ہوتا ہے یہ اس لئے بھی قرین قیاس ہے کہ یہ زمانہ سلطان محمد عادل شاہ کے عہد حکومت میں شامل ہے۔ اور مصنف نے صاف طور پر اس امر کی صراحت کی ہے کہ اس کی تصنیف سلطان مذکور کے عہد میں ہوئی ہے۔

ملک خوشنود در اصل گولکنڈہ کا شاہی غلام تھا خدیجہ سلطانہ کے ساتھ (جو مرزا محمد امین ابن قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل شاہ کی ملکہ تھی) بیجاپور آیا تھا۔ چونکہ اچھی قابلیت رکھتا تھا اس لئے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوا۔ یہاں تک کہ بیجاپور کی سفیر کی حیثیت سے ۱۰۴۵ھ میں گولکنڈہ گیا جہاں اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی سلطان عبداللہ قطب شاہ نے خلعت اور انعام واکرام سے سرفراز کیا۔ اپنے مفوضہ[۵۱] کام کو خوش اسلوبی سے انجام دے کر کامیاب واپس آیا۔

---

۵۱ خواص خاں محمد عادل شاہ کا وزیر اعظم تہا۔ مگر اپنی چالبازی سے تمام امور ملکی و مالی پر قابض ہوگیا تہا۔ بادشاہ کی کوئی حیثیت نہ تہی۔ اس خود سری سے نجات پانے کے لئے عبداللہ قطب شاہ سے مدد طلب کی گئی تہی ملک خوشنود کے ساتھ گولکنڈہ کا مشہور شاعر غواصی بیجاپور آیا تہا۔

(حدیقۃ السلاطین)

ملک خوشنود فارسی اور اردو کا زبردست شاعر تھا اس نے بیسیوں قصیدے لکھے تھے جو افسوس ہے اب ناپید ہیں۔ دو مثنویوں کا پتہ چلتا ہے (۱) ہشت بہشت (۲) یوسف زلیخا۔ یوسف زلیخا اس کی پہلی تصنیف تھی جو ناپید ہے۔ ہشت بہشت دوسری تصنیف ہے اس میں اپنی پہلی تصنیف کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی ہشت بہشت کو سلطان محمد عادل شاہ کے حسب ایما رکھا گیا ہے۔ یہ امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے جس میں بہرام گور کے حالات درج ہیں۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر معراج کا بیان پھر بادشاہ کی مدح ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد و نعت :۔

سراون تجھ جو توں ہے پاک معبود ｜ ہوا سب خلق و عالم تجھ سوں موجود
سنواریا کھن اوپر توں چاند تارے ｜ کیا پیدا عرش کرسی چار ہی
زمیں پیدا کیا صور کوہ الوند ｜ فلک سب چھند سوں کیتا توں پوند

اس کے بعد نعت۔

محمد مصطفٰے محبوب رب کا ｜ کھی ساری نبی توں تاج سبکا
نبی کے نور کا نقطہ ھی سینار ｜ ترہ حلک دایرہ او نور پرکار
کہ احمد احد میں باندیا کمر بند ｜ جو یو بندا ھی او صاحب خداوند

اس کے بعد معراج کا ذکر ہے۔

محمد سب نبیاں کے سیس کا تاج ｜ محمد باج ہی کس نہیں ھی معراج
مبارک رات او جس رات ہیں شاہ ｜ کئی ہیں عرش پر جبون کہیں اپر باہ

اس کے بعد حضرت علی کی مدح ہے۔

کہتا ہون منقبت میں شیر نر کا — بہادر شاہ مردان بختور کا
کہا جسکوں خدا مظہر عجائب — کیا جکہیں جتنے کامان غرائب

اس کے بعد محمد عادل شاہ کی مدح ہے۔

تون سلطان محمد شاہ غازی — جہان کون شاہ سون ہی سرفرازی
سخی عادل بہادر نوجوان ہے — قوی طالع سلکہن ترکمان ہی
نبی کے لطف کا دل ہی خزینا — انگوٹی نو فلک چند ز نگینا
کھون ثانی سکندر یا کہ جم ہے — نہیں شاہا کی جسکے در سون کم ہے

....

کھیا یک روز منج شاہ جہانگیر — جو انگی کیمیا کا پاک اکسیر
امولک سنج دھرتا ہی صباقی — قلم ہی تیز کرتا موشکافی
دھرنا درجو کرنا جیو کون تازہ — سیتا سب ملکیں یو کرم آواز

....

کئے جب حکم عادل شاہ منجکون — اچنبے خسروی کا ماہ منجکون
خزینا کر رکھیا ہون دھیان میں سب — کہ جیون موتی ہی جیو کی کان میں سب
لکے دریا ابلنے شوق کی تو — دسی اکثر جوا ہر ذوق کی تو

....

کہانی آٹھ بولیا سن سخن ور — کہ چون ہی آٹ جنت آٹ کوثر
بہشت بتون ہر یک کا انک نام ہے — ملک حور حور کوثر سب تمام ہی

اس کے بعد آغاز قصہ۔

اتھا یک بادشاہ ہشیار سیانے — سورنگی بہول جون کلندار میانے
کیا تہا عدل سون جہا نگہ دن — کہ چون روشن کیا ہور آسمان کون

اتہا او خوش خرام ھور نیک فرجام — اچہبا نانوا سکا شاہ بہرام
کرہی مجلس شراب ارغوانی — ہیوی ندن کرہی زر فشانی
فلاطون بوعلی سی تہی حکیمان — چتور شاعر کنی نادر ندیمان
رتن دھن مال لشکر نہ کچہ کم تہا — نہیں اس کے شہر میں ملنا سو غم تہا
پتلی معمور اپیں شاہ غازہی — رعیت شاد سارا خلق راضی

.... — ....

چھبیلے بیدل نازک گل اندام — عجب نانوں اس دھنکا دلارام
پکر مالی جندر کا چنک جنک میں — ھوی تہی غرق ھنر کی صاف رنگ میں

اتھا او روز شنبہ کا نورانی — آپین مشکین کیا عنبر فشانی
دکھایا طالع اپنی شاہ یکروز — کیا اس روز میں بہرام نوروز
کیا مشکیں عمارتیں ٹول شاہ — کہ جون نادر اچھیا برج میں ماہ
آپین سورج کیا کسوت زین کا — دیا ترتیب سب ساقی حسین کا
سیکے ھندی نہیں ردمی پہ ٹیکا — کمر جون بال نازک استر ٹیکا

شکار اپر ھوس کر شاہ بھرام — چلیا یکدن سواری شاہ بہرام
اٹھا او صبح کا پارا نورانی — لیا سوندل چلیا صاحب قرانی
پون یک کی لکیا کھوری پھرانی — دھتور تیوں کر دسب کمن پرانی
ھر یک کھورا اتہا جلدی میں جون سور — ھر نکی پانون کرتی سم تلی چور

خاتمہ پر اپنی شاعری کی تعریف بہی کی ہے۔

خدا منج خام کون ات بل دیا — قلم تو عنبر افشانی کیا ہے

بقا کاست دیک بنیا دکم زور — بندیا ہیں یو عمارت بہوت وزور
جکوئی نادر عمارت کون تجہا کا — بہت کچ شادمانی دل میں پاتیکا

لکہیا ھون عقل سون نادر بہت خوب — ھوا ھے تو کتاب یو آج محبوب
اگر بختیکی انکی ھے کچ یک خام — اپہو جون تبون ولی بختیا ھے یو کام
پر لیکا کر قبول یو بات ہر ٹہار — منجی سکی نمن حجت ھے گفتار

کیا ہیں تو کتاب یو جکمیں مشہور — رہیا دنیاں میں یو جوں کھن اپر سور
لکہیا کاتب عجب خوشش خط زیبا — محمد شاہ ابن حاجی بابا

خاتمہ :-

یو ھے گلدار اس امرت پلا تون — ھر یک تل عشقکا جلوا دلا تون
پشانی عرضکا کھیں پر دھر یا ھون — کتاب یو ختم کر سجدا کر یا ھون
کرو میں شکر حقکا کیا میا ھے — جو اھر باتکی منجکون دیا ھے
کیا ھوں بیت کا نادر شمار یو — جو ھے دو سو پچیس ھور تین ہزار یو
بچن نادر ورق سب زر نگار ہی — ملک خوشنود کا ھے یادگار ہی

چونکہ اس کا اور کوئی نسخہ موجود نہیں ہے اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں البتہ خسرو کی ہشت بہشت سے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے تاکہ مصنف کی قابلیت کا اندازہ ہو سکے۔

"آغاز حکایت"

گنج پیمائے این خزانہ پر
از خزانہ چنین کشاید در
کافتاب جمال بہرامی
چوں شد از نور در جہاں نامی
پدرش رخت زندگانی بست
او بجائے پدر بتخت نشست
خسروے را تشان کار گرفت
کار عالم بدو قرار گرفت
مخلصان را ز مہربانی خویش
کرد سرمست دوستگان خویش
شرق غرب جہاں نماید کسے
کز خلاف رضاش زد نفسے
وانکہ رو در خلاف رائش کرد
سر خود را نثار پائش کرد
بر رعیت فگندہ سایہ جود
گر جہاں کس نماند ناخشنود

روز شنبہ کہ بار رشک انگیز

انتہا یک بادشاہ سنسار میانے
سورن کے پہول جوں گلزار میانے
کیا تہا عدل سوں جہان کون
کہ جوں روشن کیا ہور آسمان کون
انتہا او خوشخرام ہور نیک فرجام
اچہا ناؤں اس کا شاہ بہرام
کرے مجلس شراب ارغوانی
پیوہی نس دن کرے زر فشانی
فلاطون بوعلی سے تجہے حکیمان
چتور شاعر کتی نادر ندیمان
رتن دھن مال لشکر نہ کچہ کم تہا
نہیں اسکے شہر میں ملتا سو غم تہا
پتلی معمور اپین شاہ غازی
رعیت شاد سارا خلق راضی

اتہا روز در شنبہ کا نورانی

ہشت بہشت خسرو

شد بداماں صبح غالیہ بیز
شہ بگنبد سرائے مشکیں شد
خانہ زدہم چو نافۂ چین شد
جامہ ہم رنگ گیسوانِ (جامہ مرا ہم برنگ گیسوا نے)
داد ترتیب عنبر افشانے
ماہ ہندی نژاد دُرد می چہر
خاست از خوابگاہ ناز پہر
خدمت خاص را میاں بربست
کمر بندگی بجان در بست
کرد چوں ساقیان برعنائی
نقل ریزی و مجلس آرائی
نازنین گشت ہمنشیں بادشاہ
تازہ کردہ قران زہرہ و ماہ
زاول باداد تاگہہ شام
عشرت و عیش بود بادہ و جام

ملک خوشنود

آپیں مشکین کیا عنبر فشانی
دکھایا طالع اپنی شاہ یکروزہ
کیا اس روز میں بہرام نوروز
کیا مشکیں عمارتیں نول شاہ
کہ جوں نادر اچنبا برج میں ماہ
اپیں سورج کیا کسوت زین کا
دیا ترتیب سب ساقی سین کا
سکے ہندی بہن رومی پہ لگا
کمر جوں بال نازک استری کا

جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا گیا ہے اس مثنوی کے (۳۲۵۰) شعر ہونے چاہیئے مگر اس یورپ کے مخطوطے میں تقریباً (۱۰۰۰) شعر ہیں نہیں معلوم باقی شعر کیوں متروک ہوئے اور وہ کہاں تھے۔ معلوم ہوتا ہے ملک خوشنود کا خاص کاتب تھا جو اس کے تصانیف کو صاف کیا کرتا۔ اس کا نام محمد شاہ ابن حاجی بابا تھا۔ مثنوی کے آخر میں خوشنود نے اس کی تعریف کی ہے چنانچہ کہتا ہے

کیا ہیں تو کتاب یو جگ میں مشہور | رہیا دنیا میں یوں جون کمن اوپر سدر
لکھیا کاتب عجب خوش خط زیبا | محمد شاہ ابن حاجی بابا
بزرگان کے بچن ہیں کان دہرنا | کسی پر عیب دہر غیبت نہ کرنا

مرتب کیٹلاگ کو ان ہی اشعار سے دہوکہ ہوا ہے اور وہ محمد شاہ ہی کو اس مثنوی کا مصنف خیال کرتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا خوشنود ایک زبردست اور بلند پایہ شاعر تھا۔ اگرچہ اس مثنوی کا بیان ضرور پیچیدہ ہے اور اس زمانہ کی دوسری مثنویوں خاور نامہ۔ بہرام و حسن بانو سے دقیق ہے مگر پھر بھی شاعر کی قادر الکلامی اور کہنہ مشق شاعری کی کافی طور پر وضاحت ہوتی ہے۔

خوشنود کی پرورش گولکنڈہ کے شاہی دربار میں ہوئی اور پھر بیجاپور کی سلطنت میں ملکہ اور سلطان کا مقرب خاص تھا اس وجہ سے ہر وقت اس کو قصائد کی ضرورت ہوتی تھی اگر اس کے قصائد مل جائے تو واقعی ایک بیش بہا شئے ہو گی۔

میری معلومات کی حد تک اس مثنوی کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

خاور نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۳۵) ورق (۳۴۳۵) سائز (۱۴×۱۰) سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"ابن حسام کے فارسی کا دکھنی ترجمہ جس میں حضرت علی اور آپ کے رفقا ابوالمعجن اور مالک کے جنگوں کا بیان ہے۔ مصنف کمال خاں رستمی آخر پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا مصنف اسمٰعیل خطاط خاں کا لڑکا ہے جو سلطان بیجاپور کے دربار میں ذی عزت امیر تھا جس کے سات پشت بیجاپور کے متوسل تھے اور خطاط خاں کا خطاب سرفراز تھا۔ کمال خاں متعدد فارسی اور دکھنی قصائد اور غزل لکھ چکا تھا اس کا تخلص رستمی تھا۔ خاور نامہ کی تصنیف خدیجہ کے حکم سے ہوئی جو محمد امین قطب شاہ ابن ابراہیم قطب شاہ کی دختر اور محمد عادل بیجاپور (۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء تا ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء) کی ملکہ تھی۔ اس مثنوی کی تصنیف ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے جس کو مصنف نے آخر پر منظوم کیا ہے جہاں اس کو "نامہ شاہ" سے بھی موسوم کیا ہے کتاب میں رنگین تصاویر بھی ہیں جن میں بعض پورے صفحہ پر ہیں"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔ ڈی ٹاسی نے اس کا ذکر کیا ہے جس میں وہ مصنف کے تخلص کو بجائے رستمی کے "رسمی" بیان کیا ہے۔

ڈی ٹاسی کا خیال صحیح نہیں ہے۔ نہ صرف اشعار میں رستمی لکھا گیا ہے بلکہ کتاب کے آخر

جو فارسی عبارت ہے اس میں بھی صاف طور پر رستمی لکھا گیا ہے۔ جن اشعار میں تخلص لایا گیا ہے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

کیا ترجمہ دکھنی ہور دلپذیر | بولیا معجزہ یو کمال خان دبیر
خلق کہتی دسے مجھ کمال خان دبیر | تخلص سو ہے رستمی بے نظیر

کیا رستمی اس نقش یو کتاب | بندیا بات کی گوہراں بے حساب

دے اوسے جو رستمی اچھو مدام | کرے رستمی کون او عالی مقام

اس مثنوی کی تصنیف جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۱۰۵۹ھ میں ہوئی ہے اس کی صراحت کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

نبی کی جو ہجرت تھی کیتا خیال | ہزار پر پچاس اور نو کی تھی سال
کہا رستمی اس وقت یو کتاب | بندیا بات کے گوہراں بے حساب

کمال خاں رستمی اسمٰعیل خاں کا لڑکا ہے ساتھ پشت سے اس کا خاندان سلطنت عادل شاہی کے دامن دولت سے وابستہ تھا خوش نویسی کی خدمت سپرد تھی اور خطاط خاں خطاب ملا کرتا تھا۔

رستمی نامور ادیب با کمال شاعر تھا فارسی اور دکھنی نظم میں ید طولی رکھتا۔ غزلیات اور قصائد منظوم کئے تھے مگر بد قسمتی سے سب ناپید ہیں صرف ایک مثنوی اس کی یادگار ہے جو اس کے قابلیت کی بیّن دلیل ہے۔ چوبیس ہزار شعر کی طویل مثنوی کا صرف ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں قلمبند کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

وہ نہ صرف زبردست شاعر تھا بلکہ ایک بہترین نثر نگار بھی تھا۔ اس کی نثر بھی نظم کی طرح خوبیوں سے مالا مال ہوتی تھی۔ شاہی دربار میں اس کی عزت تھی اسی طرح ملکہ کے پاس بھی با رسوخ تھا۔ غرضکہ رستمی بیجاپور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔

نفس مضمون کے لحاظ سے یہ ایک فرضی رزمیہ داستان ہے جس کے ہیرو حضرت علی ہیں اس کا قصہ تقریباً داستان امیر حمزہ کے مماثل ہے ممکن ہے ابن حسام نے اپنی تصنیف داستان امیر حمزہ کے دیکھنے کے بعد کی ہو جو سلطان ناصر الدین محمود[۵] کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ (داستان امیر حمزہ اُردو نہیں بلکہ فارسی سے یہاں بحث ہے)

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس میں سبع سیارہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے اس کے بعد آدم اور فرشتوں کی تعلیم کا بیان ہوا ہے۔ پھر مناجات کا عنوان آتا ہے اس کے بعد نعت پھر صفت مدینہ کا عنوان اس کے بعد "صفت شب" بیان ہوئی ہے جس میں فردوسی کی مدح کی گئی اور اس کے شاعری کی داد دی گئی ہے۔ اس کے بعد اصل داستان شروع ہو جاتی ہے۔

اس سے واضح ہوگا اگرچہ اس کی تصنیف ملکہ کے حکم سے ہوئی اور شاعر شاہی دربار سے وابستہ تھا مگر بادشاہ اور ملکہ کی مدح سرائی نہیں کی گئی حالانکہ یہ دکھنی مثنویوں کا تقریباً عام قاعدہ رہا ہے۔

قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی مجلس میں صحابہ کے بہادری کا ذکر ہو رہا تھا کوئی کسی کا نام لیتا تھا کوئی کسی کا۔ کسی نے سعد وقاص کو ترجیح دی جس پر ابو المعجن کو ناگوار ہوا مجلس کے برخواست پر دونوں میں بحث کی صورت پیدا ہوگئی۔ ابو المعجن نوجوان تھا اور حضرت علی سے فنون جنگ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ رات کے وقت سعد بن وقاص نے ابو المعجن سے لڑنے کے لئے جنگل کی راہ لی جہاں ابو المعجن بھی آیا مگر سعد سے لڑائی کے بجائے بیان کیا وہ ملک مغرب کو جانے کا ارادہ رکھتا ہے اگر وہاں ہار جائے تو خیر ورنہ کامیابی کا سہرا رہے گا۔ سعد نے بھی اس کی تائید کی دونوں روانہ ہوئے۔ کچھ سفر کے بعد ایک ملک میں پہونچے

---

۵ ایضاً

یہاں کے بادشاہ کا نام ہلال بن علقمہ تہا وہ اور اس کے تمام اہل شہر مسلمان تھے بادشاہ نے تین دن دونوں کی مہمانی کی اور رخصت کے وقت ایک لشکر ساتھ کرنے کا ارادہ کیا مگر انہوں نے انکار کیا اسی طرح تنہا روانہ ہوئے۔ نوروز کی مسافت کے بعد دسویں دن ایک دوسرے شہر میں پہونچے جس کا نام کوٹہ نور تھا یہاں کے بادشاہ کا نام نوادر تہا۔ اول تو اس نے خاطر تواضع کی اور ان کے ارادہ سے واقف ہوگیا بعد ازیں مخالفت ہوگئی اور ان سے جنگ ہوئی جب نوادر مجبور ہوگیا تو ایک دوسرے بادشاہ قنطارشاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلعم کو سعد اور ابوالمعجن کا ملک مغرب کو جانا معلوم ہوا۔ حضرت علی فوج کے ساتھ ان دونوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اثنا راہ میں بادشاہ زنگیان سے آپ کا مقابلہ ہوا وہ مسلمان ہوا۔ اس کے بعد آپ قنطارشاہ کے مقابلہ کو پہونچے یہاں آپ سے سعد کی ملاقات ہوئی مگر ابوالمعجن شرم سے دوسری جانب روانہ ہوگیا۔ قنطارشاہ سے جنگ ہوئی وہ گرفتار ہوا۔

ابوالمعجن یہاں سے روانہ ہوکر پولا دکوٹہ گیا جہاں رعد اور عمار سے مقابلہ ہوا قنطارشاہ کے تصفیہ کے بعد حضرت علی ملک خاور کو روانہ ہوئے۔ اثنار راہ میں کئی بادشاہوں سے مقابلہ ہوا کئی جنگیں ہوئیں۔ پولادکوٹہ میں حضرت علی اور ابوالمعجن میں نادانستہ مقابلہ ہوا مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی اس عرصہ میں حضرت علی پر غنودگی طاری ہوئی اور خواب میں معلوم ہوا وہ ابوالمعجن تہا اس کے بعد دونو کی ملاقات ہوئی اور اب سعد اور ابوالمعجن آپ کی رفاقت میں رہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت نے عمر بن امیہ کو حضرت علی کی مدد کے لئے روانہ کیا جنہوں نے اپنی عیاری سے ہر جگہ بڑی مدد دی اور ان کی عیاری سے بڑا کام نکلا۔

ان ہی جنگوں میں کئی دفعہ طلسم کشائی اور دیؤں پریوں وغیرہ سے لڑائی ہوتی ہے جس میں حضرت علی کامیاب ہوتے ہیں۔ اس طرح مختلف جنگوں جو بری اور بحری دونوں ہیں۔ اور مختلف طلسم کشائی کے بعد کئی بادشاہوں کو مسلمان کر کے حضرت علی معہ رفقا بہ فتح و فیروزی

مدینہ منورہ کو تشریف لاتے ہیں آنحضرتؐ امام حسنؑ و حسینؑ سے ملاقات ہوتی ہے۔

یہ ہے مختصر سا خلاصہ اس مضمون کا جو بڑی تقطیع کے (۱۰۸۶) صفحوں میں ہے۔

نمونہ کلام کے پیشتر بعض اندراجات کی صراحت کی جاتی ہے جس سے اس کے نفسِ مضمون کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس میں حسب ذیل بزرگوں کا ذکر آیا ہے اور ان کے تصاویر موجود ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ابراہیم۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ یونس۔ خضر۔ آنحضرت صلعم۔ حضرت علی۔ امام حسن و امام حسینؑ جبریل وغیرہ۔

جن جن بادشاہوں کا ذکر آیا ہے اور جن سے مقابلہ ہوا ہے وہ یہ ہیں۔

ہلال شاہ۔ نوادر شاہ۔ قنطار شاہ۔ بادشاہ زنگیان۔ قباد شاہ خاوران۔ سلیمان شاہ جمشید شاہ۔ بادشاہ فیل کوشاں۔ خار شاہ۔ فیروز شاہ۔ ناہید شاہ۔ طہماس شاہ۔ قبط شاہ شاہ سمک۔ صلصال شاہ۔ ہرمز شاہ۔ فیروز شاہ۔ رائقف شاہ۔

ان میں سے نوادر اور رائقف کو ابوالمعجن نے قتل کیا ہے۔ قبط شاہ اور صلصال شاہ کو حضرت علی نے قتل کیا ہے۔ جمشید شاہ۔ شاہ سمک اور طہماس شاہ مسلمان ہوتے ہیں۔

ان بادشاہوں کی طرف سے جو سپہ سالار مقرر ہو کر میدان جنگ میں آئے اور مقابلہ کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔

ہلال۔ قنطار شاہ کی جانب سے آیا تھا۔ رعد۔ میر سیاف۔ قباد۔ ایلاق ترک (اس کو سعد نے قتل کیا) میرزہ تہار خوار (یہ مسلمان ہوا) شاہ پور (مالک نے قتل کیا) فرہاد۔ عمار (شاہ خاوران کی جانب سے آئے تھے) کشیب۔ ہوما۔ نوشاد جو جمشید کی جانب سے حضرت علی کے مقابلہ کو آیا تھا۔ اردشیر یہ بھی جمشید کی جانب سے آیا تھا۔ آدم۔ کوتوال شہر ربیع۔ اسفندار بہمن (مالک کے ہاتھ قتل ہوا) شداد۔ کاؤس۔ شیبان۔ شہپال (جادوگر) گلباد (ابوالمعجن سے مقابلہ ہوا) ففجان۔ قرطاس۔ اس کو ابوالمعجن نے قتل کیا۔ اغوان کو بھی سمراق

پیل زور۔ اس کو بھی ابوالمعجن نے قتل کیا۔ سرتاب صلصال شاہ کا سپہ سالار تھا۔ گوراب۔ گوزر نوزاد۔ کیو۔ عاد۔ نوزادین۔ سام۔ یہ سب صلصال شاہ کے فوجی افسر تھے۔ اور اکثر قتل ہوئے۔

داستان میں عورتوں کا ذکر ہوتا اور ان کا بحیثیت ہیروئین آنا ناگزیر ہے۔ چنانچہ اس مثنوی میں جن جن عورتوں نے حصہ لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

دل افروز۔ دختر نوارد جس سے سعد نے بیاہ کیا۔ گل چہرہ دختر جمشید شاہ، پری رخ۔ زن جمشید۔ خواہر جمشید۔ گلنار۔ گل اندام۔ شمامہ۔ صلصال شاہ کی ملکہ جو اس کے قتل کے بعد مسلمان ہوتی ہے۔ قرطاس شاہ کے حرم۔ طہماس شاہ کی بہن۔ ناہید شاہ کی دختر، پری کوہ بلور۔

حضرت علی کے جن جن رفقا اور ان کے کارناموں کا ذکر آیا ہے اور جن کا داستان میں بڑا حصہ ہے وہ یہ ہیں۔

ابوالمعجن۔ سعد۔ مالک۔ عمر امیہ۔ قنبر۔ خالد۔ فتاح۔ عمر معدی کرب۔ سلیم۔ حضرت علی کی جانب سے عیاری میں عمر اور طرف ثانی کی جانب سے مہیار اور طرب قابل ذکر ہیں گر عیاری میں بلکہ داستان میں سب سے بڑا حصہ عمر امیہ کا ہے۔ جیسا کہ داستان امیر حمزہ میں ہے۔

مثنوی میں جن جن شہروں اور مقاموں کا ذکر آیا ہے اور جہاں لڑائیاں ہوئی ہیں ان کی صراحت بھی مناسب ہے۔

کوٹہ نور۔ ریاض کوٹہ۔ ضماد کوٹہ۔ صباح کوٹہ۔ پولاد کوٹہ۔ بندرگاہ سلیمان۔ شہر جم شہر خاوراں۔ قلعہ حوال۔ قلعہ صور۔ حصن ربیع۔ بت خانہ آہن باغ۔ حماد کوٹہ۔ بت خانہ دیواز مسیا قلعہ آہن۔ شہر سمت۔ کوہ بلور۔ قلعہ آدمی خوار۔ شہر عرض۔ کوہ طلسمات۔ حصار برنج۔ حصار ظلمات۔ طلسم بلور۔ شہر مرصع۔ ویران حصار۔ شہر فام۔ شہر زر۔ میل گوہر نگار۔ شہر زرین رباط اول۔ دوم۔ سوم۔ باغ زرین چمن شیطان۔

صدر الذکر بادشاہوں کے لشکروں کے سوا بعض اور لشکروں کا ذکر اور ان سے مقابلہ ہوا ہے جن میں سے چند کے نام بیان کئے جاتے ہیں۔

لشکر آدمی خوار۔ لشکر دیوان۔ لشکر پریاں۔ لشکر جادوگران۔ لشکر کلاہان۔ لشکر فیل گوشاں۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے یہ فرضی داستان ہے جس میں صدہا امور غلط اور ناممکنات سے ہیں۔ دیؤں۔ پریوں۔ بھوتوں سے جنگ کرنا خلاف قیاس اژدہوں اور شیروں سے مقابلہ، طلسم کشائی وغیرہ۔

اس صراحت کے بعد کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

اول جب کیا یو کتاب ابتدا | بندیا بات میں نقش نام خدا
جو صاحب ہی او عقل ہور جان کا | کیا دین بخشش او ایمان کا
اوہی ایک صاحب اپر ہور تلین | بو ہستی پر اسکی گواہی ہمن

ہر یک نقش تقدیر نی جو کیا | تیری تا ہیں سب نقش پیدا کیا
تجھ سر ہی حق کا سو تجھیں دسی | دیسی تجھیں ہور تجھیں بسی
دو جگ کا سو مقصود تجکوں کئیں | فرشتی سو تج کو تج سجدا کرین
صفا مروہ دایم ہی اس سعی تھے | یو حج عمرہ ہی رسم اسکا سبھی
دہری شرع سر تاج شاہا ہتین | سنا اور یٰسین و طٰہٰ تہیں
فلک ہی سو مسند پہ تزہی قدر کا | زمیں تخت ہور فرش ہی صدر کا
تزہی کہر کا پہرہ دار روح الامین | کیا اپس اسیکا جان آفرین
توں لولاک کے تاج کا تاجدار | تزہی باس تہی خوش نسیم بہار

علم تو ترا فتح عجم بر کیا   تجہ انا تنہا جدان تہی دیا
تجی فتح دشمن پہ سے دبن کا   دعا کر عطا ھی تجہ آمین کا
تون ھی سرو قامت تر فستقم   ھمن ہات دامن پر تجہ معتصم

صفت شب :-

آیا تہا زمیں پر پی جون شاہ زنگ   زمیں ھور زمان کون لیا پا تہا پی ننگ
سفیدی پی کہچی تہی مکہ پر نقاب   پرند سپہ پینیا تہا آفتاب
زمیں پر عنبر کا سندپ تہا تمام   سوا کون سپرا پردہ تہا شکفام
زمیں پر تو سنبل تہا نیں تہا سمن   کیا تہا پی سوسن کا کسوت چمن
کیا تہا محل کی بہتر شاہ چین   صباحی کا تہا مرغ بہی خواب میں
زمیں ھور زماں میں پی کا جیل بہریا   انکار جا کر جکیں دھوان بہر رھیا
جتی مرغ ماہی کون تہا بہوت خواب   زمیں کوں دِرنگ آسمان باشتاب
فلک نو طبق کو ہران سون سنوار   ھور کون پی زیور کیا صد ہزار

جو شاعر تہا فردوسی پاکزاد   اچھو حق کی رحمت سون او بہوت شاد
دنیا میں ھوئی بات استی پند   ہوا شعر تہی بہی انی بہر مشہد
ہوا شعر اسی خوب آبی روان   کیا اتہ پہوانان کیا از خسروان
کیا نامراد خلق میں نامدار   رھیا جگیں اپس تہج یو یاد کار
بلند مرتبہ اپس تہی ھی بات کون   کیا شعر جگ میں او اپس ہات سون
ہوا ختم اپس مثنوی بولنا   موتی بات کی را اپس کر رولنا
بولیا جگیں توحید او ھو پند   جو یک بیست انی خدا کون پسند
جو ریا جو نگی اد قالب خاک کون   خدا بخشیا فردوسی پاک کون

جو فردوس میں اس کا جا کا کیا ۔۔۔ الپس کی پی رحمت سون جنت دیا

جو موتی بند یا ھی صفت میں ییری ۔۔۔ او پہولان گنند یا ھی صفت میں مسری

دنیا کون بلندی و پستی تو ہی ۔۔۔ سبہی نیست ہیں انچہ ہستی تو ہی

اس یک بیت پر بہشت اسکو دیا ۔۔۔ ملک یا نہ کا اسکون بخشش کیا

صفت بہوت توحید میں اس کرون ۔۔۔ کمر میں بہی یک نکتہ ایسا کہون

جو الپس نکتی تہی ھوی دولت منجی ۔۔۔ بلندی دیوی ھور رحمت منجی

آغاز داستان خاور نامہ

جو مسجد میں انصا کی بیت الحرام ۔۔۔ رسول قریشی علیہ السلام

مبارک وقت کون جو یک نامدار ۔۔۔ جو بیٹھی تہی مسجد میں اسوقت شاد

زبان کہول یاران الپس میں اپن ۔۔۔ تہورا بہوت ہر یک لگی بولنی

بولیا ایک جون مالک نامدار ۔۔۔ نہو سپی دنیا میں یہی دسرا سوار

بولیا سعد وقاص مجہ سار کا ۔۔۔ نہیں کوئی مجلس میں مجہ کار کا

جوان ایک ابو المعجن الپس نانو تہا ۔۔۔ جو مردی ہیں اس نانو سب تہا نو تہا

ھنر کا دوا دلمین روشن اتہا ۔۔۔ ھنر سب او حیدر تہی سکیا اتہا

اونچی ھور نیچی بات اہی درمیان ۔۔۔ عمر جا بکی لیکہ ایا دہان

ماریا او ابو المعجن اور سعد کون ۔۔۔ ھوئی دونو جانان بہی رنجیدہ جون

غصی آہی دونو دیکہی کہور کر ۔۔۔ لگی جانگی جوں کی در روز کر

یمن بہی جو مردی میں باندیں کمر ۔۔۔ دیکہیں کی جتی سب یو اھل نظر

جو حرمت تری نان رکیں کی یہان ۔۔۔ کرینگی تجہ آزارہ اندر جہان

بولی یو پنج مجلس تہی او بہار کئی ۔۔۔ نظر نان کرے کام اس تہار کئی

هور سچنده خاطر او دونو ملے | غصے هو کر مجلس تے دونو چلے
جو مالک دیکھا کام ایسا هوا | جو یو فتنہ یارا نہین بالا هوا
شتابی سون آکر تنہ د عمر | پکڑ ہات اس کا کیا لے بدر
جلے لوک اپنی پی آرام گاه | ملول او پریشان ازان جا بگاه

پھیر آئے شہر میں چھوڑ دشت | خوشی سون بولے اگر یو سر گذشت
کیا ترجمہ دکھنی هور دلپذیر | بولیا معجزه یو کمال خاں دبیر
خلق کہتے ہیں مجہ کمال خان دبیر | تخلص سو هے رستمی بے نظیر
پلا ساقی ادمی جو هے خوشگوار | جو دہرتا ہون میں بے پلا ہے خمار
خمار تے جو میں دردسر کہنچتا ہون | فراق تے اس آہ جگر کہنچیا ہون
دے ادمی جو ستی اچھے مجہ مدام | کرے رستمی کون او عالیمقام
دے ادمی جو بوزہ ہے مرا سب خمار | بڑے هور ہلی تے کرے رستگار

خاتمہ ملاحظہ ہو۔

خمار اسکا پکڑیا ہے پیوند وپے | خمار تور دے پیالہ یک بهر کر مے
کہلایا سوں پہولان بباغ سخن | معطر ہئی سیتی دماغ سخن
کرے حبب گزر پر گلستاں من | دکہکا یو پہولان بہ بستان من
حضوری کی فردوس میانی درائی | جو دکھیکا جنت نمن دلکشا ہے
بہار تھی جون باغ ارم تازه روے | جو دمرتا هے فردوس کا رنگ بوے
جون فردوس ایا ہے دربوستان | بہشت ایسا لیا ہے بر دوستان
موا تہا اندیشہ منجے رہنما سے | نہ کہوں یا دکار ایک میں پی بجاے

سنواریا ہوں سن نامہ سون خامہ کون   نہایت کون ابزایا ہون نامہ کون

نہایت سوا نا یئہ نا مدار   سوا نامداران اپر یادگار

اگر ہاتی ہو دیکا تن زیر خاک   میرا نا جتنیا ہی مجہ کیا ھی باک

نبی کی جو ہجرت تہی کتیا خیال   ہزار پر پچاس اور نو کی تہی سال

کیا رستمی اسوقت یو کتاب   بندیا بات کی کوہران ہجاب

خاورنامئہ دکہنی کیتا یوں نام   ہوا خاوران پر قصہ سب تمام

اپس اوپر بہت گذریکا روزگار   اچیکا یو دنیا مں ہور یادگار

توں اس نامی کون نامئہ شاہ جان   دوجی نامیان پر شاہ دلخواہ جان

جنگ کا سین

چلیا جنگ تہی شاہ دلدل سوار   اُچایا او دلدل نشان غبار

کیا ایک حملہ او لشکر اپر   سواران چلی اہی اپس کرد کر

گہوریا نکی نعل تہی زمین چاک ھوئی   اُسپتی ہی لرزی میں سب خاک ہوئی

نفیریان کی نالی کی آسمان میں   اُٹہی کرد لشکر تہی میدان میں

سوارانکی پانوکی پی اوار تھے   زمیں میں کی مردی اُٹہی واز بہی

کرد میں جوں بجلی چمکتی تہی تیغ   جون بجلی دیسی ابر میں بیدریغ

بہت سر جو باری تہی در زیر نعل   سران تز یانکی ھوئنی تہی پی لعل

موہئی ھور زخمی پری تہی تہی   جو چلنی کون وان بات نہیں تہی کتی

علی مار پاری تہی وان سوار   چو افلاک اس کر سکیا نہیں شمار

اپس روز بازو تہی او نامدار   ماریات سو ھور یہی یکہزار

امن ہنگین باقی لگی سب سپاہ   سران تہی رکہی سب اپس کا کلان

زبان سوں صفت اسکی کرنے لگی | اپس سر کوں زنہار منگین لگے
علی کی ایمان لیا و نو ہمی امان | نیجا کا تمن کون تمارا ایمان
ادکوہی ہو کا پیچ تیغ تہی رسپتکار | چوار سپی تہی دلکی دھور لیکا غبار
جون ار سپی تمن دلکوں روشن کری | حکم پر پیمبر کی گردن دھرے

شب زفاف عروس کے متعلق کس قدر پردے میں بیان ہوا ہے۔

دل افروز ہور سعد کون وان لجا | کئی عقد دہ نو کا سب لوک جا
زن و مرد کا کام جون سب ہوا | اتہی رات ساری محل میں ادجا
ستارہی اتہی حبشی سب راتکوں | ہاہی دیکہ کرا دا جت کالی سون
عروس بہا جگی جونکہ جلوا کرہی | فلک کی پی جھری تہی بہار آپہری
علی بہی بولا ہی دل افروز کون | کی اچہ نون پان یو بچ بہی دون سون

جنگ میں مقابلہ کا سین

ایا رعد اپس پر جا نو فیل مست | چمکتی لیا رعد سپی تیغ دست
دوبا کان پرہی لیکر شمشیر تیز | زمیں پر کئی اپس وقت ستیز
ماری اسس اپر ہر طرف تہی پی تیر | سپر سون رکہیا دہانے اپنا اوسپر
پپرکی بین بجلی دستی تہی تیغ | دسپی بجلی جون ابر میں بیدریغ
غصی سون ماری زخم ہور یون لری | جو سر تہی سپیر کری ہو کر اتری
جوانان کی بازو تہی شمشیر نون | ہوی تہی جو جو کان سپر کند جون
سوار رعد کی اپس تہی میدان میں | ہوئی دیکہ حیران وان سب جنین
آخر کون ابو المحجن تا مدار | کیا سر اپر رعد کی تیغ بار
سپر لیا یا سر پر ادھنکی سوار | دو ٹکری ہوا ادسر جوں خیار

سپر کاٹ کر تیغ اتری ملار
کاتی ترک پولاد سر ایکبار

چلیا رعد کی سر تھی بہی لعل خون
هوا ترک پولاد سون سرنگون

ماریا کرم هو غصی سون پہلوان
کاتیا زین هور سب تمام ستوان

اسی سپر تھی بہی پانو لگ دد کیا
اسس تیغ زین سون باندیا

ہوا اس تھی معمور سکا جنکل
جانوایا ھی کاروان دان نکل

نہیں وان کی حشی سپنواری کئی
بلشت ایک خالی کہیں نہیں رہے

ھوی جون جنگل نیانی ادہچ رات
هوا پیدا ایک سار بہی انکی سات

نہیں جانتا ھی میرا ناتون تون
لیجانی کون ایا ھی اس تہانو توں

میرا نانو بہی میر سیّاف ھی
جو مج تیغ تھی چرخ پر لاف ھی

میری تیغ تھی تون نہیں ہیں پلنگ
جو مناتی ہیں باکان مرادیکہ جنگ

ترا نانو مجہ بول کیا ھی اتال
دگر نہیں تو تجہ سون کرونگا قتال

اتھی گردن اور ران اسکی سبطر
ھتی کا دہری رذر پنجہ مر پر

دونوں ہات اسکی درخت چنار
دونوں پانو ھور ران مانند دار

لب اس کا جانو کردہ کا دتہا
اوہفتاد کا دان تھی پرتا د تہا

لیا جوب سنگین ان ہات میں
کرہی جو رھتی کون یک سات میں

کشادہ اتہا سینہ اور سفت اد
تون بولیکا تہا دیو جون حفت اد

تمام شہر خاور مسلماں ہوگے
تمام یکبیک افرین خوان ہوئے

آئی سشرکی عورت لی عورتاں سنگات
اوجید رکنیں ای بولنی کون بات

اتہی سیتن حور او نوش لب
رخ وزلف و مرتی تہی جوں روز و شب

اوتہی خوبرویان کے دل کا بہار
اوخاور زمیں کی اتہی لالہ زار

پری سروقد تہی پری زاد نام
جو اپس کہ تہی خوبان کون خوبی تمام

مسلمان ہوے جیو سون جا کرزن
اسیتی ہوئی خوشش تمام انجمن

لہو سات شمشیر رخشان کرون
پانی میانی لعل بدخشاں کردن

النو بولی نوبت بجا وار فراز
جو جہکر لگی نوبت بجی بان پی باز

بہی کشتی ہیں تہی ایرای نفیر
بہری دریا اوپر تمام آکر تیر

دو کشتی پو تیران تہی آپڑے
ننکان پی او دکہ جہکرا اورے

سپہ کون دیا او نج کو راب دل
جکر کی لہو سون تہی سیراب دل

ہر یکطرف کشتی سون کشتی لگی
نہیں کوئی رہنی تہی اسمیں پہکے

سر نیزہ سینیان سون کشتاخ ہو
موئی بہوت سنی ہیں سوراخ ہو

ہوا مردیاں تہے دریا سارا سیاہ
جو کشتی کون جانی نہیں ابری راہ

تن مردیان سون جا گا سارا بہریا
لہو کی جا نو دستی تہی سب دریا

تون دین نبی سات پر نور ہو
اپس دلکی توں دلوتہی دور ہو

گواہی دی ای مرد دانش نماہی
محمد ہی جکہیں رسول، خدائے

زبان سات توں دلکوں یہی یاد کر
پیمبر کی بول پو پڑے اقرار کر

شاہ سمک کے خواب کا سما اور اس کا مسلمان ہونا۔

زمیں حبشی و مرتا تہا شہ زیر پائے | چھپی ہور آتش ابراہی زجائے
اسیی اک تہی بہار آئی شرار | بہی یکبارہ آتش لگی سب عصار
جوان ایک ظاہر ہوا خوش خرام | اتہا نکہ اسیکا جوں ماہ تمام
سنبل سوں گل تازہ کوں دیا آب | بندیا سایہ ہاں شب کا بر آفتاب
انہا خم میں جم حلقہ تا پشت پاے | صبا زلف تہی اپس ہو دہی عطر سالے
تبسم کیا یا ہزاران نمک | ایا او نزدیک شاہ سمک
انی پکڑیا اس ہات فرزانہ کون | کیا خویش اس وقت بیگانہ کون
ایسی اک تہی اس کنارہی کیا | پہر ہوکر اسکون گلی لائیا
جون شاہ سمک دیکہا دیدار او | ہوا جیو سون اس خریدار او
اسپی بولیا ای مانہ مردمے | تجی دیکہ حاصل ہوئی خرمی
کیا ہی نانو کہ ہیں غلامی توام | کروں بندگی کہ بنام توام
انو بولی میں ہوں رسول خدائے | ہوناگرہاں کو سنج میں رہنما ے
مسلمان ہوتوں دین مرا پذیر | کفر چہوردہی اور اسلام کر
گناہاں کون تری شفاعت کروں | شفاعت تجی میں نہایت کرون
یو سن مژدہ شاہ سمک شاد ہوا | مسلمان ہو دوزخ تہی آزاد ہوا

شمامہ کا صلصال پر ماتم کرنا۔

یزان رونا بہی اپس پر آغاز کے | ماتم کا ابی شیوہ بہی باز کے
ادیون بولی اہی بادشاہ جہان | دولت سوں اتہا توں پناہ جہان
دنیا تجہ پناہ میں اسودہ تہی | تری دور میں ظلم تو کچہ نتہی

تری داد تہی ظلم کو تاہ تہا
ترا تاج پی افسر ماہ تہا

تون بیدار کر فتنۂ در خواب تھا
زمیں تیغ تل تیری سیراب تہا

اتال آئی خرابی بیکار جہان
اپڑا یا شب روز کار جہان

اتال شاہی کا تخت بی شہ ہوا
تون روشن جب تہا سو جون مہ ہوا

اتال ہیں ہور یو سو وضع کا پی درد
انکیان تر ہو ٹہان خشک ہور آہ سرد

زمانہ جو یون دیکہلایا منجے
انجو کی جا کی لہور لایا منجے

شب کا سماں :—

سپنوار ہی تہی شب ردی تابندہ ماہ
رو مشکین گیسو سات خال سیاہ

خم طرہ چہور یا تہا مہ نی ردوش
زلف زانکی سوئنی تہی عنبر روش

لکنہار شب کا قلم کہنچیا
الپس دائرہ پر رقم کہنچیا

دنیا ہوئی سیہی خط تہی عنبر مثال
جون خوبان کا مکہ زلف و مرتا د حال

جہوری رات نی زلف مشکین رسن
جانو عاشقان کی دلان پر شکن

رین کی سیاہی تہی گیسوی شام
زرہ کون کرہ گیتی بردہی بام

کہولی مشک کا او پرند سیاہ
بندی اسمیں قندیل زرین ماہ

اُجان ہارا یو سقف نیلی طرانہ
بچہایا یو نہ فرش کلزیر یانہ

رین جعد مشکیں رسن بافتہ
عنبر تہی خط بند کی بافتہ

عروس رات کی بہی دریں ھفت باغ
کہنی جلوہ او بام ازان چراغ

زمانہ زبان باند کر تہا خموش
زمیں پر بیٹہا کچہ پی بانک و خروش

تمام مرغ و ماہی کئی تہی نی خواب
فلک نے کیا تاب از آفتاب

نہیں خواب تہا مجہ نہ دلکون قرار
نہ ہشیاری تہی سر میں نہیں تہا خمار

پریشاں اندیشی تہی تہا دل کسل | جوں گیسوی خوبان پراکندہ دل

پری زاد تہی اوپی بر چشمہ سار | خبر نہیں اسس ار حیدر نامدار
پریکا تو جا کا اھی چشمہ سار | چمن میانی اجنی اھی گلعذار

وہی دیو جو سعد کون لی گیا | ھوا تہی دھوان ھو تلمن آیا
کمرگاہ پکریا انی آے کر | لیا ہات میں تیغ او شیر نر
ماریا تیغ او دیو کی سرا پہ | کاٹیا سر تہی پاداں تلک سر بسر
کیا نعرہ استپار ہی یک بلند | موا دیو نعری تتی ھو کر نژند

روایت کیا مالک نیک نام | محمد کی انگی علیہ السلام
دیکہا میں جو صلصال ڈبالا ہی او | تہا ھشتاد گز قد و بالا ہی او
جو اس سات میدان میں آئی علی | سر او لیا دھرتی سو بہ پروے
جکیج قد و بالا صلصال تہا | علی اسکی قد تہی زیادہ دسیا
دیکہا قد ھور بالا صلصال باژ | زیادت دسی استی جوں سرفراز
انی بولیا ای مرد افسون نمائے | تون جادو گر ہیں اب پہرائے
تون دستا تہا انکہی میری زبون | دوچی وضع دستا ھی توں تو کیون
میری اپس درازی وپہنا سنگات | زیادہ دسیا قد و بالا سنگان
تری ھور مری میانی ھی وادرے | کیا کرتا ھی جادو و افسوں گری

چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ اور اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں

البتہ فارسی کے ساتھ اس کا مقابلہ ضروری ہے۔

خاور نامہ فارسی ابن حسام کی تصنیف ہے جو ۸۳۰ھ میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کا ایک نسخہ جو باتصویر ہے۔ برٹش میوزیم میں اور دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔ برٹش میوزیم کا نسخہ ۹ رمضان ۹۷۱ھ میں لکھا گیا ہے اس کا ذکر فارسی قلمی نسخوں کے کیٹلاگ کے صفحہ ۱۰۴۲ نمبر (۱۹۷۶۶ اڈیشنل) پر درج ہے۔ انڈیا آفس کا ایک نسخہ باتصویر ہے جس کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ دوسرا نسخہ بلا تصویر ہے یہ جمادی الاول ۹۶۵ھ کا لکھا ہوا ہے کاتب محمود بن عبدالرحمن ہے۔

ابن حسام کو بعض اصحاب حسام الدین اور بقول بعض محمد حسام کہا جاتا ہے یہ قہستان کا باشندہ اپنے زمانہ کا نامور باکمال عربی اور فارسی کا شاعر تھا خاور نامہ کے علاوہ اس کی دیگر تصانیف بھی ہیں بعہد عمر مرزا ابن تیمور گورگان ۸۷۵ھ میں اس کا انتقال ہوا "خوسف میں" مدفون ہے۔

اس نے خاور نامہ کو شاہنامہ فردوسی کی تقلید میں لکھا ہے اس لئے اس کو فردوسی ثانی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابن حسام نے فردوسی کی تعریف بھی کی ہے۔

اس کتاب میں کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے اور مصنف نے ظاہر کیا ہے کہ صرف ایک روٹی پر گزر ہوتی تھی چنانچہ لکھتا ہے۔

بیک قرص تا شب از بام گاہ | قناعت کنم چو خورشید و ماہ
شکم چوں بیک نان توان کرد سیر | مکش منت سفرۂ اردشیر

تاریخ تصنیف بھی مصنف نے نظم کی ہے

چو بر سال ہشتصد بیفزود سی | شد ایں نامہ تازیان پارسی
مرا ایں نامہ را خاوراں نامہ نام | بنا دم بدانکہ کردم تمام

رستمی نے خدیجہ سلطان کے حکم سے اس کا ترجمہ دکھنی میں کیا ہے۔ ترجمہ میں بعض جگہ تو فارسی کا پورا ترجمہ کیا گیا ہے بعض جگہ اختصار کو بھی کام میں لایا گیا ہے۔ کہیں جدید عنوان قایم نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ایک ہی عنوان کے تحت مختلف امور کو بیان کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں فارسی اور دکھنی ترجمہ مقابلہ کے لئے ساتھ ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

فارسی	دکھنی
گرد ہے بگفتند جادو گرست	کتک بولے اس کون کہ جادو گرست
کہ شمشیر او اژدہا پیکرست	جو شمشیر اس اژدہا پیکرست
چنیں داد پاسخ ہماں گاہ شاہ	دیا جواب بھی اس وقت یونچ شاہ
کہ از تاج داراں خاور سپاہ	کہ ہیں تاج داران منجے با سپاہ
مرا نیز جادو بسے لشکرست	منجے بھی تو جادو کا لشکر ہے
کرا یدوں کہ ایں مرد جادو گرست	جو او مرد جادو گر کرا ہے
ز جادو بدیں کشور آرم سپاہ	میں جادو گر نکا منگا لوگاں سپاہ
بجادو ز جادو شوم کینہ خواہ	بھی جادو کون جادو سون ہون کینہ خواہ
بدیں جادو آرم بجادو شکست	میں جادو سون جادو کون دیونگا شکست
کہ آہن بآہن تواں کرد پست	لہوے سون لہوے کون کرے پست

اس کے بعد فارسی میں "نامہ نوشتن جمشید" الخ۔ اور اردو میں "طلب کردن جمشید" الخ کے عنوان آئے ان کا مضمون بالکل ایک ہے۔ چنانچہ:—

فارسی	دکھنی
ہمانگہ یکے نامہ فرمود شاہ	لکھا اسی وقت یک نامہ شاہ
شہبال جادو بخاور سپاہ	بھی شہبال جادو کون خاور سپاہ
نویسندہ از عنبر تر بمشک ،	لکھن ہارا لے کر قلم چھر کیا مشک

فارسی

قلم رانده بر روے کافور خشک
چو خوانیده نامہ نامہ سنجو اند
ز جادو یکے نامہ در بر ستاند
بدو گفت ایدر بہ پیمائے راہ
سوے حصن پیل از در بارگاہ
شدم ہم کنون بر سر داستان
بپردازم ایں نامہ داستان
بخطے معنبر بمشک و عنبر
نوشتہ چنین یافتم بر حریر
کہ چوں فرمان بر علی گشت راست
ازاں پس دراں مرز بودن نخواست
بیاراست بر بازگشتن سپاہ
سوے مرز خاور بہ پیمودہ راہ

یکے کاروان آمد آراستہ
ہمہ دشت از ایشان پر از خواستہ
رونده ہیونان پر از بار ہا
مرصع کفل پوشش و افسار ہا
ہمہ دم پر از گوہر شاہوار
ہمہ طوق بازو و خلخال دار

دکھنی

جو کاغذ تھا ایس کا جون کافور خشک
پر تہارا اس نامے کون جون پر یا
او خاور تھے یک نامور کن دیا
اسی بولیا اس بات تھے جا تون راہ
حصن پیل کون جا ازین بارگاہ
اتال اتا سون بر سر داستان
یو بولتا سون جون بولے تہی راستان
معنبر کے خط سون بمشک و عنبر
لکھے تھے سو ہمن دیکھا بولیا بر حریر
علی جون لئے قیروان سب تمام
کئے تھے استیار برادار ام
اوپر جانے خاطر سنواری سپاہ
انو پکڑے خاور ملک کی راہ

جو آیا ہے یک قافلہ کاروان
بھریا ہے تمام دشت سب ساروان
دور پہاڑا تو پان بھری بار سب
مرصع کفل ہیں اسی تار سب
پروہی ہیں موتی دنب کے بالیں
جڑی ہیں چرت سب دو خلخال پین

فارسی

صبا از ہیونان ہامون نوردا
زہامون بگردون سارینده کرد
زابریشم و مشک و عود و عنبر
ز دیبائے رومی و حبشی حریر
زمین را تو گوئی بگنج اندر است
زبار ہیونان برنج اندر است
کنون گر بود شاه را راے گنج
بدست آیدش گر کشد پاے رنج
نوادر فرستاد مردے ہزار
کہ بستارند از کاروان رخت و بار
ابو المعجن کرد با شاه گفت
کہ خورشید تابان نشاید نہفت

اردو

زمین تھی اپڑایا جون کچ رہے ،
اسی ٹھار تھے سب زمین رنج اچھے
بھی انو پان کی کیونکر دکرہی شور تھے
زمین شور کرتی تھی در روز پے
اگر شاه کون گنج درکار ہے
تو بھیجو کسی گنج پر یار ہے
سواران دیا بیچ کر ایک ہزار
جو لیا و کاروان کا تھیں رخت و بار
ابو المعجن کرد شہ سون کہیا
جو خورشید کون کوئی رکھے نہیں چھپا

دکھنی خاورنامہ میں مثنوی کے اختتام پر ایک فارسی نثر لکھی ہوئی ہے جس سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے اس لئے وہ ذیل میں بجنسہ درج کی جاتی ہے۔

"سبب منظوم کردن خاورنامہ دکھنی ان بود کہ علیا جناب خورشید نقاب قدر از اسے دہم عفت مسند آرای کشور عصمت۔ زینت بخش مجلہاے مخدرات مجلس آرا حجرات طاہرات والا مراتب سمو مناقب خدیجہ سلطان شہربانو المقلب بڑے صاحب دامت عفتہا و عصمتہا کہ بصدق یقین و یقین و صدق خود را کنیزک پنج تن پاک و حضرت بہترین انام

پیشوائے عظام مقتدائے اکرام حضرت دوازدہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام وحضرت فاطمہ زہرہ خدیجۃ الکبرہ وچہاردہ معصوم پاک ....(؟)و نیّر اعظم برج لولاک اندخوانده وصیبہ طیبہ شاہ گردون بارگاه قطب فلک عز وجاه سلطان محمد[۵۱] امین قطب شاه ابن قطب[۵۲] شاه است وخواہر نیکو سیر شاه گیتی پناه کسریٰ کلاه سلطان عبداللہ قطب شاه این قطب شاه است وزوجہ شاه سلیمان بارگاه جم قدر سکندر سپاه خاقان فریدون فر قیصر والا منظر سلطان دین پناه ابوالمنصور سلطان محمد غازی عادل شاه ابن ابراہیم عادل شاه است ووالده صالحہ ارشد ارجمند کامگار مؤید منصور بختیار قره ناصره دولت واقبال عزه ناصیہ حشمت وجلال سعادت مند ابدی وازلی شاه زاده عالم وعالمیان شاه علی مدعمره راچنین بخاطر رسید کہ خاور نامہ فارسی اگر بزبان دکہنی منظوم شود بہتر است. پس فرمودند ہر کہ این کتاب خاور نامہ را بزبان دکہنی منظوم کند اورا بمراحم گوناگون شاہانہ وعواطف بوقلمون خسروانہ ممتاز فرموده از ابنائے زمان وسخنوران دوران سرفراز گردانیم۔ بنابران محرمان سراپردۂ عظمت تفحص بسیار وتردد بیشمار این

---

[۵۱] شہزاده مرزا محمد امین سلطان ابراہیم قطب شاه کا فرزند اور سلطان محمد قطب شاه کا باپ ہے نوجوانی میں انتقال ہوا۔ اس کا چھوٹا گنبد اسی چبوترہ پر واقع ہے جس پر ابراہیم قطب شاه کا گنبد ہے کہ امین ذی استعداد اور علم دوست شخص تھا۔ صرف پچیس سال کے سن میں ۱۰۰۴ھ (۲۵ اپریل ۱۵۹۶ء) میں انتقال ہوا۔ ص۵۹ مآثر دکن مولفہ سید علی اصغر بلگرامی

[۵۲] کاتب سے یہاں سہو کتابت ہوئی ہے محمد امین کی دختر عبداللہ کی بہن نہیں ہو سکتی۔ دراصل خدیجہ سلطان محمد ابن محمد امین کی دختر تھی۔

مژدہ بہجت افزا و بشارت دلکشا بہ کمال خاں ابن اسمٰعیل خطاط خاں دبیر
کہ دبیر قدیم سشش کرسی درگاہ عدالت پناہ است و برگانش بخطاب
خطاط خاں نوازش یافتہ اند وطبع نقادش در فن شاعری مہارتے تمام دارد و
درسلک نظم ونثر در ناسفتہ را سفتہ آورد در اشعار تخلص خود رستمی کردہ در قصائد
وغزلیات فارسی و دکہنی بلاغت از حد براہ رسانیدند (؟) رستمی
حسب الفرمودہ بلقیس زماں وضوف اعطاف بیکراں قبول بنیغی گشتہ
رستمانہ رخش فصاحت فارسی را بمیدان بلاغت دکہنی جولاں دادہ ہر بیت
بیت فارسی را بیت بیت دکہنی انتظام دادہ نامش خاورنامہ دکہنی کردہ
از تائید ربانی و از فیض فضل سبحانی بست و چہار ہزار بیت دریک سال
ونیم تسوید نمودہ ترقیم و ترتیب کتاب نمود از توفیق رشید باتمام رسید
امید و از درگاہ مجیب الدعوات اندکہ کارفرمائی ایں کتاب را از نخل بخت
وعمر برخوردار کرد اسد بمراد دل برساند۔ و مولف و نویسندہ و سامعہ وخوانندہ را
نیز از فضل خویش بے بہرہ نگذارد۔"

رستمی کے کلام کے متعلق صراحت کے پہلے خاورنامہ کی چند اور خصوصیتیں قابل اظہار ہیں مثلاً
(الف) یہ اُردو زبان کی سب سے پہلی ضخیم مثنوی ہے نہ تو اس سے پہلے اور نہ آج
تک ایسی ضخیم مثنوی اُردو میں لکھی گئی۔
(ب) یہ سب سے پہلی رزمیہ مثنوی ہے اور پہر پہلی ہی نہیں بلکہ آخری بہی کیونکہ آج
تک ایسی ضخیم رزمیہ مثنوی اُردو میں نہیں لکھی گئی ہے۔
(ج) ضخیم ہونے کے سوا اس کا تسلسل بہی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔
(د) اس مثنوی سے سلاطین عادل شاہی کے رزم و بزم کا اندازہ ہو سکتا ہے کیونکہ
ترجمہ میں ان امور کا داخل ہونا ناگزیر تہا جو اس وقت کی معاشرت اور تمدن کے لوازمات

تھے۔

(۵) زبان کے لحاظ سے نہایت سادہ اور صاف ہے اکثر اشعار نثر معلوم ہوتے ہیں۔

(۸) کئی سو تصاویر ہیں جن میں سے بعض تو پورے صفحہ پر ہیں بعض نصف اور ربع صفحہ پر کل تصاویر کی تعداد (۴۳۷) ہے ان میں مختلف رنگوں کا استعمال ہوا ہے۔ رنگوں میں بھی خصوصیت رکھی گئی ہے مثلاً شب خون حملہ کی تصویر میں زمین سیاہ دی گئی ہے۔ دریا سمندر کا سماں نیلا گوں رنگ میں پیش کیا ہے۔

ان تصویروں سے بھی عادل شاہی تمدن پر روشنی پڑتی ہے مثلاً اس وقت کے مسلمان مرد اور عورتوں کا لباس کیا تھا۔ ہندو مرد اور مستورات کس قسم کا لباس استعمال کرتے تھے۔ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی بعض ڈاڑھی صاف کراتے تھے کسی کی مونچھ زیادہ لمبی ہوتی تھی ہندو مرد دھوتی کا استعمال کرتے تھے ہندو عورتیں ساڑھی کو پیچھے ٹوپ دیا کرتی تھیں مسلمان مرد لمبی قبا تنگ آستین کی استعمال کرتے اور بعض اوقات ایک نیم آستین قبا بھی اس کے اوپر ہوتی تھی پائجامہ کبھی تنگ کبھی گھیر دار ہوتا تھا۔ عام طور پر پگڑی باندھی جاتی تھی اس کو کبھی پہنے بھی ہوا کرتے تھے۔ جنگ کے وقت خود استعمال ہوتا تھا۔ عورتوں کے لباس میں لہنگا دامنی اور چولی کا استعمال ہوا کرتا۔ پیٹ صاف طور پر نظر آتا تھا۔ غالباً یہی لباس اس وقت مسلمان عورتوں کا ہوگا۔ کیونکہ آج تک علاقہ مدراس میں مسلمان عورتوں کا یہی لباس ہے عورتیں بعض دفعہ سینہ کے اوپر کا حصہ کھلا رکھتی ہیں۔

مسلمانوں میں عام طور پر عبادت اور نماز کا دستور تھا مذہب کو زندگی کا جزو لاینفک تصور کرتے تھے دعا مانگی جاتی تھی اور اس کو اثر پذیر خیال کیا جاتا تھا۔ امرا کے کھانے کے وقت ملازم قوال سے کبھی اڑایا کرتے۔ مختلف کھانے ایک ساتھ دسترخوان پر چن دیئے جاتے صراحی بردار پیچھے استادہ رہا کرتے۔ دوست ملاقات کے وقت بغل گیر ہوا کرتے۔ بادشاہ موسیقی سے بہرہ اندوز ہوتے۔ نجوم پر اعتقاد تھا بلا نجوم کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ ماتم کرنے کا دستور تھا اور بوقت ماتم

سر کے بال کھول دیا کرتے تھے۔ سوتے وقت اکثر لباس تبدیل نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ کے سوتے وقت لونڈیاں پہرہ دیا کرتیں ان سے کسی قسم کا پردہ یا حجاب نہیں ہوتا تھا ان کی موجودگی میں ملکہ پہلو میں سویا کرتی ہیں غرضکہ اسی طرح اس زمانہ کے تمدن کی ہر شے اس میں نظر آتی ہے گو کئی ایک چیزیں اب بھی ہمارے تمدن میں داخل ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے نئی نہیں مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی ان کا رواج تھا۔

جہاں ان تصویروں سے اس وقت کے بزم کے حالات معلوم ہوتے ہیں اسی طرح رزم کے حالات بھی نظر آتے ہیں۔ آلات حرب۔ طریقۂ جنگ وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جنگ کے آلات میں تلوار۔ نیزہ۔ تیر۔ گرز۔ ڈھال وغیرہ کا استعمال تھا۔ "علم" مختلف رنگ کے ہوتے تھے جنگی جہاز۔ بحری جنگ کا سماں نظر آتا ہے۔ فرشتوں کو عورتوں کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے دیو کے سر پر سینگ بنائے گئے ہیں۔ جہاں جہاں آنحضرت صلعم اور حضرت علی کی تصویر دی گئی ہے وہاں چہرہ کو نقاب سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک مختصر صراحت ہے جس سے اس کی تصویروں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

خاور نامہ کے اقتباسات سے واضح ہو سکتا ہے کہ رستمی کا پایۂ شاعری کے لحاظ سے کس قدر بلند تھا ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں چوبیس ہزار شعر کا لکھ دینا اس کے قادر الکلامی کا پورا شاہد ہے۔

زبان کے لحاظ سے خاور نامہ نہایت صاف سادہ اور سلیس ہے بعض مقامات پر نظم نہیں بلکہ نثر معلوم ہوتی ہے۔ اس کا تسلسل اس کا اسلوب بیان بھی پسندیدہ ہے۔ اس خصوص میں وہ زمانہ مابعد کی مثنویوں میں بڑی سبقت رکھتی ہے۔ غرض کہ خاور نامہ کے باعث رستمی کا نام اردو کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

میری معلومات کی حد تک اس کا کوئی نسخہ ہندوستان میں نہیں ہے۔

گلشن عشق

اس مثنوی کے سات نسخے انگلستان میں ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

انڈیا آفس میں چار نسخے۔ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ۔ اکسفرڈ میں ایک نسخہ اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ایک نسخہ۔

الف۔ انڈیا آفس بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۴) ورق (۱۵۵) سائز ۹ ۱/۲ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق

کاتب غلام قادر تاریخ کتابت ۱۳ شوال ۱۱۹۹ھ

ب۔ نمبر (۱۰۵) ورق (۱۵۴) سائز ۸ × ۴ ۱/۴ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔ کاتب غلام صفدر

تاریخ کتابت ۳ شعبان سنہ ۱۲۱۰ھ

ج۔ نمبر (۱۰۶) ورق (۲۰۱) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۳/۴ سطر ۱۱ تا ۱۷۔ خط نسخ

د۔ نمبر (۱۰۷) ورق (۱۵۴) سائز ۸ ۱/۲ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ

برٹش میوزیم نمبر (۱۰۵۹۔ اورنٹیل) ورق (۱۹۱) سائز ۱۰ ۱/۲ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نسخ۔

اکسفرڈ نمبر (۳۴۳) ورق ۸۳ سائز ۶ ۱/۲ × ۴ ۱/۴ سطر (۱۳) خط نستعلیق۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۸) ورق (۲۰۱) سطر (۱۱) خط نسخ: تاریخ کتابت ۷، ربیع الاول ۱۱۶۴ھ

بلوم ہارٹ مصنف کیٹلاگ انڈیا آفس و برٹش میوزیم کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"دکھنی مثنوی شہزادے منوہر اور مدمالت کی عشقیہ داستان مصنف نصرتی۔

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک برہمن شاعر تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کے دربار سے اس کا

تعلق تھا۔ مثنوی کی تصنیف کی تاریخ مصنف نے نظم کی ہے جو ۱۰۶۹ھ
(۱۶۵۷ء) ہے۔ مثنوی میں طویل دیباچہ ہے جس میں حمد، نعت،
منقبت علی، علی عادل شاہ کی مدح کی گئی ہے۔ مصنف نے مثنوی
لکھنے کی صراحت بھی کی ہے۔ کہ ایک دن دوستوں نے فارسی نظم
کو دکھنی مثنوی میں ترجمہ کرنے کی ترغیب دی جس طرح غواصی نے
بدیع الجمال کو کیا تھا ابن عبدالصمد جو نصرتی کا دوست تھا اسے بے حد پسند کیا۔ ایک فارسی
مثنوی منوہر اور مدمالتی کے حال میں میر عسکری رضا نے ہی ۱۰۶۵ھ میں
مہر و ماہ کے نام سے منظوم کیا ہے۔

نصرتی نے اس امر کی صراحت نہیں کی ہے کہ اس کا ماخذ کون سی کتاب
ہے ممکن ہے فارسی یا ہندی سے ماخوذ ہو۔ یہ علی نامہ کا بھی مصنف ہے۔"
گلشن عشق اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں بھی شامل ہے ان کی وضاحت کا
خلاصہ بھی ضروری ہے۔

اسٹوارٹ لکھتا ہے کہ "راجہ منوہر اور شہزادی مدمالت کا قصہ دکھنی نظم میں بیان کیا گیا ہے۔
یہ نسخہ باتصویر ہے جس میں مصنف کی تصویر بھی ہے جو لمبی ڈاڑھی کا شخص ہے۔"
اسپرنگر کا بیان ہے کہ "دکھنی بولی میں ایک مثنوی، ہندو عشقیہ کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔
مولفہ نصرتی، تاریخ تصنیف بھی بیان کی گئی ہے۔ ۱۰۶۳ھ"
مولف کیٹلاگ بوڈلن لائبریری آکسفرڈ نے کسی قدر تفصیل سے صراحت کی ہے وہ لکھتا ہے:-

"ایک قدیم عشقیہ داستان دکھنی زبان میں ہے میاں نصرتی جو علی عادل شاہ
ثانی کے عہد میں بیجاپور میں تھا جو علی نامہ کا بھی مصنف ہے اس کو نظم کیا
ہے یہ پہلے ہندی میں لکھی گئی تھی جس کا مصنف شیخ منجن یا جمن تھا۔
دکھنی ترجمہ کے پہلے فارسی میں عاقل خاں رازی نے مہر و ماہ کے نام

سے ۱۰۵۹ھ میں نظم کیا ہے۔"

گلشن عشق کی تاریخ تصنیف کے متعلق کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے خود مصنف نے اس کو نظم کر دیا ہے۔

کہا اس کی تاریخ یو ہجرتی　　　مبارک یو ہے ہدیہ نصرتی

جس سے ۱۰۶۸ھ برآمد ہوتا ہے۔

نصرتی کے مذہب اور اس کے اصلی ماخذ کے متعلق تفصیل کی ضرورت ہے۔ اصلی ماخذ کے متعلق آگے چل کر وضاحت کی جائے گی۔ یہاں نصرتی کے حالات کے ضمن میں اس کے مذہب پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نصرتی کا نام محمد نصرت تھا۔ اس کے آباؤ اجداد سپاہی پیشہ تھے اس کا باپ شاہی سلح دار تھا خود نصرتی نے اس کی صراحت کر دی ہے۔

کہ تھا مجھ پدر سو شجاعت مآب　　　قدیم یک سلحدار جمع رکاب

نصرتی کے مذہب کے متعلق بلوم ہارٹ نے ڈی ٹاسی کی صراحت کے بموجب اس کو برہمن ظاہر کیا ہے حالانکہ خود اس کی تصنیف سے اس کی تکذیب ہوتی ہے قدیم مورخین نے اس کو برہمن ظاہر نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے بیان سے اس کے آبائی مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

خافی خاں اس کو ملا نصرتی کے نام سے ذکر کرتا ہے چنانچہ علی عادل شاہ ثانی کے ذکر میں لکھتا ہے۔

"بادشاہے بود باش سپاہ دوست در سخاوت و شجاعت و وسعت خلق مشہور .... در عہد او ترجمہ روضۃ الشہداء و قصہ منوہر و مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بہ نظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکھنی تالیف نمود۔"

مصنف تاریخ احوال سلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"شعر گویان تازہ خیال باہتمام آن شاہ نکتہ سنج پایۂ شعر رنگین را بذروہ (؟)
اعلیٰ رسانیدند چنانچہ ازیں زمرۂ شریفہ یکے میان نصرتی است کہ بنصرت
طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان موشگاف را سر دادہ فتح اقلیم سخنوری کردہ
است۔" (ص ۲۹ ب)

بساطین السلاطین میں زبیری لکھتا ہے۔

"از آن طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان
را برکشیدہ۔" (ص ۱۹۱)

انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں کاتب نے اس کو خواجہ نصرتی سے موسوم کیا ہے۔ اِن اصحاب کا نصرتی کو ملا، میاں، خواجہ سے مخاطب کرنا اس امر پر دال ہے کہ وہ برہمن نہیں تھا۔ ان مورخین نے نصرتی کے کلام کی بے حد تعریف کی ہے اگر نصرتی برہمن ہوتا تو اس کی بھی صراحت ضرور ہی کی جاتی۔

علاوہ ازیں نصرتی کے کلام سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی نسل سے تھا۔ چنانچہ خواجہ بندہ نواز سید محمد حسین گیسو دراز کی مدح میں بیان کرتا ہے۔

بحمد اللہ کرسی بہ کرسی میری — چلی آئی ہے بندگی میں تری
جو ہوں میں بھی بندہ اسیر ہوا — جو آیا ہوں تجھ بندگی میں سدا

اس سے صاف ظاہر ہے نصرتی برہمن نہیں تھا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نصرتی کا باپ فوجی افسر تھا وہ سلطنت کا خیر خواہ اور جان نثار تھا۔ اعلیٰ سوسائٹی میں اس کی کافی عزت تھی نصرتی کی تعلیم اور تربیت شاہی محل میں ولی عہد سلطنت سلطان علی عادل شاہ کے ساتھ ہوئی۔

نصرتی عربی اور فارسی میں کافی لیاقت رکھتا تھا سلطان محمد عادل شاہ کے زمانہ سے

اس نے شاعری کی ابتدا کردی تھی۔ علی عادل شاہ کے حکمراں ہونے پر وہ اول تو شاہی مصاحب پھر ملک الشعرا کی حیثیت سے ممتاز ہوا۔ وہ ہر وقت رزم بزم میں سلطان کے ہم رکاب رہا کرتا تھا اور قصائد پیش کیا کرتا تھا۔ نصرتی صوفیانہ عقائد کا پیرو اور مذہبی عقائد کا سختی کے ساتھ پابند تھا اس کے دوست بیجاپور کے مشاہیر علماء اور فضلا مثلاً قاضی کریم اللہ۔ شاہ ابوالمعالی۔ شاہ نوراللہ۔ ابن عبدالصمد وغیرہم تھے۔

اگرچہ نصرتی صاحب دولت اور روزگار سے بے فکر تھا مگر معلوم ہوتا ہے اس کو خانگی آرام اور راحت نصیب نہیں تھی مکان اور ہمسایہ سے نالاں تھا۔ وہ شاعری کو اپنے شہرت کا ذریعہ قرار نہیں دیتا۔

یہ تمام حالات اس کی تصانیف گلشن عشق اور علی نامہ سے بخوبی واضح ہوتے ہیں ان کا مطالعہ ان امور کو ثابت کرسکتا ہے۔

بیجاپور کے مورخین نصرتی کے اعلیٰ شاعرانہ قابلیت کے معترف اور مداح ہیں۔ چنانچہ مصنف احوال السلاطین بیجاپور لکھتا ہے۔

"ازین زمرۂ شریفہ یکی میان نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زبان موشگاف راسر دادہ فتح اقلیم سخنوری کردہ است وخیالات رنگین و اشعار تازہ مضامین او مقبول و مطبوع خاص و عام گشتہ شعرائے زمان ملک الشعرائے وے انگشت قبول بردیدہ رضا گذاشتند بل سخن جہان کامل عیار پایۂ شعرش را درہند مقابل اشعار خاقانی نسبت بفرس داشتہ اندبریں مدعائے صدق شاہدیں عادلین دو نتیجہ طبع انورش یعنی گلشن عشق و علی نامہ تصنیف نمودہ"

(انڈیا آفس ص ۲۹ ب)

زبیری مصنف بساتین کی رائے بھی نصرتی کے متعلق یہی ہے جو مصنف احوال کی۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"ازاں طبقہ یکے میاں نصرتی است کہ بہ نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر
زباں را برکشیدہ فتح اقلیم سخنوری کردہ اشعار تازہ مضامین و خیالات دقیقہ
او مقبول و مطبوع خاص و عام گشتہ شعرائے زماں و سخنوراں عصر الملک
الشعرائے او انگشت قبول بر دیدہ رضا گشتند۔ بر صدق ایں مطلب
دو نتیجہ طبع دفاوشش یکے قصہ عشق بازی مہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ
گلشن عشق است دوم فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم
علی نامہ است .... در مدح وصفش مبالغہ کردہ اند و پایہ
شعرا ورا در ہندی عدیل پایہ شعر خاقانی در پادش داشتہ اند ....
قصائد عزا و دیوان غزلیات دیگر طبع زادش کہ مملو از تازہ مضامین و
خیالات رنگین اند مشہور اند"

(انڈیا آفس صا ۹۱ ا)

مندرجہ بالا بیانات سے نصرتی کی قابلیت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ تاریخوں سے نصرتی
کے فی البدیہہ کلام کی بھی صراحت ہوتی ہے جو اکثر اوقات اس نے نظم کیے ہیں۔ مثلاً
ایک موقع پر علی عادل شاہ باغ میں تشریف فرما تھا۔ حوض میں پانی کا فوارہ چل رہا تھا بادشاہ
کی زبان سے یہ مصرع نکلا ؎

اڑتا سو یو فوارہ پانی بی کیا چنچل ہے

نصرتی نے فوراً مصرع موزوں کیا ؎

تجہ شاہ پر اتراتی موتیاں کا مورچل ہے

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے قدیم مورخین نے نصرتی کے دو مستقل تصانیف گلشن عشق اور
علی نامہ کا ذکر کیا ہے۔ اور جہاں تک ہم نے تحقیقات کی ہے اس سے اسی امر کی تصدیق

ہوتی ہے مگر مولف گل رعنا نے نصرتی کی ایک تصنیف گلدستۂ عشق کا ذکر بھی کیا ہے لیکن تعجب ہے کسی بیجاپوری موزرخ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہاں نصرتی کے غزلیات وغیرہ کا پتہ چلتا ہے ممکن ہے اسی کو گلدستۂ عشق سے موسوم کیا گیا ہو۔

بقول مولف اردو شہ پارے ۱۰۸۱ھ میں نصرتی نے انتقال کیا۔ گلشن عشق میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد منقبت۔ پھر سید محمد حسین گیسو دراز کی مدح پھر وجۂ تالیف پھر بادشاہ کی مدح۔ پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ خاتمہ پر پھر بادشاہ کی تعریف کی گئی ہے۔ قصہ کی صراحت اس طرح ہے۔

قدیم زمانہ میں ایک راجہ بکرم تام تھا۔ اس کا پایۂ تخت کنک گیر تھا۔ راجہ جواں بخت جوانمرد تھا۔ اس کی سخاوت شجاعت مشہور تھی اس کے ملک میں دور دور سے حاجتمند آتے کامیاب اور نہال ہو کر جاتے۔ بڑے بڑے راجہ اس کی فوج کے سردار تھے جو ہر وقت کمربستہ حاضر رہتے تھے ملک اور خزانہ کی کمی نہ تھی غرض کہ سب کچھ تھا مگر کوئی اولاد نہ تھی اور وہ ہمیشہ اسی غم میں رہا کرتا۔

راجہ کا معمول تھا کہ صبح رانی کے ساتھ بستر سے بیدار ہوتا۔ مونھ ہاتھ دھو کر پوجا کرتا اور خاصہ کھا کر باہر برآمد ہوتا فوج کا سلام لیتا حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتا صاحب فن کی قدر کرتا۔

ایک روز جب وہ خاصہ کھا رہا تھا ایک فقیر نے صدا دی راجہ فقیر کی صدا سنکر فوراً کھانے کا تھال فقیر کے پاس لے گیا اور کہا جو دل چاہے لے لے مگر فقیر نے کوئی شے نہیں لی یوں ہی واپس ہو گیا۔ راجہ کو اس پر تعجب ہوا کہ اول تو سوال کیا اور پھر کیوں واپس ہو گیا۔ آخر اس میں کیا بھید ہے۔

راجہ نے اس کا تعاقب کیا اور راستہ میں جا لیا وجہ دریافت کی۔ فقیر نے جواب دیا مجھے "بانج" کے گھر کا کھانا روا نہیں ہے۔ فقیر سے یہ سن کر راجہ بہت دلگیر شرمندہ اور خجل ہو کر

واپس ہوا۔ رنج وغم سے بدحال ہوگیا صبر کا یارا نہ رہا۔ آنسو کی دریا آنکھوں میں جوش مارنے لگی۔ غم والم کے سمندر میں غرق ہوا۔ رانی نے اس کی وجہ دریافت کی پند و نصیحت سے دلدہی کی مشورہ دیا کہ اسی فقیر کو تلاش کرکے اس سے درخواست کرے۔ بادشاہ کے غائبانہ میں سلطنت کی حفاظت اور ملک رانی کی ذمہ داری رانی نے اپنے ذمہ لی۔

راجہ اس مشورہ کو قبول اور منظور کیا جوگی کے بھیس میں پردیس کی راہ لی۔ بھوک پیاس کی مصیبتیں جھیلتا۔ تکلیفیں برداشت کرتا ہوا سفر کرنے لگا۔ ریاضتیں کیں کئی ملک طے کئے جنگل وبیابان ڈھونڈے مگر گوہر مقصود حاصل نہیں ہوا۔ ظلمات میں آب حیات نہ پایا۔ آخر ایک دن ایک حوض نظر آیا جس کے چاروں طرف چمن بندی تھی گل وگلزار تھا۔ پھولوں کی مہک سے تمام فضا معطر تھی۔ راجہ نے یہاں قیام کیا۔ اس حوض میں پریاں غسل کر رہی تھیں راجہ نے ان کے کپڑے چھپا لئے۔ جب وہ غسل سے فارغ ہوکر نکلیں اپنے کپڑے نہ پائے متعجب اور پریشان ہوئیں اور کہنے لگیں وہ کون ہے جس نے ہمارے کپڑے پوشیدہ کئے ہیں اگر وہ دنیا کے کسی امر کا متمنی ہے تو ہم اس کے حصول کی کوشش کریں گے راجہ یہ سن کر باہر آیا اور بیان کیا اگرچہ اس وقت فقیر نظر آرہا ہوں مگر بڑے ملک کا راجہ ہے۔ بے اولادی کا داغ ہے ایک فقیر آیا اور داغ پر داغ دے گیا اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ پریوں نے خیالات کے گھوڑے دوڑائے اور کہا فلاں مقام پر فقیر رہتا ہے۔ اس سے تیری حاجت پوری ہوسکتی ہے ہم وہاں تجکو پہونچا دیتے ہیں۔ اس کے بعد پریوں نے اپنے چند بال دیئے جب کوئی ضرورت ہو تو اس کو جلائے تاکہ وہ امداد کریں۔ پھر راجہ کو فقیر کے پاس پہونچا یا گیا۔ راجہ نے دیکھا جنگل کے تمام چرند پرند فقیر کے پاس جمع ہیں فقیر اپنی حالت میں مست ہے۔ راجہ یہاں مقیم ہوا فقیر کی خدمت انجام دینے لگا مدت دراز کی خدمت کے بعد فقیر خوش اور مہربان ہوا اور کہا اے مست فقیر تیرے سر پر جو پھل ہے اس کو لے اور اپنے ملک کو سدہار اور اس پھل کو رانی کے ساتھ کھا۔ پھل لے کر راجہ روانہ ہوا پریوں کے بالوں کو جلایا وہ آئیں اور راجہ کو اس کے ملک

پہونچا دیا۔

وطن پہونچکر فقیر کا دیا ہوا پھل کہا یا نو ماہ کے بعد اولاد ہوئی۔ ایک خوبصورت شہزادہ تولد ہوا۔ نجومیوں نے زائچہ دیکہا اور حکم لگایا کہ چودہ سال کے بعد آوارہ ہوگا اور جوگی بنکر شہر شہر ملک ملک پہرے گا۔

کنور منوہر کی تعلیم و تربیت ہوئی جب چودہ سال کا ہوا تو ایک رات بالاخانہ پر آرام کر رہا تہا۔ پریوں نے دیکہ پایا اور لے اڑیں۔ مدمالت کے پہلو میں سلا دیا وہ بیدار ہوئی اور متعجب ہوئی۔ اس کے بعد دونو کو جدائی نصیب ہوئی منوہر جوگی بنکر تلاش میں روانہ ہوا صدہا مصیبتیں برداشت کرتا ہوا آخر منزل مقصود کو پہونچا گوہر مقصود ہاتہ آیا۔ کامیابی کے ساتہ واپس آیا۔ اور راج کرنے لگا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا

صفت اوسکے قدرت کی اول سراوں	دہریا جس نے یو گلشن عشق تا ذ

منقبت ملاحظہ ہو۔

ابابکر صدیق او یار غار	دہریا سقف دین رکن جستی ادہار
عمر ابن خطاب اوتیک راسئے	جو ات عدل سوں دین کا گہر بسائے
جو عثمان دہنی شرم ایمان کے	او جامع اہیں جملہ قرآن کے
وصی نبی ذی شرف است بلی	سواو شاہ مردان علی ولی

مختلف مقامات سے انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

نہے مجلس آرا سے فن دلفریب	دیا نیہ کی یوں مجالس کوں زیب
سرنگ صدر خوشش داستان کے سوار	کہلایا ہے کر تازگی نو بہار

دسیں ہر ورق بیچہ کی خوش چمن
ہریک بیت میں سیہیں پہول بن

ہریک گرچہ مصرع اچھے یک نہال
دلی عارفان کرے طوبی مثال

نہیں شاخ اچھے گرچہ ہریک بچن
جمی ہیں معانیکی میویاں سون بن

اگر عاشقان کا جکچہ منکے من کسے
دکہادی تلنگ کہاتوں میوہی چنکے

دیکھو یوبول تخل بندی ہنر
خوش اس ہمنی نظارہ کریک نظر

کہئے کون ہے تون سو اظہار کر
پرا ہے کہ یا دیو یا ہے بشر

گیت روپ لیایا ہے ہی کچہ بلا
منترنے منج آیا ہے کر بتلا

میرا باپ دشمن ہے اس دہات کا
کہ کاریا ہے جبر جگ سوں آفات کا

مکر جان جیو نکون فاضل اتہا
یوسکہ زندگانی کا مشکل اتہا

توں کہونے بدل چہونا کام میں
اپستی اپن آپ پریا دام میں

کہا بات یوسن کہ منہر کنور
کہ تون کون اپن دیکہاتی سو ڈر

کہنا اس ردش کیا ہو اندازہ تج
کہ ہے یو کتک کیر کر شہر منج

میرا باپ بکرم کرے راج یان
کوآتا ہے راجیان کا سرتاج یاں

....

کہی بے ہوش کیا توں کہایا اسے
ہو دیوانہ چپ میں گنوایا اسے

ہمارس نگراسی نگر کا ہے نانو
اسے اس محل میں سو میراج ٹہانو

دہر مراج منج باپ سے جگ پتی
اسے نانوں میرا بی مدمالتی

تب ان پاکے فرصت یو کرنے کی بات
لگے بولنے یوں کہ اے دہن سجات

جو بٹہیا کا درشن ہوا سو ہمن
یو سب فیض بخشش ہے تیرے چرن

نہ ہوتا تو منج یگ تھے یو فیض اگر
دو کان پہر کے پڑتی ہمارے نظر

ہمن سر ترایوں ہے ایکار آج
جو ہوئی تجہ انگے بات کرنے کی لاج

یو سن بات مہ مالتی وہ عجب
کہی عذر خواہی یتی کیا سبب

کہ میرے سوالان کوں دیے ہیچ وتاب
اجوں لگ ہی دیتی ہے ہو کیچ جواب

مگر بات کا منج ہیں نیں کر سمجھ
حکایت و دکہنے تج آتی ہے رج

لگی پہر یو کہنے کون اسے دہن سجی
سمج بات کچتی ہے کے ہوے کچی

کہتی ہوں جو یو بات اچھے جہوٹ کر
تو سوگند کہاتی ہون منج حسن پر

سنی اس دلکہنی نے یو بات جب
ادک تعجبہ سون براماں تب

کہی یوں تو اس دہات واعجب نہ تہا
ترے پن کا تیرے مناسب نہ تہا

کہ لے حیلہ منج پر جب اس دہات سون
نہ نے جیو پہ کرنے منگی گہات تون

مج ایسی تجے جائے بالی اہے
ہور اتنے یہ تون بدخیالی اہے

نکہ پھر تون ایسی بچن آج تھے
کہیں پل میں جیو دیوانگی لاج تھے

یو سن بات خالا کہی پھر بچن
کہ اے پاک دامن سجانی مسود معن

ادتم پن میں یک دہال موتی ہو تون
نچھل حال میں چاند جوتی ہو تون

گمر منج ودتن کر تون جانی اہے
منج اخلاص جہڑنا پچھاتی اہے

توں سمجھی شاید منجے یوں یقین
کلنک لا جو تج مہ کوں ہوؤں عیب جیں

کہیں اصل گوہر سون نا ہوے خطا
نکو ہو سٹون اصل پن کا وفا

سچی بات کون چیپ نہ کر جہوٹ تون
خدا واسطے منج مت لوٹ تون

یو خالا نے سب بات کہہ میں
ادک آکے مدمالتی پیچ میں

چھپا اس سون دل گرچہ راضی دہری
دلی موں پہ کئی اعتراضی دہری

مثنوی کی وجہ تصنیف وغیرہ کی صراحت،

بک یک عشق کی بات کتے سو نقل
لینے پڑہی کس کے جاگا پہ عقل

ولیکن دکہن یو رہیا کھن
نہ کوئی خوب قصہ کہا نیک فن

بری کچہ غواصی ہتی کر خیال
کیا تازہ باغ بدیع الجمال

غرض انکی منج تیں چہاتی پہ تہی
چہاچونپ دی ہم میں لیاتے پہ تہی

تب اس سمیں یک مرد صاحب خرد
مسمی جسے ابن عبد الصمد

جو اولذت ہو سخن سجن تہا
اوک عقل کی راز کا گنج تہا

....

رکھیگا تون جس ٹہار پر آ قدم
سکت کس ہو دن آسکے ماردم

جتنے جگ کے قصیاں میں قصہ نول
جو مدمالتی کا چ ہے بے بدل

کندر کر کئی کر جو سب سوس رنج
ولی تج بدل یو رہیا باغ گنج

تون بسم اللہ کہ کر یو قصہ شروع
جواب فیض فیاض تج ہور جوع

سو محبوب یو قصہ دلفریب
تو ہوے جلوہ پانی میں جب منج تے زیب

یکس روپ کے ایک عاشق اتہی
جو خوبی میں سب جفت برحق اتہی

جو ہنو کنور عاشقاں کا پتی
اتہی جسکی معشوق مدمالتی

کروں عشق عشاق کا تس بیان
دہروں نیہ معشوق کا اس عیاں

سنو اروں پہر اس پہیم کی بزم کون
کروں تازہ دل جگ کے خوش خرم سدون

پہر اس دور میں مست ساقی اوٹہ
اودہم کا لیکہ باقی اوٹہی

خاتمہ کے اشعار

کہا ہوں یو قصہ جو خوش شش ماوں سوں	علی شاہ عادل گیری نادں سوں
تلک جگ میں مقبول اچھو مدام	بحق محمد علیہ السلام

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یورپ میں گلشن عشق کے سات نسخے ہیں۔ ان میں باہم اختلافات ہیں بعض میں اشعار کی کمی و بیشی ہے بعض جگہ خود اشعار میں اختلاف ہے۔

مثلاً لفظی اختلاف ملاحظہ ہو۔

برٹش میوزیم والا نسخہ	رائل ایشیاٹک سوسائٹی والا نسخہ
الہی تیں جگ کوں داتار ہے	الہی توں ہی جگ کوں داتار ہے
کرم محض تجھ پر سزاوار ہے	کرم محض تجھ پہ سزاوار ہے
عنایت کا تج ہے یو عالم نواز	عنایت کا تجھ ھت تے عالم نواز
کریں ذرہ خورشید تی سرفراز	کریں ذرہ خورشید تی سرفراز
غریباں پہ بخشش میں پیارا توچ	غریباں پو بخشش میں پیارا سو توچ
منگی تی بی لٹی دیئے ہارا توچ	منگی تی بی لٹی دینی ہارا سو توچ
زہی نام ور سید المرسلین	زہی نام ور سید المرسلین
جو آخر کوں اد شافع المذنبین	کہ آخر ہے وہی شافع المذنبین

بعض نسخے ناقص ہیں جن میں آخری اشعار نہیں ہیں۔ مثلاً انڈیا آفس کے ایک نسخہ میں آخری مداحیہ اشعار نہیں ہیں۔ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں آخری اشعار جن میں تاریخ لکھی

گئی ہے درج نہیں ہیں۔

اسی طرح ہر عنوان میں کمی و بیشی پائی جاتی ہے مثلاً

رائل ایشیاٹک والا نسخہ		اکسفرڈ والا نسخہ	
حمد	(۹۰) شعر	حمد	۹۲
مناجات	(۹۰) شعر	مناجات	۹۳
نعت	(۵۶) شعر	نعت	۶۶
معراج	(۷۸) شعر	معراج	۷۸
منقبت	(۴۶) شعر	منقبت	۴۶
مدح گیسو دراز	(۴۱) شعر	مدح گیسو دراز	۴۱
مدح بادشاہ	(۱۴۹) شعر	مدح بادشاہ	۱۵۳
اپنے متعلق	(۵۲) شعر	اپنے متعلق	۵۱
عقل کی تعریف	(۳۵) شعر	عقل	۳۵
عشق	(۵۴) شعر	عشق	۹۱
قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)	قصہ تقریباً	(۳۶۰۰)

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ رائل ایشیاٹک والے نسخے میں بعض آخر کی اشعار بھی درج نہیں ہیں مگر اس کے برخلاف حسب ذیل شعر زیادہ ہیں جو یورپ کے کسی اور نسخے میں اور ہندوستان میں بھی دیکھے نہیں گئے۔ معلوم ہوتا ہے یہ کتاب کے مالک نے اضافہ کئے ہیں ؎

ختم خام تہا سو دکھن کا کلام ہوا انجنت تج ترتیب سوں تمام

تیرے شاعراں شعر نازک بنائے صفت تسکی جو ہاں کی لب میں نہ پائے

کہ اس باغ کا باغباں نصرتی اتہا اسکوں بخشش عطا قدرتی

جہاں میں جہاں تلک ہوے شعر گو سخن سنج صاحب ادب نیک خو

الہی انن کون تو دارین میں | عفو کر فرح بخشش کونین میں
ہے مالک تصہ کا محمد شفیع | تون کر اسکو دو جگ میں گردن رفیع
کیا بت کیا ہون یو قصہ نول | تو کر لطف سون میرے مشکل کون حل
برہ کی نسبت کا دسے ہنر | چکور ہو کو حاصل کروں میں قمر
منجے عشق کا جگ میں کر یک پتی | ہوسے جونکہ منہر و مدمالتی
کہو یار نعرا یو مخلص غریب | تجے وصل کا دن ہوا ہے قریب
اگر آہ تیرا سنے بو علی | بسرجائے سب حکمت کا میلی
سنے گرچہ تجہ آتشے آہ سور | پڑے جا کو ظلمات میں چھور نور

برہ کی چمن کون دسے محنت کا آب
تون پاوسے گا خوش رنگ کا گل شباب

مندرجہ بالا اشعار اس طرح گلشن عشق کے اصلی مضمون کے ساتھ لکھے گئے ہیں کہ بادی النظر میں دہوکہ ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ بہی دراصل نصرتی کا کلام ہے مگر مطالعہ پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ محمد شفیع کے لکھے ہوئے ہیں جن کا زمانہ ۱۱۶۴ھ کا قرار دینا چاہیئے کیونکہ اسی سنہ میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔

اس صراحت کے بعد اب میں اس امر کی صراحت کروں گا کہ گلشن عشق دراصل کس کتاب سے ماخوذ ہے۔

اس کے متعلق عالمگیری مؤرخ خافی خاں نے جو صراحت کی ہے وہ حسب ذیل :-

"درعہد او (علی عادل شاہ) ترجمہ یوسف زلیخا تالیف ملا جامی و ترجمہ روضۃ الشہدا و قصہ منوہر و مدمالت کہ عاقل خاں خوافی بنظم در آوردہ ملا نصرتی و دیگر شاعران بیجاپور بزبان دکہنی تالیف نمودہ"

اسی خصوص میں مولف بساتین ابراہیم زبیری نے جو وضاحت کی ہے ملاحظہ طلب ہے۔

"از آں طبقہ یکے میاں نصرتی است نصرت طبع و یاوری مزاج شمشیر زباں را برکشیدہ۔ .... بر صدق ایں مطلب دو نتیجہ طبع وقاوش یکے قصہ عشق بازی منہر کنور و مدمالتی کہ موسوم بہ گلشن عشق است دوم فتوحات نامہ ممدوح خود بادشاہ غازی کہ موسوم بہ علی نامہ است"

(برٹش میوزیم ص ۹۱ ل)

مولف اردوے قدیم حکیم شمس اللہ قادری نے جو خیال اس کی نسبت ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے۔

عاقل خاں رازی نے بھی منوہر و مدمالتی کے فسانہ کو فارسی میں منظوم کیا ہے اور شمع و پروانہ اس کا نام رکھا ہے۔ خوافی خاں نے گلشن عشق کو عاقل خاں کی مثنوی کا ترجمہ سمجھا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ گلشن عشق سنہ ۱۰۶۸ھ میں تمام ہوئی ہے اور اس کے ایک سال بعد عاقل خاں نے شمع و پروانہ لکھی چنانچہ شمع و پروانہ کا وہ بیت جس میں تاریخ تصنیف کا ذکر آیا ہے یہ ہے۔

ہست اکنوں ز دور نظارم	سال ہجرت ہزار و شصت و نہم

(اردوے قدیم ص ۴۷ طبع اول)

مولف اردوے قدیم خوافی خاں کی رائے سے اس لئے متفق نہیں ہیں کہ وہ شمع و پروانہ کو گلشن عشق کی اصل قرار دے کر بعد کی تصنیف ظاہر کرتے ہیں مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ خوافی نے شمع و پروانہ کا نام نہیں لکھا بلکہ قصہ منوہر و مدمالت تصنیف عاقل خاں بیان کیا ہے۔ مولف اردوے قدیم کو اس امر کا دہوکہ ہوا ہے کہ وہ صرف شمع و پروانہ کو رازی کی تصنیف خیال کرتے ہیں حالانکہ رازی کی دوسری تصنیف مہر و ماہ بھی ہے اور اس کی تصنیف گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی سنہ ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے اس کی تصنیف کا شعر ملاحظہ ہو۔

زہجرت یکہزار و شست و پنج است   کزیں غمخانہ غم نامہ نظم کردست

(میوزم ص ۷۹ ب)

شمع اور پروانہ عاقل خاں کی دوسری تصنیف ہے جس میں پدماوت کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ میں اپنی رائے کے اظہار سے پہلے مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس مضمون کی دیگر فارسی کتابوں کا ذکر اختصار کے ساتھ بیان کروں۔

کنور منوہر اور مدمالت کے قصہ کو اولاً شیخ منجن یا جمن نے ہندی میں لکھا تھا اس کے متعلق ہماری کچھ معلومات نہیں ہیں ہم یہ نہیں بیان کر سکتے کہ یہ کون تھے اور اونہوں نے کب اس کو لکھا تھا۔ اور اس میں قصہ کی صراحت کس طرح تھی۔

اس کے بعد فارسی میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے۔

(۱) سب سے پہلے کسی نامعلوم شخص نے ۱۰۵۹ھ میں کنور منوہر و مدھومالت کے نام سے اس کو منظوم کیا ہے۔ برٹش میوزیم[۵۱] میں اس کے دو نسخے موجود ہیں۔

اس کتاب کے مصنف کے متعلق ریو مصنف کیٹلاگ برٹش میوزیم نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ ایتھے نے بھی کچھ ذکر نہیں کیا ہے۔ اصل مخطوطے سے بھی کچھ واضح نہیں ہوتا۔ البتہ تاریخ تصنیف نظم کی گئی ہے ؎

ہزار و پنج و نہ سال بودہ   کہ ایں نو بادہ نظمم و انمودہ

مصنف نے ابتدا[۵۲] میں صراحت کی ہے کہ یہ شیخ منجھن کا ترجمہ ہے۔

---

۵۱ ۳۵۲ اورنیٹل اور (۲۶۶۳۲) اڈیشنل۔

۵۲ ملاحظہ ہو۔

طفیل حضرت اولاد آدم   بہ یمن و ہمت اصحاب اکرم

چناں اندیشہ بر من گشت روشن   کہ مدھمالت زبان ہندی ز منجھن

بگویم فارسی در شعر ابیات   دروغ در راست او داند ز ابیات

ہزاراں آفریں بر شیخ منجھن   ز شعر ہندوی بوداست پرفن

(۲) اس مضمون کی دوسری کتاب عاقل خاں رازی کی مہر و ماہ ہے جس کی تصنیف ۱۰۶۵ھ میں ہوئی ہے۔ انڈیا آفس[91] اور برٹش میوزیم[92] میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بوڈلین لائبریری[93] آکسفرڈ اور پیرس[94] میں بھی اس کے نسخے ہیں۔

اس کتاب کے متعلق ایتھے کا نوٹ حسب ذیل ہے۔

"مہر و ماہ یعنی سورج چاند۔ ہندوستانی عشقیہ داستان کنور منوہر اور رانی مدھو مالت۔ ۱۰۶۵ھ میں مرتب ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے یہ قدیم ہندی داستان سے اخذ کی گئی ہے جس کو شیخ جمن یا منجھن نے سب سے پہلے ہندی میں لکھا تھا اور جس کا ترجمہ فارسی میں ہوا اس کے دوسرے ترجمے (جس کو عاقل خاں رازی نے کیا تھا) کے بعد نصرتی نے ۱۰۶۸ھ میں دکھنی نظم میں منتقل کیا۔"

---

(۳) اس مضمون کی تیسری فارسی کتاب مینکا و منوہر ہے اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس[95] میں موجود ہے اس کا مصنف مادھو داس گجراتی ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۸ھ میں ہوئی ہے۔

(۴) انڈیا آفس میں ایک اور کتاب قصہ مدھو مالت[96] کے نام سے موجود ہے۔ اس کے متعلق ایتھے نے صراحت کی ہے یہ مہر و ماہ یا منوہر و مدھو مالت (جو ۱۰۵۹ھ میں تصنیف ہوئی ہے) سے اخذ کی گئی ہے۔ یہ نثر فارسی میں ہے مصنف وغیرہ کی کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

برٹش میوزیم میں ایک اور فارسی قصہ مہر و ماہ[97] کے نام سے موجود ہے مگر چونکہ اس میں منوہر و

---

[91] ۱۶۳۴ [92] ۳۰۴۷ اورنٹیل [93] ۱۲۴۱ [94] دی تاسی ۵۵۰ P

[95] ۸۲۴ [96] ۸۰۳ [97] ۱۵۰۹۹

مدمالت کا افسانہ نہیں ہے اس لئے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔
ان کتابوں کے منجملہ ۳ گلشن عشق کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور ۴ غیر معروف ہے
اب صرف ۱ اور ۲ زیر بحث ہوتے ہیں۔

خوانی خاں اس کو رازی کی تصنیف (مہر و ماہ) کا ترجمہ بتاتا ہے اور زبیری صرف منوہر اور مدمالتی کا قصہ بیان کرتا ہے رازی یا اور کسی کا نام نہیں لیتا۔ ایتھے گلشن عشق کو مہر و ماہ پر مبنی خیال کرتا ہے مگر کوئی قطعی رائے نہیں دی۔

میری رائے میں گلشن عشق صدر الذکر دونوں فارسی کتابوں میں سے کسی کا بھی واقعی ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ ممکن ہے نصرتی کے صرف پیش نظر یہ کتابیں رہی ہوں اور اسی کے ساتھ شیخ منجھن کی ہندی بھی۔ میں اپنی رائے کے ثبوت میں امور ذیل کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) اگر ہم نصرتی کے قصہ کو مہر و ماہ اور مدمالت سے ملائیں تو ابتدائی حالت ہر ایک کے جداگانہ ہیں۔ گو آخر پر نتیجہ ایک ہی برآمد ہوتا ہے مگر ابتدائی قصہ کے مدنظر یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ گلشن عشق ان کا ترجمہ ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے بالکل علیحدہ افسانہ ہے۔ چنانچہ مہر و ماہ کے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ہندوستان کا ایک راجہ دہرمس نام عدل و انصاف میں مشہور تھا اس کے زمانہ میں ہر شخص خوش و خرم تھا سوائے عاشق ناشاد کے کسی کا دل رنجیدہ نہیں تھا۔ راجہ کا ایک لڑکا منوہر نام اپنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنا آپ نظیر تھا۔ چونکہ یہ راجہ کا اکلوتا لڑکا تھا اس لئے اس کو کبھی جدا نہ کرتے ماں باپ دونوں فدا تھے۔ دور دور سے نجومیوں کو طلب کرکے زائچہ دیکھا گیا ان لوگوں نے سعد و نحس دونو علامتیں دیکھ کر کہنے لگے یہ راجہ نہایت نامور اقبال مند بلند مرتبہ ہوگا لیکن جب چودہ سال کا ہوگا تو شوریدگی پیدا ہوگی جوگی بنکر جنگل کی راہ لیگا ایک عرصہ کے بعد یہ حالت ختم ہوگی۔ پانچ سال کی عمر میں اس کی تعلیم شروع ہوئی ہر ایک فن کے جداگانہ استاد رکھے ہر فن کی تعلیم ہونے لگی۔ جب اس کی عمر دس سال کی ہوئی تو خوبصورتی

میں اور اضافہ ہوا اس کا چہرہ چاند کی طرح منور تہا۔ آنکھ غمزہ کے گہر میں سازش کرنے والی
تہیں ہونٹ یاقوت کو شرماتے تھے غرضکہ وہ خوبصورتی میں اپنا ثانی نہیں رکہتا تہا۔ اس طرح
چودہ سال کی عمر کو پہونچا۔ دن رات عیش و کامرانی میں بسر ہوتی تہی دن عید رات شب برات
تہی ایک رات وہ اپنے بالاخانہ پر سو رہا تہا قضا را چند پریاں سیر و تفریح کے لئے نکلی تہیں اور ہر
دلکش و پرفضا مقام پر قیام کرتی دنیا کے عجائبات دیکہتی تہیں اونہوں نے دیکہا تمام اسباب
شادی و طرب جمع ہے اور ایک حسین و خوبصورت جوان محو خواب ہے۔ ہر ایک متحیر ہوکر دیکہنے
لگی اور ہر ایک نے اپنی دانش کے موافق اس کے حسن و جمال کی تعریف کی۔ مگر کسی نے
"مدمالت" کے حسن کو ترجیح دی۔ آخر تصفیہ ہوا ان دونوں کو متقابل کر کے فیصلہ کیا جائے۔ پریاں
منوہر کو سوتے میں لے اڑیں اور مدمالت کے پہلو میں سُلا دیا۔ پہر اونہوں نے ان دونوں کو اُٹہا کر
تماشا دیکہنا چاہا "ماہ" (مدمالت) کو اول بیدار کیا گیا وہ اپنے پہلو میں جوان کو پاکر متحیر ہوئی
اس کے محل میں داخل ہونے پر جہاں پرندہ بہی بے اجازت پر نہیں مار سکتا تہا تعجب کرنے
لگی اپنے ننگ و ناموس کا خیال ہوا غیرت سے غصہ آیا۔ چہرہ پر نقاب ڈالی اور پریوں نے
سُلا دیا۔ اس کے بعد منوہر کو بیدار کیا گیا وہ بہی متحیر ہوا۔ (اس کے متعلق طویل تفصیل ہے)
پہر ماہ بہی بیدار ہوئی۔ دونوں کا آپس میں سوال و جواب ہوا اپنے اپنے حالات بیان کئے
لطف صحبت سے مسرور ہوئے اسی حال میں سحر کی سپیدی ظاہر ہوئی دونوں محو خواب ہو گئے
پریوں نے منوہر کو اس کے محل میں واپس لایا۔ صبح منوہر بیدار ہوا معشوق کو نہ پایا۔ حالت دگرگوں
ہوئی عشق نے مجنوں بنایا۔ راجہ کا وزیر سوبج یہاں آیا نصیحت و پند کی کچھہ اثر نہ ہوا۔ اور ادہر
مدمالت کی یہی حالت ہوئی۔ کنیزوں نے جب مجنوں کی سی حالت دیکہی تو اس کی ماں کو خبر کی۔
منوہر کا جوش جنوں زیادہ ہوا آوارگی اختیار کی دشت نوردی شروع ہوئی اسی حالت میں ایک
مدت کے بعد مدمالت سے ملاقات ہوئی شاہد مقصود سے ہم کنار ہوا گل مقصود حاصل ہوا کامیابی
سے وطن آیا۔

یہ ہے مختصر خلاصہ مہر و ماہ کا اس کے برخلاف "مدھو مالت" کے قصہ کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔
شہر کنکر کا راجہ سورج بہان نام بڑا مشہور راج تھا۔ اس کی رانی کنولا نام حور صورت تھی ان کو لڑکے کی تمنا تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آخر کار مدت دراز کے بعد لڑکا تولد ہوا۔ جو حسن و جمال میں یکتائے زمانہ تھا نجومیوں نے زائچہ دیکھا کنور منوہر نام تجویز ہوا اور حکم لگایا گیا کہ جب پندرہ سال کا ہوگا تو جوگی بنکر شہر بہ شہر گردش کرے گا ایک سال میں یہ زمانہ ختم ہوگا اس کے بعد واپس آکر کامیابی سے راج کرے گا۔

ماں باپ نے ناز و نعمت سے منوہر کی پرورش کی پانچ سال کی عمر میں تعلیم شروع ہوئی کچھ عرصہ کے بعد جب اس نے اپنی تعلیم ختم کر لی تو راجہ نے رانی کے مشورہ سے منوہر کو راج سپرد کر دیا۔ تاج سر پر رکھا گیا۔ تین سال تک اس نے راج کیا جب پندرہ سال کی عمر ہوئی ایک رات مجلس طرب قایم کی منوہر کا باپ سورج بہان اور تمام ارکان دولت حاضر تھے۔ ہر قسم کے موسیقی کا سامان فراہم تہا۔ آدہی رات کو مجلس برخاست ہوئی منوہر اپنے محل کو واپس آیا بالاخانہ پہ استراحت کیا۔ پریوں کا تخت آیا۔ اس کے بعد یہ داستان مہر و ماہ کے ہم مضمون ہوگئی ہے۔

ان دونوں کے قصوں کو گلشن عشق کے قصہ سے ملایا جائے جس کی قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے تو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ داستان اپنے مضمون کے لحاظ سے ایک حد تک جداگانہ ہے۔

(ب) نصرتی نے اپنے کلام میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اس نے کسی خاص فارسی قصہ سے اس کو ترجمہ کیا ہے اس خصوص میں جو اشعار گلشن عشق میں آئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

میری طبع کی تیز تازی کی تین — یون سون کر نہار بازی کی تین
ہر اک داستان بوستان — ہر یک بیت ہر یک محل جانشین
معانی کی صورت کی ہے آرسی — کہیا شعر دکہن کون جون فارسی

فصاحت میں کر فارسی خوش کلام | دھرے فخر ہندی بچن پر مدام
دگر شعر ہندی کی بازی ہنر | تسکتین ہیں لیا فارسی میں سنوُر
میں اس دو ہنر کے خلاصہ کوں پا | کہیا شعر ایسا دو نو فن ملا
دیوین داد سن فارسی شعر دان | جو ہندی سنی ہے کہیں دل سوں تان
آ دیکھا اگر ہو حسد سوں کباب | رکھی بول اتنا جو دکھنی کتاب

(ص ۱۵۲ اے از انڈیا آفس)

اگرچہ شعر نمبر ۱ و ۳ سے ضرور شبہ ہوتا ہے کہ نصرتی نے فارسی سے ترجمہ کیا ہے مگر شعر نمبر ۵ و ۶ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہندی اور فارسی دونو کتابوں کو پیش نظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہے خصوصاً شعر ۵ سے صاف طور پر واضح ہے کہ دو ہنر (فارسی اور ہندی) کے خلاصہ سے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔

(جـ) نصرتی کے ہم عصر ما قبل اور مابعد جن شعراء نے اپنی تصنیف فارسی سے ترجمہ کی ہیں ان کو اصل (فارسی) سے مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ اسی فارسی کا ترجمہ ہے مثلاً خاور نامہ طوطی نامہ، سیف الملوک و بدیع الجمال، منطق الطیر، روضۃ الشہدا وغیرہ وغیرہ اگرچہ ان میں بھی بہت کچھ کمی بیشی ہوئی ہے پر یں ہم اگر فارسی سے ان کا مقابلہ کریں تو ضرور کہنا پڑے گا کہ یہ اسی کا ترجمہ ہے۔ اس کے برخلاف گلشن عشق کی یہ حالت نہیں ہے۔ میری رائے کی تائید مولانا باقر آگاہ کے خیال سے بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کو مہر و ماہ کا ترجمہ خیال نہیں کرتے بلکہ مستقل تصنیف تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"تعصب کو ایک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو بغور ملاحظہ کر کے انتخاب کرے اور ان سبھوں کو یک داستان گلشن عشق یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا انداز سے اس کی اور اس کی بو اقعی واقف ہوئے۔

سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اسے موازنہ میں لاوے بالفعل بھی مہر و ماہ دیکتائے فن طرازی عاقل خاں رازی کے تین قصہ منہر و مدمالتی کا گلشن عشق سے مواجہ کر دیکھیے تا معنی مثل دکھنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا کا خوب سمجھے۔"

یہاں اب خود فارسی کتابوں سے گلشن عشق کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے جس سے ہمارے بیان کی مزید توثیق ہو سکتی ہے۔

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
سو وسی سعادت بھری وقت پر	چو یکتا دید در خوبی و جوہر	حکیم و ہم منجم گشت حاضر
تولد ہوا شاہ کے گھر کنور	پدر بنہاد نام او منوہر	شدند ہر یک بروخورشید خاطر
سمجھنے منجم کھری ہو سرس	بلفظ ہندوی کو بتی منوہر	بدیدند طالع مسعود بودش
سہیلیاں جو جب تہاں آ تہاں ہر جرس	بود در فارسی معنش دلبر	بر آمد اختر دولت ز نورش
بجایاں جرس جلد اوسی وقت جب	جمالش سپہ ان نازنیں بود	نہادند نام او کنور منوہر
لئی لک منجم دھی پلکون تب	بلی سرمایہ عمرش ہمین بود	شود اندر جہان از حشمش اظہر
سکیاں دیکتے اس نول سور کون	نمیکرد ہی ز خود یکدم جدا نش	خبر دادند کار ش را انجام
انکھیاں سب گیاں مو چی کیاں کور سون	پدر چون مادران بود فدا ئش	چہ از دولت چہ از ملکت چہ از نام
کیا نور تر جگ میں ایسا جھلک	بہر جا بود از ارباب تنجیم	شود چون پانزدہ سالہ منوہر
رہیا ہو کہ ظلمات چوتھا فلک	فراہم امد از اطراف اقلیم	خلش شخصی بود در سینہ اظہر
کتے وقت کون جب دیکھیاں ہوش پا	ہمہ عقل و نظر بو ند کر دند	شود جوگی بہر جانب بگردد
سئیاں کر کہ چھو کی رتن رھنما	نظر بر طالع فرزند کردند	کہ تا یک سال بہر او بگردد
....	یکی کردہ نظر بر اختر او	چو بعد از سیر آید سوی خانہ

گلشن عشق

پچھیں شاہ پہر آکہ مجلس طرف
بلایا تکیے سب نجومیان کے صف
جو شاستر میں تہا نانون جس کن نین ہان
جسے حل اتہا زیچ پستک پران
کہا خوب تر دہر ایس منکون ٹہانو
کہون شاہزادیکوں یک نیک نام
پچہیں خوب تقویم پر دہر نظر
لکہو زائچہ دہر جنم کا پتر
دہیں بات سن شہکی اوکن ندہان
کتاباں پریاں اپنی فنکے آن
دوک پستہ عرفانکے دہر نظر
دکہیا نانون اس کا سو منہر کنور
پچہیں اسکے طالع دیکہیا کر خیال
ہوا خوش سبہ بخت میں بیشال
قوی بخت کا تس ستارا دسیا
مشہی چہتر کا صون معارا دسیا
جیسے مان نوکہند کی راج سب
دیونیکی رعیت نمن باج سب
کرینکا جہان زیر شمشیر سون
پہرادی فلک تین جو کچہ پہیر سون

مہر و ماہ

زگردون تا چہ آید بر سر او
یکی در طالع او دوربین بود
کہ با طالع فراست خرد قرین بود
یکی بگرفتہ از اسمش حسابی
یکی در فال بکشودہ کتابی
یکی بنشستہ اصطرلاب در دست
یکی تا ساعت مولود پیوست
بچشم دوربین و ذہن چالاک
نظر کردہ بگردشہای افلاک
علامتہای سعد و نحس دیدند
رقم بر صفحہ طالع کشیدند
ہمہ پیش اندیش معلوم کردند
باسمش زائچہ مرقوم کردند
کہ این فرزند گردد راہی رایان
بود در طالعش شاہی نمایان
بود در عرصہ گیتی بسا سال
بتخت خویشتن با بخت و اقبال
ولی چون با ہند در چاردہ سال
کند شوریدگی پیدا در احوال

منوہر و مدمالت

بدست آرد ہمان مطلب زمانہ

گلشن عشق

خوشی اسکے عدالت کیری دور میں
اوبرہی نہ حال یک رتی جور میں

....

انہاکر چہ بمثل یوں سجنتور
پراسکے دس آیا اٹل یک خطر
کہ جو دابرس دیس یکباس ہوئی
خطر ہونہار تب اس پاس ہوئی
اوچادی خطرات بلا کی جو دھول
چلے اڑکہ یوباغ تھا ہی تہی پھول
بہر یکا سو نیچان سون گئی ملک پر
بہو لینکے خوشی اس روپ پر گئی بہتوبر
برہا کی پت کی کھنیری زوال
بہراونکی اس گل کون کملاکہ جال
سلامت و لی بیبکے تھاتان تہی پھر
بہرآدی طوپرورد ہ اس ونکے دھیر
دلیکن سو ہی لادوا یو بلا
کر گئی سو ہر حال ایسے مبتلا

سخن یو بچن سحر کا دید بات
کری یون حکایت کی کشتی روان

مہر و ماہ

بماہ یازدہ از سال مذکور
بتاریخ نہم از ماہ مسطور
مشو دجوکی و خاکستر بمالد
بدشت محنت و غربت یکبالد
ولیکن ختم کارش خسپر گردد
چو سیر از محنت واز سیر گردد
چو طالع نامہ اورا پدر خواند
غبار راہ او از گرنہ پیشاند

کہن رہبان این دیر بلا خیز
چہ شد افسانہ را افسون نیز

منوہر و مدمالت

چو بشنید این نصیحت را منوہر
بخاک آلودہ روی تن منوہر

گلشن عشق

ہوا شاہ فرزند تہی جب نراس
تردد جو نہین چل سکی بے قیاس

نکل کر نکل گھر تہی تب بہارا آ
کھایوں اپس پیشوا کون بلا

کہ سنگر چمن یا نہتی منہر کنور
منکیا ہے سمندر پر سون جانے سفر

اول مستعد کر جہازان آپار
سبہا پنچہ سامان بہر تس منجہار

نکر کچہ سبب کاج پر کم نہوی
نہیں سن میں پردیس کا غم نہوی

وھین پیشوا شہ کون تسلیم کر
کہا حکم تیرا ھی منجہ سر اوپر

....

سپاھی بی نامی دلادر جوان
سخن دان صاحب سخن در فشان

کھڑی سو ملاح صور نا خدا
نکالی جو لا کھا نسون یک یک جدا

جہان دید سوداگران اٹ کنھیر
سو پیر و جوان راہی زن بی نظیر

مہر و ماہ

بصورت دلنشین در کوس عالم
زند رنیکو نہ دم زین قصہ غم

کہ چون سوز منوہر شعلہ زن شد
دلش سردار حیات و از وطن شد

بکفتا چارہ جز بیچارگی نیست
علاج من بجز آوارگی نیست

غم این شہر و اینجا پر نشاند
بجز صحرا و دریا ر نتابد

....

پدر را زین مصیبت چون خبر شد
جنونش از پسر ہم بیشتر شد

دلش خون گشت از آن درد جگر زوی
قدم زد و سوی فرزند دل افروز

....

رضا ناچار نا سوا نقصا داد
سر انجام رہش کرد در شہا داد

سپہ شد ہمرہ او فوج در فوج
علم زنشت فیلان اوج در اوج

ز ماکولات و ملبوسات شاہے
کفاف سالہا دادش کماہی

منوہر و مدمالت

لوازم جوگیان از چوب کہیر
گرفتہ شد روان چو مہر انور

....

اگر بر تو جنونی گشت غالب
ز بہر جستن مخفی مطالب

بگیر این لشکر و گنجینہ ہمراہ
ز مدمالت شوی تحقیق آگاہ

چو بشنید این سخن کنور منوہر
روان شد در طلب آن مہر انور

بدو دادند لشکر ہم خزانہ
باو کردند ہر یک را روانہ

بگردیدند زانجا چشم گریان
بآہ و نالہ و با جان گریان

روان گشتند کنور با ہمہ کس
بپرسان جانب شہر جہارس

چو بعد از مدتی بر ساحل یم
رسیدند بہر ہمہ با محنت و غم

بکشتی ہا سواری می نمودند
بدریا اندرون کشتی براندند

گلشن عشق

مغنی ورقاص کن کیان کی
اجہیں روح پرور خوش الحان کے

طوفان سے کشتی کا غرق ہونا

سخن دان صبا خرد باستان
کہے کہول یون غم بہری داستان
جو عاشق کے ساتھ تہا وجہازان کا صفت
چلیا تہا جو انکی پچہیں یکطرف
قضا اللہ یک ناگہان کہن سون آ
جہازان کون سب مار پہچی بلا
سمندر گہیری انتے تہی تا اکاس
بلند سد باندی کیا اسپاس
کنولیں جلکچہ اسکے پانی او بیج
رہیا سو نہین جا سکیا یک بےلج
بندی سیکے چاروطرف تہی نظر
رہیا نہین بنجز دیکہتا تل او پر

مہر و ماہ

....

کہن راوی چنین کرده روایت
کہ چون در سر مہر افراخت رایت
کشتیہائے معمور از ذخیره
شده دریا جزیره در جزیره

ایضاً

چنین رفت تقدیر الہی
کہ گردد کشتی عاشق تباہی
بجنبد در محیط اشنا بنے
خورد صد موج خون از غوقاے
گہی در آب خرت میشود غرق
گہی غیرت اندر کشش برق
بدریا جاششں درکام نہنگ است
بصحرا ہمرشش قبل پلنگ است

....

بہر سوی جہازی شد تباہی
قضا را غرق شد کسی تباہی
بہر جا موجہ طوفان عشق است
سنزاد سجا نثاران عشق است

منوہر و مدمالت

درین اسنا قضای آسمانی
مخالفت باولی شد ناگہانی

ایضاً

ہمہ کشتی میان موج افتاد
ہمہ لشکر دران گرداب افتاد
فرو رفتند در گرداب ان موج
منوہر ہم بتلطان رفت در موج
خدارا یاد میکرد ہمی رفت
بجز نام خدا دیگر نمی گفت
کہ ناگہ درمیان موج انجا
منوہر یافت چوبی محکم انجا
بآخر چند مدت در کناره
رسیده با دل جان پاره پاره
نہ آنجا دید یار و آشنائی
نہ مردم دید نہ آباد جای

گلشن عشق

دیکھت ذنک ھوبولی کہ یو اوٹ سا
ھمن کیا جو بیڑا ایر یا کوٹ سا

....

چار صفحہ اشعار آنے کے بعد

یو دیسی ہیں لٹ پٹ ھو تختہ پکڑ
بہتا چپ چلیا موج سون تس پہ چڑ
ترن کاں ہیں کہیں دو بتا نیر تا
کھین نبٹ چلتا کھیں پیرتا
کتے دن تلک جیو پہ لی رنج سوس
سو کرتا الپس سخت پر آب روس
سلامت سون دریا کناری لگیا
پھر امید کی رہ منجھاری لگیا
ھوا جون دو دریا کی آفت تھی پار
ھزاران کیا شکر پروردگار

بعد کامیابی واپسی کا ذکر

پراگندہ خوبیان کی در خوشاب
ملالیا کی کئی سو سب انتخاب

مہر و ماہ

منوہر ماندہ بر یک تختہ تنہا
صدف شد تختہ او لولوی لالا
باخر کرد عشق دلبندش
دران بحر حوادث تختہ بندش

....

چند شعر کے بعد

زموج آن تختہ چون آمد بساحل
بساحل کرد منزل مہر سدل
بعد سرگشتگی مہر جہان تاب
بوقت شام آمد بر لب آب
بہر سو رو نہادی مست و شیدا
نگشتی راہ کوی دوست پیدا

"

حدیث آغاز این افسانہ راز
چنین کرد در انجاش سخن ساز

منوہر و مدمالت

" بلا عنوان

چو چندی بعد شادی در گذشتہ
وطن در خاطر ہر دو گذشتہ

گلشن عشق	مهر و ماه	منوهر و مدمالت
دونو شاهزادی دونو ماه رو	که مهر و ماه چون گشتند همدوش	بپیش رای چتر سیں رفتند
خوشی سون رضا لی چلی ملکہ تو	زهره مشتری رسید هم آغوش	وطن رفتن یاد اظهار کردند
مرتب کرنهار مالا رتن	هم کمسها چو هان عیش کرد	چو ول رخصت یافتند آن هر دو کنور
کیا هے دو یون نظم تیری کهن	دین آنکه یاد ملک و جنس کرد	روان گشتند بملک خویش یا فر
جو مهر کنور عاشق بختور	در آنجا هم مست نود بعیش	ــــــــ
چندر سیں صبا رفا خوشش سیر	ولی حب الوطن امر ست دلکش	یہاں عنوان ختم ہوتا ہے
....	....	....
دونو شاهزادیانکی دل دهرا دچاٹ	اجازت داد یکرم رای همه را	
دیکهن درس ماباپ هور راج پاٹ	کہ تا سازد سور(؟) دست دور را(؟)	
پونچی نگریں دهرمراج نر	نموده هر یکی تودیع داداد	منوهم با استقبال رفته
کیا تها چندر سیں کا کاج کر	که تا سازند ملک خویش آباد	قدم بوسی پدر مادر گرفته
جو منهر کنور صاحب اشتیاق	سد انجام سفر شاهانه کرده	پدر مادر بدشتش بر گرفتند
اول سور بل سات کر اتفاق	مقیما را ز غم دیوانه کرده	بصد مهرش کناره در گرفتند
رضا ملکه دهر اپنی جانی منگے	منوهر بعد از چند ماهے	....
بنیان کون سنکاتی سجانی منگے	بملک خویش پسدر راهے	بحمدالله مرادش گشت حاصل
اتهاراج کوی دن جو خوش باغ باغ	....	زمادر و پدر گردید واصل
یوسن بات هو کر بنت داغ داغ	پدر شد مال ہالی و موالے	ــــــــ
قبیلے سون کئی دیس دلگیر هو	باستقبال ان اقبال عالی	
پهر اس بات پر راج تدبیر هو	رسید از راه مهر عالم افروز	
	بنا بے والدین افنا داز سوز	

گلشن عشق	مہر و ماہ	منوہر و مدمالت
جہازاں کرا مستعد بے شمار دسرا ساز و سامان دریا کنار	بچشم دل رخ دلخواہ دیدند رخ مہ ہم منور ماہ دیدند	
تلک راج رانی بری شوق سوں کنور سات ملنے چلے شوق سوں		
محبت سوں چھاتی لگاتیں چپل بچھڑنیاں کی جہال دسوں اول		

اس اقتباس وغیرہ کے مدنظر میری رائے ہے کہ گلشن عشق نہ تو مہر و ماہ کا کامل ترجمہ ہے اور نہ مدمالت کا ہاں بیترین قیاس ہو کہ یہ دونوں نصرتی کے پیش نظر رہی ہوں۔

گلشن عشق کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد۔ کتب خانہ سالارجنگ۔ انجمن ترقی اُردو۔ کتب خانہ آقا حیدرحسن صاحب وغیرہ میں موجود ہے۔ ایک باتصویر نسخہ بمبئی میوزیم میں بھی ہے۔

علی نامہ

یورپ میں اس کے دو نسخے ہیں۔

(۱) انڈیا آفس (نمبر ۳۶) ورق (۲۱۹) سطر (۱۳) سائز ۱۰ × ۶ ۳/۴ خط نسخ

(۲) برٹش میوزیم (نمبر ۲۶۵۲۷) ورق (۲۲۰) سطر ۱۴ سائز ۹ × ۵ ۳/۴ خط نسخ

بلوم ہارٹ کی توضیح کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"یہ ایک مثنوی ہے جس کے درمیان قصائد بھی مذکور ہیں اس مثنوی میں علی عادل شاہ ثانی بیجاپور کی سوانح بیان کی گئی ہے۔ اسٹوارٹ نے غلطی سے علی عادل شاہ اول لکھا ہے۔ اس کی تصنیف ۱۰۷۱ھ میں ہوئی ہے۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جس کی ایک دوسری تصنیف گلشن عشق ہے۔"

جیسا کہ مذکور ہوا ہے یہ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں موجود ہے اس کی صراحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"علی عادل شاہ بیجاپور کے جنگی اور تاریخی حالات، جو تقریباً ۱۵۵۶ء میں تخت بیجاپور پر بیٹھا تھا۔ اس کا مصنف نصرتی ہے جو ایک دکھنی شاعر تھا۔"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں علی نامہ شریک نہیں ہے اس لئے اس نے کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔

اس کی سنہ تصنیف کے متعلق بلوم ہارٹ نے غلطی کی ہے کیونکہ اس کی تصنیف ۱۰۷۱ھ میں نہیں ہوئی ہے بلکہ ۱۰۷۶ھ میں ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت میں دو امر قابل ذکر ہیں۔

(الف) اس میں ملناڑ کی فتح کا قصیدہ شامل ہے یہ فتح ۱۰۷۵ھ میں ہوئی ہے اس

سے واضح ہو سکتا ہے اس کی تصنیف ۱۰۷۱ھ میں نہیں قرار دی جا سکتی۔

(ب) برٹش میوزیم کے نسخے سے جو علی نامہ کے موجودہ مخطوطات سے صحیح تر کہا جا سکتا ہے سنہ تصنیف ۱۰۷۶ھ واضح ہوتا ہے۔

لکھاشہ کا میں جس جو یو کرا و س | ہزار یک ہو ستر پہ تھے چھ برس
(ص ۲۱۶ ب)

علی نامہ سے ہی نصرتی کے حالات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے ا ر ا کے دوست و احباب کا پتہ چلتا ہے جو سب کے سب بیجاپور کے مشاہیر علماء و فضلا تھے۔

علی نامہ بھی ایک مثنوی ہے مگر درمیان میں قصائد بھی آ گئے ہیں۔ اس میں حسب رواج اول حمد ہے اس کے بعد مناجات پھر نعت پھر معراج کا ذکر اس کے بعد منقبت پھر بادشاہ کی مدح۔ اس کے بعد وجہ تالیف اس کے بعد بادشاہ کی تخت نشینی سے اس کے حالات شروع ہوتے ہیں۔

اس مثنوی کے عنوانات بھی شعر میں ہیں حمد کی سرخی۔

حمد اول ہے خدا کا جنے روز اول | دیا ہے ہمت مردان کون جو توفیق سویل
رکھا اس نامہ نامی کا علی نامہ ناؤن | تا جنم جنگ یوزمانی کی کلی ہوسے ہیکل

حمد و نعت کے ابتدائی اور آخری :—

سرا نا سرہی او س سکت دار کون | کہ آدھار ہی ان نرہا دہار کون

تیری الک صفت تے ہنو یکہ رتی | کرے تون مناجات انا نصرتی

نہیں اسے شہنشاہ دنیا و دین | شجاعت کی بھی صفت کا کرسی نشیں

کہون کہول گفتار اوس راج کی ‏— اتھی رات اجنک جو معراج کی

بادشاہ کی مدح کا اول اور آخر شعر۔

دیکہاتون اتا مدح شاہ زمان ‏— کہ ثانی سکندر ہے صاحبقران

سنو نہیں پڑیا لک یو نامہ عجب ‏— سخن نظم کرنے کا اول سبب

مثنوی علی نامہ سے جنگ کے حالات درج کئے جاتے ہیں:۔

چلیا دہم پہ دہم ات معرکہ ہور حشم ‏— ہوی آسمان ہور زمیں پیش دکم

لگیا آب دسنی کہنسی جا زمیں ‏— ہوا کون ہوا جسم پیدا یقیں

بڑی تول رنگس تسکی ہوئی فوج پس ‏— ادک لوتھ میں جون ہوی خار وخس

سپہدار بیزار ہیں گز کون کہال ‏— کہا تسکی لشکر پہ چوندہرتی ہال

مقابل میں پیلیچ یون مار کوٹ ‏— سٹی پار ہر تن کی اعضا میں پہوٹ

جدرتی منگیں سماند آنی تمام ‏— اپڑدا پنچ جایو کریں قتل عام

زمیں لہو تی جہگڑیاں تی سیراب ہوئی ‏— اگت بہرند بان سبحر خوننا ہوئی

دی خوص یون لہو کی کہتیاں پہ بہوز ‏— گلیان کی نکل آئی کنکریاتی موتہ

کہرک کی جسی آب وتاب آلگی ‏— لگی اک پانی دیکہت تپکی

کیا تہا جو جس سربرس تیغ آب ‏— ڈوبی غوط بھیو دیکہت سد آب

ادک دہنکران دہم سون چاندی چلے ‏— کشان رچکہ بر کی دہانڈی چلی

مسلح خول کیجی و بہالا ہتیار ‏— شترک زنک وکج کہاو لوثہر کی تتار

ملی واری پیادی چلی دل بہچن ‏— بکتر ہات گردی سو تازی ودن

تفنگی فرنگی ہور انگریزیان ۔ کتی ارمنی کئی و لندیزیان
کتاری کریان کی کیتی دل چلی ۔ بلم ہات لیلیکہ ماندل سے چلے
چلی ہیل کمٹھیان کی دہر دہر کمان ۔ چلی کوندو کو بیاتے بہاتیان کون تان

ہریک فوج کون اپنی بازو تو ہی ۔ ولی ہر بندی پر ہیلا یک نوی
دسنت کون تو کئی یا پل یک دسین ۔ یکیک تن جدا صف پہ بہپٹک دسین
برستی تہی یو فوج یک جس پہ وار ۔ ہریک چکتی تنتی تہی تازی ہزار
جوانا کی تن پر جہویا جہوم میں ۔ لگی زخم کاری روما روم میں
سلیچوش تس دل کا کالا ابہال ۔ برسنی لگیا لہو کا برسات لال
اندیشی تی انگیز اوک سخت کام ۔ دیا تہا اپس خوب چہرتی تمام

قیامت غنمان پہ قائم دسے ۔ علامت قیامت کے سالم دسے
تہی ہت پکرتا شور کا سلسلہ ۔ اوچایا سرب دل میں یک زلزلہ
اندو سون چلیا فوج کرتا تلف ۔ سنبتان سون بہاتے لگیا صف بصف
چشم پاوں تل سیج کی تہا تل کے راس ۔ ستیپر نی تہی ہر ڈک میں آبیقیا پاس

خندق بحر و بر جان مثاز سے دسیں ۔ سکندر کے تیلی یہ ہاری دسین
مخالف کے کشتی بجو برگشتہ بخت ۔ پری اس طرف آتیا ہی ہو سخت
دسی ہر پہر ازا جہتیکیا سو ہات ۔ کہ اوریج ہا یہان تو ہی جیو یہ کہات
کہی دیکہ ریتوی کون جس برج ہی ۔ جو یو پنجر مسی سدیا جرح ہی

نشانان و چھتریاں پنکھی سون اپار
کئی فوج کون قطعہ نو نہار

شہنشہ نظر میں بولیا سب حشم
لڑائی کی جا کی سمیج پیش کم

اینو میں بی تجویز سون چھانٹ چھانٹ
رکھی کوٹ دربنونی بھانجاں بہ بانٹ

دسی پائی دل بھر کہ برجانمین یون
بڑی ہٹ میں چھتیا او بلیتیان بھی جون

لڑانی و لڑنی انکی ہو کہ بد
پیادیان کون دیتی وزیران مدد

نقاری ہر یک ٹہار بجنی لگے
جتی بھیرو کرنی گرجنی لگی

لی آتھی لڑائی یہ ہر دہنک کون
ترائی نفیری و رن سنک کون

پیادی دیی مار ساندن لگے
سواران پہری دل کی باندن لگے

کئی کوٹ دارو سون موت آگ کی
رکھی مارجا کا پکڑ لاگ کے

جو تھی پنیت اوس کوٹ کے دنیت میں
جو ٹیپا لوک سب کوٹ ہور بیت میں

سرافراز خان اتھا سو ہوا استوار
کھڑا پنیت انکی آپس رچکہ بہار

ہمی ہم کھڑی آپشا تان کھر ہی
جوری برج سون یہ چھوٹ ہو بکتر ہی

تیرانداز سون ساٹک ڈالیان کا ہم
نہ دیوین ساٹک تیران تی کم

شتر نان وہتیال دہی موں پہ آن
رچی لیا انکی تیر مورام بان

تلک یک غلولا ہو شرزہ کی فوج
غنیمان پہ دئین مارنی آتی فوج

دیکھیں لک دو نو دل میانی کہیں
سلکنی پہ ہوئی یک یلا کے اگن

اوٹھیاات شرانگز باتان تی شور
ترمان بہوئیں پہ بجلیا چمک در سون زور

جمیا سخت پھر مارتی یون دہوان
کنوانا کیا کوئی کہتر ہی آسمان

بہتی یک کی ہو فرنگیان ہزار
کیان کولسی کون فلک کی انکار

سورج گرم ہوے لیکہ کنجی کا روپ
ڈہل ڈہل لارس کے جا کا بہ دہوپ

لکالک چلی پین غلولی کہین | کہ یارہی ہیں پیپی کئی سب اکن
دہواں گرد جوں اوس کا تہا دہوت | ہوئی بوند شبنم کی کو بیان سکت
کئی یک بہ یک تیر توں جلد ریز | سئی نوک سوفار پیکان تیز

علی نامہ میں مثنوی کے ساتھ نصرتی کے سات قصیدے بہی ہیں ان میں پہلا قصیدہ پنالہ کی فتح کا ہے جو ۱۰۶۹ھ میں ہوئی تہی۔

پنالہ ایک پہاڑی قلعہ کا نام ہے۔ جو پونہ اور بیجاپور کی سرحد پر واقع تہا، بیجاپور کے سپہ سالار افضل خاں کو جب سیواجی نے مکاری اور دہوکہ سے قتل کردیا تو علی عادل شاہ نے اس کے قلع قمع کے لیئے ایک زبردست لشکر کی روانگی ضروری تصور کی اور اس کی سرکردگی جوہر کے سپرد ہوئی یہ حال میں اپنی بغاوت سے باز آکر عفو تقصیر کا ملتجی تہا۔ علی عادل شاہ نے اپنے رحم سے اس کی خطا کو معاف کرکے صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور سیواجی سے لڑنے کے لیئے روانہ کیا۔

سیواجی ایسے بڑے لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ایک مستحکم پہاڑی قلعہ میں جو پنالہ سے موسوم تہا محصور ہوگیا۔ مگر صلابت خاں کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے نرم کرکے ملا لیا اس طرح دونو شیر و شکر ہوگئے۔

بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ سخت برافروختہ ہوا خود بہ نفس نفیس اس مہم کے لئے روانہ ہوا۔ جب سیواجی خود بادشاہ کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ پنالہ کو چہوڑکر بہاگ گیا اس طرح علی عادل شاہ کا بلا کسی مزاحمت کے قلعہ پر قبضہ ہوگیا۔

سیواجی کسی طرف پہاڑوں میں چلا گیا چونکہ فوج کو اس کا کچھ سراغ نہ چلا اس لئے بادشاہ بیجاپور کو واپس ہوا۔

پنالہ کا قلعہ نہایت مستحکم تہا اس پر قبضہ ہونا ایک بڑی بہاری فتح تہی۔ اگرچہ جنگ کی نوبت

نہیں آئی مگر پھر بھی ایک دشوار گزار اور سنگلاخ قلعہ کا دشمن کے قبضہ سے نکل جانا اور پھر دشمن کا روپوش ہو جانا فتح سے کم نہیں تھا۔

نصرتی کا پہلا قصیدہ اسی فتح کی مبارک باد اور اس کے پورے حالات تاریخی پر مشتمل ہے اس کے (۱۵۵) شعر ہیں۔

قصیدہ کو وہ بادشاہ کی مدح سے شروع کرتا ہے۔ پھر سیواجی کے نالائقی کا اظہار کر کے اس کے حملہ کرنے اور سلطان کے متوجہ ہونے کا بیان ہے۔ صلابت خاں کے جنگ کے حالات بیان کرتا۔ فوج کی بہادری اور جانبازی کی داد دیتا ہے اس کے بعد خود بنفس نفیس بادشاہ کا روانہ ہوتا۔ سیواجی کا فرار ہو جانا مذکور ہے۔ پھر وہ بادشاہ کو مبارک باد دیتا ہے آخر پر مدح سرائی کے بعد دعا پر اپنے قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

قصیدے میں دو مطلع ہیں۔ تمہید ملاحظہ ہو۔

جب تے جھلک دیکھیا اوک سورج تیری تروار کا
تب تے لگیا تھر کانپنی ہو پر عرق یکبار کا

کوئی بند جو تیری کھرک کی پانی تے دریا میں چھٹے
کہیا جوشش اوک یک انبر ہوئے تختہ اکھنڈ ٹیک کار کا

کر ہیں تو طالع کے قوی جم تے اوک جم جم دسے
جس میں تو عالم گیر ہوا یا سکندر سار کا

نو شعر کے بعد دوسرا مطلع آتا ہے۔

اے شاہ عادل تون علی صاحب ہے سینسار کا
کفار ہیں جن جگ تھمس نے سور کوئی تیغ سار کا

اسی کے ساتھ گریز کر کے سیواجی کے متعلق اظہار خیال کرتا ہے۔

یک سال او باغی سیوا جگ میں شطنت پیدا کیا
ہے طفل مکتب مکر میں شیطان جس مکار کا

جب مو بہ دے شیطان کون فنکی شکار آئین کر
ابلیس کون تس حکم میں جون چیل ترکی کار کا

کوئی ایل اس کھباز نے کھیلیا ہیچ بازی کے بن
گویا فلک کچکول ہے سادیا اسمی عیار کا

رہو تی کم بن شیر نر کھاویں دغا تس مکر میں
دلکا تو کیدڑ تے کچا پن نس مٹے کفار کا

قلعہ کی کے متعلق وضاحت:۔

تھا یکہ جو جگ میں سب اوگڑ بیالی کا بلند
تھمنی دہرت لنگر ہے ہوا نیر کون تہا تب آ دہار کا

دوری کی پس بہیری میں ہوئی منکل زحل کا کہنہ ننگ
سٹتا ہے تیری نعل دھان چندر سبک تنار کا

بیت الشرف سون سور کی دہرتا ہمی نت ہما یکی
مریخ سون اوس مادہنی دعوی دہرے حقدار کا

کمتر یکی تس زحل منگتا ہے روشن نا یکے
چندر ہلالی جون سدا ہرنس ہے تس دربار کا

جس تے حشم کا شب نویس اکثر عطارد کا سگا
جس کا انگے نت دہری زہرا سون ناتا یار کا

صلابت خاں کا سپہ سالار مقرر کیا جانا۔

درج عقیدت کا دک شہ پاک جوہر جان اوسے
کینے صلابت خان خطاب اوس نامور صفدار کا

جون شہ ٹبے معتاد سون کیتے عطا سر لشکری
ہر یک وزیر آتس ملیا نامی جو تہا تروار کا

فوج کا لڑنے کے لئے جانا اور سیواجی سے لڑائی کا ہونا۔

جب دل علی کا لے چلیا دہمون سپہ لار او
ڈبس تس صلابت تے قدم کہتا چلیا مردار کا

مردانگی میدان پر تو اوسنے رہ سکیا باغی و لی
لشکر تلین سنگر چڑیا جن لوگ بے پرکار کا

میدان خالی جان تلک دیکھی سو وہاں لگ دہم گئے
سارے وزیران ہور جتا لشکر سپہ لار کا

رگڑے میں جہگڑے بیچ پتیپ چوندہرتی آیون کر بپا
سنپڑی تو جگ میانی اجل بادہی سبب آزار کا

گویان تفنگان آپرین بہوریان ہر بار میں
بہاری ملنگ کے بہار تے تہا زیر تیران بار کا

ہوئی زمیں پاتال لگ برجان فلک کی دندنی
ہارا فرنگیاں تیں ہوا گویان کیے جیب سنگسار کا

پاتال تے پانی ابل نکلیا زمیں سب گرم ہو
دارو کی ات بہرمار تے جون مہتون پر سیا نار کا

چوندہی وزیران دے ایک جون گرڈا پر کونڈہی اسی
کیتی تلیں کی فوج پر دمیں دھان تے دہم ہلغار کا

گرزان سون ہرے بہان یوں کیتے پراگندہ دشمن
گوپن کا جون لکتیں پہتر بہٹا ہی حقہ نار کا

لاگے تبر کا ضرب سو تفراخ اجل کے ہات کی
جمکی کہی تے کم نہ تھا دہکا گرز کی مار کا

سنگار لائق کون سئے تیران سون تیران نیاز کر
بہو کے جہیان پرچہیان اسے جسکون سنزا تہا وار کا

مرتیان کے لہو کی بحر نے دہرتے یو جب بہرتی دہریا
جیتیان پونٹ پڑتی لگیا ڈونگر یو ڈونگر لہار کا

پہر نوح اس طوفان میں چڑتا تو کشتی موج او
ہر دم کنکن پرچہی پر کرتا پیکہا اوزار کا

لوٹا نکیہ مچھلیان پر زرہ جالے دسین ہٹر دوہ میں
تہا کل کی ڈوری کے تمن تاگا سو ہر زنار کا

چلبیان سران کیان تیر تے دستیان کنوں کے پہول سیان
پنجہ جہر پڑیا سو ڈنڈ تہا ہر تس ڈنڈ لکے سار کا

دیدہ ہی کہ بہرے جا جنگل مہرے مسلیمانی دہریا
سنگ بہودی ہو دلان دامن بہریا کہسار کا

سیواجی جب عاجز ہو گیا تو قلعہ پنالہ میں قلعہ بند ہو گیا اور اپنے مشہور مکر سے صلابت خاں کو بھی ملالیا اور دونوں مشیر دستکر ہو گئے. بادشاہ کو جب اطلاع ہوئی تو خود لشکر لے کر روانہ ہوتا ہے۔

لشکر کی حجم تے کم نہیں شہ کے وزیران کا کٹک
آصف کی صفتے ہے ادک حملہ ہر یک سردار کا

نہیں یو شہ کی فوج کی جس کی ملائک پیشرو
دیدار پیشتی بان ہے جم جم ادک کردار کا

اس فوج طالع دار کون دیکہے فلک کے حبیب ملک
بولے کی عالم گیر ہوئی بیشک یو بہار اتیار کا

نکلے جد ہر شہ کی پیشرو ہے عقل کی بی ڈورتی
ناجہانک سکے وہم جہان ہوی شہ دہنی ہنکار کا

اٹہریا جو شہ عادل علی جب مرتضیٰ آباد کون
زیر و زبر جگ کون کیا آواز شن ہنکار کا

شہ کی غضب کی آگ لے نے کشتی پر آلی لگ
شور میں دل جا پڑیا ہر مایہ اشرار کا

تحقیق سب جانے کہ اب آخر نٹی پر آسمان
ہرگز تھنبا سکے نکوہی بل ہمت کی ادہی آدہار کا

الامان کی دہانک سب چو تدہرتی گرپڑتے اچہ
عاجز ہو کاڑہی بک پکر دہر نالہ دل افگار کا

سیواجی پہاڑوں میں چلا گیا قلعہ پر عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا فتح کے بعد بادشاہ واپس دارالخلافت کو روانہ ہوا۔

جب اس علی کی دہات تے آئی فتح خیبری
دارالخلافت کی طرف کیتی ہوس رفتار کا

شہ کو چ پراپیچ اپی ثابت قدم رکتے چلے
آتی چلے جب دن کمتب ہوے شہ کی اس منزل منحا

جان جان سٹمی تھی پاؤ لا جانتے جو پیار کا
جس ٹھانون کون سر حد لگیا سہے شہر کی سینوار کا

ہر ہر قدم چلنے اگیں چندر ہو شہ کی پاؤن تل
چندر کون چندر جوت دہان نشریف دیوی نور کی
خوبی سون چندکی نلی کی دئی تہی انکھیان کون شک

تہس پر چہایا تہا اپین اجلا نکٹ جھمکار کا
چار بجا تہا تسپو دل اس سو نر چو سار کا
ابت ناز کی نرمی سون مہ کیا گال تہا دلدار کا

بادشاہ کی تعریف اور آخری دعا۔

الحق کہ حق میں جگ کی جو توفیق تج تی آئی ہو
تیرے قوی طالع کی اب سوگند ہوی عالم منی
تج حکم مانیا سو اہی مقبول ہوی دارین میں
فہم و شجاعت عقل و دل سب تج خدا بخشش کیا

عالم البر سی ناکد میں یو شکر تج اب کار کا
حقا کہ تج ہر دم مدد ہے حیدر کرار کا
مردو دعالم ہے رکھیا جن تج سون رخ انکار کا
بخت و جوانی کا اول دی بل اپسکے پیارہ کا

مزید دس شعر کے بعد آخری دعائیہ دو شعر جن پر قصیدہ ختم ہوتا ہے۔

اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا کی ورد میں
ہے آسمان یارب جلک ہر تے کے سر پر سایہ بان

کافی ہو دو جگ میں تجے تل فیض تس آثار کا
قائم تلک یو چتر اچھو عالم کی پالن ہار کا

دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں قصیدہ صلابت خاں کے واقعات سے متعلق ہے جو اس کی بغاوت اور ناکامی اور پھر اس کے مرنے پر ختم ہوتے ہیں۔

سدی جوہر ایک غلام تھا جس کی دربار عادل شاہی نے پرورش کی اور ترقی دیتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائض کیا تھا۔ مگر نمک حرامی پر کمر باندھی باغی ہو کر محمد نگر عرف کرنول میں جا بیٹھا لیکن پھر عاجزی سے اپنے جرموں کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے اس کے جرموں کو معاف کر کے صلابت خاں کے خطاب سے سربلند کیا اور سیواجی کی مہم پر روانہ کیا۔ یہاں جا کر اول تو اکثر

قلعہ سیواجی سے فتح کئے مگر آخر پر خود اس سے مل گیا۔ جب عادل شاہ خود بہ نفس نفیس سیواجی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تو یہاں سے راہ فرار اختیار کی۔

جس وقت ابراہیم خاں اور ملا احمد بیجاپور کو واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں صلابت خاں نے پانچ ہزار سوار کے ساتھ ان کو گھیرنا چاہا تھا۔ ابراہیم خاں مقابلہ کر کے کامیاب ہو جاتا مگر چونکہ بادشاہ کی اجازت نہ تھی اس لئے ایک دوسرے راستہ سے وہ دونو بیجاپور آگئے اور سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع دی اگرچہ سلطان اس وقت اس کے قلع قمع کے لئے تیار تھا مگر ابراہیم خاں ملا احمد اور شاہ ابوالحسن نے بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور کوشش کی کہ صلابت خاں دوبارہ عفو تقصیر چاہے چنانچہ مسعود خاں اور شرزہ خاں کو اس کے حسب استدعا صلابت خاں کی جان بخشی کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اب پھر چند روز تک صلابت خاں حضور سلطانی میں حاضر رہا چند روز کے بعد جب عبدالرحیم خاں بہلول کرناٹک کی مہم پر روانہ کیا گیا تو صلابت خاں کو بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دی گئی۔

اس کے بعد سلطان قلعہ نورکل کی جانب متوجہ ہوا۔ صلابت خاں یہاں کے قلعہ دار کو بادشاہ کے خلاف مدد دینے لگا۔

علی عادل شاہ اس مہم سے فارغ ہو کر صلابت خاں کی طرف متوجہ ہوا (۱۰۷۲ھ) جو قلعہ ہنو[۵۹] میں قیام پذیر تھا۔

ایک بڑی فوج بادشاہ کے ساتھ تھی بہلول خاں سپہ سالار مین مقرر کیا گیا تھا۔ میمنہ پر ملا احمد اور شریف خاں میسرہ پر محمد اخلاص خاں اور خواص خاں متعین تھے قلب لشکر میں خود بادشاہ اور ساقہ عزیز خاں کے سپرد تھا۔ بڑی بھاری جنگ ہوئی ہزاروں آدمی مارے گئے خون کی ندیاں بہہ گئیں سپاہیوں نے جانبازی کے جوہر دکھائے۔ بہادروں نے بہادری کے کارنامے پیش کئے۔ آخر بادشاہ کی فتح ہوئی اور صلابت خاں جان بچا کر بھاگ گیا۔

---

[۵۹] یہ مقام رائچور سے ۲۷ میل جانب مغرب واقع ہے اور مانوی سے موسوم ہے۔

ہنور کے بعد رائچور فتح ہوا اس کے بعد دریائے تنگ بہدرا پر جوہر کے داماد سدی مسعود نے مقابلہ کیا مگر ناکام رہا۔ اسی عرصہ میں صلابت خاں فوت ہو گیا عبدالحمید خاں اور بہلول خاں کی سفارش سے جوہر کے بیٹے عبدالعزیز خاں اور اس کے داماد مسعود خاں کی تقصیر معاف کی گئی دو نو دربار سلطانی میں حاضر ہوئے اور جوہر کی جاگیر اور منصب سے سرفراز کئے گئے۔

دوسرا قصیدہ اسی صلابت خاں کی شکست اور عادل شاہ کی فتح پر لکھا گیا ہے۔ تیسرا قصیدہ اس جنگ کے بعد بیجاپور واپس آنے کے متعلق ہے اور چوتھا قصیدہ جو گویا تیسری کا ضمیمہ ہے جو موسم سرما کی تعریف میں ہے اور پانچواں قصیدہ بیجاپور کو آکر جشن منانے پر پیش کیا گیا ہے۔

دوسرے قصیدے کے (۵۵) شعر ہیں اس میں اول بادشاہ کی تعریف سے ابتدا کرتا ہے اس کے بعد صلابت خاں کی گستاخی اور نمک حرامی کا بیان کر کے اس کے باغی ہونے کا ذکر کرتا ہے پھر سلطان اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہوتا ہے جنگ کا حال بیان کر کے صلابت خاں کی شکست پر ختم کرتا ہے آخر پر فتح کی تاریخ بھی نکالی ہے۔

تمہید

علی عادل شہ غازی شہنشہ بوالمظفر کون | دیا ہی جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کون
لجا کوئی داورگیر اپنا سکیا نے سر کی جھری تین | بندیا جس صفت کے تختے پر جو بویدہ یار شہ شہ رکون
نہی بوالفتح غازی یو ہمایون جسکے تازی سر | فرشتے جسکے چوڑی ہیں ہما کر اپنی شہپر کون

گریز اور نفس مضمون کا اظہار

عجب بے حوصلہ تھا او کیا اظہار بدمستی | پکڑ ہمت لیا اپین جوڑیا بڑی دولت کی افسر کون
او بے دولت کون دولت جو نشانی لگے ہوئی آخر | کہ پر چٹی کون نکلے پر دیکھی اوز در بدتر کون
ہوا مسرور دور آخر رکھیا منیاد فتنہ یون | دھیانے باج فتنہ ہی کوئی عمل ہرگز کسی گھر کون

جنگ کے حالات اور جوہر کی شکست۔

مخالف او کہ جس کن تہا ترنگ صور پائید انگن
سب اس دل سوں عرابہ بیچ کھپرا تہا مونہو بیدر کوں

دیباں یوں ایک میدان میں یا دونو دہر کیاں صفان بہاری
وہ دریا آتشیں ابلے بہرا منے لہو کی سمندر کوں

کھڑک کا آب ایسا ہے جو نا لیا تاب جس آنگی
پڑیں جلنے اگیں جا انکا تیں سو پکڑ ڈر کوں

دنیا سوں نہیں یوں دیسی رگڑ تا شاہ باجیاں سوں
گمر شت گشت کا نو سو چلیا ہے خوش ہنی گھر کوں

رتن شور پتے دارین سو ہر یک گولی کوں سمجھا تہا
ہوئی تہی بان سو ہر یک ہوائی تس دلاور کوں

کھڑک کی شمع روشن یوں ہوئی چربیان کی روغن تے
گیا کاجل کی ڈونگر سا دھواں خورشید انور کوں

کیا تہا سیس سرکش کا ہر یک تیزی کوں بوناٹی
مڑیا کد کی نمن کہاے سو ہر یک سینہ خنجر کوں

ہوی ہاتیان کی مستک سب کنڈالی لہو کی بیتان کو
بنی نیرنگ سندان چرکنی رنگ لشکر کوں

گھڑی یک لہو کی چھٹکیا نتی ہوا ہوئی چھینٹ کے نمتی
دیا یو تی قلمکاری سورج کی پہر مشجر کوں

کنول پھول آسمان تہا سو ہوا چرنگی گل جیبا
دیکھائی لالہ زار آخر اونس گلزار اختر کوں

ہلایا لہو سوں سمندر بہر گنگن کوں بر بڑہی نمتی
بجر تحت الثری لک جا لگیا پایا کری تہر کوں

سیاو مشانکی جہکری تیں پر یاران نمن ان اکلا
الکت رنگ لقم نمتی کیا جیوں ہر یک پسر کوں

الی پرکار پرنی میں کیا جوں مشہ کمک آپن
شکست یکبارگی انپر پا سب اس باغی کھال لشکر کوں

تاریخ اور دعا اور قصیدہ کا خاتمہ:—

سلگتی تہی جو گھر گھر سب ٹھنڈی ہوئی آگ فتنے کی
بجایا کھڑک کا جل سٹ بوش فتح کی اخگر کوں

لگیا تاریخ کہنی میں، تو تب نصرتی ہاتف نے
کہیا دل سوں کھندل ماری علی یک پل میں جوہر کوں

الہی سوریونت اسکو عالم گیر ہے جگ میں
تلک جم فتح و نصرت دی یو شاہ بوالمظفر کوں

تیسرا قصیدہ اسی واقعہ کی ایک کڑی ہے یعنی جب بادشاہ صلابت خاں کی شکست کے بعد

بیجاپور واپس ہوتا ہے تو اس وقت پیش کیا جاتا ہے اس قصیدہ کے (٤٣) شعر ہیں یہ بھی بادشاہ کی مدح سے شروع ہوتا ہے۔ صلابت کی گستاخی جنگ کی حالت اور فتح کے بعد دار الخلافت کو واپسی کا اظہار ہے۔

اے شہ توں ہمنام علی شاہاں پو تیری سروری
دلدل فلک کا رام نت کرتا زمانہ قنبری

سب دہرت کی تختی پو توں جب شش جہت کو بند کیا
دندی معطل ہو پڑیا یکیک ہو مہر اشش دری

دس شعر کے بعد گریز کرتا ہے:۔

جوہر کہ جس اے شاہ توں دہر سرفرازی کی نظر
کہکر صلابت خان اپین کیتا عطا سر لشکری

بختوں کے می کا ات اثر بے مغز کی جب سر چڑیا
سرکش ہو دکھلانے لگیا مستی میں آبد گوہری

یو ملک رانی کا کتاب اس بے سمج کی عات پر
دیکھی کہ شہ ہونے پو ہی یکیک ورق کی ابتری

جنگ میں شاہی فوج نے خون کی ندیاں بہادیں۔

برسیا کھرک کی ابر تی یوں تس پو پانی قہر کا
خشکی پو ساری بحر ابل چوندہر چلے لہو کی تری

دریا لہو سوں جوش کہا لنکا کوں کیتا غرق جب
سو جان تے پانی سیت کا ڈھل جاڑ لی رامیسری

کہایا شکست یوں پست ہوا اس کمی تی فوج سوں
تاریاں سوں ہوئی جوں نس ہوا دیکھ آفتاب خاوری

جنگ کے بعد بادشاہ دار الخلافت کو واپس ہوتے ہیں:۔

جب شہ کھرک کے آب سوں جوں آگ نتنے کی بجھے
دار الخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آوری

جوں اوچتے یکبارگی باجیا دماماں کوچ کا
جگ کی خوشی کی دھانک نے گوش فلک کوں کر دھری

خاتمہ:۔

یوں دھر محبت آگ سوں عالم جہاپا یا برمنی
خورشید یں کہیں ایک اتکار اکتر ند کیا آزری

اوس شہنشہ کی تعریف میں یو یک قصیدہ میں لکھا
یو شعر اک کردں پری پڑتا ہوں جیوں تیوں سرسری

چوتھا قصیدہ موسم سرما کی تعریف میں ہے اس کے (۲۳) شعر ہیں۔
اس میں ٹھنڈ کے واقعات جاڑے کی تعریف شبنم کی حالت باغوں کی کیفیت گل و گلشن کی پژمردگی کے سین کو پیش کیا ہے۔

ابتدا

دی ہے زمستان نو کزہی دو لگا اچا دہڑکار آج ۔۔۔ سردار ہو باد خزان ٹھنڈ کا رچیا ہی بہار آج
اپٹیا ہوا کا فوج یوں شبنم کی گولیان چہان ٹنا ۔۔۔ ڈر سون اگن موج چہا تپلے در رہی ہی ٹھاری ٹھار آج

شبنم جو اُجلا چہاپچ سا آشیر ہی جگ میں پڑیا ۔۔۔ ہر باغمن ہوی ہی دہیں ہنڈی جم تیر سب یکبار آج
پلیتیج ہر یک جا بجا بلور کا درپن دسے ۔۔۔ اسے چاندنگی دیکہ لی تس بیچ اپس دیدار آج
ہر برگ کون بار امار تیں پیلے ہوسے ہیں پاٹ سب ۔۔۔ ہر یک اگر باغ جہان ہے ٹھنڈ تی بیمار آج
ناسرفرازی پاسکے دولت تی ٹھنڈ کی کو نسلی ۔۔۔ نا پل اپنی گو دنے لیتا کرے ہٹ بہار آج
گلشن کے آئین اُپر پڑتا چلیا سردی سون زنگ ۔۔۔ ہر خار و خس شبنم ستے ہوتا ہی جو ہر دار آج
بستہ رحم ہوکر کلی ہر شاخ گل پکڑی پہور ۔۔۔ کہا بانج کا ٹراباغ سب لیا ناسکی پہلبار آج
دیکہلے نہ جون جون ٹھنڈ تی کس یک کلی کون خندہ رو ۔۔۔ نغمے بسرجا بلبلان ہر بن میں ہیں بیکار آج

آخری خاتمہ کے اشعار۔

شبنم نہ ہوی سشہ یادل دستے مرصع صدر میں ۔۔۔ چلنے گنگن کی ہات لے تس کے ہی موتی جہاڑ آج
تس زرفشان کے ہت تی نت پڑہیں نظر کی گود یون ۔۔۔ پاتان سون پیلے باغ کا دامن ہی جون زر دار آج
سورج حیم کا تن ننگا سشہ ہٹ تی خلعت پای تو ۔۔۔ کانٹانہ آتش تن اپر کا پنی پہمر یکبار آج
یں اس قصیدے میں صفت کہنا ہوا کی کئی ولی ۔۔۔ تس ٹھنڈ سون مک میں تی بیٹ نکلی نچک گفتار آج
اے نصرتی بہتر ہے تج پیلیج دل گرمی سبن ۔۔۔ کہہ مطلع تازہ سون پر دہئی شعر شکر بار آج

پانچواں قصیدہ اس واقع کی تیسری اور آخری کڑی ہے صلابت خاں کے شکست کے بعد جب بیجاپور کو واپسی ہوتی ہے اور اس کے بعد اس فتح کا جشن ترتیب دیا جاتا ہے تو نصرتی بھلا کب ایسے موقع سے خاموش رہ سکتا تھا اس لئے بھی اس جشن میں قصیدہ پیش کیا ہے۔ اس قصیدہ کے (۵۶) شعر ہیں۔

اس قصیدہ میں شہر کی آراستگی آئینہ بندی کا ذکر ہے بادشاہ کے گھوڑے کی تعریف کی گئی ہے۔ دوکانوں کی آراستگی کا بیان ہے۔ گھر گھر خوشی کے جلسے ہوئے دن عید اور رات شب برات تھی چراغوں کی کثرت سے رات شب مہتاب بن گئی تھی۔

بادشاہ کی آمد کی خوشی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی ہزاروں آدمی بادشاہ کے منتظر تھے جدھر دیکھو آدمیوں کا سمندر تھا ان میں حسینانِ جہاں بھی جلوہ گر تھیں غرضکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

آخر پر اپنا تحفہ (قصیدہ) پیش کرنے کا ذکر ہے۔ بادشاہ کی مدح سرائی کے بعد اپنی بے سروسامانی کا ذکر اپنے گھر اور ہمسایہ کی تکلیف کا بیان ہے اور دعا پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

تمہید :-

اے ترپتی ہو گی سکھر تیج ہو دیناہی استری — پلپل سنواری تج اکین ہر دم دکھانے دلبری
بیت الشرف کے پاس جب آئے سوز آئی ہیں تون — رونق سون گلشن ہو رہی یکدم کنگس ہو دہرتری
چندر تو لک لکتا گھٹ اس جہت کون مر لیا — ناریاں سون نہ منظر کون تس آئینہ بندی سب کرے
اول سورج کی آگ پو عنبر اتہ ہار را جل کیا — طبلہ ہوا کافور کا بعد از فلک سٹ مجمری
چندنی تی ہیں سب صاف ہو یون عکس ناریاں کا دسی — چونی ہیں جون ابرک کلا سپی ہیں سارے دہرتری
پانی کیاں سب صدر ان یوں ہموار کیتا اب جھنک — یعنی ہوا ہو معتدل دکھلانے سیوت دلبری
تس خوش ہوا کون دیکھ کر سنہ شہر گشت آنی کی دن — نکلیا جھلکتا سو تس رات میں چندنی بہتری
سشہ تیج رجھانی چاند ایں چنبر کھیلے کا بہا کلے — چرکر گنگس کی اوج پر کرنے لگیا بازی گری

سورج جو لعبت باز سب پتلی ستاریاں کی نچا
بہار آکو پردی بیچ تی تشریف پایا زر زری

دین یو مبارک وقت پاکسوت سشوانی شہ بنا
ایسا چریا تازی لنگا جس ابرحسن کی زیوری

یک عمر اکہ جب جب گنگس گہر گہر سورج کانت کنچن
جوری جو نازن کی زمن ویسی نہ ہوئی صفت گری

گھوڑے کی تعریف ملاحظہ ہو۔

ہے شہ کا تازی تیز پر کیا ناز کی تیزی یہر یا
سکتی ہے جس طناز کن پرواز سس دن شہپری

خوش رنگ سس یک پہول کا ہرگز تفاوت نا کرے
گلشن اپر چل جای تو جون بادصرصر سرسری

کر انبٹ پہرتی باو کی یہا یا فلک تس پانون میں
یہا یا جہان کون صید کر دہر تیں ہوا جون انبری

بازار دوکانوں کی آراستگی۔

جون کہکشان انور سہیں رستہ صفا بازار کا
یوں فرش کی روشن دسیں یکر لنکان مرمری

دوکان ہر یک خوش مسور کر رنگ برنگی صدان انکیں
بیٹھے ہتے سوداگران لیکر متاعان بندری

خوش باس کا مہکار ادک ہفتم فلک میں جا پڑیا
پروردگی پاکر زحل خوشبوی کپریا عنبری

شہ آئے سو آنند تی یون پائی آرائش محل
پرتو تی جس زینت دہریا سقف فلک نہ منظری

شہ کے قدم کا جگ ہوی عید گہر گہر جگمگنے
گلزار سا رنگیں ہوا عالم سو ہر یک کشوری

سلطان محمد کا چراغ انور سشہ عادل علی
شاہی کے گہر تی جب دہریا جس نور تی روشن تری

اس روشنی کا بہر خوشی دئی مجلس آرائی کیا
کیا شاہ کون جہان اپین یک بزم کون ای زیوری

سب شہر میں کی الکٹ یوی یون پل میں الک لکنے لگے
طبلے رتن کے کہول جو بیٹھے رین کی جوہری

عقد ثریا کے نمن قندیل کی جھیلی دسس
ہور کہکشان نیں تاب ادک ہر سیر معانی کی دہری

اپنے متعلق اظہار حال۔

خفا کہ ظاہر یوں کروں سحر حلال ابیات میں ‌‌ | ‌‌ جو منج قلم کا ڑدھا لبرا ہے سحر سامری
پن کیا کروں اے شاہ میں کی بات بیساماں ہوں ‌‌ | ‌‌ اول تو گھر ایسا نہیں جاں ٹہار ہوئی راحت بہری
گہر بی نہا ماں دھے ل دائم ہے بو علت اسے ‌‌ | ‌‌ پرکاند سوں ہمایہ بدو یسیچ پہنکیا بدتری
مطلق ارازل قوم ہیں تس کر دایسی سے چلیا ‌‌ | ‌‌ سمجیں اد کال کہانوں کوں سچیں ملک ہور سخری
جنکی زباں تی لام و کاف آتا ہے شیطاں سکی ‌‌ | ‌‌ سا پنچے پنی سوں جب کریں تعلیم جنگ زرگری

خاتمہ:۔

فرماں سوں عالی حکم کی بخشش منج ایسا گہر دلا ‌‌ | ‌‌ جو صافتر منج طبع تی ہوے جاں صیفاں بہتری
اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا ای دور میں ‌‌ | ‌‌ تا سن کر بیگ آمین کہئیں خوش ہو ملایک اتری

یارب تلک شہ چتر کا سایہ جگت سر جم اچھو
خورشید کی پرتو تی نت جب ہوں ذرہ پروری

چوتھا قصیدہ عاشورہ کے بیان میں ہے گویا اس کو مرثیہ کہا جاسکتا ہے اس کے (۱۴۸) شعر ہیں اس میں پہلے حمد ہے خدا کی تعریف اس کے مخلوقات پر اظہار خیال ہوا ہے اس کے بعد نعت ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے حضرت فاطمہؑ کی مدح ہے حسنینؑ کی تعریف ہے۔ اس کے بعد گریز کر کے نوحہ شروع کرتا ہے اور بیان کیا ہے کہ ہر سال علی عادل شاہ مجلس عزا برپا کر کے ماتم مظلوماں تازہ کرتا ہے۔

اس کے بعد دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ تمہید میں اپنی نا اہلی کا اظہار ہے بادشاہ کی مدح ہے (۶۶) شعر کے بعد گریز کرتا ہے جنگ کے حالات اور واقعات بیان نہیں کئے بلکہ بادشاہ کی مجلس عزا قائم کرنے اور ہر سال مرثیہ خوانی ہونے وغیرہ کا اظہار کرتا ہے۔

کہتا ہوں اول حمد میں عالم کی سرجن ہار کا | افلاک کا اونچا بندیا ہے محل کس بستار کا
مینا کی کسی بام لاجور یا ہے تارنکی خنجر | کیتا ہے کامل بدر کون تابدان انوار کا

حسنینؑ کی مدح کا آخری شعر:۔

سے کہے ہیں نبی پیارا ادیچ جن حب دک انسون رکہی | میرا جو پیارا ہے سو او پیارا اہے کرتار کا

اسکے بعد گریز کرکے نوحہ خوانی شروع کردی گئی ہے۔

لے واے ظالم کیوں دکہا ایسے جگر گوشیان کون تس | جگ جگ جوانی پر غضب واحیب کہا قہار کا

بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں۔

یو سرو بالا کاٹ کر سب خاندان کے باغ میں | بھوائی لہو کیان ندیان طوفان اچیا اجبار کا
تب فاطمہ زاری میں آبولے حبب کوئی بان نہوے | اے وائے کن ماتم کرے اس سرو خوش رفتار کا
اتنے میں جبریل امین بہی آنبی کے پاس یون | بولے کہ ناکچ غم دہرو اس ساعت دشوار کا
اتم یو مظلومان کی پہر تازہ ہو کرتا ہر برس | ہوی جون عنایت عشر تک دل جل کو سب ابرار کا
تھا کہ آرایش سون اب ہر سال کرنا عرس یو | پاتا ہے توفیق آج دل خسرو دیندار کا
سوا دسوائی نرپتی صاحبقران عادل علی | اول محبت پاکو دل ہے حیدر کرار کا
اس شاہ کی عالی وصف میں مطلع نول کہ یون لکہو | خورشید تے روشن دسی ہر نکتہ جس طومار کا

دوسرا مطلع۔

دیکہیا ابیدا حبب صبا تس رک جو آپار کا | تس کے جنسے میں کل جہریا یعنی سورج جہلکار کا
شہ کی شگفتہ طبع کا گلشن یو جس سایہ پری | ہر یک کلی کی ٹہار اوبچہ ہوی کل کھلیا مہکار کا

اس مطلع میں بادشاہ کی تعریف و توصیف کے بعد قصر شاہی اور باغ سلطانی کی مدح کرتا ہے۔ اس کے بعض شعر ملاحظہ ہوں۔

بیک کمان اس دیک ہوئے توس قزح پیلی ہری
ہے طاق کسریٰ پاہری طاق اُنگی سو بار کا

جس فرش بلورین صفا عینک ہوا ہے چاند کون
سورج کیا ہے آئینہ پھری کی پچ ہموار کا

پرعکس تاریاں کا دسی سب صحن جون نیلک مریا
خورشید کی پرتو تی ہوی جیو صدر ہے زرتار کا

چوکرو تس زنگرس بہریا ہے باغ ایسا جلوہ گر
کرنے میں ہوی زنگیں نظر نظارہ جس گلزار کا

ہرگز نہ کس پھیول پر سورج کی لگ سکتی نظر
ہے چتر ایسا سبز ہر برگ سایہ دار کا

کہتے ہیں کالو ہی نیر کی یوں کالو ی گلشن منی
جوں کیس بکہری جیا دسی رخ مدالتی دلدار کا

خوشبوں پھولاں کی چمن پائی تہی یوں پر درد کی
مشتہ جس بس باندی کمر کب بہانتی اغیار کا

مزید چند شعر کے بعد گریز کرتا ہے:-

دیسی عاشور آئی سو ایسے محل میں نامور
کینی مشدی کرنے کہر ہی رونق کمینی ابستار کا

اس قصیدہ کے بعض مزید اشعار ملاحظہ ہوں:-

جب صبح باری کا قلم لے خط زنجیری لکھے
خوش پیچ پانے سطر ہو ہر یک نشان تس لہار کا

رونق سون ات کت یو محل جگ میں بہشت آئیں ہوا
فرمائے اذن عام شہ پانی کون فیض انظار کا

دیکھن کون چھپ ہر جوک تے یوں زیر عالم کا ہوا
یوسف کی کارن وقت تہا جو مصر کی بازار کا

ہر ہرشہ ہی کی تن اپر تھے کسوت ایسے نور کی
سورج کون جس کے سامنے طاقت نہ تہا چکچار کا

اسمری ثوابت کی کہیں ہور کہکشان سی نو سری
عقد ثریا تی ادک تہا ہر الاقہ ہار کا

دو دو ہر فرشتے رحمتی پہرین اپس پر کی پنکی
حوران کی چک کی ہٹ چنور تہا طرۂ طرار کا

مجمر کی مہکاران ستی دن کا گریبان مشک بو
دامن رینکا عطر سون نافہ ہوا تاتار کا

ہوتیں کہری بازی بجک اڑاکو بجلی بہیں پری | بادل کی سب ل لربری ھت نال سن بہر مار کا
کہتا چکر باناں ہت سو سنگے پہولان کا گرا | تہا چہت کلی کلر یز کی چینی کلی کی ھار کا
ہتاب کی جب تاب اکیں ہو داغ صد چند کل کیا | یو سن سورج ہو زردرو بہانا لیا بیمار کا

....

خارسون غم کی کلی نمن عالم گریباں چاک تہا | تہا عندلیبان تے اوک شہر شور نالہ زار کا
رونق الگٹ کا کوٹ کون یک چاند کرباندیا کہلا | رستہ ہوا تہا کہکشان مسجد تلک دربار کا

خاتمہ:۔

جس بات میں بی لک تے یک سہی نہ اس شے کی صفت | کر ورد اب اے نصرتی دعوات کی تکرار کا
مینا کی خرم کاہ پر جب لگ سورج ڈہائی کنچن | یا رب تلک عشرت اچہو اس ڈار یک دادار کا

ساتواں قصیدہ ملیبار کی فتح کا ہے اس کے (۲۲۰) شعر ہیں۔ صلابت خاں کے تصفیہ کے بعد ملیبار کے زمیندار راجہ بہدر پا نایک کے مطیع کرنے کے لئے شرزہ خاں کے تحت فوج روانہ کی گئی۔ بہلول خان، شاہ جی، عبدالمجید خاں، ملا احمد شرزہ خاں کے ساتھہ روانہ کئے گئے تھے۔ اسکے بعد سنہ ۱۰۷۳ھ میں خود بادشاہ روانہ ہوا۔

شرزہ خان راستے میں قلعوں کو فتح کرتا ہوا قلعہ سڈنڈہ تک جا پہونچا۔ اس کے بعد "بدنور" پہر کوہل درگ وغیرہ مقامات فتح ہوئے آخر راجہ نے خراج ادا کیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی اس طرح علی عادل شاہ ۱۰۷۴ھ میں منصور و مظفر بیجاپور کو واپس ہوا۔

قصیدہ کی تمہید میں بادشاہ کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد گریز کر کے ملیبار کا ذکر شروع کرتا ہے۔ فوج روانہ ہوتی ہے پہر قصیدہ کا دوسرا مطلع شروع ہوتا ہے۔ اس کی تمہید میں باغ کی تعریف کی گئی ہے پہول پہل کا ذکر ہے، اکتیس شعر کے بعد گریز کرتا ہے۔ بادشاہ کی

مدح سرائی کے بعد فوج کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ آلات حرب فوج کا لڑائی کے لئے روانہ ہوتا اور فوجی سرداروں کا ذکر ان کی تعریف لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کی فتح۔ اور اپنے قصیدہ لکھنے کا ذکر ہے۔ وہ اپر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

تمہید :۔

ہوا ہے کون عالم کے شہاں میں شہ تیرے بل کا
سچا تون ناموں کا رہی ہے وصی شاہ رسل کا

سنو نے فتح آ دیکھی اچھون داں آپنی صورت
پڑیا ہے عکس جس رن کھرک کی تیغ سنچل کا

گریز کر کے ملیبار کا حال لکھتا ہے۔

علی کا زنگہ لکے قلم ہوئی سیف دو جبھی
دسے ہر حرف شکر دنی دہرے نامی منقل کا

سنو یک فتح شہ کی قصیدہ بے بدل یاران
کہ ہر یک مختصر مضمون دہری معنی مطول کا

جو شہ کے ملک نیری دہنی ملیبار کا سرکش
کیا تہا سرکشی جا کا کبل اس دہات کا بل کا

بلا کا بلکہ پنجرا تہا ازل کی بات کا ایسا
پڑے ابلیس بند اسمیں نونے حاجت موکل کا

چراغ اسلام کا کوئی وہاں نہ لایا تہا جو پنچیا ہر
جدہاں تی دیتکے کہرتل بہیا تہا کفر ازل کا

نوازیا شہ کے گہر کا ہوا تہا شہ سوں پہر باغی
نہ تہا ان فتنہ انگیزی فن اس گمراہ اتنکل کا

دوسرا مطلع اور باغ کی تعریف۔

عجب جگ میں تماشا ہے بہشت فرد اول کا
بہر یا ہے جمع خوبی سوں اگر یعنی تیر ہی کل کا

نظر کی دور ہے جاں لگٹ ہاں لکڈل نشیں بستاں
جتا دل چل سکے استی انکھیں لگ بہر ہے چل کا

تیا کچ خوص ڈونگا ہے فلک جاں تیرنے سکنے
لے آیا گہور ساگر آج کہاندی سٹ چندر کل کا

.....

چلیں باد صفاتی خوش صفا پانی یو موجاں یون
کہ جون محبوب کے مکڑ ڈھک زلف مسلسل کا

فلک سقا ہے خضری ہو پلانی نیر سو جگ کوں
سو برج کی جام سوں بہرتا ہے نت ان مشک بادل کا

دس آوے باغ کے آگین صفائی حوض کی ایسی
سنواری دھن کہی ہے جون اگین آئینہ صیقل کا

جنگ کے لئے فوج تیار ہوتی ہے۔

کیا جون سور نوبت کرو ہیں چندرسی بنکون
لیکر آ فوج تازیان کی کیا یارہ جو ہل چل کا

سورج بہی تیغ لے نکلیا صبا کا یوز نیلا چیر
مقابل رہ نسک بہاکیا چندر اسوار ارحل کا

ہوا پر رنگ برنگ دہالان دکہایان با دلان رنگس
جہلتا بسجلے نمنے پہل ہر یک سے صیقل کا

چلے آئے سشہ کی بہاران یو ایسے سرحدانکی آئے
جو تہا نکبا نک عالم میں صفت جس ٹہار ادکل کا

عادل شاہی فوجی افسروں کے نام۔

اتہا ہجول او عبد المحمد خان شر الیسون
سورج کی داغ دہرتا ہے صبا جس تیغ کی جہل کا

جوان و نوجوان طالع منظفر خان نوبی حبیب تہی
اُل صف تے قوی بار واتہا اس فتح منزل کا

ادتہا سید محمد ھور علی جس ناؤں میں یک ہے
دلیری جنکے گہر کی کر قرار اس مرد اعقل کا

نکونام اھل دانائی زمانہ مولوی احمد
اسیکی فوج لی نامی مددتہا اس کتک پہل کا

شجاعت کیش ہہی خان ادخوانی تہی وزیران تے
ھواکی رنگ دھالان سون گلستان صحن صندل کا

حملہ کا ذکر لڑائی کی حالت :۔

کئے ادحایہ کر اسی بلند یک کوہ پر حملہ
گنگن پر پانچوبن لرزیا کلنجا ڈر سون منکل کا

لگیا نے وار لک ڈہر یہ ہوی ادسان کی ٹکری
پڑیا جا عکس تن پہ نکی ٹاٹان کی جہل جہل کا

دایان کی کرجنے نے زمین کا دل ہدرتا تہا
پھٹیا کرنے کی بخنی سون درو ناکوہ ھورتل کا

سلح پوشان میں دو دہر کی لکی دہکا ای آایسے
فلک کی ہیٹ کی طالع بینہ نالی سیدس تے کہل کہل کا

جو تہی سنک سوانکون تو کند ہلتی لی چلے سیدی ۔۔۔ دبیان کون دانیچ جادا لیے سب جان پاسے سنچل کا
بھلے تیر و کمان اپنی کناری ہور علم کھپو ہی ۔۔۔ دیکھت ضرب فرنگ کردہ کتی ھور سیف ترل کا

....

سواران ہو کچے کچھو اپھار ہی بہوریان نمنی ۔۔۔ چریان سی کی پیادی اڑا چا کلسکان کل کل کا

....

دیا گردون شفق کی لب پیا اس کافران کا لہو ۔۔۔ دثی رنگیں کھلا لی جب زمیں کون شکل منہل کا
اجل ہر تیغ کی جل میں کنی بار اپنگ دہو دہو کئی ۔۔۔ ہزاران کار جوں کسل نحس کفتار کسل کا

آخر پر بادشاہ کی مدح شروع کر دی گئی ہے اور فتح کی مبارک باد دی گئی ہے۔

تجھے تحقیق توفیق ایسی حق دینے نو بلین تے ۔۔۔ کیا منج نصرتی لکنے ثنا ہر فتح اکمل کا
لکھوں جے فتح عالم میں فلک طومار کون تیسکے ۔۔۔ سورج کی بہار انبر چی میں کریں ہیکل الیس کل کا

- - - - - - - - - -

تیری عالی نظر سنے ہوی تریاقی اسکے طالع کی ۔۔۔ دسی وی آج کچ کا نہ تہا کچ بل جسی کل کا
میری بخت آزمائی سٹ یو شعر ایسا کہیا ہوں میں ۔۔۔ نظر تیری و طالع منج غرض کیا غرض اطول کا
دعا تج نانون لے منگتا صفائی بخش ہر دل کون ۔۔۔ تو میری طبع پر دعوی سہادی نت سنجل کا
جلک ہے سورہت یا رب یو ہفت اقلیم گردونکی ۔۔۔ تمک صاحب قران ہو کر اچھو شہ سور سوندل کا

کلام پر ریویو | نصرتی کی مثنویاں اور قصائد دیکھنے کے بعد اس کی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس کے زبردست شاعر ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔

گلشن عشق میں انسانی جذبات اور خیالات کی جس عمدگی سے ترجمانی کی گئی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ علی نامہ ایک رزمیہ مثنوی ہے۔ اگرچہ رزمیہ حالات کے لحاظ سے یہ خاور نامہ کو نہیں پہونچتی مگر اسلوب بیان کی اصلیت (اپچی) کے لحاظ سے اس کو ضرور فوقیت دی جاسکتی ہے۔

تاریخی حالات کے لحاظ سے یہ نہایت مستند ہے اور ادب میں سب سے پہلی سوانح عمری ہے۔ شہر بیجاپور کے حالات اہل شہر کی طرز معاشرت پر نصرتی نے نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

زمانہ مابعد میں قصائد میں عموماً جو امور بیان کئے گئے ہیں وہ اکثر و بیشتر حسب ذیل ہوتے ہیں۔ تمہید (اس میں یا تو موسم بہار کی تعریف۔ صبح کی تعریف۔ یا رات کی حالت بیان کی جاتی ہے اس کے بعد گریز کر کے ممدوح کی تعریف اس کے گھوڑے کی تعریف اور تلوار کی تعریف۔ خاتمہ میں ممدوح کے لئے دعا ہوتی ہے۔

ان قصائد میں خیالات کی بلند پروازی تخیلی کی جدت تشبیہہ اور استعارہ کی نزاکتیں قابل داد ہوتی ہیں مگر ان میں سے اکثر امور مبالغہ اور خلاف واقعہ ہونے کے باعث قابل تعریف نہیں قرار دیئے جاسکتے اور اس قصیدہ کی وقعت اس دروغگوئی کے باعث ایک حد تک گھٹ جاتی ہے۔

اور پھر ان قصیدہ میں مثنوی کی طرح تسلسل بیان نہیں ہوتا اور واقعہ نگاری کی جوہر ظاہر نہیں ہوسکتے۔

مگر نصرتی کے قصائد کی خوبی اور عمدگی ان ہی امور پر وابستہ ہے اس کے قصائد میں پورا تسلسل ہوتا ہے کسی واقعہ کو شروع کرنے کے بعد اس کا پورا حال بیان کرتا ہے اور پھر شروع سے آخر تک سلسلہ مربوط ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کی واقعہ نگاری ہے اس کے قصائد میں نہایت تفصیل کے ساتھ حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جنگ کے حالات، مقابلہ کی کیفیت۔ بہادران فوج کا ذکر، قلعہ کے حالات فوج کی روانگی، محاصرہ کی کیفیت۔ غرضکہ واقعہ نگاری کا بہتر سے بہتر نمونہ نصرتی کے قصائد میں ملتا ہے اور اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا زبردست واقعہ نگار تھا۔

ان کے سوا اس کے قصائد میں خیالات کی جدت اور تشبیہیں اور استعارات کی ندرت

بہی موجود ہے۔
قصائد کے ملاحظہ سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے بریں ضمن بطور مثال چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

پھر نوح اس طوفان میں چڑتا تو کشتی موج او | ہر دم کنک پرخوی پہ کرتا پنکھا اوزار کا

دیدی کھرے جا جنگل مُہری سلیمانی دھریا | سنگ یہو دی ہو دلان دامن بہریا کہسار کا

لہو میں رنگی جا سب کنکر یا قوت ریزے ہوئے ہے | جون مانکیان دستی لگے رنگیں ہو چورا گار کا

کنول پہول آسمان تہا سو ہوا چرنگی کل چپا | دیکھائی لالہ زار آخر اونس گلذار اختر کون

دریا ہو سون جوش کہا لنکا کون کیتا غرق جب | سو جان تی پانی سیٹ کا وہل جاؤ لی رامیسری

سورج کی چشمی کاروان آب آتشیں یو جم رہیا | کیون سینکنے لبس آئیگا انیان کون یک انگار آج

سورج جو لعبت باز سب پتلے ستاریان کے نچا | بہار آکو پردی بیچ تی تشریف پایا زر زری

خوشبو عطر تاب کی یون سب جہان میں بھر رہے | جو صبح کی صحت تی فلک طبلہ ہوا عطار کا

مہتاب کی جب تاب اکین ہو داغ صد چند کل کیا | یو سن سورج ہو زرد رو بہا نا لیا بیمار کا

سورج اند مند دیکہت اکت کیا ہیبت سون مون پیلا | فلک کے سر لگی کھیری رکت سود یک مقتل کا

دیا گردون شفق کی لب پیا اس کا فران کا لہو | دئی نرگیس کہلائی جب زمیں کون شکل منہل کا

سورج ہون ضمیر انگی جہریا سو شمع کا جون گل | تون یک گلنزار ہے ہور اویچار پہول بادل کا

دیوے نرگس کی دیدی کون نظر تیریچ بینائی | سکی سوسن کی جیبان میں سکت ہریا نزمل کا

اس طرح جو امور زمانہ مابعد میں قصائد کی جان تصور کئے گئے ہیں ان سے بہی نصرتی کا کلام خالی نہیں ہے۔ اور ان کے ساتہہ دیگر امور کی آمیزش (جن کا اظہار قبل ازیں کیا گیا ہے) کے باعث اس کے قصائد خاص وقعت کے قابل ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ نصرتی کے قصائد کو زبان کی صفائی کے لحاظ سے زمانہ مابعد کے قصاید سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا مگر اس زمانہ کے نظر کرتے ان کو صاف اور سلیس کہا جاسکتا ہے اور ہر منصف مزاج زبان کی صفائی کے لحاظ سے ان کی وقعت کو کم نہیں کر سکتا۔

علی نامہ کے نسخے کمیاب ہیں انجمن ترقی اردو اور آغا حیدر حسن صاحب کے پاس اس کے نسخے موجود ہیں اور دفتر دیوانی و مال میں ایک ناقص الآخر نسخہ موجود ہے۔

شریعت نامہ

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ ۷۳ ورق (۴۸) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۶) خط نسخ

مصنف کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ:—

"دکھنی اشعار میں اسلامی شریعت کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مصنفہ شاہ ملک۔ اشعار کے درمیان سرخی سے تشریح کی گئی ہے۔ آخر پر سنہ تصنیف ۱۰۷۷ھ بھی نظم کیا گیا ہے"

اسپرنگر۔ اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے۔ سنہ تصنیف ذیل کے اشعار سے واضح ہوتا ہے۔

سو یو شین الف ہے و میم لام کاف (شاہ ملک)	فرض کون سو د کھتی میں بولیا ہے صاف
سن یک ہزار ہور ستر پو سات	کیا ہوں اسی سال میں یو حکات

شاہ ملک کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوسے۔ دکھنی شعراء کے حالات کا بڑا حصہ خود ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے مگر شریعت نامہ سے مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔

مولف اُردوے قدیم نے شاہ ملک کا ذکر کیا ہے اور مثنوی کا نام احکام الصلوٰۃ لکھا ہے۔ اس کے آخری اشعار اور شریعت نامہ کے آخری اشعار دونوں بالکل ایک ہی ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ دونوں نام ایک ہی مثنوی کے ہیں۔

بقول مولف موصوف شاہ ملک علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا شاعر ہے۔

شاہ ملک مذہبی شخص پابندی شریعت حنفی مذہب کا پیرو تھا دربار شاہی سے اس کو غالباً تقرب نہیں تھا۔ ورنہ اس کی صراحت کچھ نہ کچھ ہوتی۔

اس مخطوطے کے سرورق پر درج ہے "رسالہ درفقہ درزبان ہندی دکھنی تصنیف شاہ ملک" مضمون کے لحاظ سے یہ حنفی فقہ ہے۔ اول حسب قاعدہ حمد ہے پھر بیان شریعت کا عنوان قایم کیا گیا ہے اس کے بعد نعت کا عنوان ہے اسی میں منقبت صحابہ بھی آگئی ہے کسی بادشاہ کی مدح نہیں ہے۔ اس کے بعد سبب تالیف کتاب کا عنوان آتا ہے اور پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کے بتیس (۳۲) عنوان ہیں۔ بعض عنوانات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) ایمان کے احکام (۲) ایمان کے شرط (۳) ایمان کے واجبات (۴) شریعت کے فرض (۵) شریعت کے واجبات (۶) شریعت کے سنت (۷) شریعت کے احکام (۸) وضو کے فرض (۹) وضو کے سنت۔ اس کے بعد غسل۔ مسح۔ حیض۔ نماز۔ قیام۔ رکوع سجود کا ذکر ہے آخری عنوان سجدۂ سہو کا ہے اسی پر کتاب ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد :-

الہی دے توفیق انسان کون | جو بندگی کرین تیری دل جان سون
تون پیدا کیا محض بندگی کے تیں | سو او چھوڑ پکڑے ہیں گند کی کین

بیان شریعت :-

شریعت اتی خاص جو اسمان پر | اُپر لیکا تو تون جان شیطان کر
شریعت سو پیغمبران کا ہے کام | شریعت پو سبھے مرسل چلے ہیں تمام

نعت :-

محمد کی صدق سون الہی کرد گار | تون جستی کیا دو جہان برقرار

بھی آخر کون جسکی شفاعت ستی | چھٹک ہوی سلریانکوں دوزخ ستے

سبب تالیف:—

یو مسلیان کون دکھنی کیا اس سبب | فہم کر کو دلمیں کرین یاد سب
فرض ہے نماز ہی نی پرنا اسے | مسلمان شریعت پو قایم اچھی

ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ

سکت تج تی کذریا تو اتنا تبے | کیا ہون یو مسلیانکون دکھنی ستے
ضرورت ہی لازم مسلمان پر | بہی ہے حکم جو کچ سو ایمان پر
سو یو مختصر دہنی کر توں یاد | خدا تج رکھی دو جہان میان شاد

نمونہ:—

یو ارکان ایمان کی دوا ہیں | ولی عین ایمان سو یوا ہیں
جو اقرار اول زبان سون کری | بہی تصدیق دلمیں سو یونکر دھری
خدا ایک دو جا شریک نے اسے | ہی ہمیشہ اسکے صفت نے کیسے

فرض احکام:—

ادا کر یو بولیا ہون چودا فرض | سو احکام و ارکان کی میں فرض
اول آپ کون پاک رکھنا مدام | جنب ہور حدث تے و یا احتلام
ہی دوسرا فرض پاک کپڑی سدا | جو پہنی تو تکر اچھی یا ا
اچھی پاک جا کا سو تسرا فرض | کتا ہون مصلے کون یو سب عرض
بہی چوتھا فرض وقتکون بوج سب | فجر ظہر ہور عصر و مغرب و شب

بہی سب طاعتان ہیں سو ایمان پر | جو ہوتیان ہیں ثابت مسلمان پر
حقیقت یو ایمان کا ہے سو کیا | و یا دین کیا ہے سو اسلام کیا

دیا کیا مسلمانی ہے سو توں بول
اسی جاب دی یوں کتا ہوں سو کہول

خدا کی سو فرمان کوں کر قبول
بہی کرنا ہے بولی خدا کی رسول

مفصل ہے ایمان اسکوں توں سیک
بہی مجمل ہے ایمان توں دلمیں لیک

خاتمہ :-

سو لو شین الف ہے و میم لام کاف
فرض کوں سو دکہنی میں بولیا ہوں صاف

اپی سو پو بیتیاں زیادہ ہیں چار
توں کوشش تے دل بہا کو کر یادگار

سن یکہزار ہور ستر پو سات
کہا ہوں اسی سال میں یو حکات

انڈیا آفس کے اس نسخہ میں ہر شعر کے نیچے اس کا دکہنی نثر میں ترجمہ بہی موجود ہے اور یہ اصل مثنوی کے ستر سال بعد لکھا گیا ہے (۱۰۷۷ + ۷۰ = ۱۱۴۷ھ) افسوس ہے اس کے مترجم کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"ایمان واجب ہونے کی دو شرط ہیں۔ اول عاقل ہونا دیوانی پر نئی ہے۔ دوسرا بالغ ہونا نابالغ پر واجب سنے ہے تمام عبادت جیسا نماز ہور روزہ وغیرہ واجب ہونے کا شرط سو ایمان ہے۔ اگر مسلمان نی ہوا تو کچ عبادت اس پر واجب سنے ہے اگر کوئی پوچھی کا کہ ایمان کیا ہے۔ ہور اسلام ہے ہور مسلمانی کسے کہتے ہیں اسی یوں جواب دی کہ خدا کی حکم کوں قبول کرنی بولتی ہیں ہور ایمان ہور اسلام لفظ کی اعتبار فرق ہی ہور معنی میں یکساں ہیں"

اس مثنوی کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ہے۔ نمبر [illegible] وری

مراثیہ بیجاپور

مرثیہ مرزا

دیگر دکہنی مرثیوں کی طرح اس کے مرثئے بہی علیحدہ نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کی بیاض میں شامل ہیں۔ یہ علی عادل شاہ ثانی کے عہد کا نامور مرثیہ گو تہا جس نے سوائے مرثئے کے کسی اور صفت میں طبع آزمائی نہیں کی مرثیہ نویسی کا ایسا شوق تہا کہ انتقال کے وقت بہی ایک مرثیہ کا عنوان لکھ رہا تہا۔ بادشاہ کا تقرب حاصل تہا مگر کبہی کوئی قصیدہ لکہا اور نہ مدح گوئی کی بادشاہ نے خود اس سے خواہش کی مگر اس نے مدح کے بجائے ایک مرثیہ میں بجائے اپنے تخلص کے بادشاہ کا نام لکہہ دیا۔

مرزا اپنی مرثیہ گوئی کو ایک مذہبی فرض تصور کرتا تہا اسی انہماک کا نتیجہ تہا کہ اس کو خواب میں بہی اس کی تلقین ہوتی تہی چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا اپنا مرثیہ سنا رہا تہا ذیل کے شعر کے

دلاں پا کہاں اتاراں کرکہو سینہ طیق میانے

مصرع ثانی کے لئے مضمون نہ مل رہا تہا اس پر بیہوشی طاری ہوئی دیکہا کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ

نبی رو دینے محشر کون یوں تحفہ کر لے جاتا ہے

مرزا نے اس کو کہہ کر مرثیہ پورا کیا۔

(ص ۹۲) بساتین السلاطین برٹش میوزیم)

مرزا کی شہادت یوم عاشورہ ہوئی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرثیہ لکھہ رہا تہا کسی ظالم نے خنجر سے ہلاک کر دیا۔ شاہ مرتضیٰ قادری کی درگاہ میں دفن کیا گیا۔ افسوس سنہ وفات معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ سنہ ۱۰۸۵ھ کے قبل اس نے شہادت پائی۔

مولف بساتین السلاطین نے مرزا کی بڑی تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے :۔

"یکے از شعراے مقبولین آں زماں مرزا مرثیہ خوانست کہ زبان خود وقف حمد و نعت سید المرسلین و منقبت آیمہ طاہرین نمود ہرگز برائے احدے از شاہ و گدا شعر نگفت مرثیہ ہا بے شمار کہ در ماتم شہدائے کربلا گفت زبان زد خاص مردم دکن و دیگر بلاد گردید" (ص ۹۲)

یہ سب کچھ ہے مگر افسوس تنقین کے ساتھ اس کے مرثئے پیش نہیں کئے جا سکتے مرزا تخلص کے سولہ مرثئے اڈنبرا میں ہیں۔ ان میں سے نہیں معلوم گولکنڈہ کے مرزا کے کتنے مرثیے ہیں اور بیجاپوری کے کتنے چونکہ دونوں کا زمانہ قریب قریب ایک ہے اس لئے ان کے تمیز کرنے میں بڑی دشواری ہے۔ یہاں ہم ایک مرثئے کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔ جو بعض اندرونی شہادتوں کے لحاظ سے بیجاپور کے مرزا کا مرثیہ کہا جا سکتا ہے۔

شریعت اساسی پہ اینا ستم	حقیقت شناسی پہ اینا ستم
نبی کے نواسے پہ اینا ستم	سبات کے آسے پہ اینا ستم
دیا زہر پانی میں با ظالمان	سولا گا کلیجے کون جا کر تدہان
جگر گوشہ حسن کا پڑا بے گمان	مدینہ کے باسی پہ اینا ستم
حسین ابن حیدر خدا کا ولی	جگر گوشہ فاطمہ اور علی
بروج دہ دوہ کا بد جلی	شہ کر گھر اسی پہ اینا ستم
" " "	" " "
مبارک بدن سون ہوا سر جدا	اسی غم سون کہتا ہے مرزا سدا
کیا کیا وہ بدبخت نے اے خدا	شہنشہ پیاسے پہ اینا ستم

مرثیہ ہاشمی

ہاشمی کا ایک مرثیہ اڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں ہے۔

ہاشمی بھی علی عادل شاہ ثانی کا ہمعصر ہے سید میراں نام اور ہاشمی تخلص تھا جس کو اپنے مرشد سید شاہ ہاشم کی مناسبت سے رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مادرزاد اندھا تھا۔ مثنوی، دیوان اور مرثیہ اپنے یادگار چھوڑے ہیں مثنوی جو یوسف زلیخا سے موسوم ہے ۱۰۹۹ھ میں مرتب ہوئی جس کا نمونہ ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں دیا ہے۔ ریختی نظم کا بھی بھی موجد ہے۔ کیونکہ اس کے پہلے کسی نے اس قسم کی نظم نہیں لکھی ہے۔ مگر یہ امر ہنوز تحقیق طلب ہے کہ اس قسم کی نظم کا کوئی خاص نام اس وقت تھا یا نہیں ہمیرا خیال ہے چونکہ اس قسم کی یہ ابتدائی کوشش تھی اس لئے اس کا کوئی خاص نام نہیں تھا زمانہ مابعد میں اس کو ریختی سے موسوم کیا گیا ہے۔

مصنف بساتین السلاطین نے تعریف کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"ونیز از جملہ ہندی گویان ال زمانہ میاں ہاشمی است کہ بفیض لعاب دہن مبارک حضرت پیر دستگیر شاہ ہاشم قدس سرہٗ زبان شیریں بیان کشادہ درمیان سخنوران گوہی سبقت بودہ۔ ترجمہ یوسف زلیخا را بجا ورہ آن وقت نظم آوردہ و دیوان غزل مشتمل بر مضامین سنجیدہ و تلازمات شعریہ ہم داد کہ مقبول طباع افتادہ در اشعار طرازی تا در روش عریب ورزیدہ است کہ ہیچ کس بر آوردران سبقت نزادہ۔ باوجودے کہ بصیر مادرزاد بود"

(ص۹۲ ب انڈیا آفس)

غرضکہ ہاشمی کی قابلیت مسلمہ تھی ۱۱۰۹ھ میں اس نے انتقال کیا ہے۔

جیساکہ بیان کیا گیا اس کا ایک مرثیہ اڈنبرا میں ہے مگر افسوس ہم نے اس کو مکمل نوٹ نہیں کیا چند اشعار جو نوٹ کیئے گئے پیش کیئے جاتے ہیں:۔

دلبند مصطفٰے کا تابوت لے چلے ہیں
فرزند مرتضٰی کا تابوت لے چلے ہیں

سلطان دو جہان سردار اولیا کا
مظلوم کربلا کا تابوت لے چلے ہیں

حضرت حسین حسن کا شاہ زمین زمن کا
حضرت نبی مدنگا تابوت لے چلے ہیں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت کے تھے نواسے حیدر کے تھے خلاصے
ہوئے شہید پیاسے تابوت لے چلے ہیں

اے ہاشمی شہان کا سلطان دو جہان کا
مقبول اس جوان کا تابوت لے چلے ہین

یہ مرثیہ زبان کی صفائی کے لحاظ سے ممکن ہے ہاشمی بیجاپوری کا شمار نہ کیا جائے مگر ہاشمی کے دوسرے کلام کی صفائی کو دیکھا جائے تو پھر اس مرثیہ کو ہاشمی کا تصور کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

دورِ مغلیہ کے مخطوطات

دکن کی بہمنی سلطنت محمد تغلق (۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ) کے عہد میں قائم ہوئی اس کے بعد دہلی کے تخت پر متعدد خاندان حکمراں ہوئے مگر کسی نے بھی دکن کی جانب توجہ نہیں کی شہنشاہ اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) پہلا شخص ہے جس نے ۹۹۵ھ میں دکن پر حملہ کیا۔ اس کے بعد شاہجہاں نے پے در پے یورشیں کیں اور آخر ۱۰۴۲ھ میں احمد نگر پر قبضہ کر لیا اس طرح اب مستقل طور پر سلاطین مغلیہ کا تعلق دکن سے ہو گیا۔ اورنگ زیب کی شہزادگی کا زمانہ بڑی مدت تک دکن میں بسر ہوا اور تخت دہلی پر قدم رکھنے کے بعد تو دکن کی فتح کا ارادہ مستحکم ہو گیا ۱۰۹۷ھ میں بیجاپور اور اس کے ایک سال بعد ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ فتح ہو گیا اس طرح تقریباً پانچ سو سال کے بعد پھر دکن شمالی ہند کی اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا۔

گولکنڈہ اور بیجاپور کے درباروں سے شعراے اردو کے ساتھ بے حد مراعات کئے جاتے تھے انہیں ان کی تصنیفات کا معقول صلہ دیا جاتا تھا نہ صرف سلاطین بلکہ امراے دکن بھی اردو کی سرپرستی کرتے تھے۔ ان قدردانیوں کے باعث عام طور سے شعر و شاعری کا رواج ہو چلا تھا قابل افراد بلا کسی امید صلہ یا قدردانی کے اب اردو میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اس لئے اب ان سلطنتوں کی شکست سے اردو کی ترقی پر کچھ اثر نہیں ہوا ۱۰۹۸ھ میں پورا دکن سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا تھا اور ۱۱۳۶ھ میں آصف جاہ اول نے اپنی حکومت قائم کی اس ۳۷ سال مدت میں بھی اردو کو خاصی ترقی ہوئی۔ شعراء نے مثنویاں اور دیوان لکھے۔ مرثیہ نویسوں نے مرثیے لکھے جو آج تک یادگار ہیں۔

قطب شاہی و عادل شاہی زمانہ میں گولکنڈہ اور بیجاپور علم و فن کے مخزن شعر و شاعری

کے منبع اور شعراء کے مرکز تھے۔ مگر مغلیہ دور میں اورنگ آباد نے اس کی جگہ لے لی تھی۔

اورنگ آباد کا نام ابتدا میں کھڑکی تھا جس کو ملک عنبر (نظام شاہی سپہ سالار) نے اپنا صدر مقام بنایا تھا اسی وقت (سنہ ۱۰۱۳ھ) سے اس کی رونق اور چہل پہل بڑھتی گئی۔ اگرچہ ملک عنبر کے بعد اس کی طرف کم توجہ ہوئی مگر مغلیہ تسلط سنہ ۱۰۴۲ھ کے بعد سے اس کی قسمت پھر سے جاگی۔ شاہجہاں کے صوبہ دار اورنگ زیب نے سنہ ۱۰۶۲ھ میں اس کو اورنگ آباد خجستہ بنیاد سے موسوم کر کے اپنا صدر مقام اور مستقر بنایا۔

اورنگ زیب نے (سنہ ۱۰۶۸ھ تا سنہ ۱۱۱۸ھ) تخت دہلی پر جلوہ گر ہونے کے بعد بھی گولکنڈہ اور بیجاپور کے فتح کے خیال سے زیادہ حصہ اورنگ آباد ہی میں بسر کیا اور پھر ان کی فتح کے بعد بھی اس کی عمر یہاں ہی گزری اور پھر مرنے کے بعد بھی اورنگ آباد کے جوار میں سپرد خاک ہوا۔ جب اورنگ آباد شہنشاہ ہند کا مستقر ہو چکا تھا۔ تو ظاہر ہے اس کی ترقی اور رونق کا کیا حال ہوگا۔

یہاں گھر گھر شیریں پانی کی نہریں جاری تھے۔ گلاب۔ انگور۔ سنترہ کے باغ ترو تازہ تھے۔ صنعت و حرفت کے لحاظ سے بھی ترقی ہو رہی تھی۔ آج تک اس کے باقیات کا پتہ چلتا ہے۔ دولت آباد کاغذ سازی کا مرکز تھا۔ کاغذ بنانے والوں کے بیسوں خاندان یہاں آباد تھے۔ سرکار کی جانب سے ان کو مراعاتیں حاصل تھیں۔ انعام اور یومیہ مقرر تھے۔

سلطنت ہند کے مستقر کے باعث شمالی ہند علی الخصوص دہلی کے امراء۔ روساء، علماء و شعراء کثرت سے اورنگ آباد میں آباد ہو گئے اور پھر گولکنڈہ اور بیجاپور کے باشندے بھی جوق جوق آکر یہاں مقیم ہو گئے۔ اس طرح اورنگ آباد نہ صرف سلطنت مغلیہ کے حکومت و سیاست کا مرکز بنا بلکہ نظام شاہی۔ عادل شاہی اور قطب شاہی تہذیب و تمدن کا سنگم بھی بن گیا۔

اورنگ آباد کے دارالحکومت۔ تمدن و تہذیب، کا گہوارہ علم و فن کا مرکز علما و فضلا کا مسکن بن جانے کے باعث اردو شاعری کو (جو گولکنڈہ اور بیجاپور کی تباہی کے بعد یتیم و یسیر کی

سی کی حالت ہوگئی تھی) یہاں قدم جم گئے۔ اور بہترین تصانیف ہونے لگے۔
اس زمانہ کے اردو شعرا کی طویل فہرست ہے۔ جنہوں نے ملک سخن سے داد لی اور
اپنے کارنامے یادگار چھوڑ گئے۔
ولی اورنگ آبادی بھی اسی عہد کے یادگار ہیں اگرچہ ان کا انتقال ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ
آصفجاہ نے سلطنت آصفیہ کی بنا ڈالدی تھی۔
اب ہم تفصیل کے ساتھ اس زمانہ کے مخطوطات کا حال درج کرتے ہیں جو چمنستان یورپ
کے علمی گلشنوں میں محفوظ ہیں مخفی نہ رہے یہ کل مخطوطات صرف اورنگ آباد کے نہیں ہیں۔
بلکہ پورے دکن سے متعلق ہیں۔

نشان سلسلہ	نام مخطوطہ	نام مصنف	سنہ
(۱)	قصہ ملکہ مصر	سید محمد عاجز	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۲)	قصہ بہو ساس	؟	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۳)	عشق صادق ؟	ضعیفی	سنہ ۱۱۰۰ھ
(۴)	یوسف زلیخا	امین	سنہ ۱۱۰۹ھ
(۵)	جنگ نامہ حیدر	اشرف	سنہ ۱۱۲۵ھ
(۶)	روضۃ الشہدا	ولی ویلوری	سنہ ۱۱۳۰ھ
(۷)	منطق الطیر	وجدی	سنہ ۱۱۳۱ھ
(۸)	غزل ہائے عشرتی	عشرتی	سنہ ؟
(۹)	غوث نامہ	ذوقی	سنہ
(۱۰)	دعائے فاطمہ	ولی ویلوری	؟
(۱۱)	مرثیہ	اشرف	؟
(۱۲)	مرثیہ	ذوقی	؟
(۱۳)	مرثیہ	یتیم احمد	؟

قصۂ ملکۂ مصر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر ۳۴/۲ ورق (۱۲) سطر (۱۷) سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲ خط نستعلیق مصنف کیٹلاگ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ملکۂ مصر کی کہانی مصنف عاجز : تاریخ تصنیف پنجشنبہ ۱۱ صفر سنہ ۱۱۸۴ھ درج ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی نے اپنے نوٹ میں اس کو قصہ فیروز شاہ سے موسوم کیا ہے مگر یہ نام نہ تو کتاب سے واضح ہوتا ہے اور نہ اس کو اس نام سے موسوم کرنے کی کوئی وجہ ہے یہ فارسی کے اس قصہ سے بالکل جداگانہ ہے جس کا ذکر ولسن نے اپنے کیٹلاک کے صفحہ (۳۴۶) پر کیا ہے جو قصہ فیروز شاہ سے موسوم ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کے کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے ڈی ٹاسی نے مصنف کے متعلق کوئی تفصیلی صراحت نہیں کی ہے۔ بلوم ہارٹ نے ایک دوسری جگہ (جس کا ذکر لعل و گوہر میں آئیگا) اس مثنوی کے مصنف کو ایک دوسرے عاجز سے ملا دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

دکن میں عاجز تخلص کے دو شاعر ہو گئے ہیں۔ ایک مغلیہ عہد میں جن کا نام سید محمد تھا دوسرے عارف الدین خاں عاجز جن کے باپ عالمگیر کے عہد میں ایران سے دکن آئے تھے۔ عارف الدین عاجز عہد آصفیہ کے شاعر ہیں جنہوں نے مثنوی لال و گوہر لکھی ہے۔

عارف الدین کے معصر تذکرہ نویس شفیق نے ان کا حال درج کرتے ہوئے لال گوہر کو ان کی تصنیف ظاہر کیا ہے ملکہ مصر کی وضاحت نہیں کی ایک ہمعصر تذکرہ نویس سے ایسی

غلطی نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ "ملکہ مصر" کی مثنوی میں خود تاریخ تصنیف موجود ہے جس سے سنہ ۱۱۰۱ھ میں مرتب ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں عارف الدین کا وجود بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر کسی مزید تحقیقات کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جن اشعار سے تاریخ تصنیف واضح ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

مرتب ہوا یان تھے قصہ تمام	کہوں اب سوں کس سوں پایا نظام
ایگارا تھے تاریخ ماہی صفر	سو پنجشنبہ کا روز خوب تر
نبی کی جو ہجرت برس ایک ہزار	ہور یک سو پو بولیا ہوں یو یادگار
اے محمد داب پیر کا ناوں لے	ختم کر وزاری سوں سب چہوڑ دے

آخری شعر سے شاعر کا نام بھی ظاہر ہوتا ہے اگرچہ مولف اردوے قدیم نے اس کا نام محمد علی لکھا ہے۔ نہیں معلوم ان کا یہ خیال کس بنا پر ہے کیونکہ مولف صاحب نے اپنے ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

افسوس ہے کہ مصنف کے حالات پر کوئی روشنی اس کی مثنوی سے نہیں پڑتی مگر یہ ظاہر ہوتا ہی کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔ سید اخوند میر شاہ سے بیعت تھی غالباً ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔ بیان کرتا ہے جب اس نے فارسی قصہ پڑھا تو اپنے مرشد سے اجازت چاہی کہ اس کا ترجمہ کرے ان کا اعتقاد تھا کہ سوائے ان کی روحانی امداد کے یہ کام ان سے ختم نہ ہوگا۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر اپنے پیرو مرشد میاں سید اخوند میر شاہ کی مدح کی گئی ہے۔

اس کے بعد قصہ کا آغاز ہے اس کی مختصر صراحت سنو:۔

بادشاہ ملک مصر کا انتقال ہوا اس کی جانشین اس کی ملکہ قرار دی گئی ملکہ نے گیارہ سال کے حکومت کے بعد وزیر اعظم کو طلب کر کے حکم دیا جو شخص اس کے سو سوالوں کا جواب

جواب دے گا تو اس سے شادی کروں گی اور بادشاہت سونپ دوں گی۔ صدہا آدمی آئے مگر کوئی کامیاب نہ ہوا کسی نے بھی سوالات کے جواب نہیں دیئے۔ آخر کار ایک عقلمند شخص عبدالعلیم نام ہندوستان سے مصر آیا۔ ملکہ کے سوالات کے جوابات دیئے یہ سوالات عقائد اسلام، تصوف وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد ملکہ مسلمان ہوئی اور اس سے شادی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد میں کہتا ہے:۔

کہوں میں ثنا صفت اس کا اول | بنایا ہے جن یو جگت بے بدل
رکھیا جن معلق یو سات آسمان | چلاتا ہے جیونیت زمین و زمان

نعت:۔

دو جا نعت حضرت نبی مصطفےٰ | ازل تا ابد اسکوں ہے بادشاہ
نبی ہے جو یک لاک چوبیس ہزار | اونکوں اسے شاہ کا ہے ادہار

اپنے پیر کی مدح کرتا ہے:۔

کہوں اب میرے پیر کا نا تمین | دنیاں دین میں جسنی جس پاؤنمیں
او حضرت میاں سید خوند میر شاہ | کہ جس فیض تی خلق نت پاے راہ
نہ اوس سارا کوئی حکمت میں دسی | اگر دور اچھوں بہی دلیں بسی

ابتدا قصہ:۔

سنو اے عزیزان کتا ہوں سو بات | نہ سمجو کیے بعضی حکایت کی دہات
کہوں اب قصہ سب کون اظہار کر | کہتی ہیں کہ تہا شاہ یک بخت ور
دہرے نام سلطان فیروز شاہ | اتہا مصر کا شہر سو تخت گاہ

تہی تہی تنہا اسکوں فرزند سو	اچھے شاہ ایسے ساۃ دلبند ہو
ملیکا اچھو ناؤں اس نار کا	اتہا جکہیں شہرۃ اس اوتار کا

اس کے بعد میں شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ مصر کا انتقال ہوا اور ملکہ اس کی جانشین ہوئی اور اس نے وزیر کو بلا کر کہا جو شخص میرے سو سوالوں کا جواب دے میں اس سے شادی کروں گی اور بادشاہ مصر بناؤں گی وزیر نے اس تدبیر کو بہت پسند کر کے منادی کرادی بہت لوگ آئے مگر سوالوں کا جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

کتے تہا یک عالم ہندوستان میں	کتیک دن پچہیں یو خبر سن ادنی
ادک اسکوں اسبات میں قام تہا	سو عبد العلیم اس کیرا نام تہا
بچار یا اودل پچ جاؤ وہان	کروں شاہ زادی کی خاطر نشان
کی یون دلمین اسبات کا عزم دہر	جو پسند اتس وقت پکر یا سفر
نہ کم یک گھڑی کیں ادک اداس	چہل دنکوں پونچا جو اس شہر پاس

اس کے بعد ملکہ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور اس کو طلب کر کے سوالات دریافت کرنے لگتی ہے ان سوالات میں عقائد تصوف وغیرہ سب ہی داخل ہیں ان سوالات کی ابتدا اس طرح ہے۔

کہو سب تہی اول یو رب الرحیم	جو پیدا کیا کیا سو کہ اے علیم
کہیا کاف ہور نون سب تھے اول	بنا یا ہوا ہی پروری سپے بدل
کہی تب کئے وس کاف ہور نون سون	ہوی کیا او حاصل سو مجہ بول تون
کہیا کاف تون سون یو میدان سب	ہوا ہو تہارا جو تہا یو سبب

لکھے کون آیت قران میں اول | ہے نطفہ نازل سو کہ کھول عارف بول
کہیا تب او عالم سن ای سندہر | سینا نازل اول سو اقرار کگر
کہ حضرت نبی جو عمر میں تمام | کہتی ہیں علوقہ جو کہائے طعام
کہیا سب عمر میں او صاحب میرا | جو کہائے اتنی طعام دو من کیرا

یو سب بات سنکر او ناری سنبھل | کہے کون جنت میں جا دین اکل
ملایک بوہیں مرد یا عورتان | کہو مجہون دو حرف کیرا بیان
کہیا جانیکی سو اول بہشت میں | گروہ ایک محمد کی امت میں
فرشتی نہین مرد عورت کے سار | ولیکن نہیں او بہی قدرت سون بہار

اس سو سوالوں کے بعد شادی ہوجاتی ہے۔ کہتا ہے۔

رضالی کیا میز بانی برسے | بندسے عقد ایک سعد امرت گھری

مثنوی کے آغاز میں بیان کیا گیا ہی کہ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

بزان ایک دن ذوقکے حال میں | دیکہیا اس قصہ کون سو خوش حال ہیں
اتھایو قصہ فارسی نظم سب | کہنا ترجمہ کر دہریا دل میں تب
بچہیں مانگ توفیق اپن پیر پاس | کیا فارسی کون دکھنی مثال راس
ولی یک عرض ہے سنو بہی میرا | جو کوئی درس دیکہے یو قصہ کیرا
تو کچہ نا کہی اوسکی خامی پوجا | بہر حال عاجز کون دیوے دعا

فارسی کے اصل قصہ کی تلاش کی گئی مگر افسوس یورپ میں کوئی قصہ دستیاب نہیں۔

ہوا۔ انڈیا آفس میں قصہ[۵] فیروز شاہ کے متعلق دو کتابیں ہیں ان کا قصہ بالکل علیحدہ ہے اس لئے مقابلہ غیر ضروری خیال کیا گیا۔

اسی طرح اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی دستیاب نہیں ہوا اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے، اس مثنوی کا ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں موجود ہے <u>مخطوطہ ۵۶</u> سروری۔

---

[۵] یہ قصہ ملک مصر سے بالکل نہیں ملتا۔ چنانچہ ابتدا اور آخر کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"در شہر بدخشان بادشاہ بود خجستہ اطوار و مبارک کردار کہ در عصر ہمتائی خود نداشت و بفراغ دل انتظام امورات پادشاہی میدارد و آخر بخواہش تمام عروسان آہل جمال را در عقد خود آوردہ روزگار را بخوشی و خرمی میگذارید قضارا از زنے پسر زندی تولد شد نامش فیروز شاہ نہاد چو فیروز شاہ بعمر دو سالہ رسید از زنے دیگر پسران متواتر پیدا کردیند یکی را نام نور، وزر کردند دیگرے را نام بہروز شاہ گفتند چوں ہر سہ بحد بلاغت رسیدند روزی از روزہا بادشاہ بہادر فیروز شاہ بر غضب شد"

شروع سے آخر تک اس میں قصہ فیروز شاہ کا ہے اور وہی اس کا ہیرو ہے ملکہ مصر والی کتاب سے اس کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

خاتمہ ملاحظہ ہو:۔

تمام اختیار کار بادشاہی بدست فیروز شاہ گذاشت و مالک مملکت گردانیدہ خود بعبادت حق سبحانہ تعالیٰ در گوشہ نشست۔ فیروز شاہ چو بر تخت بادشاہی نشست و دست عطا بجمہور انام کشاد و داد سخاوت بداد .... تمامی خلائق بحسن و خلق او شادان شدند۔

قصہ بہو ساس (۹)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۳۴/۲) ورق (۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی وضاحت: "میاں بی بی اور ساس کے سوالات درج ہیں۔ گیارھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔"

کیٹلاگ سے جس طرح مثنوی کا نام اور مصنف کا نام ظاہر نہیں ہوتا اسی طرح اصل مثنوی سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی۔ مضمون کے لحاظ سے اس مثنوی کا نام حسب مندرجہ صدر رکھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ باوجود تلاش اس کے مصنف کے متعلق کوئی معلومات فراہم نہیں ہو سکے۔ ۱۱۰۰ھ میں مثنوی کے مرتب ہونے کی وضاحت حسب ذیل شعر سے ہوتی ہے۔

زمانہ اسے یو اگیارا صدی
گئی نیک نیکی رہی ہے بدی

مثنوی میں حمد و نعت کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ اول ساس جھگڑا پیش کرتی ہے۔ بہو اس کا جواب دیتی ہے مرد درمیان میں آتا اور ماں کی جانب داری کرتا ہے بی بی لڑ کر اپنے میکے چلی جاتی شوہر سے قطع تعلق ہو جاتا اور وہ آوارہ ہو جاتی ہے۔

ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے۔

کہوں میں اول صفت سبحان کا | دیا دنت دے دان ایمان کا
نہیں جس من ایمان سے بے حیا | نجانو دنیا بیچ اوس کا جیا

کہوں میں یو قصہ بہو ساس کا | لکیا دو میں جھگرا سو ییں اٹکا
کرانا ہو جا ساس حکمیں کو ہی | سدا ہاۃ اپنی سو جورتے بھری

اتھا گھر میں یک منجہ سو بٹیا برا | سو اس آج خاطر میں چوندا چرا
ھلانی چلانی ملانی سو میں | بلا سیں اپنی ستم لائی میں
کھی دیک دلمیں کہ کرتی ھی یو | زرا آج منجکون ندرتے ھی یو

سکل بات سن بھو کھری او ٹکر | سینا سیر اپنا لیتی کوت کر
جو راکھول اچپل تتان تور کر | کنکن ہاتہ نیکر یان ستم بھور کر
ستم سر ماتی اپس کھال لی | لکی تور نی ھت تتاں بال لی

کھا مات کون جا دور پکر پاؤں بیون | نکو آج تھی ٹیو تمیں ناؤ یون
ھوبی میں تمیں بہی بودی ھور پری | سبب کیا جو چھوری کی خیالوں پری

آخری شعر۔

میری باۃ ہرگز تون آج تھی سنجا | تیری پوۃ کون توں اپس کھر سجا

سینا کار کھری رہ کہ ننیو کھولا | کنکر مار کیتیا نکون فننی بولا
نکو ئی اس زنکون تو کھنا سکی | ادک اچپلی او سکون کوہی کیا رکھی
جنتی قید کرتی او ننکوں تھکی | سو رنگ بھید کر آج اسکون تھکی
زمانہ اھی یو ایکارا صد ہی | کئی نیک نیکے رھی سے بدہی

مثنوی عشقِ صادِق (؟)

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

بلوم ہارٹ (۳/۲۷) ورق (۲۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۲) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت :۔

"ایک عورت کا قصہ ہے جس نے اپنے آپ کو پیغمبر اسلام کے عشق میں جلا کر خاک کر دیا۔ فارسی سے ترجمہ ہوا ہے۔ مصنف ضیعفی ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کسی کی فہرست میں یہ کتاب شامل نہیں جس کے باعث ان لوگوں نے کوئی صراحت اس کے متعلق نہیں کی ہے۔

مثنوی میں تاریخ کی کوئی صراحت نہیں ہے مگر دیگر شہادتوں سے پایا جاتا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۱ھ یا اس کے قریب ہوئی ہے۔

ضیعفی کا نام شیخ داؤد تھا قطب شاہی دور کے آخر عہد میں ان کی پرورش ہوئی ان کے زوال کے بعد ہی ان کی مثنویاں لکھی گئیں۔

ضیعفی عالم اور صوفی شخص تھا اس کی تصنیف ہدایت نامہ سے اس کے بہت بڑے عالم ہونے کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ان کے ہندی سے بھی واقف ہونے کی توثیق ہوتی ہے۔ کیونکہ زیر بحث مثنوی میں ہندی الفاظ کا استعمال بکثرت ہوا ہے۔

اب تک ان کی دو تصانیف کا پتہ چلتا ہے (۱) مثنوی عشق صادق (؟) اور (۲) ہدایت نامہ۔

ہدایت نامہ میری نظر سے نہیں گذری اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی جا سکتی

دوسری مثنوی میں رواج مروّجہ کے خلاف حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ ہی اصل قصہ شروع کر دیا گیا ہے ممکن ہے یہ نسخہ ناقص ہو۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ بی بی سچے دل سے رسول خدا پر فدا اور فریفتہ تھیں۔ اور ہر روز آپ کے دیکھنے کے لئے جایا کرتی۔ شوہر نے صبح سویرے جانے کی وجہ دریافت کی جب بی بی نے واقعہ بیان کیا تو شوہر نے اجازت دی کہ صرف رسول اللہ کو دیکھا کر اگر کسی اور کو چہرہ بتائے تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ ایک دن راستہ میں ایک یہودی نے راستہ روک کر دریافت کیا کہاں جا رہی ہے اس نے بیان کیا رسول اللہ کے پاس۔ یہودی نے کہا اگر تجھ کو رسول اللہ کا سچا عشق ہے تو اپنا چہرہ بتا اور رسول اللہ کی قسم دی۔ اب اس بی بی کے لئے نہایت سخت آزمائش کا وقت تھا متفکر ہوئی اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ جب رسول اللہ کا واسطہ دیا جا رہا ہے اور آپ کی قسم دی گئی ہے اب اگر میں اس کو قبول نہ کروں تو میرا عشق جھوٹا ہوگا۔ گو چہرہ بتانے سے اس کو طلاق ہو جائے گی مگر طلاق منظور کیا مگر اپنے عشق کا جھوٹا ہونا پسند نہ کیا یہودی کو چہرہ بتایا وہ اس کو دیکھکر بے ہوش ہو گیا۔ اب وہ عورت آنحضرت کے پاس آئی اور بعد زیارت واپس ہوئی اور کل حالات اپنے شوہر سے بیان کئے۔ شوہر نے اس کو کسی اور بات پر محمول کیا اور کہا تیرے عشق کا امتحان لیتا ہوں اس کے بعد اس نے لکڑیاں جمع کیں تین دن تک تنور کو آگ سے روشن کیا۔ تنور آتش کے شعلوں سے سرخ ہو گیا اب اس نے عورت سے کہا اگر تو رسول اللہ سے عشق رکھتی ہے تو اس تنور میں چلی جا۔ اس نے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی اور بعد ادائے نماز تنور میں چلی گئی اور دھوئیں کے باعث نظر سے پوشیدہ ہو گئی اب شوہر کو اس کی صداقت کا یقین ہو گیا اور اپنے امتحان لینے پر افسوس کرنے لگا۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا حالات بیان کئے۔ آنحضرت خود تشریف فرما ہوئے۔ تنور میں دیکھا تو نظر آیا وہ عورت نماز میں مشغول ہے اور اس کے اطراف باغ لگا ہے۔ اس

عرصہ میں جبریلؑ آئے اور خبر دی جو مرد اور عورت آپ سے سچی محبت رکھے اس کو بہشت دی جائے گی اور اس عورت کو اس صلہ میں بہشت عطا کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس عورت کو باہر نکالا گیا وہ جان بحق ہو چکی تھی آنحضرتؐ نے خود اس کو دفن کیا۔

یہ ہے مثنوی کے قصہ کا خلاصہ اگرچہ یہ قصہ صرف قصہ ہی ہے صداقت سے اس کو کوئی سروکار نہیں۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مقصد اپنے ہم مذہبوں کے دل میں آنحضرتؐ کی محبت پیدا کرنا تھا۔ کلام کا نمونہ

اتا سن کہوں نقل اس نار کا ۔۔۔ جو ثابت قوم نار اد تار کا

سنیا ہوں نبی زمانے میں ایک ۔۔۔ اتہا جو مسلمان کوئی مرد نیک

نوا نبی کی سو اسلام میں ۔۔۔ اتہا نیک نیکی کیری کام میں

سو نختاں سوں ھوی دیک یاری اسی ۔۔۔ لی ایک عجب نیک ناری اسی

نچھل پاک پیکر پری سار کی ۔۔۔ پری بلکہ اچھی نہ اسار کی

نبی کی محبت کا سو کند تجی ۔۔۔ دیکھا کار برقی ستی ہون منجی

تجی سوں نبی کی سو دیدار کا ۔۔۔ دیکھا دیہ تیرا منج یکبار کا

اکر توں نبی کا جو دھرتی ھی چار ۔۔۔ تو دکھلا تیری مونکوں برقی تی سکار

دکھائی تو سمجھو نکا نیج کون کھری ۔۔۔ محبت سچا تون نبی پر دھری

سو بولی کہ ای خاص خیر البشر ۔۔۔ سلام حق نی بولیا تماری اوپر

بھی یون بول بھجیا ھی تمنا نکوں آج ۔۔۔ کہ ای شاہ نبیاں ای امت کی تاج

تماری جو امت ستی کوئی اگر ۔۔۔ کہ جس میں محبت کا ھودی اثر

مرد ھور یا کوئی عورت اچھی ۔۔۔ کہ جس میں تمارا محبت اچھی

تمن سوں محبت جکوں ہی لایکا | انی پی بہی مرتبہ پا ہی کا

جویوں لعل شعلہ ہوا ا د تنور | نزان نار کوں دین بلا یا حضور
بولا اوتنور دیکھلا کہ اس | کھیا جا بہتر اس تنور کی تون کھوس
تجی سئیوں نبی کی سو ہی پیار سکا | تجی سئوں نبی کی سو دیدار کا
.. .. | .. ..
توتو ہوئی تیرا محبت سچا | وکرنیں تو تیرا عقیدہ سچا

دم اس نار کا جب کیا چہوڑ تن | سو دئیں غسل کر اسکی تن کوں کفن
سو کر دین نماز اس جنازہ ہی اپر | لجا کر اتاری قبر کی بہتر
بڑی مرتبہ ساتہ اس نار کون | دفن کو نبی آپنی پیار سون

مثنوی کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے بڑی محنت سے اس کا دکھنی ترجمہ کیا ہے۔ مگر افسوس اصل قصہ جو غالباً فارسی میں ہوگا دستیاب نہیں ہوا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اسی طرح اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ بھی یورپ میں نہیں ہے لہذا اختلاف ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ہے۔

مثنوی اگرچہ مذہبی موضوع پر لکھی گئی ہے مگر ادبی خوبیوں سے خالی نہیں ہے قصہ کی کوئی اصلیت نہیں مگر مصنف نے چھوٹی چھوٹی باتوں کا اس طرح ذکر کیا ہے اس سے اصلیت پر شبہ ہوتا اور آنحضرت کا حقیقی واقعہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہیروین کی زبان سے ہندی الفاظ اور محاورات کہلوائے گئے ہیں۔ اس سے نہ صرف مصنف کے ہندی دانی کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے اس زمانہ میں عورتوں

کی زبان مردوں سے جدا تھی۔ بہرحال اس مثنوی سے ضیعفی کے بلند پایہ شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ مثنوی کمیاب ہے۔

ضیعفی کی دوسری مثنوی ہدایت نامہ ہے جو حسب بیان مولف اُردو شہ پارے ایک ضخیم کتاب ہے اس کی تصنیف ۱۰۹۹ھ میں ہوئی ہے اس میں فرقہ حنفیہ کے مذہبی عقائد اور قوانین درج ہیں۔ خاتمہ پر اپنا حال بیان کیا ہے اور عالمگیر کی دل کھول کر تعریف کی ہے۔

یوسف زلیخا

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۵۶) ورق (۱۴۹) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۴) خط نستعلیق

تاریخ کتابت جمادی الاول ۱۲۴۶ھ کاتب احمد علی گوپاموی۔

مصنف کٹیلاگ (A. CARBATAN.) نے صرف مثنوی کے نام اور مصنف کے تخلص امین کی صراحت پر اکتفا کیا ہے۔

اسٹوارٹ کی کٹیلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے اسپرنگر کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"یوسف اور زلیخا کے عشق کی کہانی۔ دکھنی نظم میں مصنف شیخ محمد امین اورنگ زیب کے عہد ۱۱۰۹ھ میں لکھی گئی ہے"

اس کی تصنیف جیسا کہ ذکر ہوا ہے ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہے اس کے متعلق مصنف نے خود صراحت کر دی ہے کہتا ہے۔

اگیارہ سو اوپر جب نو گزرے	برس ہجرت محمد مصطفےٰ کے
نبان چالیس سو پہر چودہ اور سو	میں لکھا گودہری کے بیچ سن لیو
جمادی الاول میں اتوار کے روز	اتھی تاریخ دوجی دسے دل افروز
صبح کے وقت لکھ رہیا امین رے	الٰہی توں محبت سب کے تیں دسے

اس سے ظاہر ہے کہ دوسری جمادی الاول ۱۱۰۹ھ یوم یکشنبہ کو اس کی تصنیف ہوئی ہے اور اس کے اشعار کی تعداد (۱۴۱۴) ہے۔ اور یہ گودہری (گجراتی) زبان میں لکھی گئی ہے۔ مگر چونکہ امین کو دکن سے بھی تعلق رہا ہے اس لئے اس مخطوطے کی صراحت نامناسب نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے امین تخلص کے متعدد شعراء دکن میں ہوئے ہیں جن میں سے
بعض کا تعلق بیجاپور سے رہا ہے اور بعض کا گولکنڈہ سے۔ ان کے سوا عالمگیری عہد کے یہ
دوسرے امین ہیں جن کا نام شیخ محمد امین تھا۔
جہاں تک میری تحقیقات ہے ان کا تعلق گجرات سے تھا عالمگیر کے عہد میں دکن کا
رخ کیا۔ صوفی مشرب تھے۔ قادریہ طریقہ میں بیعت کی تھی۔ شعر و شاعری ان کا پیشہ نہیں تھا۔
بلکہ وہ مذہبی آدمی پابند شریعت تھے۔ مثنوی کے مطالعہ سے اس کی بخوبی تائید ہوتی ہے۔
مثنوی میں حسب رواج اول حمد ہے جس کے (۳۶) شعر ہیں اس کے بعد نعت میں
(۱۶۹) اسی میں معراج کے متعلق بھی صراحت ہے۔ پھر خلفاے راشدین کی منقبت کا
عنوان قائم کرتے ہیں اسی سلسلہ میں امام حسنین فاطمہ زہرا۔ امام ابو حنیفہ و مالک و امام شافعی
شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح کی ہے اس کے بعد عشق کی توصیف کرتے ہوئے قصہ
کی ابتدا کی ہے قصہ کو بھی عنوانات کے تحت لکھا ہے۔ آخر پر خاتمہ سے پہلے عالمگیر کی
مدح کی ہے اس کی عدالت کا ذکر کرتے ہوئے دعا خیر کی ہے۔
چونکہ یوسف زلیخا کا قصہ مشہور ہے اس لئے اس کی صراحت موجب طوالت ہے
کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

ابتداء —

اول تعریف سن خالق کی اے یار | کہ وہ دونو جگ کا ہے کرن ہار
وہی نابود سوں سب کو کرے بود | کرے سکون حیا تیں دی کے خوشنود

محمد کی سنو معراج کی بات | امن بخشے نبی کون رب نے درجات
نبی کی سن کے صفتاں خوش کر دل | شفاعت وو کرینگے روز مشکل

داستان کی ابتدا:—

ارے ساقی پیالا بھر ستابی امین کے ہاتھ دے رز اشترابی
بلورین جام کی بہتر مئے لعل تون پر کر کر امیں کو بخش درحال

... ...

سنو مطلب رہی اب یون امین کا لکھے کو جرے منیں یوسف زلیخا
ہر یک جا کہ قصا ہی فارسی میں امین اسکون اتارے گوجری میں

اول آدم جگت میں سب دن ایتے عبادت میں انوں سب دن گنوائے
ہوے جب شیش فرزندان سون پیدا چلے آدم سو تب دنیاں سون عقبا

پچھون تیموس نے کیتی فکر یون مصر کے بیچ یک قاصد کو بھیجوں
لکھی تیموس نے تب یک کتابت عزیز مصر کون با کئی نزاکت
لکھا یون کر کہ یک بیٹی ہے میری اسے آتی اہیں مانگے گھتری
زر ردم و شام اور دوجے ملک سون ولے آتا نہین کوئی میرے من سون
میرا دل یو تکہ ہی بیاہوں مصر میں تو کچھ ہووے ٹھنڈک میری جگر مں

دیکھی صورت عزیز مصر کی جب پڑی دھرتی او پر پچھڑا اے کر تب
کہ واویلا کہ واویلا کہ دائی بخت رب نے میرے اوندھے لکھائی
دیتو کچھ اور تہا اتیو ہی کچھ اور ایتو دشمن رہیا اس دوست کیتے ہو یہ
ہمیں دے کہ ملیگا مجھ سین درس ارے ہیہات اور افسوس افسوس
ہمیں کیونکر ملیگا مجنون دے شاہ ہزار افسوس اور صد اہ صد اہ

گیا وہ گنج اور یہ رہ گیا سانپ | صورت دیکھ پڑی مجھ دھوج اور کانپ

اس کے بعد خواب میں بشارت ہوتی ہے۔

زلیخا کی حقیقت اب سناوے | زلیخا پھر کے یوسف کون پاوے
زلیخا بیخبر پھرتی رتی تھی | عشق کا گھاؤں اوپر سہتی تہی
کدھوں گھر میں کدھوں جنگل میں جاتی | وے محنت کے دنون کو یوں گنواتی
گئی تہی ایک دن جنگل کے بہتر | چلی تہی اس جگے سون اپنے گھر
آیا جب راہ میں یوسف کا بازار | زلیخا نے سنا تب شور بسیار
لگی پوچھن کہ اے کیا شور ہوے | کہو منجہ کیا اے دورا دوری رے

لوگ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خوبصورت غلام آیا ہے مگر اس کی قیمت نہیں ٹھیرتی
اس پر زلیخا پردہ اٹھا کر دیکھتی ہے۔

زلیخا نے سو تب پردا اٹھا کر | صورت یوسف کی نظروں بیچ لیا کر
پچھانان ہی وہی دل یار جانی | کہ جس کارن ہون پھرتی تہی دیوانی
یوسف دیکھ کر رو ہی پکاری | پڑی ہو بیخبر کر کر کے زاری
سواری کون شتابی لیکہ بھاگی | زلیخا کون لے آئے گھر کے آگے
آتارے گھر منن تب ہوئی خبردار | پوچھی تب دائی نے یون اسکو گفتار
تیری پھر عقل اور سدھ کان گئی تہی | ایسی تون بےخبر کیون ہو رہی تہی

کہا تب وے غلام ہی یار میرا
اسی اوپر ہی دل کا پیار میرا

خاتمہ:۔

زمانے شاہ اورنگ زیب کے میں | لکھی یوسف زلیخا کون امیں یین

الہی تون ایسا عادل شہنشاہ　　رکھیں جب لگ رہی قائم مہر ماہ
امین نیں گو جری کیں سو یون کر　　کہ امین تئیں رہے دنیاں کے بہتر
وجودی ہی سو ہو جائیگا خاک　　نہیں پاوے سو ڈھونڈا بھیول پاک
نشانی تب رہیگی اے سخن رے　　جو کچھ بولا امین میٹھی بچن رے
امین کون ہی امید اتنی ای یارو　　پڑو سو فاتحہ سون نان لبا رو
اول فاتحہ امین اوپر ادا کر　　پچھوں لیجیو قصا اپنے ہاتھہ بہتر
اسے پڑ کر سو جب پورا کرو رے　　امین کون یاد کر فاتحہ پڑو رے
برکت تو تماری سون خلاصی　　کچھو پاوے امین بیچارہ عاصی
اگیارہ سو اوپر جب نو گزرے　　برس ہجرت محمد مصطفے کے
بتیا چالیس سو پر چودہ اور سو　　ہیں لکھان گو دھری کے بیچ سن لیو
جمادی الاول میں اتوار کے روز　　اتھی تاریخ دوجی دے دل افروز
صبح کے وقت لکھ رہیا امین رے　　الہی تون محبت سب کی تیں دے

کر سب کوئی کرے اسکے اوپر پیار
پڑے دل جان سنین ہو کے ہشیار

اس کے بعد گیارہ شعر میں مناجات کی گئی ہے آخری شعر جس پر کتاب ختم ہوتی ہے یہ ہیں۔

ہمیں بس کر ہمیں بس کر ہمیں بس　　کہاں ہووے اے پورا عشق کا رس
امین بس کر سخن کون اس جگے ہان
ہمیشہ پر محمد پڑ درود ان

چونکہ امین نے یہ صراحت نہیں کی ہے کہ کس کی فارسی یوسف زلیخا سے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے اس لئے مقابلہ دشوار ہے۔

اس کا کوئی اور نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے اختلاف بھی ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

پیارس کا یہ نسخہ ایک انگریز کپٹن ٹرائر (؟) کے لئے ۱۸۳۱ء میں تیار ہوا تھا۔ گارساں ڈی ٹاسی کے مرنے پر قومی کتب میں داخل ہوا ہے۔

امین کا یہ ترجمہ فارسی سے ہوا ہے مگر فارسی اثر سے بالکل آزاد ہے اس سے اصلیت (اوپچی) ظاہر ہوتی ہے۔ طرز بیان بالکل صاف ہے مگر جہاں تصوف کا بیان ہوا ہے وہاں اسلوب بیان پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں غالباً انجمن ترقی اردو وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

غوث نامہ

اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔
نمبر (۶۵۰۵) ورق (۱۶) سائز ۸½ × ۵½ سطر (۹ تا ۱۳) خط نسخ تاریخ کتابت ۸/صفر ۱۲۷۴ھ۔

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی کیٹالاگ کے مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے۔ اس لئے کوئی صراحت نہیں کی جا سکتی۔

یورپ کے کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس مثنوی کا مصنف ذوقی ہے اور ۱۱۰۹ھ میں تصنیف ہوئی جس کی صراحت مصنف نے بھی کر دی ہے۔

اتھے سو اگیارا ہی اس پو نو   ہوا ختم یو نسخہ نغز بو (؟)

ذوقی کا نام سید شاہ حسین تھا ان کے مرشد شاہ خاں محمد نے ان کو بحر العرفان کا خطاب دیا تھا۔ ایک مذہبی آدمی تھے مگر شعر و سخن میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ اورنگ زیب جیسے ولی صفت اور مذہبی بادشاہ کے عہد سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔
ان کو اپنی شاعری پر دوسرے شعرا کی طرح فخر و ناز بھی ہے خود کو نصرتی سے بلند مرتبہ اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے سحبان اور احسان ہند تصور کرتے ہیں۔
ان کی مختلف مثنویاں مشہور ہیں جن میں وصال العاشقین زیادہ شہرت رکھتی ہے ذوقی کی غزلیں اور مرثیئے بھی مشہور ہیں جن میں سے چند کا ذکر آگے آئے گا۔
اس مثنوی میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح کی گئی ہے۔ مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے بسم اللہ کے بعد ہی مدح شیخ سے ابتدا ہوئی ہے اس کے بعد مختلف عنوان اور حکایت کے تحت بیان ہوا ہے جس میں شیخ کے حالات اور کرامات بیان کئے گئے ہیں۔

ابتداء:—

محی الدین کا نام بس ھی مجے
جہان میں ہر یک کا ہر یک پشتبان
وھی پیر امیرا وھی دستگیر
میری جان و دل کا سدا یار او
میری جان و دل میں بسی او چہ جم

محی الدین کا یاد جس ھی مجھے
میرا پشتبان او چہ ھی در جہان
پکاروں اوسی اوس بدل پیر پیر
غم و ھم میں مجکو مددگار او
نہ غم سون مجھے غم ہے نا ھم سون نہ ھم

بقا ابن بطو کھی ایک روز
تجلی کیا ابکی دل پر خدا
کریں اونکوں بیخود تجلی رب
رسول خدا ھت پکڑان کے تین
تجلی مناسب نبیان کی تھی او
میں نہیں کسو لیکون یو حال
یزدان حق جلالی تجلی کیا
کھٹیا جسم شہ کا ھوی ناتوان
پریا شیخ کا جسم اوستی بتا
مجی اوس بچھی کچہ نہ آیا نظر

تھی منبر پو اوسرور یک روز
ھوی اوس تجلی میں خود سوں جدا
لگی بھوین پو کرنی نہ لا تاب تب
رکھی ثابت اوسوقت منبر پو دین
نرھی اوس سبب شہ میں طاقت کی بو
اگرچہ مراتب میں پاوھی کمال
پہ رکیا تمن شاہ لاغر ہوا
جمال تجلی کیا بعد ازان
کہ ھوی ھول دیکھین سون اوسکی سدا
دسیا نین مجہ کچہ تماشا دیکر

بحمد اللہ این نامہ بی مثال
عبارات اسکی سکل دلکشا
ھی مطلوب و مرغوب جانکا سی

دو دن بیچ پایا ھی وصف کمال
اشارات اسکی مسرت فزا
نہ کوئی اسا بولیا نہ بولی کبھی

کرہی ذنکون اسکا جھلک آرسی | نہ پوچھی یہ دکھنی کتین فارسی
اتھا نصرتی گرچہ دکھنی میں فرد | ھوا مثنوی سون میری زرد
اگرچہ او صنعت سخن میں کرے | یتی کان ھی اسمیں فصاحت بری
اگر نصرتی ھوی اسوقت پہ | رھی اس سخن سامنی سد لبسہ
میں علم و ہنر میں ھون سحبان ھند | فصاحت بلاغت میں احسان ھند
نہیں شعر میرا بدایع سون دور | بیان ھی میرا سب معانی سون دیور
شہ اولیا کا جو ھی مدح گو | سشکل شاعران کا اچھی شاہ او
اتھی سو اگیارہ بہی اس پو نو | ھوا ختم یو نسخہ نغز بو
شب جمعہ شعبا نکی دوسری | سو تائید حق تس مرتب کری
اگر اسکی بنیان گنی تون تمام | ھوی چار سو آٹھ اہی نیک نام
یہہ ھی غوث کی فضل سون جب تمام | کیا غوث نامہ یو نامہ کا نام

اس کے بعد (۲۶) شعر ہیں جس میں مناجات کی گئی ہے جس میں یہ شعر بھی ہیں:-

مجی نام کر شاہ کا حرز جان | تصدق سون اسکی دی اپنی امان
یہ عاصی کی اوپر تو احسان کر | جتی مشکلاں اسکی آسان کر
ھی ذوقی غلام اوسکی درگاہ کا | بھکاری ھی دایم اوسی شاہ کا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا مجھے پتہ نہیں چلا ممکن ہے ہندوستان میں کوئی نسخہ ہو۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں ایک کتاب اس نام کی موجود ہے مگر وہ دوسرے شخص کا مصنفہ ہے اور زمانہ مابعد کی تصنیف ہے۔

جنگ نامہ حیدر

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر(۱۰۵۹ اڈیشنل) ورق (۳۶) سطر (۱۷) سائز ۸ ۱/۴ × ۴ ۱/۲ خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"آنحضرت کے داماد حضرت علی کے جنگوں کا حال دکھنی نظم میں مصنف سید اشرف۔ مثنوی کے آخر مصنف نے اپنے نام تعداد اشعار (۸۰۶) اور سنہ تصنیف ۱۱۲۵ھ ۱۷۱۳ع کا بھی اظہار کیا ہے۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔ البتہ اسپرنگر نے ان کو ولی کا ہمعصر بتایا ہے۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا اس کی تصنیف ۱۱۲۵ھ میں ہوئی چنانچہ اس کے متعلق مصنف کی صراحت بھی موجود ہے:۔

کیا ہوں بڑے شرف کی بھر جان
اگھیارا سو پچیس سن ہجری جان
کیا جنگ یو مختصر بات ہیں
کیا اٹھ سو پر چھ ابیات میں
کیا جنگ یو سید اشرف تمام
بحق محمد علیہ السلام

مثنوی سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ جو حالات واضح ہوتے ہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے ان کا نام سید اشرف تہا مذہب کے لحاظ سے شیعہ تھے۔ عالمگیر کا زمانہ دیکھا تھا۔ غربت میں بسر ہوتی تہی دہلی بہی گئے تھے۔ مثنوی غزل کے ساتھ مرثیہ بہی کہا کرتے تھے خوش قسمتی سے اڈنبرا کے مجموعہ میں ان کے مرثئے موجود ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئیگا۔ شفیق۔ حمید۔ میر حسن اور میر نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مگر کسی نے بہی کچھ حال نہیں لکھا البتہ بعض صرف ولی کے ہمعصر ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے پہر نعت اس کے بعد حضرت علی کی منقبت پہر مناجات اس کے بعد کتاب کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ فارسی سے ترجمہ کرنے کا بیان ہے اس کے بعد قصہ شروع کیا گیا ہے۔ بلوم ہارٹ کی وضاحت سے شبہ ہوتا ہے کہ اس مثنوی میں حضرت علیؓ کے حالات ہوں گے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ایک فرضی قصہ لکھا گیا ہے جس کی مختصر صراحت حسب ذیل ہے۔

ملک روم کا ایک بادشاہ فضل نام تہا اس کی دختر سحل نہایت حسین و جمیل تہی ساتہہ ہی شجاعت و مردانگی میں شہرۂ آفاق۔ حضرت علی آنحضرت کے حکم سے اس ملک کو فتح کرنے اور تبلیغ اسلام کے لئے روانہ ہوئے۔ بڑی جنگ ہوئی۔ حضرت علی نے فتح پائی فضل اسلام سے مشرف ہوا اپنی دختر آپ کی کنیزگی میں دینے پر آمادہ ہوا آپ نے قبول کیا۔ اس تقریب میں فضل نے بڑی ضیافت دی۔ اس کے بعد لشکر اسلام کامیابی کے ساتہہ واپس ہوا مدینہ کے گہر گہر میں اس کی خوشی ہوئی۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

خداوند اکبر ہے صاحب کریم | کہ جس کا محمد ہے نائب مقیم
نہ مادر پدر اسکو نا نار ہے | دو جگ کا او پیدا کرنہار ہے

عجب کھیل اوسکا ہی قدرت اول
کری بوند بانیسوں صورت شکل

بذات احد سون ایک احمد کیا
محمد ازل تا ابد کر دیا
عجب نام حیدر علی مرتضیٰ
کہ جس سر مدی تھی نبی مصطفےٰ

توں اشرف انا عاجزی بانکر
لکر ہیت حقکن مناجات کر

بہوت جنگ حیدر کیئے ہیں حرب
ولی ایک شہر کا سنیا جنگ عجب
ہوس دلمیں ایا کرون ترجمات
کرون فارسی کا یو دکہنی بیان
بزان چاکو دیکھا ادھی یون بیجبل
بہوت جنگ میں آتھا یو اول
بزان فارسی کون دکہن سالمین
بہرایا ہوں اسکو ہریک حال میں

اپنا چل توں اشرف تجی کام ہے
انگی جنگ سحل کا سرانجام ہے

اپتا جنگ سحل کا شتابے کہوں
علی شیر کے فتح یابی لکہوں

مدینے تے مغرب طرف یک شہر
کیتے دور تھی بہوت اسکا سفر
برس ایک پرچیہ مہنی کی راہ
اتہا روم کی ملک میں بادشاہ
بڑا شہر کہتے کوہستان میں
نہ ایسا کہیں ملک اسمان میں
عجب نام اسکا حصار اسیکتے
او کافر ملک دھر نکار اسیکنے
کہی نام اس بادشہ کا فضل
اتھی ایک دختر اسے خوش شکل

اتہا انام اوسکا سحل دختری | اوشیری خدا کی اتہی استری
عجب خوب صورت تہی رو خوش نگار | جو قربان تہی اسپو پریاں ہزار

کہا تم کمندیہیں چالیس ھزار | کرو ہر طرف سوار دس دس ہزار
کمندان سو اسپو چالیس ھزار | پکرلاو منج پاس چلتا سوار
کمندی چلی فوج پر فوج آر | جوں سمندر کی موج پر موج آر
ٹلی ہر طرف اکو دس دس ہزار | تہی تنہا اپی شاہ حیدر کرار

.. ..

رھے دیک حیدر کمند انہیں پر | لگی کھینچنی کافران زور کر
کتنک زور کرنی لگی شاہ ادھر | سو کرنی لگی کافران زور ادھر

.. ..

موہی کافران کی ھزاران بہوت | جھنم ھوا شاد شادان بہوت
کمندان کیا توت سب ایکبار | لکت پھر کمندان ستی دسری بار

دیکہی شاہ نے پوچھی تیرا کیا ہی نام | فضل نے کہا میں ھون کافر غلام
سنیا ھوں تمارا جو آکر خدا | برا سے خدا بخش میرا خطا
غلامیں میں عاجز کو ثابت کرو | نہان دلکون میری ھدایت کرو
مشرف کرو منج نہی دنیسوں | ستون تور دل کفر پلیدنیسون

اسی بادشاہی ہی بخشی تمام | فضل نے کیا عرض ھے یا امام
مسحل نام ھے یک مجی دختری | عجب پاک صورت تہی جوں شہیری

مری دلمین آیا ہے یو خو بتر
حکم تہا خدا کا قبو لے نبی

تصدق کردن مرتضیٰ کے اوپر
سحل کوں نکاح بیچ لاے علی

ت ت ت ت ت

فضل سون تعظم تکریم کر
تز نک ایک خلعت ھر یک سوار کون

کتک دن ضیافت خرچ دھوم کر
سواسوار پیادی جلودار کون

ت ت ت ت ت

جو داخل ھوی شاہ او شیر نر
انپر کرلئی ھاتسون ذوالفقار

سو خاتون جنت نی تعظیم کر
بہوت خوش ہوی شاہ حیدر کرار

ت ت ت ت ت

بدولت حرم میں ھو شادی تمام
مدینی میں گہر گہر دکر خاص عام

خاتمہ :-

سوا د قدم ہے سب حکمت کا طبیب
الہی کیا ھون میں یو مہملات
جکوئی صفت انکی سبکی تمام
کیا شعر غریب کری طور ہیں
کیا ھون بری شرف کی بھرجان
کیا جنگ یو مختصر بات ہیں
کیا جنگ یو سید اشرف تمام

سواس حکمیں اشرف ھے عاجز غریب
ولیکن ھے امید علیکی صفات
یقین جان اشرف ھے اسکا غلام
سو فرخ سیر کی کیا دور ہیں
اکھارا سو چپیس سن ہجری جان
کیاات سو پر چہرا بیات ہیں
بحق محمد علیہ السلام

اگرچہ یہ مثنوی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے مگر چونکہ اصل فارسی کا کوئی نسخہ نہیں ملا اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے اور اس کا اور کوئی نسخہ بہی نہیں ملا اسلئے اختلافات بہی ظاہر نہیں کئے جاسکتے۔

روضۃ الشہدا

اس کے تین نسخے یورپ میں ہیں دو انڈیا آفس میں اور ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۲) ورق (۱۸۶) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۳/۴ سطر ۱۱ تا ۱۵ خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ۵ ۱۲ شعبان سنہ ۱۲۱۶ھ کاتب سید جعفر عرف میاں صاحب دریال گھاٹ۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۲) بہ حاشیہ ورق (۱۲۱) سائز ۹ ۳/۴ × ۵ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت سنہ ۱۱۵۸ھ

رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر (۴) ورق (۱۹۲) سطر (۱۵) سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲ خط نستعلیق کتابت ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۱۸۸ھ۔

بلوم ہارٹ نے ولی اورنگ آبادی اور ولی ویلوری میں کوئی تفریق نہیں کی ہے وہ دونوں کو ایک ہی تصور کرکے ملا دیا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

نفس مخطوطے کے متعلق جو وضاحت اس نے کی ہے اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ولی کے حالات کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کو دیوان ولی کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ روضۃ الشہداء سے بالکل غیر متعلق ہے۔

"حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے حالات خصوصاً حسنؑ اور حسینؑ کے واقعات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ جو حسن بن علی کاشفی کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ ایتھے اور ریو کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک ہے اس کا مصنف ولی ہے اس نے اپنے آپ کو ولی شاہ سے ہی موسوم کیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ دکھن کے مشہور شاعر ولی اللہ ہیں.........

روضۃ الشہدا دس مجلس میں منقسم ہے مجلس اول میں آنحضرت کی وفات کا بیان ہے۔ دوسری میں فاطمہ زہرا رض کی وفات تیسری میں شہادت حضرت علی چوتھی مجلس میں شہادت امام حسن ع پانچویں میں ذکر امام حسین ع و شہادت مسلم بن عقیل وغیرہ چھٹی مجلس میں فرزندانِ مسلم کی شہادت ساتویں مجلس میں حضرت حسین ع کی روانگی مکہ سے کربلا کو اور شہادت حر۔ آٹھویں مجلس میں شہادت احباب اور اقربا حسین علیہ السلام۔ نویں مجلس میں شہادت امام حسین و صاحب زادگان امام کا ذکر ہے دسویں مجلس میں شہادت کے مابعد واقعات کا بیان ہوا ہے اس کی تصنیف سنہ ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ء) میں ہوئی ہے۔ یہ بمبئی میں دو مرتبہ سنہ ۱۸۷۵ء و سنہ ۱۸۷۹ء میں طبع ہو چکی ہے"۔

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شریک ہے اس نے مصنف کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے بلکہ کربلا کے حالات اور امام حسین کی شہادت وغیرہ کے متعلق صراحت کی ہے نفس کتاب کے متعلق جو نوٹ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"روضۃ الشہدا یعنی شہیدوں کا باغ ایک دکھنی نظم ہے جو امام حسین کی شہادت کے مرثیوں اور کربلا کے حالات پر لکھی گئی ہے ایک اور مصنف "سیوا" نے بھی ان کو لکھا ہے یہ عشرہ محرم میں امام باڑوں میں پڑھے جاتے ہیں ۱۲۱"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مولف اردوے قدیم نے تاریخ تصنیف کا شعر حسب ذیل درج کیا ہے جو مطبوعہ نسخہ سے ماخوذ ہے۔

کیا ہوں جب ختم یو درد کا حال　　اگیارہ سو پو تھا انیسواں سال

مگر یورپ کے تینوں نسخوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ وہاں کے نسخوں سے سنہ ۱۱۳۰ ظاہر ہوتا ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال
اگیارہ سو اوپر تھا تیسواں سال

میرے پاس جو نسخہ ہے اس سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے اگرچہ وزن کے لحاظ سے یہ شعر موزوں نہیں ہوتا مگر ایک سے زائد نسخوں میں اسی سنہ کا لکھا جانا خالی از تعجب نہیں۔ مولف "اردو شہ پارے" نے سنہ تصنیف کے متعلق کوئی قطعی رائے نہیں دی ہے۔

ولی تخلص کے دکن میں ایک ہی زمانہ میں دو شخص گزرے ہیں۔ ایک اورنگ آباد کا باشندہ تھا جو بقول آزاد اردو شاعری کے باوا آدم سے ملقب کیا گیا ہے۔ دوسرے ولی ویلوری (علاقہ مدراس) جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے۔

ولی ویلوری کو مولف اردوئے قدیم نے سید محمد فیاض کے نام سے ملقب کیا ہے۔ مگر میری تحقیقات کے لحاظ سے ان کا نام میر ولی فیاض تھا۔ اس کی تائید نہ صرف رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطے سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے بھی قرین قیاس ہے اکثر شعرا اپنا تخلص اپنے نام کے جز ہی کو قرار دیتے تھے اس لئے بھی بجائے محمد فیاض کے ولی فیاض صحیح تر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ان کے ایک رشتہ دار کا نسب نامہ دیکھا ہے جس سے میر ولی فیاض ہی کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا۔

شاعری ان کا پیشہ نہیں تھا۔ ابتدا میں وہ فوجی ملازمت رکھتا تھا۔ اس کی پیدائش ویلور علاقہ مدراس میں ہوئی اول سراست خاں صوبہ دار ساٹ گڈھ[1] کی ملازمت اختیار کی اس کے

---

[1] ساٹ گڈھ بھی صوبہ مدراس میں واقع ہے۔ آج کل ایک ڈسٹرکٹ ہے۔

بعد وہ قلعہ داران سدہوٹ[۵۱] کا ملازم ہو کر گڑبہ آیا جہاں اس وقت نواب عبد المجید خاں قلعہ دار تھا چیت پٹہ ان کی جاگیر تھی ارکاٹ کے محلہ اسدپور میں ان کا مزار ہے۔

ان کے مختلف تصانیف کا پتہ چلتا ہے جن میں سے دو زیادہ مشہور اور خاصے ضخیم ہیں (الف) روضۃ الشہدا (ب) رتن و پدم۔ اس کے علاوہ بعض اور مثنویاں بھی ان کی تصنیف خیال کی گئی ہے جن میں ایک مثنوی دعار فاطمہ(؟) قرار دی جاسکتی ہے۔

مثنوی رتن پدم کے چار ہزار شعر تھے جو کرپہ میں تصنیف ہوئی تھی اس میں چتور کے راجہ رتن سین اور سنہدیپ کی رانی پدماوت کی عشقیہ داستان منظوم کی گئی تھی اس کا کوئی نسخہ یورپ میں نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی جاسکتی یہ مثنوی بقول اسپرنگر شاہان اودھ کے کتب خانہ میں موجود تھی۔

روضۃ الشہدا ولی کی غالباً پہلی تصنیف ہے مثنوی کے مطالعہ سے اس امر کی صراحت نہیں ہوتی کہ وہ کہاں مرتب ہوئی ہے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس کی تصنیف ان کی سدہوٹ کی ملازمت کے پہلے ہوئی ہوگی۔ ورنہ مثنوی رتن و پدم کی طرح اس میں بھی اپنی ملازمت کا حال ضرور نظم کرتے۔ تیسری مثنوی دعار فاطمہ کے متعلق علیحدہ صراحت کی گئی ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

زیر بحث مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت اس کے بعد بطور تمہید بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن امام حسین علیہ السلام نئے کپڑے پہن کر آنحضرت صلعم کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کے شہادت کی خبر دی اس کے بعد پہلی مجلس شروع ہوتی ہے ان کے اندراج کی صراحت قبل ازیں ہوچکی ہے۔ اس لئے اب کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا

---

[۵۱] قلعہ داران سدہوٹ نے بھی اردو کی بڑی خدمت کی ہے ان کے زمانے کے مخطوطے جو یورپ میں موجود ہیں ان کا ذکر آگے درج ہوگا۔

ہے۔

ابتداء۔

کرون نامیکون بسم اللہ سون آغاز
اچھون تا میں فصاحت میں سرفراز

سراون کیا او سے جن یک سخن میں
بندایا جیو دم کے رشتہ سون بدن میں

مختلف جگہ سے نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مجلس دوم وفات فاطمہ :۔

کرو میں مجلس دویم پہ ختم
وفات فاطمہ کر کر مرقم

تولد بولنا لازم اول
متاقب تس لکا کہنا مسلسل

خدیجہ سون ہو اولاد پیمبر
اتھے سب دو پسر ہو ہور چار دختر

نہنی تھے فاطمہ سب دختران میں
وا چیا چاند جیون سب اختر انہیں

شکم میں مانکی تہی جون انکون آرام
رکھے حضرت نے انکون فاطمہ نام

نبوت سون پنے کے پانچویں سال
ولادت کا ہوا نیز دیکہ تو حال

خدیجہ نے بشارت یون سنائے
قبیلی کے زنانکون سب بولائے

قبیلا تھا او نو کا سب تو سنکر
حدیجہ کون سمجتے تھے عقر ہار

مدد کرنے کون اتا سو نہ ایائے
سعادت دین دنیا نکی گنوائے

اتا بیان سون کہون حر کا حکایت
سو اوس شیر بہادر کا حکایت

جو حر نے شاہ کا او حال سب دیکھ
کہرا چو شاہ پر جنجال سب دیکھ

سو بہدی من ثنیا سون ہو سرفراز
دیکہو کیون راہ عقبی کا کیا ساز

ازل پر آ گیا شہ کا دلا یاد
بلاکون دیکہ کر خالو بلا یاد

ترنکہ کون تہل کر تو جا عمر پاس
کہا ای لعنتی مردود خناس

نکرہ دنیا کا دل میں دہر کو سورات | لڑیکا توں حسین ابن علی سات

چرندے سب جنگل کے ھودو کھارہی | کھڑے روتے تھے چرنا چھور سارہی

پھاڑان شور سوں پھوٹے تھے سینہ | کھڑے تھے سر سوں کر یک لک پسینہ

دریا میں کے گھران سب چھور اپنے | لگے خشکے پو آ چھلیان سپ تپنے

گیسے پر شاہ کی تھا پیاس کا غم | کیسے پر شئے ہکیے تھا ہر نیکا ماتم

دنیا میں بھر رھیا تھا شور سارا | ھوا تھا درد و غم ھر شئے پو نیارا

کھیائی کیوں امام با وفا کون | بوجھائی کیوں چراغ مصطفےٰ کون

گیا کیوں آج او سلطان عالم | بلک حضرت سوں ٹل تھا جان عالم

پریا کیوں آج آوندھا تخت شاہی | ہوا کیوں آج عالم پر تباہی

جہان میں سب قیامت کا سجا سور | لگے موجان سوں کھلبلینکوں سمدور

غبار سرخ ہو کر آشکارا | جگت پر چھا گیا تھا سب اندھارا

زمیں سب لال تھے ہور آسمان لال | منگیا ہونکیوں سب قدرت پو جنجال

فرشتے ہاتیں سے گزر آہن | کھڑے تھے ہوڑ لنے ہن کون کہنا کہیں

حالات جنگ :-

یزان طارق کا بیٹا یک عمر تھا | جدیکے فن میں خرسا بیخبر تھا

او نے اکبر کا آ تین وار کھایا | جہنم میں پدرہ کون جا میلا یا

دو جا تھا طلحہ کر طارق کا فرزند | اٹھا ملعون ھاتے سا تنو مند

جل اپنے باپ ھور بھائیکے غم سوں | ترت شہزادی پر دہایا منم کون

سو اکبر کا گیریبان حات سوں دھر | منکیا تھا کھینچکر سینے نہ مین پر

تلک اکبر نے جلالی کر ھنر سات — سٹے ملعون نکے گردن اوپر ھات
پکڑ فوت ستے ایسا مروڑ ہی — جو گردن کی رگاں ھور ھاڑ توڑ ہی
پچہیں اون زین سون نے کھچ کاڑ ہی — اوچا کر زور سون بھوئیں پر پچہاڑ ہی
دیکہت اکبر کے مردی ھور اور زور — لعینا نکے پڑیا سب دلیں نے شور

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

منکیا مصرع نے تو شمشیر کاری — تلک اکبر نے بہی شمشیر جہاری
کھرک اوا اوسکے سر میں جا لگیا سو — کٹیا کافر کمر لگ ھو گیا دو

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ادپٹ یو دو ھزاران سار یکبار — کیئے اکبر پو حملہ اکر کے ھنکار
ایدھر کون بھے کئے اکبر نے حملا — کو تیان پر جیوں کے شیر نر نے حملا

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جب اکبر یو بشارت باپ سون پائی — سو پھر خوشوقت ہو میدان پر دھائی
تلنگ بی جم مو زیا انکا سرب دل — گئی تنہا علی اکبر اوپر جل
سکان او س شیر کون درمیان میں گھیر — لگی بھیالے سنان ھور گرز و شمشیر
دندی جو دھرون چپ جہان او نو پر — ہوی شہکی نظر سون غیب اکبر

سو حلقہ کر کہ سب کفار جو ہیر — کھڑی ہی شیر خدا کی شیر کون گہر
دندی سب جوڑ کر بھاے سون بھالا — کئی چوگرد جیون سورج کون ھالا
چہڑیا شیکوں خدا وصل کا کیف — جلالت سون بچاتے تب چلے سیف
کھیں پھر پھیر بچاتے وقت تروار — انا ابن رسول اللہ ہر بار
کہ شاہد اس صدا سون قوم جاہل — کریں معلوم اپنا کورے دل

اور نعرا کھیلا عرش برین کون	ھلا تا تھا سب ارکان زمیں کون

سو حملہ کر تلنگ چودھر سون کفار	لگے کرنے بدن پر شاہ کے وار
لگی تب شہ کون زخماں تن پو ساری	او چلنے کون لگی لھو کے فواری
دیکھی نین ہاتمس ھلنے کون قوت	نکچہ تیز نہیں ھی چلنے کون قوت

اچھے اوس مرد پر نت رحمت اللہ
اچھے قاتل پو اوسکے لعنت اللہ

یہ آخر الذکر شعر ہران اشعار کے بعد آتا گیا ہے جس میں آل حسین اور اصحاب حسین کی شہادت کا حال مذکور ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے۔ روضۃ الشہدا کے یورپ میں تین نسخے ہیں ان کے مقابلہ سے واضح ہے ان میں چنداں اختلاف نہیں۔ اشعار کی تعداد حمد و نعت اور ہر مجلس میں تقریباً برابر ہے۔ البتہ بعض جزی اختلاف سہو کتابت کے پائے گئے جن کو نظر انداز کیا جاتا ہے کیونکہ یہ چنداں اہم نہیں تھے۔

یہ دکھنی روضۃ الشہدا فارسی کے اسی نام کی کتاب[۱۵] کا ترجمہ ہے جو ملا حسین الکاشفی متوفی سنہ ۹۱۰ھ کی تصنیف تھی۔ ملا حسین کی تصنیف فارسی نثر میں لکھی گئی ہے ذیل میں اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

---

[۱۵] برٹش میوزیم میں اس کے متعدد نسخے ہیں سنہ ۱۲۸۵ء میں یہ کتاب لاہور میں طبع ہوئی ہے اس کا ترجمہ ٹرکی زبان میں بھی ہوا ہے۔ (۶۸۹) ریو

فارسی روضۃ الشہدا
جنگ ہاشم بن عتبہ وقاص

درین محل ناگاہ از دست راست

امام حسین از میان بیابان سوارے بیرون

آمد بر جنگی تازی نژاد نشستہ و بر گستوان

با جلال ازین و سمینی بر رو کشیدہ نہ کی

در جہادی معرکہ چون قطرات غمام فرود

ویدی و بر مصاعد معرکہ چون دخان

بانارک ثعبان بدامن آسمان رسید نظم

برق روانکہ بر فتار خویشتن

شام بودے در جلش کہ صبح بودی در خفتن

مرکی بدین زیباے بجولان در آوردہ در

اکیش خفتان بغل جوان چہرہ مریخ درخشان

پوشیدہ د خودی اعادی چول افسر

کیوان بر سر نہادہ نیزہ چوں مار ارقم

در دست گرفتہ د کمان بلند در بازوے

ارجمند افگندہ جعبہ پر از خدنگ بر میان

بستہ و شمشیر یمانی بزہر آب دادہ حمائل

کردہ و سپر یکے واز پشت در آویختہ چون

شیر ژیان بکوشش و چوں ہزبر بیابان

دکھنی روضۃ الشہدا
ایضاً

سو ہاشم ابن عتبہ ابن او قاص

کراپنی کوہ سین تازیکون رقاص

یکایک جلد ہوکر جیون کے بالا

بیابان میں سو دہا یا کو پالا

سدا بر خود عادی تن میں بکتر

سپر جو پست پر بدر منور

حمایل کر کو شمشیر یمانی

کتف اپرال بی قوس او کیانی

بہریا تہا تیروں سون ترکش بہالی

بہی نیزا ہات میں جیوں ارد ہالی

سید سے بازوسون شہ سے آکو نکلیا

دندیان کی آکو اوسنے کون چکلیا

سنی سو اس کا آوازی جلاجل

دلیران کی لرزنے کون لگے دل

- - - - - - - - - - -

فارسی روضۃ الشہدا

بقرش در آمد و سرو پاسئے میدان بگردید۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پس روے بہ لشکر امام حسین نہادہ گفت
اسلام علیک یا ابن رسول اللہ اگرہ پسر
عمم عمر سعد با دشمنان ماست من از جان
و دل دوستان شما اہوادار دوستی شما
رالغایت وفادار است۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔سمعان حملہ کرد و نیزہ بر نیزہ یکدگر
انگلندند یہ آخر سمعان نیزہ راست کردہ
بود ہاشم پشت شمشیر بر نیزہ او زد نیزہ
از دستش بنہاد۔ و خواست کہ شمشیر
برکشید ہاشم امانش نداد شمشیر برق آثار
برق او زد تا تجانہ زین بد و نیم شد۔ آواز
تکبیر از سپاہ امام حسین علیہ السلام بر آمد۔

دکھنی روضۃ الشہدا

کہیا پھر ہون شہنشہ کے طرف کر
سلام آتا ہے چاکر کا تم اوپر
عمر بن سعد میرا ھو پسر عم
اگرچہ دشمنان کا ہے مقدم
ولی میں دل سوں تیرا ہوں ہوادار
تیرے دندیاں لرنیکوں وفادار

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سنیا یوت سمعان مقاتل
ہوا وین جاکو ہاشم سوں مقابل
سوا و سردار تھا فوج حلب کا
اتھا مغرور دنیان کی طلب کا
چلیا ہاشم نے نیزہ ایدہر سون
کھرا نبزا اسمل سمعاں اودہر سون
یکس پر چلائے تول نیزے
ہوی دونوںمیں کولا کول نیزے
کئی پس منالی تور دو نو
کھرپے نیزے سون نیزہ جور دونو

فارسی روضۃ الشہدا	دکھنی روضۃ الشہدا
	دو تو تھے تیرہ بازی میں ہنرمند دونو بھی ہات کرتے سوں رہی بند کسی پر کوئی کچہ سر بر نہ ہوے کسی کا ہات کسپر ور نہ ہوے تلک ہشمشیر نے علم کر سٹیا سمعان کی نیزے کون قلم کر ادنی بھی ہات دالیا تیغ پر دان ولی ہاشم نے کچہ فرصت دیا نہیں کیا بھی وار اسپر ہانک کر کر سٹیا وین زمین لگ دو تہان کہ کر کر جب اس خواری سون او سمعان موا ہے تبر افسوس موزبان کون ہوا ہے
اما چوں سمعان بدان خواری کشتہ شدہ برادرش نعمان بن مقاتل با ہزار مرد کہ ملازم سمعان بودند بیکبار بر ہاشم حملہ کردندہ ہاشم ذرہ نہ اندیشیدہ پیش حملہ ایشاں باز شدہ دست بازو لبکار درآوردہ دست بروے مے نمود. اگر رستم دستاں بودے	اوٹھیا سمعان کا نعمان برادر ہزار سوار لے اپنے برابر ہزار سوار مل نعمان سون یکہ بار پرے ہاشم پو کرنے شور ہنکار ولی ہاشم منی ایسا اس تہا جو سارا دل نظر میں اسکی خس تھا

فارسی روضۃ الشہدا

بچشم انصاف مشاہدہ کردے و سمند اورا
تو تیاے دیدہ ساختی اگر سام نریمان
بودے وان جنگ را بدیدی رشتہ
خدمت اورا بجاے طوق مرصع در گردن
انداختے۔ ترک خنجر وار کردون ہر دم از
چرخ برین روے میدید و گفت افرین
بر آفرین۔

راوی گوید کہ ازین چند تن سوار و
پیادہ کہ بر حضرت شاہزادہ حرب میکردند
نزدیک او نرسید یکے قدم پیش نہادہ برگرد
امام حسین نمی توانستند آمد و از ہیبت امام
حسین چشم نمی توانستند کشاد آخر عزم تیر
باران کردند۔ امام حسین از مرکب فرود آمد
تا زخمے بر اسپ نرسد کہ یادگار جد و پدر او
بود۔ لشکریان کہ اورا پیادہ دیدند دلیر شدید
آہنگ وے کردند مردے تیری بر پیشانی
آنحضرت زد۔ امام حسین آن تیر را بیرون
کشید از موضع جراہت خون مانند جوئے
آب روان شد۔ آن سرور دست مبارک

دکھنی روضۃ الشہدا

سو ہاشم ول میں اَس کہا کہا کو کرکے
لگیا شمشیر کے دینے کون پھر کے
ادک شمشیر کے پھر کیان سون اوچھر
دہران پر دہر کرتا تھا دہرا دھر
کیے حضرت نے ہاشم سے یکیلے
ہزار سوار کا ہی اسپہ ریلا

ولیکن شاہ کا او دبدبہ دیک
صلابت ہور عالی مرتبہ دیک
قدم شوخی سون آگے نار کہے کوئی
نہ انکھیان کہول کر مکہ پر دیکہے کوئی
سو ہو ناچار تب سب نابکاران
لگے کرنے کون شہ پر تیر باران
ترنگ اوپر سون اوترے شاہ شبیر
کہ تا تیزے کون ناحق نا لگے تیر
او تھا جد و پدر کے یادگاری
کلر کے کے کردں چپ اوسکے خواری
دیکہے جب کافران نے شاہزادا
ترنگ کون سٹ ہوا ہے یک پیادا

فارسی روضۃ الشہدا

بران زخم می نہاد و چون دست پُر خون شدے
بر سرور روے می مالید و می فرمود کہ
با جد خود بدین ہیات ملاقات خواہم کرد۔

دکھنی روضۃ الشہدا

دلاور ہو لگے بہانے کوں تیران
لگے شہ چپ کہرے کہانے کون تیران
پشانی پر لگیا یک تیر کاری
اوکہاڑی سو ہوا لہو وان سے جاری
بہراویں لہو یتے اوس ہات سرور
ملین اوس لہو کون لی مکہ سات سرور
رکتا یں چہرہ پر نور پیشانی
ہوا تہا جیون شفق میں سورنیانی
کہتے تہے یونچ میں اس لال مکہ سات
کرون گا جد سون اپنے جا ملاقات

مولف کیٹلاگ نے جس شعر سے "ولی شاہ" اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے ولی تخلص کے بعد شاہ کی اضافت ولایت کی طرف ہے چنانچہ شعر حسب ذیل ہے۔

ولی شاہ ولایت سون مدد منگ آتا کر مجلس ششم میں اہنگ

ولی کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک کہنہ مشق شاعر تہا جس پر مذہبیت اور تصوف کا رنگ غالب تہا یہ تصنیف شاعرانہ خصوصیات اور نکات سے خالی نہیں ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ شاعر کا پایہ اس فن میں کس قدر بلند تہا۔ واقعہ نگاری۔ جنگ کے حالات حملہ کا سما وغیرہ جس خوبی سے بیان کئے گئے ہیں وہ شاعر کی اعلیٰ قابلیت کے شاہد ہیں۔ اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں انجمن ترقی اردو۔ کتب خانہ آصفیہ کے سوا میرے پاس بہی اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

منطق الطیر (پنچھی باجہ)

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۱) ورق (۱۴۴) سائز ۹ ۱/۴ × ۷ ۱/۴ سطر (۱۱) خط نسخ۔

یہ وجدی کی مشہور تصنیف ہے جو پنچھی باجہ اور پنچھی نامہ سے موسوم ہے چونکہ انڈیا آفس کے اس نسخہ میں "منطق الطیر" لکھا ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ میں یہ اسی نام سے درج ہے۔ اس کی تاریخ کتابت ۲۶ ذی الحجہ ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :۔

"شیخ فریدالدین عطار کی مثنوی کا دکھنی منظوم ترجمہ ہے جس میں خدا کی تمثیلی طور پر حمد کی گئی ہے۔ اس کا مصنف ضعیف ہے منطق الطیر کا ذکر ریو اور ایتھے نے کیا ہے۔ اس کا دکھنی نام پنچھی باجا ہی دیا گیا ہے۔ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ کاتب محمد حسین ہے"

یہ کتاب نہ تو اسپرنگر کی کیٹلاگ میں شریک ہے اور نہ اسٹوارٹ کی ان اصحاب نے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

مصنف کے متعلق بلوم ہارٹ کو دھوکہ ہوا ہے وہ ذیل کے شعر کے لحاظ سے اس کے مصنف کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

جی موافق فہم اپنے کی ضعیف | اس کتاب خاص کا نظم شریف

مگر یہ کتاب عام طور سے مشہور ہے اس کا مصنف وجدی ہے۔ ذیل کے اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے :۔

یوں دعا مانگی ہے گرچہ شیخ اپس | بخشش وجدی کوں بھی اے فریادرس
(ص ۱۳۳)

جئی خلاصی منجکوں بہی دوزخ کی ہوئی   آسرا وجدی کوں نہیں تجہ باج کوئی

(ص۱۴۱)

اس طرح بیسوں مقامات پر وجدی نے اپنے تخلص کا اظہار کیا ہے۔
اس کی تاریخ تصنیف کے متعلق بہی اختلاف ہے مولف اردوے قدیم نے ذیل کے شعر کے لحاظ سے ۱۱۴۶ھ قرار دیا ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب   تب ہوا میزان میں کیا خاصا کتاب

چنانچہ مولف موصوف کی رائے حسب ذیل ہے۔

"پروفیسر ہاشمی نے لکہا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۲۴ھ میں اختتام کو پہنچی ہے ببلیوتہیک ڈر مارگن لینڈ شس گیشل شنافٹ میں اس کا جو نسخہ ہے اس سے ۱۱۵۰ھ میں تصنیف ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن ہم نے جس قدر قلمی نسخے دیکہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۱۴۶ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔" (ص۹۳)

کتب خانہ آصفیہ کے قلمی نسخے سے اس کا سنہ تصنیف ۱۱۵۵ھ ظاہر ہوتا ہے جہاں شعر اس طرح درج ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب   تب ہوا میزان میں کیا خاصی کتاب

بلوم ہارٹ نے ۱۱۳۱ھ اسی شعر سے نکالے ہیں جس سے مولف اردوے قدیم نے ۱۱۴۶ھ اخذ کیا ہے

ہم نے بہی اس شعر کے موافق حساب کر کے دیکہا جس سے بلوم ہارٹ کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے جو نسخہ کتب خانہ نواب صاحب کلیانی کے کتب خانہ میں ہے اس سے بہی ۱۱۳۱ھ کی تصدیق ہوتی ہے۔

وجدی کا نام وجیہہ الدین ہے بقول مولف اُردوے قدیم کرنول کے باشندے تھے۔ صوفیانہ مشرب تہا عطار کے تصنیفات سے خاص ذوق رکہتے تھے عالمگیر کے آخر دور میں موجود تھے۔

ان کی تین مثنویاں مشہور ہیں تحفہ عاشقاں جس کی تصنیف ۱۱۱۵ھ میں ہوئی ہے دوسری زیر بحث مثنوی پنچھی باچہ تیسری مثنوی جو باغ جانفزا سے موسوم ہے اس کی تصنیف ۱۱۴۵ھ میں ہوئی ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد مناجات پہر نعت اس کے بعد منقبت اس کے بعد نفس مضمون شروع ہوجاتا ہے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

ای پنچھی پیاری سخن آغاز کر — حمد سون حقکی بلند آوازہ کر
شوق سون ایسا اوچا یانک بہجیا — جسی رہی ترلوک کا عالم لو بہا
گلشن وحدت ہی تیرا آشیان — احدیت کا راز سب تجپر عیان

ای میری پیاری پنچھی جیو کی سجن — بول مِٹّی لب سون کچہ مِٹّی بچن
ای شکر گفتار را وین بات کر — بات ہر یک ہون مٹھی نا بات کر
نعت سون احمد کی کہول اپنی زبان — جئی ہی او سیمرغ قاف لامکان

تہاولی جیو فارسی میں او کلام — کم سمج سکتے ہیں اسکون خلق عام
بلکہ بعض فارسی خواتے کیئں — نعت مشکل کون سمج سکتے نہیں
گرچہ میں یو کچہ نہیں معنی شناس — کان منجے اسکو سمجہنگے تیاس
لیکن اسکو دیکہکر دل چپ نہ بول — یک بیک یون دل میں آیا کلول
جی موافق فہم اپنے کے ضعیف — اس کتاب خاصہ کا نظم شریف

قصد کر دکھنی زبان میں لیکہ آون — تا رہے دنیا میں میرا بھی ناون
پس مدد منگ شیخ کی ارواح سون — التجا کر عجز ہور الحاح سون
میں قلم جاری کیا اوراق پر — جب ہوا پورا یو نظم مختصر
ناون اسکا میں پنچھی باچا کیا — یادگاری خلق عالم پر رکھیا

خاتمہ مثنوی

اسمیں یارب میرا ہوتا ہی کام — شکر ہے جو ہوئی پنچھی باچا تمام
جب کیا تاریخ کا دل میں حساب — تب ہوا میزان من یو خاصا کتاب

بدہ توفیق یارب گنج مارا
جزاک اللہ فی دلدارین جزا

اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ انگلستان میں نہیں ہے اس لئے اختلاف ظاہر کرنے کا موقع نہیں ہے۔ البتہ شیخ عطار کی اصل فارسی منطق الطیر سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ابتدا حمد و نعت وغیرہ کو وجدی نے متروک کردیا ہے۔ قصہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں سے ترجمہ منظوم ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

عطار

مجمعی کردند مرغان جہان
انچہ دیدند آشکار و نہان
جملہ گفتند این زمان در روزگار
نیست خالی ہیچ شہر از شہریار

وجدی

ایک دن سب جگ کی پنچھی جانور
ملک بہتی جمع ہو یک ٹھار پر
شوق سون دل کی لگی مرغول نی
یک نکسیتی راز دل کا بول نے

عطـــار

چوں بود کا قلیم مارا شاہ نیست
پیش ازیں بی شاہ بودن را نیست

ہدہد آشفتہ دل در انتظار
درمیان جمع آمد بیقـــرار
علہ بود از طریقت در برش
افسـری بود از حقیقت برسرش
تیز فہمی بود او در رہ شـدہ
از بد و نیک جہاں آگہ شدہ
گفت ای مرغاں منم بی ہیچ ریب
ہم مرید حضرت و ہم پیک غیب
منم ز حضرت من خبردار آمدم
منم ز فطرت صاحب اسـرار آمدم

وجـــدی

ناگہاں باتاں میں نکلی بات یوں
جی پنکہاں میں بادشاہ کوئی نہیں ہیاں کہوں
ہی ہریک فرقی میں ہریک بادشاہ
نہیں ہمنی کوں بادشاہ سوں کیا گناہ

اسـو ضیا ہنچہی لگی کرنی سچار
بول اوٹھہ وسمین ہدہد نامدار
ای عزیزاں بات یو کرتی تہی کیا
دلمیں چپ وسواس یوں دھرنی کیا
کی پہہی اسـو ضیا غفلت منی
کفر ہی یو ملک ہور ملت منی
کفر سوں توبہ کرو توبہ کرو
بادشاہ کی ذات میں ہنک نادہرو

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ میں ایک نسخہ موجود ہے نمبر (۱۲۸۲) اور ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں بھی ہے۔ نمبر ۱۶ اسرودی

دُعائے فاطمہ (؟)

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر ۴۳/۷ ورق (۲۴) سطر (۸) خط نسخ حاشیہ پر درج ہے۔ مثنوی کا کوئی نام درج نہیں ہے اور نہ مصنف کا پتہ چلتا ہے میرے خیال میں اس کو ولی ویلوری کی تصنیف قرار دے سکتے ہیں اور نفس مضمون کے لحاظ سے دعائے فاطمہ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"ایک نامعلوم قصہ حضرت محمد کے متعلق ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ایک رات خدا کا عذاب دیکھ کر جنگل میں چلے گئے آپ کے خلفائے علیؓ۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور بی بی عائشہؓ اور فاطمہؓ وہاں گئے اور بڑی کوشش کے بعد واپس مدینہ کو لوٹے"

جن وجوہ سے اس مثنوی کو ولی کی تصنیف قرار دی جا سکتی وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) بعض اشعار میں ولی تخلص لایا گیا ہے۔ مثلاً

ولی کوئی سعادت کے گھر یار ہیں | خرابات میں روز و شب خوار ہیں

(ص ۲۴ ا)

ولی غم امت کا مشکل تمام | نہ اس غم میں رہتا عقل ہوش و فام

(ص ۱۹ ا)

اگرچہ بعض وجوہ سے اس کو "وَلے" بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(ب) زبان کے لحاظ سے یہ اسی عہد کی تصنیف ہے۔

(ج) اسلوب بیان کے لحاظ سے روضۃ الشہدا سے بہت مماثل ہے۔

ممکن ہے اس کے بعد مزید تحقیقات سے اس مثنوی کا اصل نام اور مصنف کا پتہ چل جائے۔
مثنوی میں حمد و نعت کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے جس کی صراحت اس طرح ہے۔

ایک رات آنحضرت صلعم بی بی عائشہ صدیقہ کے مکان میں استراحت فرما رہے تھے۔ جبرئیل نے وحی لائی کہ امت کو بخشا نہ جائے گا۔ یہ سنکر آنحضرت کو سخت رنج ہوا اور اسی غم میں آپ مکان سے باہر نکل کر جنگل کی جانب روانہ ہو گئے۔ بی بی عائشہ نے آپ کے اصحاب کو اس سے آگاہ کیا تمام صحابہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے، تین دن تک آپ کا کوئی پتہ نہ چلا چوتھے روز ایک بوڑھے سے آپ کا حلیہ بیان کر کے دریافت کیا گیا اس نے کہا میں نے کوئی ایسا شخص دیکھا تو نہیں۔ مگر چار دن سے جنگل کی حالت بدلی ہوئی ہے تمام درخت کے پتے خشک ہو گئے ہیں اور جنگل کے جانور نہ تو گھانس کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں ایک شخص امتی امتی کی صدا لگا رہا ہے یہ معلوم ہونے پر صحابہ جنگل کی جانب روانہ ہوئے اور ایک غار میں آنحضرت کو پایا آپ سجدہ میں ہیں اور خدا کی حضور میں التجا کرتے ہیں "اے خدا میری امت کو بخش دے" اس کے بعد ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان۔ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے مختلف طریق سے آپ سے درخواست کی کہ واپس مدینہ کو تشریف لے چلیں مگر آپ رضامند نہ ہوئے آخر صحابہ نے مشورہ کر کے حضرت فاطمہ زہرہ امام حسن اور امام حسین کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا وہ آئے اور آپ کا منشاء معلوم کیا حضرت فاطمہ نے خدا کی درگاہ میں دعا کی اس کے ساتھ ہی آنحضرت پر وحی آئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا اُمت کو بخش دیا گیا آنحضرت کو تعجب ہوا اور وجہ دریافت کی جبرئیل نے کہا خدا نے فاطمہ کی دعا قبول کی خدا ان سے شرمندہ ہے اس لئے ان کی ہر دعا کو قبول کرتا ہے کیونکہ ان کے دو نو فرزند سخت مصیبت سے شہید ہوں گے اس کے بعد آنحضرت مدینہ کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتدا مثنوی:۔

حکایت عجب یک سنو درمند | سنین تو کھیلے دل کے قفلان کے بند
سنو اس کے تئیں کان دے دل سون سب | کہتے ہیں محمد رسول عرب

گئی عائشہ کے محل ایک رات | سنتی تھے ہے خواب آرام سات
گئی تھی بند میٹھی تمام | سوتی تھی فراغت تون خیر الانام
سنتی اسو ضاحو کہ جب دل کشاد | ھوی دو پہر رات سون کچھ زیاد
سو لیسی میں جبرئیل پونچی شتاب | لی آئی خدا سون پیام عتاب
اوتھائی نبی کون ادب سون تمام | ہزاران نیازان سون کینی سلام
کھی ای رسول خدا نامدار | ھوئی آج کیون تم لی فراغت شعار

عبادت کو کیون نہیں اٹھیا رات کون | ستا کیون زیادہ ھی رات کون

سب تیری غفلت کے ایکا میاب | کرون تیری امت کون انہیں خراب
دھرون تجہ امت پر عذابان کٹھنی | جلاؤ نکا دوزخ مین رات دن

کئی مشورۃ جب صحابہ کرام | گئی فاطمہ کن گھر سب تمام
سنی فاطمہ جب ھوی بیقرار | چلی سات یاران کی حضرت کی ٹھار
لئی سات اپس قرۃ العین کون | حسن ھور حسین ھر دو سعدین کون

کئی عرض ای شاہ کامل وجود | کہا رب نے تجہ پر سلام و درود

کرم سون حکم یون کیا ای رسول | قبولی ہمین اب دعائی بتول
خلاصی دئی تیری امت کون ھم | رکھیں تیری امت کون جنت میں جم

خاتمہ :-

الہی نوازندہ تون یا غفور | دے جنت منجے تون ہزاران سون حور
جو کوئی اسکون پڑ کر منگے منج دعا | خدا دیویگا اسکون نادر جزا

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

غزلہائے عشرتی

عشرتی کی تین غزل انڈیا آفس میں موجود ہیں۔

نمبر (۱۷) بلوم ہارٹ

مثنوی ابو شحمہ کے آخر پر تین فارسی اور تین اُردو غزلیں آنحضرت صلعم اور شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی مدح میں لکھی گئی ہیں ان کا مصنف عشرتی ہے۔

عشرتی کے متعلق تمام قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں البتہ عبد الجبار ملکاپوری نے اپنے تذکرہ شعرا میں اس کا ذکر کیا ہے مگر بہت کچھ صحت طلب ہے وہ ۱۲۳۷ھ کو ان کے انتقال کا سنہ بتاتا ہے۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ مولف اردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا حال لکھا ہے اور عالمگیر کے عہد میں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ان کی مثنویاں دیپک پتنگ۔ چت لگن۔ نیہ درپن وغیرہ ہیں۔

سید محمد خاں ان کا نام تھا عالمگیرؒ نے نجابت ولیاقت کے مدنظر سرپرستی فرمائی جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ آصفی دور میں ان کی اولاد باعزت عہدوں پر سرفراز تھی۔ ان کا مزار شاہ راجو حسینی کے گنبد (حیدرآباد) میں واقع ہے۔ حال میں مولوی عبد الحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو نے ان کے متعلق تفصیل سے مضمون لکھا ہے۔ جو رسالہ اردو بابتہ جولائی ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا ہے۔

انڈیا آفس کے غزلوں کے مطلع اور مقطع یہاں درج کئے جاتے ہیں جن کو ہم نے نقل کیا تھا۔

پلپل میں جیو جان سوں قربان تم پر یا نبی   باصدق ہور ایمان سوں قربان تم پر یا نبی

تجہ کار ہے دنیا ہے تیر ان سبے باتاں سچے | آفت ستے دنیا تجے قربان تم پر یا نبی

سلکھن نام کے میران محی الدین قطب ؔبانی | کہون ہر دم توئی میران محی الدین قطب ربانی

کمینہ عشرتی یو بے دنیا نہیں اس پری جہولی | جتی مشکل ٹی تی کہو لے محی الدین قطب ؔبانی

قیامت کا کٹھن دن ہی نہی منجہ اسرا دنیا | گنہ منجہ سر پو سنگیں ہے نہی منجہ اسرا دنیا

ــــ ــــ ــــ ــــ ــــ

رہ کہیا غفا سر آکر مبارک اس قدم اوپر | دو نو نتیان سون رنجوان بہر نہی منجہ اسرا دنیا

مرثیۂ ذوقی

ذوقی کے مرثیے اڈنبرا کے مجموعہ میں موجود ہیں۔ ان کی مثنوی غوث نامہ کا حال گزر چکا ہے ذیل میں ان کے مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے مرثیے اکثر غزل نما ہیں ان کی زبان تو صاف ہے مگر اثر کم پایا جاتا ہے۔

اے شمع بزم مرتضیٰ گھر آج آتے کیوں نہین
تارہ یک ہے تم بن جہاں جلوا دکھاتے کیوں نہیں

وہ جاہل دوزخ وطن آئے ہیں بادل کے نمن
جو برق تیغ صف شکن شہ چمکاتے کیوں نہین

وہ شمع بزم مصطفیٰ یا داجل سوں گل ہوا
سب سوز دل سوں تن ہوا سدا یاران گلاتے کیوں نہین

چھوڑ دو سگل دنیا کے کام دس دن تلک اے خاص و عام
ماتم کے آتش میں مدام تن کو جلاتے کیوں نہیں

سنتے ہو تم اے مومناں شہ کی شہادت کا بیان
سب خاک و خون کے درمیان تن کو ملاتے کیوں نہیں

ذوقی تمارا ہی غلام فضل و کرم سے یا امام
اپنی زیارت کو مدام اس کوں بلاتے کیوں نہین

دیگر

شاہ ماتم تخت گردوں پر دسا ماہ محن | فوج غم نے ملک دل ویران گئے ہیں چو کوہن

تب ہزاران درد و غم سون شہربانو نے کہا | مجہ کون کس کون سونپ کر جاتے ہو اے سرورِ تن
تم بنان اے جان جانا کیون کرون میں زندگی | تم بنان کس کون کہوں ہیں یہ اپس کا دکھ کہٹی
تم بنان ہر روز مجہ سینے جنلے یک سال ہے | تم بنان ہر رات غم سون مجہ اوپر یک قرن

… … … …

گرچہ اے ذوقی ترے بے حد گناہان ہیں ولے | شکر اللہ ہیں شفیع روزِ محشر پنجتن

بعض دیگر مرثیوں کے چند شعر:۔

محرم کا پہر آیا ہے مہینا | کریگا تیغ غم سون چاک سینا
در بحر امامت ہے شہ دین | پیمبر کے انگوٹھی کا نگینا

… … … …

نگاہ مہر سون ذوقی کو دیکہلاؤ | منور روضہ بدر مدینا

دیگر

گرے جس وقت وہ سرور زمیں کربلا اوپر | ہوئی اوس وقت غم کیں قدسیان عرش علا اوپر

… … … …

تون ہے گر صدق سون ذوقی غلام آل پیغمبر
درودان بہیج بہرام شاہ دشت کربلا اوپر

دیگر

ملک سب افواج شام آہ دریغا دریغ | شہ یہ کیا احد بام اہ دریغا دریغ

… … … …

مشہ کے الم میں مدام رکہ توں زاری سوں کام
بول توں ذوقی دوام اہ دریغا دریغ

دیگر

اصغر کے جب گلو میں لگا تیر ہے دریغ
تھا بیقرار طفل وہ شبیر ہے دریغ

سلام کا نمونہ :-

شمس الضحیٰ پر سلام بولو | بدر الدجیٰ پر سلام بولو
شیر خدا پر سلام بولو | آل عبا پر سلام بولو

ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ

ذوقی کہتا ہے صبح و مسا میں
اس رہنما پر سلام بولو

"مرثیہ اشرف"

یہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ اڈنبرا یونیورسٹی کے مجموعہ میں شامل ہیں یہ تیرہ[۱۳] مرثیے ہیں جن کے (۱۴۰) شعر ہیں۔

ان کے بھی اکثر مرثیئے غزل نما ہیں۔ بعض مرثیئے نہایت لاجواب ہیں۔

باتو گئیں اصغر نہیں اب میں جھولاؤں کس کے تئیں
سونا ہوا ہے پالنا اب میں سولاؤں کس کتئیں

نہلا کے میں کپڑے پہنا اس کوں بتاتی گل بدن
وہ پھول کھا نہر میں اب میں بتاؤں کس کتئیں

سوتا تھا وہ جب نیند بھر پینے اوٹھاتی دور کون
بیدم ہے دیکھو آج وہ اب میں جگاؤں کس کتئیں

جب مسکراتا وہ بچا میں شاد ہوتی دل منے
بے جان پڑا ہے گود میں اب میں ہنساؤں کس کتئیں

جب شہ کو غمگیں دیکھتی لیجا کے دیتی گود میں
سوتا وہ کفن اوڑھ کر اب میں لیجاؤں کس کتئیں

جاتے تھے شہ جب ان منے اصغر کو میں چھاتی لگا
دکھ میں بھولاتی اس کہلا اب میں کہلاؤں کس کتئیں

کہاں ھے وہ دلی والی حیدر حسن میرا
کہاں ھے وہ حسین ابن علی صفدر شکن میرا
اگن سوں ماتم شہ کے جلا ہے بدن میرا
برنگ برق خرمن سوز دل ہے ہر سخن میرا

لگا ہے بسکہ تیر ماتم شہ دل سنے کاری
ہوس گلگشت رضوان کی کرے کیون عندلیب دل

شہید کربلائے غم ہوا ہے جگ میں من میرا
محبت کی گلی میں شاہ دین کے ہے وطن میرا

۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

کیا ہون بے بدل یو مرثیہ حب سون امامون کا
ہوا مشتاق ہر یک شاعر ملک دکہن میرا

جو کوئی ہے صدق دل سون دوستدار آل پیغمبر
اے اشرف اس کے پگ کی خاک ہے کحل مین میرا

دیگر

اس شاہ دوسرا پر بولو درود یاران
اوس جان مصطفےٰ پر فرزند مرتضیٰ پر

سلطان کربلا پر بولو درود یاران
زہرا کے دلبربا پر بولو درود یاران

۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

اس ماحی خطا پر ہر درد کے دوا پر
اشرف کے مدعا پر بولو درود یاران

مرثیہ یتیم احمد

یتیم احمد کے مرثیئے بھی اڈنبرا میں ہیں۔ احمد تخلص کے دکن میں متعدد شعرا ہوئے ہیں۔ قطب شاہی دور میں ایک احمد تھا جو وجہی کا ہمعصر تھا۔ دور مغلیہ کا یہ دوسرا احمد۔ جو برہان پور کا باشندہ تھا شمالی ہند کے تذکرے نویسین میر حسن اور قایم احمد کو گجراتی بتاتے ہیں، عمدۂ منتخبہ اور عیار الشعرا میں اس کو غلام احمد علی کے نام سے برہان پور کا باشندہ بتایا گیا ہے اسپرنگر نے بھی اسی احمد کا ذکر کیا ہے ممکن ہے ان دونو احمدوں کا وجود ہو مگر ہم جس احمد کا ذکر کرتے اور اس کے مرثیئے پیش کرتے ہیں وہ ان دونوں سے جداگانہ ہے اس کا نام یتیم احمد تھا اور یہی تخلص کرتا تھا۔

اڈنبرا میں اس کے سات مرثیئے ہیں جن کے (۱۶۰) شعر ہیں۔ ان میں سے دو مرثیئے گویا امام حسین کی مدح میں قصیدے ہیں دو میں آپ کے خاندان کی تکالیف بے سروسامانی حیرانی و پریشانی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

حیف گھائل حسین تن تیرا | جسم پر خون ہے پیرھن تیرا
توکہاں ہور کیدھر تن تیرا | کیون لہیرا ہوا سے رن تیرا

نہین ملتا بوند کس کتئیں پانی
سخت طفلان کی سرپو حیرانی

حیف اصغر نے تجکوں روہانی | جگ سون پیاسا گیا تن تیرا
تیر لگ ملہ سوں لہو جوا ہے ہے | وا مصیبت میں بال پن تیرا
اے تون دلبر حسین کے اصغر | آج روتا نہین توں ہست کر

تیر لگ حق سب اہو سون بہر
کیوں چوپی لے رہا دھن میرا

بعض دیگر مرثیئے:۔

کیون ظالمان شہ کون مار ہے ہی	یون ظلم کر بیشمار ہے ہے

دیگر

اے تون سروے روان سلام علیک	گل باغ جہان سلام علیک
شاہ کشورستان سلام علیک	قائل گمرہان سلام علیک

اے شفیع الامم امام ہدا
یو یتیم احمدا کا دردسرا

سدہوٹ کے مخطوطات

جب سلطنت مغلیہ کا شیرازۂ حکومت برہم ہوگیا تو پھر دکن میں متعدد سلطنتیں قائم ہوگئیں ان میں سب سے مقدم الذکر سلطنت آصفیہ ہے مگر چونکہ اس عہد مثیت مہد کے پہلے چند اور سلطنتیں قائم اور معدوم بھی ہوچکی ہیں اس لئے ان کے کارناموں کا ذکر اولاً کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ان میں سب سے پہلے قلعہ داران سدہوٹ کے کارنامے پیش کئے جاتے ہیں ان کی مختصر تاریخ ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔

بہلول خاں ساہو نوری عادل شاہی امیر تھا اس کی اولاد سے نبی خاں عرف مست خاں میانہ بیجاپور کے دربار کا آخری ذی عزت امیر تھا اس کے بعد علی عادل شاہ ثانی (سنہ ۱۰۶۷ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ) کے عہد میں اس کے تین لڑکے اعظم خاں۔ رحیم خاں اور کریم خاں (جو عبدالرحیم خاں اور عبدالکریم خاں سے بھی موسوم ہیں) بیجاپور سے کنارہ کشی کر کے اورنگ زیب کے ساتھ مل گئے۔ خان جہان خان کی وساطت سے دربار عالمگیری میں باریاب ہوکر منصب اور جاگیر سے سرفراز ہوئے۔ اعظم خاں اپنے حسن کارگذاری سے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور اپنے بھائی کریم خاں کو میر ساماں مقرر کیا۔ رحیم خاں نے قطب شاہی سلطنت کی راہ لی میر جملہ کے توسط سے سلطان عبداللہ قطب شاہ (سنہ ۱۰۳۵ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ) کے دربار میں باریاب ہوکر منصب سہ ہزارہ سے سربلند ہوا۔ بعض معرکوں میں داد شجاعت دیکر نام آوری حاصل کی مگر زندگی نے وفا نہ کی اس کی جگہ اس کا فرزند نیک نام خاں مامور ہوا۔ بالا گھاٹ کے معرکہ میں میر جملہ کے ساتھ رہا واپسی میں قلعہ سدہوٹ کا محاصرہ ہوا مگر نائر پالیگار نے صلح کر لی۔ اس کے بعد جب میر جملہ پایاں گھاٹ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تو نیک نام خاں کو عمدہ خدمات کے صلہ میں نہ صرف پرگنہ چٹور جاگیر میں دیا گیا بلکہ علم و نوبت اور نقارہ سے بھی سرفراز کیا گیا۔

میر جملہ کی روانگی کے بعد نیک نام خاں نے قرب و جوار کے دیگر مقامات مثلاً گنجی کوٹہ۔
بدویل۔ جمل ورک وغیرہ فتح کئے اور آخر ش ان کا صدر مقام قلعہ سدہوٹ بھی تسخیر کر لیا۔
اس کامیابی کے صلہ میں دربار قطب شاہی سے مفتوحہ ممالک سے پچاس لاکھ کی جاگیر مرحمت
ہوئی اس نے قلعہ سدہوٹ کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ قلعہ کے باہر جہاں ایام محاصرہ میں میر جملہ
کا کیمپ قائم ہوا تھا اپنے نام سے ایک شہر آباد کیا۔

اس عرصہ میں بیجاپور اور گولکنڈہ مغلیہ قلمرو میں شامل ہو چکے تھے اور دربار عالمگیری سے
داؤد خاں پنی فرزند خضر خاں پنی ذوالفقار خاں کی نیابت میں کرناٹک کا صوبہ دار مقرر ہوا۔
داؤد خاں اپنے مستقر کرناٹک کو جاتے ہوئے نیک نام آباد میں قیام کیا کیونکہ اس وقت
نیک نام خاں بیمار تھا آخرش اسی زمانہ میں اس کا انتقال ہو گیا داؤد خاں نے اس کے
بھانجے لعل خاں کو اس کا جانشین نامزد کیا۔

عالمگیر کے بعد محمد معظم اور محمد اعظم کی خانہ جنگیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں نے خاصی ترقی
کی اور محمد معظم بہادر شاہ کی رفاقت میں مردانہ وار لڑے اور مارے گئے چونکہ اعظم خاں کی
کوئی اولاد نہ تھی اس لئے عبدالنبی خاں فرزند کریم خاں کو مناصب قدیم سے سرفراز کیا گیا اس
کے بعد سدہوٹ بھی اس کی جاگیر میں شامل ہو گیا اور یہاں یہ اور اس کی اولاد کے چھ شخصوں
نے تقریباً خود مختارانہ سنہ ۱۱۱۹ھ سے سنہ ۱۱۹۱ھ تک حکمرانی کی اور تاریخ میں قلعہ داران سدہوٹ
سے موسوم ہوئے۔

عبدالنبی خاں[۵] ابن کریم خاں جو رحیم خاں کا داماد بھی تھا مغلیہ سلطنت کی جانب سے سدہوٹ

---

۵ اس کے بہادری اور شجاعت کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت عبدالنبی خاں کو اس کے
آبائی جاگیر کے لئے طلب کیا گیا تو عزیز خاں (جو نیک نام خاں کا خواص زادہ تھا) بھی دعویٰ دار بنا فیصلہ کے لئے
دونوں کو مست شیر کے سامنے چھوڑا گیا عزیز خاں تو شیر کا لقمہ بنا مگر عبدالنبی خاں نے اس کو ہلاک کر دیا۔

کا قلعہ دار بنایا گیا اپنے لواحقین اور ماتحتین کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ خاصی فوج جمع کر لی قرب و جوار کے زمینداروں (جو اس وقت پارلیگار سے موسوم تھے) پر فوج کشی کر کے اپنے علاقہ کو وسیع کر لیا نو آباد شہر کو بجائے جدید نام (ننیک نام آباد) کے اس کے قدیم نام کر پہ سے موسوم کیا یہاں جدید محل تعمیر کئے دل کشا باغ لگائے۔ علم و ہنر کی ترویج کی محمد بن رضا اس کے دربار کا شاعر تھا جس نے قصیدہ بردہ کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا۔ اپنے یادگار چار لڑکے چھوڑے ۱۱۲۷ھ میں[۱۵] انتقال کیا۔

---

۱۵ تذکرۃ البلاد والحکام کے جو تین نسخے (ایک دفتر دیوانی و مال کے کتب خانہ کا اور دوسرا میرا ذاتی اور تیسرا میرے ایک عزیز کے کتب خانہ کا) میری نظر سے گزرے ہیں ان میں عبدالغنی خاں کا سنہ انتقال ۱۱۱۸ھ لکھا ہے مگر کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خود کتب مذکور کی عبارت سے ظاہر ہے کہ عالمگیر کے انتقال کے بعد شہزادہ اعظم و معظم کی لڑائیوں میں اعظم خاں اور کریم خاں مارے گئے اور اس کے بعد عبدالغنی خاں کو جاگیر سے سرفراز کیا گیا چنانچہ اس خصوص کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"عالمگیر بعد اسیر شدن ابوالحسن قطب شاہ عرف تانا شاہ حیدر آبادی از راہ اورنگ آباد سمت احمد نگر شتافت و ہمونجا انتقال فرمود بعد او درمیان برادران یعنی محمد معظم بہادر شاہ و سلطان محمد اعظم ابنائے عالمگیر در سواد سر آخر حد دکن جنگ واقع گردید۔ اعظم خاں میانہ و کریم خاں پیش ازیں ذکر شان بر سبیل اجمال رفت، دراں وقت امرائے ذوی الاقتدار شدہ بودند پیش قبل از دہے خاص بہادر شاہ با سپاہ خصمش در آویختہ ہنگامہ روز کشا کش برپا ساختہ مردان دار کشتہ شدند و نسیم فتح و نصرت بر پرچم رایات بہادر شاہی وزیدن گرفت و محمد اعظم سلطان بہترم و اسیر گردید تا شاہ ظفر مسند جانبازی و دلاوری خوانین مقتول پسندیدہ فرمود کہ کسی را از واماندگان اعظم خاں حاضر سازید کہ اولا ولد بود

اس نے چار لڑکے چھوڑے یعنی عبدالمحمد خان۔ عبدالحمید خاں۔ محسن خاں۔ حسینی میاں ان کے منجملہ اولذکر تینوں نے یکے بعد دیگرے یہاں حکومت کی۔

عبدالمحمد اگرچہ نابینا تھا مگر باپ کے بعد جانشین ہوا بھائیوں نے اطاعت کی۔ چونکہ عقل و دانش میں دیدہ بصیرت رکھتا تھا خویش و بیگانہ کو تالیف قلوب سے گرویدہ کرلیا۔ اسی زمانہ میں جب کہ داؤد خاں برہان پور میں قتل ہوگیا تو خان جہان خاں نے سید عرب خاں کو کرناٹک کی طرف انتظام کے لئے روانہ کیا۔ عبدالمحمد خان نے اول تو دوستی ظاہر کی مگر جب کرپہ کے قریب پہونچ گیا تو اپنے بھائی عبدالحمید خاں کے تحت ایک لشکر لڑائی کے لئے روانہ کیا مگر کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو خود ایک ہزار آہن پوشش سواروں کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا اور عرب خاں پر فتح پائی اس کو قتل کر دیا اس طرح مغلیہ لشکر پہ فتح یاب ہوکر کامیاب ہوا اس کے بعد چنیل درک کے زمینداروں پر فوج کشی کی اور کامیاب ہوا۔

جب نظام الملک آصفجاہ صوبہ دار دکن ہوکر اورنگ آباد آئے تو آپ کے حسب الطلب

گذشتہ سے پیوستہ: ”علی مردان خان سپہ سالار عبدالغنی خاں بن کریم خاں را کہ برادرزادش بود حاضر کردہ از عہدہ سفارشہا بر آمد شاہ موصوف عبدالغنی خاں را اول خلعت ماتم بعد از آن خلعت جاگیر و شمشیر و تسلی ظاہر و باطن عطا فرمودہ در و بست پرگنہ چنور و سلمبر و غیرہ جاگیر دادہ رخصت فرمود“

اس عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ عبدالغنی خاں کو جاگیر وغیرہ عالمگیر کے بعد یعنی ۱۱۱۸ھ کے بعد مرحمت ہوئی اس لئے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ عبدالنبی خان کا انتقال ۱۱۰۰ھ میں ہوا۔ میرے خیال میں صحیح سنہ ۱۱۲۷ھ ہے۔

دربار آصفی میں حاضر ہوا۔ شکر کہرہ[۵۱] کی لڑائی میں آپ کی جانب سے شریک ہوا بہادری دکھائی سرخ رو ہوکر مورد عنایت آصفی ہوا۔ آپ کے حیدرآباد روانہ ہونے پر اپنے مستقر کی جانب روانہ ہوا اور اس کے بعد مرہٹوں کی جنگ میں بھی ساتھ رہا ۱۱۳۷ھ[۵۲] میں انتقال کیا۔

عبدالمجید خاں کی جگہ اس کا بھائی عبدالحمید خاں مسند نشین ہوا۔ اصفجاہ کی اطاعت اختیار کی چند روز تک شریک رزم بزم ہوا جس وقت آصف جاہ اور آپ کے فرزند ناصر جنگ میں جنگ ہوئی تو عبدالحمید خاں نے ناصر جنگ کا ساتھ دیا جنگ ختم ہونے پر آصف جاہ نے چشم پوشی

---

۵۱ شکر کھرہ کی لڑائی محرم ۱۱۳۷ھ میں آصف جاہ اول اور مبارز خان میں ہوئی تھی اولذکر فتحیاب ہو کر دکن کے خود مختار حکمراں ہوئے۔ (تزک آصفیہ صفحہ ۴۸ حدیقۃ العالم صفحہ ۱۳۶ تاریخ رشیدالدین خانی صفحہ ۱۴۱-۲۴)

۵۲ عبدالنبی خاں کے سنہ انتقال کی طرح عبدالمجید خاں کے سنہ انتقال کو بھی تذکرۃ البلاد میں ۱۱۳۶ھ غلط لکھا گیا ہے۔ تاریخ مذکور سے اس امر کی پوری صراحت ہوتی ہے کہ عبدالمجید خاں آصفجاہ کے رفاقت میں جنگ شکر کہرہ میں شریک تھا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"چوں نظام الملک آصفجاہ بنظامت ششش صوبہ دکن مقرر شدہ بہ
اورنگ آباد رسید خاں مسطور حضور طلب شد و چندے ہمراہش بود در
جنگ شکر کہرہ کوشش نمایاں بعمل آوردہ خصم را از پا درآوردہ مورد الطاف و
اعطاف ناظم دکن گشت"

اور تاریخوں سے یہ امر مسلمہ ہے کہ جنگ شکر کہرہ ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے عبدالمجید خان کا انتقال ۱۱۳۷ھ میں فرض کرنا چاہیئے نہ کہ ۱۱۳۶ھ میں۔

اسی طرح کتاب مذکور کا بیان اس کے اٹھائیس[۲۸] سالہ حکومت کے متعلق صحیح نہیں ہوسکتا بلکہ دس سال صحیح ہوسکتا ہے۔

کی بلکہ ۱۱۵۷ھ میں جب پائین گھاٹ کے بندوبست کے لئے روانہ ہوئے تو اس کو عنایات خسروانہ اور عطایا بیش قیمت سے سرفراز فرمایا۔ ہنٹر نگر (ارکاٹ) کے واپسی پر عبدالحمید خاں نے رخصت چاہی اور اپنے مستقر کو واپس ہوا یہاں چند روزہ قیام کے بعد ۱۱۵۹ھ میں انتقال کیا۔

اس کے عہد میں شہر سدہوٹ کو خاصی ترقی ہوئی نئی نئی عمارتیں بنیں باغات لگے علم و ہنر کی سرپرستی کی گئی نہ صرف قلعہ دار بلکہ اُمرا کو بھی اس کا شوق تھا خاندان قلعہ دار بھی اس کا شائق تھا۔ محمد حیدر ابن جعفر اسی عہد کا مشہور شاعر ہے جس نے ابن نشاطی کی پھول بن کا اضافہ کیا۔

عبدالحمید خاں کے انتقال پر اس کا بھائی محسن خاں مسند نشین ہوا۔ فرانسیسیوں سے جو پہلے ہی میں تھے مدد لیکر زمینداران جڑلہ وغیرہ پر فوج کشی کی کامیاب ہوا پھر بگین پلی کا رخ کیا مگر وہاں کے قلعہ دار میر غلام علی خاں عرف کلو نے شکست دی دوبارہ اپنے بھانجے عبدالمجید خاں کے سرکردگی میں پیش قدمی کی فرنچ فوج بھی ہمراہ تھی بگین پلی فتح ہوا قلعہ دار نے پیشکش اور نذرانہ قبول کیا۔

۱۱۶۱ھ میں جب آصفجاہ کا انتقال ہوا اور ناصر جنگ دکن کے حکمراں ہوئے تو ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ ماموں کے مقابلہ میں سلطنت کے دعوی دار بنے چندا صاحب دعوی دار سلطنت ارکاٹ اور فرانسیسیوں نے ان کا ساتھ دیا محسن خاں اول تو ناطرف دار رہا مگر اس کے بعد ناصر جنگ کی حمایت میں مجید خاں اور اپنے لڑکے کریم خاں کے تحت ایک زبردست فوج روانہ کی۔ مگر اثنار راہ میں بگاڑ ہوگئی ناصر جنگ شہید ہوگئے۔ ہدایت محی الدین خاں فرانسیسیوں کی مدد سے سریر آرائے سلطنت ہوکر حیدرآباد کی جانب روانہ ہوئے مگر رائچوٹی کے مقام پر فرانسیسیوں اور افغانوں میں پھر بگاڑ ہوگئی گویا خانہ جنگی برپا ہوئی۔ ہدایت محی الدین خاں مارے گئے محسن خاں اونٹ پر سوار ہوکر فرار ہوگیا صلابت جنگ دکن کے

حکمراں بنے۔ اور محسن خاں اپنے مستقر میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

چونکہ محسن خاں نے ملازمین کی تنخواہیں کم کردی تھیں اس لئے امرا بددل ہوکر اس کو مقید کردیئے اور عبدالحمید کے فرزند عبدالمجید خاں کو مسند نشین کیا۔ مجید خاں نے اول تو قلمرو آصفی پر بھی تاخت کا ارادہ کیا مگر پھر مطیع ہوگیا آصفجاہ نے اس کو عبدالغنی خاں کے خطاب سے سربلند کیا اور جاگیر بھی عنایت فرمائی۔ اس نے پالیکاران بالاگھاٹ سے لڑکر کھٹ کمبز۔ پنکنور۔ مدن پلی وغیرہ مقامات فتح کئے اس کے بعد بلونت راؤ مرہٹہ نے سدھوٹ پر فوجکشی کی۔ ایک موقع پر مرہٹوں نے مجید خاں کے ہمشیرہ کے بدرقہ پر چھاپہ مارا۔ اس واقع سے مطلع ہوکر مجید خاں برافروختہ ہوا اور ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھ روانہ ہوا نکلنے کے پہلے اس نے اس امر کا اعلان کردیا تھا جو شخص مرنے کے لئے تیار ہے وہی ساتھ ہو اور جس کو جان پیاری ہے وہ ساتھ نہ آئے۔ مرہٹوں کے مقابل مجید خاں کی فوج کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ بریں ہم بڑے معرکہ کارن پڑا۔ صدہا آدمی طرفین کے قتل ہوئے آخر خود عبدالمجید خاں بھی بڑی جوانمردی اور بہادری کے بعد قتل ہوگیا۔ لاش سدھوٹ لائی گئی اور باپ کے پہلو میں دفن کی گئی۔

اس کے زمانہ میں بھی دکھنی شعر و شاعری کا رواج تھا۔

ولی ویلوری اسی کے دربار کا شاعر تھا جس نے اس کے عہد میں اپنی مشہور مثنوی رتن و پدم تصنیف کی۔ غالباً ولی کا یہ زمانہ اس کی ضعیفی کا ہوگا کیونکہ اس کی پہلی مثنوی روضۃ الشہدا سنہ ۱۱۳۰ھ میں مرتب ہوئی ہے اگر اس وقت اس کی عمر تیس سال تصور کی جائے تو اس عہد میں وہ ساٹھ سال کا بوڑھا تھا۔

عبدالمجید خاں کے بعد محسن خاں دوبارہ قلعہ دار بنا اس عرصہ میں پالیکاران رائے درگ وغیرہ مقامات پر قابض ہوگئے تھے فرانسیسی فوج کی ماہوار کئی ماہ سے ادا نہیں ہوئی تھی جس کے باعث وہ جنگ پر آمادہ ہوگئے سرور خاں ابن عبدالنبی خاں نے ان کا ساتھ دیا۔

مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی تنخواہ ادا کر دی گئی۔ فتنہ فرو ہوا۔ چند سال بعد پالیگاروں سے وصولی پیشکش کے لئے روانہ ہوا مگر اثنائے راہ میں پیمانہ عمر لبریز ہو گیا۔ لاش سدہوٹ میں سپرد خاک کی گئی۔

محسن خاں کی کوئی اولاد زندہ نہیں تھی عبدالمجید خاں کا بڑا لڑکا عبدالحلیم خاں جانشین ہوا۔ سلطنت آصفیہ کی جانب سے فوجداری بالا گھاٹ اور قلعہ داری سدہوٹ وغیرہ کی سند مرحمت ہوئی جاگیر بھی ملی۔ سرور خاں دعوی دار رہا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد پالیگاروں سے مقابلہ ہوئے۔ پھر حیدر علی والی میسور نے حملے شروع کئے آخرش ۱۱۹۱ھ میں قلعہ سدہوٹ فتح کر لیا عبدالحلیم خاں کو متعلقین کے ساتھ گرفتار کر کے گنجام کے قلعہ میں مقید کیا گیا اور حیدر علی کی جانب سے علی رضا خاں سدہوٹ کا قلعہ دار بنایا گیا۔

عبدالحلیم خاں کے داماد سید محمد نے فوج فراہم کی اور انگریزوں سے جو مچھلی بندر میں تھے امداد لے کر ۱۱۹۷ھ میں سدہوٹ کو واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا حیدرآباد فرار ہو کر آیا یہاں چند دن کے بعد انتقال کیا۔

اس طرح سدہوٹ ۱۱۹۱ھ میں قلمرو میسور میں شامل ہو گیا مگر ۱۲۰۷ھ میں آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علیخاں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا پھر چند سال بعد ۱۲۱۵ھ میں انگریزی فوج کی تنخواہ کے لئے دیدیا گیا اور اب تک کڑپہ اور سدہوٹ برٹش انڈیا میں شامل اور صوبہ مدراس کے تحت ایک ڈسٹرکٹ ہے۔[۵۱]

---

[۵۱] سدہوٹ کے تاریخی حالات حسب ذیل مخطوطوں وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

(۱) تذکرۃ البلاد والحکام مولف حسن علی ولد سید عبدالقادر کرمانی مرتبہ ۱۲۲۵ھ

(۲) نشان حیدری مولف ایضاً مرتبہ ۱۲۱۷ھ

(۳) حدیقۃ العالم مولف میر عالم (۴) تاریخ رشید الدین خان مولف غلام امام خاں۔

(۵) سوانح دکن مولف منعم خاں

(۶) کاغذات دفتر دیوانی ۱۱۸۰ھ

اس تفصیل سے واضح ہوسکتا ہے کہ ان قلعہ داروں کی پوری مدت جدال و قتال میں بسر ہوئی شروع سے آخر تک میدان جنگ سے فرصت نہیں ملی ان کو اتنا موقع نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی سے کسی علمی کام میں مصروف ہوتے اور علم و ہنر کی ترویج کی جانب متوجہ ہوتے باوجود ان تمام امور کے جب ہم اردو ادبیات میں ان کے کارہائے نمایاں دیکھتے ہیں تو ہم کو ان کی علمی قدر دانی اور علمی سرپرستی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ باوجود اپنی جنگی مصروفیت کے انہوں نے بہت کچھ کیا اردو کی ترقی میں انہوں نے جو حصہ لیا اس کی پوری تفصیل اسلئے ناممکن ہے کہ زمانہ کے دست بُرد سے تصنیفات معدوم ہو چکے ہیں۔ شعراء اور مصنفین کے نام پوشیدہ ہو چکے ہیں۔ ان کے کارنامے گوشۂ گمنامی میں پنہاں ہیں مگر جو کچھ بھی ہے اس امر کے لئے کافی ہے کہ ان کے سرپرستوں کے ناموں کو زندہ رکھے اور تاریخ اردو میں ان کو مناسب جگہ دی جائے۔ اب یہاں ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں۔

ترجمہ قصیدہ بردہ

اس کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۳۲) ورق (۵۰) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت: "قصیدہ بردہ عربی نظم کا دکھنی ترجمہ مصنف سید محمد۔ اصل عربی نظم سیاہی سے اور اس کے نیچے سرخی میں ترجمہ ہوا ہے"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے جیسا کہ بلوم ہارٹ نے ظاہر کیا ہے اس کا مصنف سید محمد ہے اس کی تائید دیباچہ کی نظم سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مختصر نوٹ فارسی نثر میں مرقوم ہے اس سے بھی مصنف کے نام کا پتہ چلتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"شروع قصیدہ بردہ با شرح دکھنی کہ احقر العباد سراپا اتحاد سید محمد
کہ راہ و داد ازقدم سداد ثابت است ایں لولوئے آبدار از بحر افکار
بساحل اظہار آوردہ بر رشتۂ انتظام منسلک کرد تا بزیور قبول خاص و
عام موصول گشتہ زینت عرائس طبائع شود"

شاعر کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبد النبی خاں کے عہد کا شاعر تھا اور نہ صرف شاعر بلکہ باکمال عالم تھا۔ عبد النبی خاں کے بچوں کا استاد تھا اور اتالیقی کے فرائض بھی بجا لاتا تھا۔

زیر بحث نظم میں ابتداً (۲۹) شعر بطور دیباچہ ہیں۔ اس کے بعد اصل اشعار شروع ہوتے ہیں نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد حق کا کر اول تو صفحہ دل پہ رقم | نام پاک اوس پاک کا ہے زینت لوح و قلم

ہے سورج ہور چاند اوس کے صنع پر عادل گواہ ۔۔۔ پھر گویا ہی ستارے صفحۂ محضر یو کہم
شکر اوس کا کب ادا ہو وے کا ہم سوں حب کیا ۔۔۔ مصطفےٰ نبی جہرباں کوں ہم اوپر ہے جم

اوس ولی دو جہان کے کنج کا گنجینہ دار ۔۔۔ واقف راز نہاں ہور مشفق صاحب رحم
در دریائے سیادت شاہ عبداللہ ہے ۔۔۔ پادشاہ ملک دل کا جان اوسکو بے وہم
خاک راہ اوس شاہ کے درگاہ عالیجاہ کا ۔۔۔ ہور یقین دل سوں اوس کا ہے غلام سید رم
خادم آل محمد یو محمد بن رضا ۔۔۔ رحمت باری تعالیٰ اوس پو ہوے ہر دم مسدم

جس کئے نصف روشن دل محمد موصلی ۔۔۔ قدوہ اہل عرب مشہور در ملک عجم
شیخ اوس کے تئیں کئے ہیں فارسی میں خوش کلام ۔۔۔ مولوی جامی کہ جس کا دل اتھا جیون جام جم
لیک اوس کے نکتہ کوں پانے نی عاجز ہی تمام ۔۔۔ کیوں کہ کوزہ میں کہی ہیں لیا اواب ہفت یم
اوس بدل یو خوشہ چیں خرمن اہل کلام ۔۔۔ شرح دکھنی سوں کیا صفحہ اوپر سرین رقم

نمونہ ترجمہ در اشعار

اولاً عربی شعر لکھتا ہے اس کے بعد اس کا ترجمہ شعر میں کیا ہے اور یہ سرخی سے لکھا گیا ہے

ملاحظہ ہو:۔

ای محب کر یاد توں ہمسایہ شہر سلم ۔۔۔ چاک کے انجواں سوں ملا جاری کیا لہو دم بدم
یا چلی ہی باد خوش بو کاظمہ کے شہر تھی ۔۔۔ یا چمک بجلی کے دیکھا رات از کوہ اظلم
کیا ہوا تجہ چشم کوں جو بس کہی تو روئیں زیاد ۔۔۔ کیا ہوا تجہ دل کوں جو کہیں ہوش پا تو ہو ہی نادم
چاہی عاشق کر چھپاوے عشق تو چھپتا نہیں ۔۔۔ دل چلیا جب آگ سوں ہو چاک اچھیں کے غم سوں نم
عشق میں تو اشک نیں پڑتے نشان یار دیکہ ۔۔۔ یاد کر کوہ و شجر کیوں چشم ہو ئیں بیخواب جم

خاتمہ:۔

ہوتوں راضی ای خدابوبکر ہور فاروق سوں | ہور عثمان ہور علی سوں جو تھا صاحب کرم
آل ہور اصحاب ہور سب تابعین سوں جو اتھے | صاحب تقویٰ وصافی ہور تمکیں ے کرم
شاخ جہاں ان کے ہلائے جب تلک باد صبا | خوش کرینگا ونٹ کتیں سا یاں کہ کر تنعم

بخش یارب توں گنہ قاری کے ہور شارح کے سب
بخش سامع ہور کاتب تئیں توں اے صاحب کرم

کتاب کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"تمام شد شرح قصیدہ بردہ بموجب امر واجب الاذعان لا ایقات
خورشید اوج سخاو مہتاب برج صفا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کریم این کریم ابن الکبریم است | گل باغ نواب عبدالرحیم است
در بحر نواب عبدالنبی خان | سخی با کرم ھم جود و احسان

"امیر امرائے عظیم الشان یعنی نواب عبدالحمید خان سلمہ الرحمان۔۔۔۔۔۔۔۔۔
یکے از ایشان فدوی صمیم فقیر خوان قدیم الراجی الی رحمت الیہ الصمد اقل
خلق اللہ سید محمد"

کتاب کے آخر فورٹ ولیم کالج کی مہر ہے۔ اس میں انگریزی الفاظ ہیں بلکہ اردو اور کوئی اور
دیسی زبان الفاظ درج ہیں۔
اسی جلد میں ایک اور فارسی رسالہ شعب الایمان بھی شامل ہے جو صاحبزادہ عبدالحمید خاں
کے لئے لکھا گیا ہے۔

اضافہ پھول بن

یہ کوئی علیحدہ مخطوطہ نہیں ہے بلکہ ابن نشاطی کے پھول بن ہی میں اضافہ کیا گیا ہے اسلئے
اسی مخطوطہ کا نمبر درج کیا جاتا ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۰۳) سائز ۱۳ × ۸ ½ ورق (۱۳۳) خط نسخ

انڈیا آفس کا یہ نسخہ قلعہ داران سدہوٹ کے لئے ہی مرتب ہوا ہے اگرچہ کسی قسم کی
کوئی تحریر درج نہیں ہے مگر مخطوطے کے مطلا رکام اور بہترین تصاویر سے اس امر کا بخوبی
پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی صاحب دولت کے لئے تیار ہوا ہے۔

کیٹلاگ میں اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے اور ہو کس طرح جب کہ آج تک
کسی نے بھی اس پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

محمد حیدر جو اس اضافہ کا مصنف ہے اس کے متعلق خارجی معلومات بہت کم ہیں اصل
مخطوطہ سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں اس کی صراحت کی جاتی ہے۔

محمد حیدر نام اور تخلص بھی یہی کرتا تھا محمد جعفر کا لڑکا ہے ابن نشاطی کی طرح یہ بھی خود کو
ابن جعفر سے موسوم کرتا تھا سدہوٹ کے قلعہ داروں کے پاس اس کا خاص رسوخ تھا
بلکہ گمان غالب ہے کہ عبدالحمید خاں کے دربار کا شاعر تھا کریم خاں ابن محسن خاں ابن عبدالنبی خاں
کی فرمائش سے تقریباً تین سو شعر پھول بن کے آخر میں اضافہ کئے گئے۔ اس کے متعلق
اس نے صراحت کی ہے کہ کریم خاں کو قصے سننے کا بہت شوق تھا جب اس نے پھول بن
کے قصہ کو سنا اور ہمایوں فال اور سنبر کی شادی کے حالات نہ پائے تو اس امر کی خواہش
کی اس کی تکمیل کی جائے اور ابن جعفر کو حکم دیا کہ وہ اس کو مرتب کرے۔

اس اضافہ شدہ اشعار میں شادی کے حالات رسومات کی تفصیل کے ساتھ صراحت ہے۔

ابن جعفر قصہ میں بیان کرتا ہے۔ کہ سنمبر اور ہمایون شاہزادہ جب اوس
ملک میں (؟) قیام کئے تو شاہ عجم نے اپنے وزیر کے ہاتھہ نامہ روانہ
کیا وزیر قطع منازل کرتا ہوا ہمایوں شاہ کے پاس پہونچا اور نامہ پیش کیا
ہمایون شاہ سنمبر کے ساتھہ عجم کو روانہ ہوا بادشاہ ملک عجم نے نہایت
تپاک سے ان کا استقبال کیا اور دونوں کی شادی کا انتظام ہوا۔
اول تو کاری گروں کے ہاتھہ محلسرائیں قصر تیار ہوئے جو روم وشام
کے وضع کے تھے پھر امیروں اور بادشاہوں کو دعوت نامے روانہ کئے
گئے سب جمع ہوئے اس کے بعد شادی ہوئی (اس نے اس وقت
کے تمام رسوم ہلدی مہندی شب گشت وغیرہ کا ذکر ہے) اور تفصیل
کے ساتھہ عقد خوانی محفل رقص ضیافت، کھانوں کی تفصیل۔ پھر سامان
جہیز کا مفصل ذکر ہوا ہے۔

ابن جعفر کے کلام سے اس زمانہ کے مسلمانوں کی شادی بیاہ کے متعلق جو جو رسم ورواج
تھے۔ ان کا حال معلوم ہوتا ہے کھانوں کے نام نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ جہیز
کے سامان میں زیورات اور کپڑوں کی صراحت ہوتی ہے، بہرحال اس سے اس وقت
کے تمدن اور معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ اضافہ ابن نشاطی کے ذیل کے شعر کے بعد شروع ہوتا ہے۔

عدالت کا رکھ اپنی سیس پر تاج   فراغت سوں سدا کرتا رہا راج

ابتدائی شعر یہ ہیں۔

محمد حیدر جعفر زبان کھول   نچھل دریا سوں دل کے ڈر بچن رول
سنمبر ہور ہماوں شاہزادہ   سکونت جب کنی اس ملک میں آ

دنوں آئے سو خوش خبری سنیا جد | اِدک شاہ عجم شا داں ہوا تد
رواں کر یوں محبت سات خامہ | لکھیا تب یوں دنوں کوں شاہ نامہ

چند دیگر مقامات سے ابن جعفر کے کلام کا نمونہ پیش ہے۔

وزیر کوں بھوت لشکر دیکہ سنگات | روانہ تب کیا نامہ بھی دی ہات
وزیر آس شاہ کن سنے تب وداع ہو | چلیا ہے جلد شہزادی طرف دو
ہر یک منزل مراحل قطع کرتا | ہر یک جنگل و بستی سوں گذرتا
کتی دن راہ چل کر اس موضع سوں | و شہزادی کی آ پونچیا شہر کوں
سو شہزادی کو نامہ شہہ کا دیتا | زبانی بھی سکل اظہار کیتا

شب شہ گشت آئی جلوہ کر ہو | نتھی شب بلکہ رشک روز تھی وو
فلک پر آکہ شاہ روم تا شام | کیا جاری سکل اطراف احکام
کیا مغرب میں بھر کر نیکوں شاہے | چڑیا تخت فلک پر بدر لاہے
ہوا روپوش جب وو شاہ گل رنگ | بھریا سب حکمتی آتشکر زنگ

متھائی بھوت خوش بادام کے کر | جلیے بیاں ہور سموسی بھیے رکھی بھر
متھائے میں تھی موصوفے بھوت خوب | اتھا بادام کا حلوہ بھی محبوب
ترنجی ہور نارنجی مربا | رکھے پیٹھی کا ہور بھی آم کا لیا
اتھی انگور انجیر و اناران | پھنس ہور آم خربوزی بھی تھی داں
اتھی تربوز ہور شہ توت مرغوب | ہر یک میوہ اتھا ٹیکتے یک خوب

جیداں فارغ ہوی سبکوں دھلا ہات | عطر دانیاں بھی لائی یاں خوش دھات

گلاب و عطر کل سبکوں دیئے پان | اوک صدیان کتین سب سوں دئی مان
تذان خلعت کتی لائی هیں نادر | اتهی خلعت یکستی نیک فاخر
دئی ہر یک کون اس کا مرتبا دیک | نہیں باقی رهیا مجلس کوئی نیک

رسم سب تیل کا بهی کر کہ تیار | چلے عارس طرف سون نوشو کی دربار
نقاری نوبتان هور دبدبی سات | لجا پونچای نوشو کے گهر کون خوشی هات
بهوت دن یو نچ تهی شادی دو طرفا | وهان کهاتے تهی کهانا لوک سب آ
اتهی مجلس محلیں یو نچ دن رات | کهلے گلشن منی جیون کل خوشی سات
رسم هلدی بری هور جهیز کی جب | بجا لائی اوک ترتیب سوں سب

قصہ کے ابتدا اور ختم پر جن اشعار سے مصنف وغیرہ کے متعلق حالات واضح ہوتے ہیں وہ بهی ملاحظہ ہوں۔

صفت ان بزرکان کی بیشتر هیں | ولیکن یان کیا هوں مختصر میں
مردان کا امیر نامور هی | شجاعت هور سخاوت میں نشر هے
بهوت آتی هیں وان شہری شہر کے | سدا جاتے ہیں بے کچ مال زر لے
سکل آفاقمیں وو یون هی مشہور | هی جیوں مشہور کهنکی اوج پر سور
اهی قانونیر دو بزرکان کی | هی ظاہر سب امیران میں جہانکی
نواب عبد النبی خاں کا هی فرزند | نواب عبد الرحیم کا وو هی دلبند
کرم کی بحر کا رخشان کہر هے | نوا بهلول خاں کا وو جگر هی
نواب عبد الحمید هی نام اسکا | عدل انصاف سے جم کام اسکا
هوا آفات سب ملکی ملک میں | رکهیا حق اسکتین امن و امان سیں

.... مزید (۱۲) شعر اس کی تعریف میں ہیں۔

اس کے بعد

قلعہ سد بہوت کیر انکون مکان ہے
مکان اسکے نمن جگمین کھان ہے

قلعہ بہی کوئی نیں ثانی ہی اسکون
ندی لائی ہی سد اسکی چر نسون

اس کے بعد قلعہ اور شہر کی تعریف میں اشعار ہیں اور پہر محل کے آرام اور آسائش کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھتا ہے۔

بو جین استاد کا حق جان و دل سات
انو کی فرزندان کا بہی اسی دھات

کریم صاحب اہے اس نیک کا نام
اہی جیون نام ان کا نیک نام

کریم انکون دیا ہے نام بہی نیک
دیا ہی اس موافق کام بہی نیک

چندر ہی پارسائی کی گگن کی
اہے وو مشتری عصمت کے کھن کی

اچہی قصیان ستی انکوں ادک ذوق
کھانیان سون اچھی دن رات لے شوق

قصی کون پہول بن کے وو سنی جب
بچاری یون اپس دل میں انو تب

حکایت ہے سنبر کے بہوت خوب
سکل اسکا بیان ہے بہوت محبوب

دلی نہیں بیہاؤ کا مذکور ہے کچ
نہ ہلدی تیل کا دستور ہی کچ

کچ یک شمہ سخن کا مج منی پائی
سو یون اس بہاؤ کا مج حکم فرمائی

کرو کچ ذکر اسکی بہاؤ کا اب
لکھاوین یو قصا تصویر سون سب

کری جب حکم سون یوں مج سرفراز
حکم پر میں کیا کنج سخن باز

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

سخن گرچہ نہ تہا کھنی کے لائق
ہیں شاعر جگ مین یکسون نیک فائق

نہ رکہ خام سخن کا نمک صور نام
لکھیا دو حرف جیون تیون پختہ و خام

گر اس مین عیب چن تے جاوگے تم
تو پچتا لفظ یک نہ پاوگے تم

سراپا شعر ہے کچا سراسر | رکھو معذور فضل و کرم کر
کرو سکتے ہو گر اصلاح کوشی | وگر نہیں تو کرو تم عیب پوشی
ختم کر ابن جعفر گوش تون دہر | اتنا ابن نشاطی کے بچن پر

اگرچہ صفحہ (۳۹۹) شعر ۸ سے خیال ہوتا ہے کہ ابن جعفر کا ممدوح کوئی عورت ہے مگر ہم نے اس کے متعلق تحقیق کرلی ہے دراصل اس کا ممدوح کریم خاں ابن محسن خاں ابن عبد النبی خاں ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس مخطوطہ کا کوئی اور نسخہ نہیں ہے اس لئے مقابلہ وغیرہ کا کوئی موقعہ نہیں ہے۔

میسور کے مخطوطات

اب ہم حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے عہد کے مخطوطات کو پیش کرتے ہیں، مگر اس کے پہلے مختصراً ان کے تاریخ کی صراحت ضروری ہے۔

حیدر علی عرب النسل تھا اس کے آبا و اجداد ہندوستان آئے سپاہ گری کو اپنا پیشہ قرار دیا عادل شاہی سلطنت میں ملازمت اختیار کی۔ بیجاپور کے آخری دور میں اس خاندان کے تین بھائی محمد فتح اللہ، غلام حیدر۔ اور غلام علی بیجاپور سے نکل کر کولار پہونچے۔ محمد فتح اللہ نے دلیر خاں "نواب سرپنچی" کی ملازمت اختیار کی غلام حیدر نے "مدگیر" کے راجہ بلراج کی اور غلام علی نے بالاپور میں ملازمتیں پیدا کیں۔

فتح اللہ ملازمت ہی کے سلسلہ میں "چینل ورگ" کے معرکہ میں مارا گیا۔ اس کے دو لڑکے شہباز صاحب اور حیدر صاحب اپنے چچا غلام حیدر کے پاس چلے آئے اور ان کے مرنے پر بلراج کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد راجہ بنگلور نے حیدر صاحب کو اپنے ملازمت میں لے لیا۔ جہاں اس نے کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ اپنی بہادری اور دلاوری سے راجہ کا تقرب حاصل کر لیا اور حیدر نایک کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کی اسی دلاوری اور شجاعت نے میسور کے راجہ کے دل میں گھر کر لی اور اس نے حیدر علی کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ یہاں حیدر نائک حیدر علی سے مخاطب ہوا اپنے زور بازو سے ترقی کرتے ہوئے فوج کی سپہ سالاری حاصل کر لی اور راجہ کے لاولد فوت ہونے پر میسور کا والی بن گیا۔

حیدر علی نے اپنے زمانہ میں کامیابی سے حکمرانی کی اپنی سلطنت کو وسیع کر لیا۔ ۱۱۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

حیدر علی کا جانشین اس قابل فرزند ٹیپو سلطان ہوا مگر گردش زمانہ نے اس کا ساتھ نہ دیا اپنے باپ کے نقش قدم پر شجاعت اور جوانمردی کے ساتھ ۱۲۱۳ھ میں شہادت پائی۔ اس کے شہادت پر ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا[1]۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی عہد حکومت کا بڑا حصہ لڑائی اور جھگڑے میں بسر ہوا ایک طرف مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا تو دوسری طرف انگریزوں سے معرکے ہوتے رہتے ٹیپو سلطان کے زمانہ میں تو تین زبردست حکومتوں سے وقت واحد میں معرکے ہوئے آخر اس کا خاتمہ ہو گیا اس طرح ان کو اتنا وقت نہیں ملا کہ اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ علم و ہنر کی ترویج میں کوشاں ہوتے مگر یہ امر حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے بہت کچھ کیا خصوصاً اردو پر اپنا احسان چھوڑ گئے۔

جس وقت ان کی سلطنت کا آغاز ہوا اگرچہ اس زمانہ میں دکھنی زبان عام طور سے مروّج تھی اور دکہنی ادب کا بہت کچھ مواد موجود تھا نظم و نثر کی کتابیں تھیں مگر پھر بھی فارسی کو امتیاز حاصل تھا علما ر وقت عموماً فارسی میں اپنے تالیفات کرتے تھے اس طرح گویا اردو کی ترقی کے ذرائع بند تھے ٹیپو سلطان نے اردو کی سرپرستی کر کے اس کو ترقی دی اور اپنی خاص نگرانی میں کئی ایک کتابیں لکھوائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانسیسی اور انگریز ہندوستانی فوج کو اپنی اپنی زبان میں فوجی قواعد او رضوابط کی تعلیم دیا کرتے اور آئین جنگ سکھاتے تھے اور یہ قواعد داں فوج ہر طرح غیر قواعد داں فوج پر سبقت رکھتی اور بوقت مقابلہ ان سے بازی لے جاتی تھی ٹیپو سلطان نے فوج کی تعلیم او رتربیت اور فنون حرب کے لئے یورپین قواعد کی خوبی معلوم کی اور اسکو اردو زبان میں منتقل کر دیا اور فوج کو ان ہی کی زبان دکہنی میں فنون جنگ کی تعلیم دیجانے

---

[1] ماخوذ از حیدر نامہ و نشان حیدری۔

لگی۔ فوجی اصطلاحات۔ طریقۂ معرکہ آرائی۔ قلعہ پر دھاوا۔ فوج کی ترتیب ان کی تنظیم وغیرہ کے متعلق ایک کتاب ترتیب دی گئی جس میں تفصیل کے ساتھ ہر ایک امر کی صراحت کی گئی اس کا نام فتح المجاہدین رکھا گیا۔

ٹیپو سلطان کا یہ ایک کارنامہ ہی اُردو زبان کے محسنوں کی فہرست میں اس کا نام شامل کرنے کے لئے کافی ہے مگر یہی ایک کتاب اس کی یادگار نہیں بلکہ دیگر تصانیف بھی ہوئے ہیں۔

یہاں یہ تو مقصود نہیں ہے کہ ٹیپو سلطان کے اُردو کے کارنامے بتائے جائیں بلکہ یورپ کے موجودہ مخطوطوں کی صراحت مقصود ہے لہذا ان کی تفصیل کی جاتی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حیدر نامہ (۲) فتح نامہ ٹیپو سلطان

(۳) خلاصہ سلطان (۴) مفرح القلوب

(۵) ریاض العارفین

حیدر نامہ

اس کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک انڈیا آفس میں اور دوسرا برٹش میوزیم میں۔ انڈیا آفس نمبر بلوم ہارٹ (۲۴۸) ورق ۱۰۰ سائز ۷ ۳/۴ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

برٹش میوزیم (۷۶۰۱ ـ اڈیشنل) ورق (۱۱۵) سائز ۸ ۳/۴ × ۵ ۳/۴ سطر (۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :۔

"حیدر نامہ یعنی حیدر علی خاں راجہ میسور کے تاریخی حالات سترہ باب میں منقسم ہیں کتاب کی ابتدا ء کرشنا راجہ (۱۷۱۳ تا ۱۷۳۱ء) کے حالات سے شروع ہوکر حیدر علی کے انتقال پر (جو ارکاٹ میں ۱۷۸۲ء میں ہوئی) ختم ہوتی ہے"

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگوں میں یہ کتاب شامل نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات اس مخطوطہ اور خارجی ذرائع سے معلوم نہیں ہوئے۔

انڈیا آفس کا نسخہ حیدر علی کے انتقال پر ختم ہوجاتا ہے مگر برٹش میوزیم کے نسخہ میں مزید حالات کا اضافہ ہے جس میں ٹیپو سلطان کی شہادت تک حالات بیان کئے گئے ہیں اس میں بتایا گیا ہے کہ حیدر علی کے پہلے میسور کے راج کی کیا حالت تھی وہاں کے راجہ کے پاس کس قدر ملک تھا اور سلطنت کی کیا حالت تھی۔ اس کے بعد حیدر علی کے خاندانی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ کس طرح میسور کے راجہ کے یہاں ملازم ہوا اور کس طرح داد شجاعت دے کر ترقی کی۔ ان ہی حالات کے سلسلہ میں ناصر جنگ اور ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ کی باہمی لڑائی ناصر جنگ کی شہادت چندا صاحب کا عروج پانا وغیرہ امور کی صراحت ہے۔ اس کے بعد راجہ میسور کا مرہٹوں سے جنگ کرنا اور حیدر علی کا

عروج پانا اور پھر اس کا میسور کی حکومت میں مختار کل بن کر ملک کا انتظام کرنا اس کے حسن انتظام سے تمام رعایا خصوصاً ہندوؤں کا خوش و خرّم رہنا مذکور ہے۔ اس کے بعد حیدر علی کے فتوحات کا ذکر ہے پھر مرہٹوں اور حیدر علی کے جنگ کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد حیدر علی کے دیگر معرکوں یعنی صلابت جنگ سے لڑائی۔ ابراہیم خاں دہونسے سے جنگ عبدالحلیم خاں سے کڑپہ سدہوٹ فتح کرنے کے حالات مذکور ہیں۔ ان فتوحات کے بعد حیدر علی ارکاٹ کے فتح کے ارادہ سے روانہ ہوتا ہے فرانسیسیوں سے امداد طلب کرکے انگریز جنرل کوٹ سے برسر پیکار ہوا مگر اسی معرکہ میں علالت کے باعث اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ایک چوبدار ابو محمد نے کمال عقلمندی سے حیدر علی کی موت کو پوشیدہ رکھ کر ٹیپو سلطان کو جو وہاں نہیں تھا خبر دی اس کے آنے کے بعد حیدر علی کے مرنے کی خبر ظاہر کی گئی۔ ان واقعات کے بعد ٹیپو سلطان کے حالات شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کے تولد یا تعلیم وغیرہ کے حالات نہیں ہیں بلکہ اس کی مسند نشینی کا بیان شروع ہوتا ہے۔

مسند نشینی کے بعد ٹیپو سلطان نے ادہونی کے قلعہ کو فتح کیا یہاں مرہٹوں اور آصف جاہ ثانی سے مقابلہ ہوا پھر انگریزوں سے مقابلے شروع ہوئے "ستی منگل" کی جنگ کے بعد صلح ہوگئی قلعہ منگلور انگریزوں کو دیا گیا۔ پھر انگریزوں سے دوسری جنگ ہوئی اور نندی ورگ پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا اس کے بعد پھر صلح ہوئی۔ ٹیپو سلطان اپنے بچوں کو انگریزوں کے حوالہ کیا۔ اس کے بعد ٹیپو سلطان فرانسیسوں سے امداد طلب کیا۔ سلطان روم اور قندہار کو اپنے سفراء روانہ کئے جس کے باعث تیسری مرتبہ انگریزوں سے جنگ ہوئی اور ٹیپو سلطان شہید ہوئے۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

ابتداء۔ "کشن راج مہاراج تخت سرینگ پٹن کا ملک میسور پر مختار تھا۔ اور

دوسرے پالیگر اور راجوں سے یہ عمدہ اور مشہور تھا۔ پالیگران کے کتنے
ایک فرمان بردار سرداران ہر سال پیشکش روانہ کرتے تھے۔"

"جب بزرگان نواب حیدر علی خاں بہادر کے ملک عرب سے بیجاپور کو
آئے اور کتنے ایک دن پیچھے بادشاہ بیجاپور کے سرکار میں نوکر ہوئے
لیکن اس وقت یہ عمدہ اور معتبر سردار تھے اور ان کی تابعداری میں
بہت لوگ تھے۔ اس باعث اطراف کے ملکوں پر نام آوری اور بزرگی
سے مشہور تھے اور یہ آپس میں تین بھائی تھے یعنی محمد فتح اللہ۔ غلام حیدر۔
اور غلام علی۔ بڑے جوان مرد عقل مند تھے اپنی دانائی و باہوشی کے سبب
سے بادشاہ کے دربار میں بہت مرتبہ و بزرگی پیدا کئے اور کئی برس تک
اسی طرح اپنے اپنے کام پر مشغول و سرگرم تھے۔"

"نواب ناصر جنگ فقط ہدایت محی الدین خاں کو لے جانے پائیں گھاٹ
تشریف لائے تھے اور ان کو دوسرے کسی کام کی خواہش نہیں تھی۔
چنانچہ ارکاٹ سے دو تین بار ہدایت محی الدین خاں کو بلا بھیجے تھے
تو وہ نہیں آیا اسی واسطے نواب خفا ہو کر جنگ کرنے کے لئے ارکاٹ
سے کوچ کئے اس وقت فرانسیسی کا لشکر کنجی پر اترا تھا......
ان دنوں وہاں ایسا برسات شروع ہوا کہ پینتیس روز تک
رات دن میں آدھی گھڑی کی فرصت نہیں ہوتی تھی اس باعث
سے ناصر جنگ کا لشکر حد سے زیادہ حیران پریشان ہوا اور
اطراف سے رسد آنا بھی موقوف ہو گیا لشکر میں اناج کی گرانی
اس قدر ہوئی کہ روپیے کو آدھا سیر چانول کا آٹا بکتا تھا اور تھوڑے
روز تو یوں بھی نہ مل سکا۔"

خاتمہ :—

”شاہ باش و مرحبا ہے دولت انگریز پر کہ بہت لوگ بالاگھاٹ
کے خوشی و خورمی سے بے فکر اپنی اپنی گذر اوقات کرتے اور
دعا دیتے ہیں۔ تمت تمام شد کار من نظام شد

اس کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا

فتح نامۂ ٹیپو سلطان

یا

(اضراب سلطانی)

اس کتاب کے دو نام ہیں جس کی عنوان میں صراحت کی گئی ہے اس مثنوی کے دو نسخے لندن میں ہیں ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے اور دوسرا رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۴۵) ورق (۴۴) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

سوسائٹی نمبر (۵) ورق (۸۶) سائز ۶ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نستعلیق

کاتب اسد اللہ۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"دکھنی نظم میں ٹیپو سلطان والی میسور اور مرہٹوں کی لڑائی کا بیان کیا گیا ہے جو ۱۷۸۵ء میں ہوئی تھی اس کا مصنف ایک شخص متخلص طرب ہے۔ جو واقعات اس میں بیان کئے گئے ہیں ان کا مختصر خلاصہ تاریخ مرہٹہ مصنفہ ڈف میں موجود ہے۔ مگر یہ بیان تمام تر مرہٹوں کے خلاف نفرت و حقارت سے مملو ہے۔ ٹیپو سلطان کے غلط اور بے بنیاد دعوے حملہ بیجاپور کے نسبت جو سبب مصنف نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرہٹوں اور مغلوں کی متحدہ ارادہ کو جو ٹیپو کو اس کی حکومت سے بے دخل کرنا چاہتا تھا اس کے خلاف تھا، وہ دغابازانہ

طریقہ جس کی بدولت سلطان نے نرگنڈ کو فتح کیا اوس کو مصنف
نے کافروں کے مقابلہ میں ایک بہاری فتح شمار کیا ہے یہ کتاب
بلا تاریخ سلطان کے زمانہ حیات میں لکھی گئی ہے۔"

طرب کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ اصل مخطوطہ سے کچھ حالات
منکشف نہیں ہوتے مگر کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں جس کا مواد فیلن نے دیا تھا حسب
ذیل صراحت کی ہے۔

"حسین علی۔ اس مصنف نے ایک تاریخ نظم میں فتوحات ٹیپو کے کارناموں پر
تھی لکھی ہے اور اس میں لڑائی نظام علی خاں اور مرہٹہ وغیرہ کی بھی
صراحت ہے اس کا نام فتح نامہ ہے۔ اس کی ایک جلد سرکار کمپنی
کے کتب خانہ میں ہے۔"[۲۱۲]

اس کے سوا کوئی اور معلومات نہیں ہوئے۔

نفس مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

مغلیہ فوج اور مرہٹہ بالاجی پنڈت ہری پنڈت اور اس کے لڑکے کی سرکردگی میں
سرنگاپٹن کی جانب پیش قدمی کی جب ٹیپو سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی تو نہایت خوشی
کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں کئی قلعہ فتح کئے۔ سلطان کی آمد سے
بالاجی فرار ہو کر پونہ میں پوشیدہ ہو گیا۔ ٹیپو نے اس کا تعاقب کیا ادہونی کے نواب نے قلعہ
چھوڑ کر حیدرآباد میں پناہ لی۔ ٹیپو نے ادہونی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد دریائے تنگ بھدرا
پار کیا یہاں مرہٹہ فوج نے سلطان پر شب خون حملہ کیا مگر اس کے باوجود شکست پائی۔
کچھ عرصہ کے بعد پھر دریائے کرشنا پر جمع ہوئے ٹیپو آگے بڑھ کر قلعہ بہادر بنڈہ پر قبضہ
کر لیا اہل قلعہ کی امداد کے لئے غنیم کی فوج آئی مگر شکست کھائی۔ اور ادھر دریائے کرشنا
والی فوج میں پلیگ نمودار ہوا جس کے باعث کثیر آدمی طعمہ اجل ہو گئے۔ ٹیپو اس سے

مطلع ہوکر آگے بڑھا آخر مرہٹوں نے صلح کی درخواست کی۔ سلطان اپنی جانب سے بدرالزماں خاں بہادر اور محمد رضا کو صلح کے لئے روانہ کیا بعد صلح ٹیپو سلطان مظفر و منصور اپنے دارالحکومت کو واپس ہوا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ کے بعد پہلا عنوان ہے۔

(۱) "داستان آمدن مراتھہ و مغل از عزم جنگ براد ہونے وغیرہ برطبق اجمال نوشتہ شد"

عجائب سنو دوستان داستان
کہ جسکی بیان میں ہی قاصر زبان

مراتھہ مغل فوج سب جمع کر
خوشی سات سلطان کے سن بد خبر

کئے سب نے یوں شرط سوگند بات
لیویں ملک جلدی سوں اب ہاتی ہات

سبہی مال و ملک و دیار و حصار
دو نو مل لیویں بانٹ ہی یہ قرار

حجام للی راستہ ہو لکر
پھر بالاجی پندت سک بد سیر

ہری پندت لپر کئے فاجرہ
لے سکات افواج سب باکرہ

منازل کوں طے کرکے جلد و شتاب
چلے آئی لے جنگ دیں و رباب

---

(۲) داستان آمدن فوج کفار برائے دیدن لشکر سلطان و ذکر شبخون وغیرہ و ہزیمت خوردن اہل ضلال از فوج اسلام برطبق اجمال نوشتہ شد۔

شب خون:۔

ہو لاچار یکرات شبخون کر
گئے ان کے لشکر کوں زیر و زبر

شہابان و کوحوں کا ہوکر ہجوم
برپا چو طرف انکی لشکر میں دہوم

کہر با وقت ایسا قیامت مگر
ہوسے گویا قائم زمانے اوپر

انکھیاں مل اوٹھی نیند سے تمام
لگی ڈر کو کہنے ارمی رام رام

بلا کان سوں آئی ہے یہ ناگہان — کہ گویا پڑیا ٹوٹ کر آسمان
یہ گولے شہابان و گولیا کا مار — ہی بارش غضب کا کہر ٹہار ٹہار
یہ کہہ کر لگی کانپنے کر ہان — زن و مرد و اطفال و پیر و جوان

غرض نفسی نفسی کا تہا وہ مقام — قیامت کیے تہی رات گویا تمام
ہوئی صبح جب شاہ خاور زمیں — نکل سب کے پردے سوں سب رام وچین

شہابان و بندوق جہٹنے لگی — غضب کے پتاقون سنے بتہنے لگی
ہو دین جب شہابان نے چل کر تمام — نکل اس سے گولے کرہی اپنا کام
تہکہ میں ہر یک کے کہس کس شہاب — ادک روز ستے گزر کر شتاب

صبح ہوتی پو سلطان بطش کمان — گئے حکم یورش بر اہل ضلال
برزان میں توپان کنے آپ جا — نشانہ اوپر خوب اول بنجہا
اپس ہات سون داغ توپان کتین — جہنم میں بہجے بہوت مشرکین
قضا را نظر جا پڑی کس اوپر — کہریا تہا جو قہار ہی پوسد کون لبر
پچہانے اسے دیکہہ سلطان دین — قلعدار بیشک بہی ستے یقین

یہ کہکر بہرا توپ جلدی کے سات — پلانے کون اس سک کون آب ممات
بنجہا خوب اسکون گئے توپ سر — فلک آور ملک اور قضا و قدر
کہا یک نے تحسین و یک مرحبا — کہا آفرین یک و یک جندا
سر اوسکا گیا اور شتابی کے سات — جہنم میں ملنے کون یاران ستکات

یہان سون بہی سلطان نے لشکر سکل
چلی انکی پوچی میں کرنے خلل

مقابل ہو لشکر سون انکی شتاب
لگے مارنے چو طرف سون شہاب

بہے توپان و بندوق چلنے لگے
عدو ر کر بہاران تے ہلنے لگے

تہیکہ میں یکیک کے گولہ شہاب
لگیا لگنے توت سون کہس کہس شتاب

کہیے انکی والر کے اسفل کہیے
کہیے انکی مادر کے باطن دہیے

کیئے بہاگ بے لومریان مار کر
اوسی طرح سون راستہ ہو لکر

لکہا تون نے کر مختصر یہ بیان
وگرنہ بہوت طول تہا داستان

کیا مختصر سو اپنا کچہ ہوا
اگر سب وہ کہتا تنجا نو میں کہا

خاتمہ :-

جو دیکہے سنجہا کریں طرب
کہے سمجے پڑھے کذب و لہو و لعب

تو اب رہ دعا بیچ ہر صبح و شام
بجز اسکے دوسرا نہیں تجکون کام

الہی ہے جب لگ مہ و افتاب
بہوین رکہہ تون سلطان کون باآب و تاب

مظفر و منصور بر مشرکین
بحشمت و اعزاز تا روز امین

اس مثنوی کی ترتیب خود سلطان کے حکم سے ہوئی چنانچہ رائل ایشیاٹک والے نسخہ میں مرقوم ہے۔

"کتاب اضراب سلطانی در ذکر جنگ مرہٹہ و نظام علی بطریق اجمال
حسب الارشاد وجہاں پناہ ٹیپو سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ"

یورپ کے دونوں نسخوں میں کوئی اختلاف پایا گیا نہیں جزئی اختلاف کو سہو کتابت پر محمول کر کے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ کسی فارسی سے ماخوذ نہیں ہے۔ اس لئے مقابلہ کا بھی موقع نہیں ہے۔

خلاصہ سلطانی (احکام النساء)

یہ دونو نام ایک ہی مخطوطہ کے ہیں اس کے دو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

بلوم ہارٹ نمبر (۱۶) ورق (۸۶) سائز ۸ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۲) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ نمبر (۱۷) ورق (۳۳) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کا خلاصہ :۔ "دکھنی زبان میں مسلمانوں کے فقہی مسائل ہیں مصنفہ قاضی غلام احمد۔ اس کتاب کے دو حصہ ہیں قسم اول میں اعتقاد کا بیان اور دوم میں احکام شریعت کا حال مذکور ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کے دور حکمرانی میں (۱۷۸۲ء - ۱۷۹۹ء) مرتب ہوئی ہے قاضی صاحب دو اور کتابوں کے مصنف ہیں زاد المجاھدین اور جواہر القرآن یہ دونوں کتابیں برٹش میوزیم میں نمبرات (۲۶۲۱) و (۲۷۰۹) پر موجود ہیں مصنف نے اپنے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے مثنوی اول حمد سے شروع ہوئی ہے"

کریم الدین نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

"قاضی غلام احمد مصنف ایک کتاب اُردو احکام النساء کا اس کی دو جلد آج تک سوسائٹی میں موجود ہیں۔ ۴۸۰"

قاضی غلام احمد صاحب اپنے وقت کے جیّد عالم و فاضل تھے ٹیپو سلطان نے ان کو دار السلطنت سرنگ پٹن کی قضائیت پر ممتاز کیا تھا۔ تصنیف و تالیف کا شوق تھا اکثر تصنیفات فارسی میں مرتب کیں جن میں دو کا اوپر ذکر ہوا شاعر بھی تھے۔ زیر بحث کتاب دکھنی نثر میں لکھی ہے۔ افسوس ہے کہ قاضی صاحب کا سنہ ولادت اور انتقال معلوم نہیں ہوا۔

کتاب میں اول حمد و نعت نثر میں ہے اس کے بعد ٹیپو سلطان کی تعریف کی گئی ہے اسی

سلسلہ میں ایک غزل بہی درج کی گئی ہے۔

ادشہ کہ جنکی فتح جہان میں ہیں آشکار — تیغ انکی دشمنان کے یوسرکوں کرے شکار

روشن کئے ہیں دین کوں توڑے ہیں کفر کون — کفار انکے عصر میں ہیں ذیل و خوار

ہیبت سوں انکے شاہ فرنگوں کا دل جگر — ٹپکے ہیں جیوں کی شیشہ سین یاقوت خام کا

فیاض جنکے ہات سین ہے ابر بہی خجل — او قطرہ بخشی آب کا یو در کرے نثار

شاہ جہان ہے اوٹیپو سلطان دین کے
عالم کوں انکے فیض سوں راحت ہے بے شمار

اصل کتاب دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اعتقاد اور شریعت۔ پہر ان کا بیان فصلوں میں ہوا ہے بعض فصلوں کی صراحت حسب ذیل ہے۔

وضو۔ غسل۔ نماز۔ حیض۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نکاح۔ رضاع۔ نفقہ۔ آداب شوہر حقوق مرد ہر عورت پر۔ حقوق عورت ہر مرد پر۔ طلاق۔ ایلار۔ قربانی۔ ذبح۔ حلال حرام وغیرہ

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"کہتا ہے کہ کتب معتبر میں لکہی ہیں کہ جو کوئی مسلمان ہور مسلمانی کہ احکام سنین ضروریات دین کی نماز کی روزہ کی حیض کے نفاس کے واقف نہ ہوی۔ نماز اوس کی درست نہیں ہی اور نکاح ان کا جائز نہیں ہے کہا نا ہور پانی ان کی ہات کا روا نہیں ہی بلکہ امام ابو حفص بخاری کہتا ہے کہ کافر ہوتا ہے۔ نعوذ و باللہ منہا۔

افضل امامت کوں پادشاہ ہے اگر حاضر نہوی تو قاضی ہی اگر حاضر نہوی تو امام ہی اگر حاضر نہ ہو تو والی میت کا ہی اگر اذن سوں ولی کے غیر امامت کیا تو جائز ہے۔

مریض کہ زیادتی سے مرض کے درتا ہی اسکی تین افطار کرنا روا ہی مسافر کے تین جائز

ہی کے سفر میں افطار کرہی اما اگر سفر میں محنت نہ ہوی تو روزہ رکہنا مستحب ہے۔ اگر
مسافر اس سفر میں موا یا مریض اس مرض میں موا فدیہ اس روزان کا کہ اس سفر میں یا
اس مرض میں افطار کیا تہا دینا واجب نہیں۔

اول مہر ہی مرد کے ذمہ پر ادا کرنا اس کا فرض ہے اگر دنیا میں نا دیوینگا تو آخرت میں
پکڑی جاوینگا۔ دویم نفقہ دینا عورت کون مرد کے اوپر واجب ہے دونو کے حال موافق۔
سوم کپڑا دینا عورت کون دہوپ کالے میں اور ٹہنڈ کالے میں اسکی حال موافق۔
چہارم صحبت کرنا عورت کے سات فرض ہے چاہئی کہ چار روز سے زیادہ درمیانی
نا چہوڑے۔"

مفرح القلوب

اس کے نو نسخے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں۔

نمبر (۲۳۳۴) ورق (۱۸۵) سائز ۷ ۱/۸ × ۵ ۳/۴ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

نمبر (۲۳۴۴) تا (۲۴۱۴) بلوم ہارٹ۔

کیٹلاگ کا خلاصہ: "میسور کی موسیقی کے متعلق ایک رسالہ ہے جس میں سُر اور تال وغیرہ کی وضاحت فارسی اور ہندوستانی میں کی گئی ہے مصنف حسن علی عزت ہے یہ کتاب ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کے پہلے سال شروع لکھی گئی (۱۱۹۶ھ ۱۷۸۲ء) اور دو سال میں مختتم ہوئی ہے۔"

کتاب کے ابتدا میں ایک طویل دیباچہ فارسی میں درج ہے۔ اس دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف عباد اللہ ہے نہ کہ حسن علی عزت۔ آخر پر تاریخ تصنیف ۱۱۹۹ھ بھی مرقوم ہے۔

مصنف کے متعلق ہمارے کوئی معلومات نہیں ہیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹیپو سلطان کا مصاحب تھا۔ اور موسیقی سے کافی دستگاہ رکھتا تھا اور شاعر بھی تھا۔

کتاب کیوں لکھی گئی اور اس میں کن امور کا ذکر ہے خود مصنف نے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

"چوں حضرت سلطان از تمامی بند و بست امورات مملکت و نظم و نسق جزو کل شہر و کشور و سلطنت فراغت یافتہ قلم تنسیخ بر کہنہ جرائد آں شعبدہ بازہ کشیدہ خواستند کہ کتابے در علم موسیقی کہ مشتمل بر عیش و عشرت و متضمن نغمات و فنون آں کہ مبنی بر مسرت و بہجت

باشد چنانکہ دین و دنیا و جسم و جان لازم و ملزوم اند ہمچناں حرب و
ضرب کہ ہر یک با دیگرے حکم جزو لاینفک دارد چوں تدابیر حرب
در کتاب مذکور قلمی گشتہ باقی تفصیل ضرب بود بنا بر علیہ متوجہ ایں معنی
شدہ بطرز تازہ ترکیب شائستہ و آراستہ قوانین زیبا و پیراستہ
در قید قلم فرمودہ مسمی بکتاب مفرح القلوب نمودند و مطابق لون
شمس کہ شہنشاہ ثوابت و سیارگان ست نام نغمہائے شش گانہ
و سی اصول آنہا و دوازدہ ضرب و نشنیدہ وغیرہ کہ بہ تفصیل در نظم ذکر آں
خواہد شد۔"

کتاب میں عنوانات ہیں اور ہر عنوان میں عموماً اول فارسی اور اس کے بعد اردو غزل لکھی گئی
ہے۔ اس کو ریختہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے چند عنوانات حسب ذیل ہیں۔

ریختہ اول در ذکر طرز سلطانی
ریختہ دوم در ذکر طرز سروسہی
ریختہ سوم در ذکر طرز سروش
ریختہ چہارم در ذکر طرز سرو بازنی
ریختہ پنجم در ذکر طرز سبزداری۔

اس کے بعد اس پانچ طرز کے ضمن میں تیس غزلیں دی گئی ہیں اور پھر مزید نغموں کی
صراحت ہے۔ غرضکہ اس کتاب سے موسیقی کے اقسام اور اس کے قواعد و ضوابط پر
کافی روشنی پڑتی ہے۔ نمونہ کلام :-

ریختہ اول

کلہ خان کرتا ہوں سلطانی کا اب تم سوں بیان | ہی عجب کیچ طرز اسکا طرفہ تر ہی داستان
خوش شکل آواز خوب رو ہو تیج نازک گلبدن | مہ لقا یک زن اچھی غنچہ دہن خندہ لبان

کرکی برہین وہ لباس کارچوبی سفید — زیور الماس گوہر ہین ہو غمز زبان
تخت پر استادہو کاتے دسی وہ شکل خوب — دست چپ کون رکہہ کر بناز سون خون مہوشان
بہی ادا ابتلا دی سبد بہات سون او ماہرو — روبرو اسکی رہی فوارہ اور تا ہر زمان
پانچ کلرو دو سے ستکار و آرایس کو کر — دست بستہ ہے کہری رہین کردمہ چون اخزان

ریختہ سوم درذکر طرز عشاق پسندی۔

ہی عشاق پسندی کا نادر بیان — زن خوش لقا قدمین سرو روان
بہی کر سبز پوشاک تن کے اوپر — زمرد کی زیور سی وہ جان جان
مکلل سراپا کر اپنی کی تین — کناری پہ جا نہر کی شادمان
کہری رہی بنا شکل کانی کی سب — بہی طوطے پران جور اور طائران
اورین سر پو اسکی بہوت شوق سے — جون معشوق پر ہوین فدا عاشقان
پنہان کہول کر مار بہی تین چار — رہین روبرو اسکی جون بیدلان
کہری رہین بنپت مست و مدہوش ہو — کف اپنی دہان بیچ لا ہر زمان

کتاب فارسی اشعار پر ختم ہوئی ہے۔

خاتمہ۔

بیان وصف کلاتش چہ می تواند کرد — کہ رشک جنت و رضوانست عندلیب ملک
ز رسم خطہ شاہزادہ وزر جشن شہ — زمین تماشہ کہہ جن و انس شد بیشک

ان تو نسخوں کے منجملہ بعض خاص ٹیپو سلطان کے کتب خانہ سے تعلق رکہتے ہیں. کتاب پر ٹیپو سلطان کی دستخط بہی ہے۔

ریاض العارفین

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۶۵۰۰ اورنٹیل) ورق (۱۰۹) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۱۱) خط نسخ ناقص اول

یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے اس لئے اس کا کیٹیلاگ مرتب نہیں ہوا مولوی محمد اسحاق

اس کے مصنف ہیں سنہ ۱۲۱۲ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔

اس میں اخلاقی گیارہ باب قائم کئے ہیں ہر ایک باب میں اولیاء و علماء اور سلف صالحین کے قصے اپنے بیان کی تائید میں پیش کئے ہیں ابتدا میں ایک دیباچہ بھی ہے اس کو کسی فارسی کتاب سے دکھنی میں منظوم کیا گیا ہے اس امر کی صراحت خود مصنف نے کردی ہے کتاب سات مہینہ میں ختم ہوئی ہے۔ یہ مثنوی طبع ہو چکی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

فارسی سے تھی نثر یہ آشکار | ہیں کیا اس کو نظم سے زیب دار
فارسی کی بحر کی سیپی اندر | تھے چھپے یہ بے بہا لعل و گہر
میں نہنگ قلزم اخلاص ہو | فارسی کے بحر کا غواص ہو
لایا باہر لعل و گوہر بحر سے | رکھ دیا بازار دکھنی میں اسے

ارکاٹ کے مخطوطات

اب ہم کرناٹک (ارکاٹ) کے دکھنی مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے پیشتر وہاں کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

جنوبی ہند کا جنوبی حصہ کرناٹک سے موسوم ہے اور ساحل کارومنڈ کہلاتا ہے۔ جنوبی ہند کی تاریخ آرین تاریخ سے پرانی ہے یہاں کی دراوید قوم اس وقت ہی مہذب اور متمدن حکمراں تھی جب آریوں نے اس سرزمین پر قدم رکھا تھا ان کی یادگاریں آج تک باقی ہیں جن سے ان کے تمدن و تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ کہا جاتا ہے زامورن (سامری) قوم ہی ساحل جنوب سے عرق میں جا کر بسی اور اسیریا و بابل کے تمدن کی وہی بنا ہے علیٰ ہذالقیاس ملیبار سے ہی مصری تمدن کی بنا قایم ہوئی۔

جنوبی ہند پر سب سے پہلا اسلامی لشکر وہ ہے جس نے علاءالدین خلجی کی سپہ سالاری میں دیوگڈھ (دولت آباد) میں قدم رکھا۔ پھر اس کے سپہ سالار ملک کافور نے حملے شروع کئے سنہ ۱۳۱۱ء میں کافور کا تیسرا حملہ ہے جو کرناٹک پر ہوا اسلامی لشکر کنڑے علاقہ پر سے گذرتا ہوا سینٹ بندر امیشور (راس کماری) تک جا پہونچا مسجد علائی کی تعمیر ہوئی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اس کے صدیوں پیشتر مالک بن دینار وغیرہ کی مسجدیں یہاں موجود تھیں اور سواحل ہند کارومنڈل وحدہٗ لاشریک کی صدا سے گونج رہا تھا یہ واقعہ نفس الامر ہے کہ اسلام براہ مغرب فوجی تزک و احتشام کے ساتھ ہند میں قدم رکھنے اور آخری نقطۂ ہند (راس کماری) پر پہونچنے سے صدیوں پیشتر پرامن ذریعہ سے جہازوں کے راستہ سے سواحل ہند پر مستقل طور پر اپنا گھر بنا چکا تھا وہ عرب تاجر اور مبلغ تھے جنہوں نے لازوال روحانی اثر سواحل ہند پر قایم کر دیا تھا۔ ابن بطوطہ جو اس فتح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہاں

آیا تھا اپنے سفرنامہ میں اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ یہاں اسلامی اثر ہمہ گیر ہے۔ اس لئے درحقیقت اسلام کے وہی الوالعزم تاجر اور دلیر مبلغ اسلام کے حقیقی خدمت گار تھے۔ جو آج کل کے یورپین مشنریوں کی طرح ساحل کارومنڈل اور ملیبار پر آئے اور اپنے سچے مذہب کی ترویج کی۔ ان کی اولاد[۵۱] آج بھی جنوبی ہند میں موجود ہے۔ جو نوایط سے موسوم کی جاتی ہے۔

محمد تغلق کے زمانہ میں جب اس کی سلطنت کے حصے بکھرے ہو گئے تو معبر (کارومنڈل یا صوبہ مدراس) کا صوبہ دار سید جلال الدین آحسن بھی خود مختار ہو گیا۔ فرشتہ نے اس کی صراحت کی ہے یہ قوم نوائتہ (نوایط) سے تھا۔ اس کے مطیع کرنے کے لئے خود سلطان نے معبر کا رخ کیا مگر ورنگل تک پہونچا تھا کہ وہاں وبا پھیل گئی جس سے خود سلطان بیمار ہو گیا مجبوراً چند امرا کو چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس طرح مدرہ واقع جنوبی ہند میں اسلامی ریاست مستقل قایم ہو گئی۔

اسی کے ساتھ بیجانگر کی ہندو سلطنت کا آغاز ہوا جس نے بہت جلد قدیم حکمران پانڈے وغیرہ خاندانوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو گل کر کے اپنا قبضہ جما لیا۔ پھر ۷۴۸ھ سے بہمنی حکومت کا آغاز ہوا جس نے ڈہائی سو سال سے زیادہ حکمرانی کی اس کے بعد اس کی مختلف شاخیں ہو گئیں جو بیجاپور۔ گولکنڈہ۔ احمد نگر۔ بیدر اور برار سے موسوم ہیں جس کے علمی کارنامے صفحات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔ اول الذکر چاروں نے مل کر بیجانگر کو فتح کر لیا۔ اس طرح جنوبی ہند کے بڑے حصے پر سلطنت گولکنڈہ اور بیجاپور کا علم لہرانے لگا۔[۵۲]

اس زمانہ میں شمالی ہند میں مغلیہ حکومت کا دور دورہ تھا اکبر اور شاہجہاں کے حملے

---

۵۱ راقم الحروف کو فخر ہے کہ وہ بھی اس خاندان کا ایک فرد ہے۔

۵۲ یہ تمام حالات عہد سلف مولف مولوی مرتضیٰ مرحوم سے ماخوذ ہیں۔

دکن پر شروع ہو چکے تھے آخر کار اورنگ زیب کی حکومت نے ۱۰۹۷ھ میں بیجاپور اور ۱۰۹۸ھ میں گولکنڈہ فتح کر کے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے اس کے بعد ۱۱۰۳ھ میں عالمگیری لشکر نے ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی سیادت میں کرناٹک پر پیش قدمی کی ۱۱۱۰ھ میں قلعہ چنجی فتح ہو کر کل ملک کرناٹک معہ (بنا در جن پر اہل یورپ کا قبضہ تھا) زیر حکومت مغلیہ آ گیا اس طرح علاء الدین کے بعد پھر اورنگ زیبی علم جنوبی ہند کے سواحل پر لہرانے لگا۔ عالمگیر کی آنکھ بند ہوتے ہی خانہ جنگی برپا ہو گئی۔ علی دوست خاں صوبہ دار کرناٹک کے بعد صفدر علی خاں صوبہ دار بنا اس کو اس کے رشتہ دار غلام مرتضیٰ خاں نے قتل کر دیا۔ آصفجاہ اول جو دکن کے صوبہ دار تھے رفع فساد کے لئے روانہ ہوئے شورش رفع ہوئی اور ۱۱۵۷ھ میں نواب انور الدین خاں صوبہ دار کرناٹک مقرر ہوئے۔ جو بانی خاندان والاجاہی ہیں۔ انور الدین خاں نے ارکاٹ کو اپنا مستقر بنایا۔ اور اپنے فرزندوں کو مختلف اضلاع کا انتظام تفویض کیا۔

اس زمانہ میں انگریزی اور فرانسیسی رقابت تجارت کے حدود سے گزر چکی تھی ملک گیری کا جذبہ شباب پر تھا۔ مرہٹوں کا ہنگامہ علیحدہ برپا تھا۔ علی دوست خاں سابق صوبہ دار کرناٹک کا داماد حسین دوست خاں عرف چندا صاحب نواب انور الدین خاں کے پاس مقید تھا۔ فرانسیسیوں نے اس کو رہا کرا کر انور الدین خاں پر چڑھائی کی امبور کے مقام پر انہوں نے شہادت پائی (۱۱۶۲ھ) ان کے دو فرزند مقید کر لئے گئے تیسرے فرزند محمد علی خاں والاجاہ نے انگریزوں سے مدد لے کر فرانسیسیوں اور چندا صاحب کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔

۱۱۶۳ھ میں والاجاہ کرناٹک کے خود مختار حاکم تسلیم کر لئے گئے۔ یہ ہر وقت انگریزوں کے دوست اور ان کے دست و بازو رہے ارکاٹ کے مشہور محاصرہ میں انگریزوں کے نامور جنرل کلایو کے دوش بدوش مدینہ علی خاں کمانڈر افواج والاجاہی داد شجاعت

دے رہا تھا۔

پھر جب کونٹ لالی نے دوبارہ مدراس کا محاصرہ کیا تھا تو ایسے نازک وقت میں بھی انگریزی سپاہیوں کے ساتھ ساتھ والاجاہی فوج جان بازی دکھا رہی تھی وندواش کے تاریخی معرکہ اور پھر پانڈی چری کی یادگار فتح میں جبکہ فرانسیسیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا والاجاہ خود بذات اپنی فوج کے ساتھ موجود تھے۔ کلایو کے ساتھ بنگال میں بھی والاجاہ کی نئی ترتیب یافتہ فوج نظر آرہی تھی۔ سلطنت آصفیہ کے ساتھ مشہور آفاق تاریخی دوستی پیدا ہونے کے وقت سفیر برطانیہ کے پشت و پناہ نواب والاجاہ ہی تھے[۵۱]۔ ان تاریخی واقعات کے بنا پر برطانیہ کے بادشاہ جارج سوم اور والاجاہ صوبہ دار کرناٹک میں بلا راست تعلق قائم ہوا جس کی نظیر ہندوستان کے اور حکمران کے خانداں میں بہت کم ملتی ہے[۵۲]۔

سنہ ۱۲۱۰ھ میں والاجاہ کا انتقال ہوا۔ ان کے ولی عہد کا اول ہی انتقال ہو چکا تھا اس لئے دوسرے فرزند نواب عمدۃ الامرا مسند نشین ہوئے اور صرف چھ سال کی حکمرانی کے بعد سنہ ۱۲۱۶ھ میں انتقال ہوگیا اب ان کی جگہ ان کے فرزند تاج الامرا مسند حکومت پر متمکن ہوئے لارڈ ویلزلی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی جانب سے چند شرائط پیش کئے تاج الامرا نے اس کو منظور کرنے سے قطعی انکار کیا جس کی بنا پر ان کو نظر بند کر دیا گیا اور نواب عظیم الدولہ جو والاجاہ کے فرزند امیر الامرا کے لڑکے تھے مسند حکومت پر بٹھائے گئے جنہوں نے کمپنی کے جملہ شرائط قبول کر لئے۔ یعنی سالانہ بارہ لاکھ روپیہ نقد ۱/۵ حصہ حاصل پر قناعت کر لی اس طرح گویا سنہ ۱۲۱۶ھ سے کرناٹک پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت شروع ہوئی۔

---

۵۱ مقالہ مولوی مرتضیٰ مرحوم مطبوعہ شمس الاخبار مدراس۔

۵۲ مخطوطہ مراسلت والاجاہ کتب خانہ انڈیا آفس۔

۱۲۳۴ھ ۱۸۱۹ء میں عظیم الدولہ کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند اعظم جاہ قائم مقام بنے اور ۱۲۴۱ھ ۱۸۲۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند نواب محمد غوث خاں جو صرف پندرہ مہینے کے تھے اپنے چچا عظیم جاہ کی ولایت میں حکمراں بنے ۱۲۵۸ھ میں اختیارات کے ساتھ خود مختار کئے گئے غدر ۱۸۵۷ء کے دو سال قبل ۱۸۵۵ء م ۱۲۷۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے مرنے پر برائے نام حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا اعزاز منصب خطاب فوج سب موقوف ہوگئی اور نواب عظیم جاہ کو پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب کرکے انہیں چند ہزار کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا ان کے مرنے پر ان کے دو فرزند ظہیر الدولہ و انتظام الملک اور پوتے منور خاں یکے بعد دیگرے پرنس کے لقب سے ملقب ہوئے اور وظیفہ پاتے رہے آخر الذکر کے مرنے پر ان فرزند نواب سر محمد علی خاں بہادر فی زمانہ پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب ہیں اور وظیفہ پا رہے ہیں[۵۱]۔

نواب محمد علی خاں والاجاہ اور ان کے چاروں جانشیں علم دوست تھے ان کے زمانہ میں بڑے بڑے علماء ذی وقار شیوخ طریقت اطباء حاذق شعراء نامدار جمع تھے جن کے عربی فارسی اور اردو تصنیفات موجود ہیں بعض علماء اور شعراء کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔ جو اس زمانہ میں دربار ارکاٹ سے وابستہ تھے۔

ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی چشم و چراغ فرنگی محل۔ حقائق دستگاہ مولانا محمد باقر آگاہ فضیلت مآب مولانا محمد غوث شرف الملک معرفت آگاہ قاضی الملک مولانا محمد صبغۃ اللہ۔ مدار المہام مولانا عبد الوہاب۔ قاضی ارتضی علی خاں۔ مولوی محمد سعید اسلمی۔ مولانا عبد القادر۔ حافظ احمد خاں اعظم الملک۔ مولانا امین الدین۔ خان عالم خاں فاروقی۔ برہان خاں ہانڈی مولف تزک والاجاہی۔ مولانا غلام حسین رعنا مولف قصر والاجاہی ان اہل علم کے

---

[۵۱] مخطوطہ تاریخ ارکاٹ مولف مولوی صفی الدین مرحوم

علاوہ جن میں سے بعض شاعر بھی تھے۔ ارکاٹ میں اور بھی صدہا شعرا ایسے تھے جنہوں نے
ملک سخن سے داد لی بعض کے نام حسب ذیل ہیں :-

شیخ محمد امین اسرائیلی۔ محمد اسمٰعیل خاں ابجدی، مولف انور نامہ۔ میر امداد علی امداد
نور الدین خاں انور۔ افصح الشعرا حسین علی افصح ۔ طرازش خاں احسن۔ سید مرتضیٰ بینش
میر مہدی ثاقب۔ افضل العلما محمد ارتضا علی خاں خوشنود۔ افضل الشعرا شبیر سخن
خاں راقم۔ محمد صبغۃ اللہ فرحت۔ محمد محفوظ خاں شہامت جنگ محفوظ۔ غلام اعز الدین خاں
مستقیم جنگ نامی۔ صفی الدین محمد خاں ناصر۔ قادر علی خاں منور جنگ نظیر۔ سید ابو سعید والا
مولوی محمد مہدی واصف۔ ان میں سے بعض صرف فارسی گو تھے اور بعض فارسی اور اردو
دونوں میں شعر کہا کرتے۔

خاص خاندان والاجاہی کے بعض افراد بھی شاعری کرتے تھے چنانچہ تاج الامرا متخلص
ماجد۔ عظیم جاہ متخلص عظیم محمد انور خاں سیف الملک متخلص مختار۔ اور نواب محمد غوث خاں متخلص بہ
اعظم وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں آخر الذکر کا فارسی اور اردو کلام شائع ہو چکا ہے دو فارسی
تذکرے شعراء کے حالات میں بھی تصنیف فرمائے ہیں جو تذکرہ صبح وطن اور گلزار اعظم سے
موسوم ہیں۔

بہر حال روسا ارکاٹ نے بھی اردو کی سرپرستی فرمائی ہے اور ان کے خوان کرم سے
بیسوں علما، شعرا اور مصنفین نے حصہ پایا ہے ہمارا یہ تو مقصد نہیں ہے کہ ان کے اردو
خدمات کا ذکر کیا جائے۔ بلکہ اس زمانہ کے مخطوطات جو یورپ کے کتب خانوں میں ہیں
ان کی صراحت مقصود ہے لہذا ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

قصّہ طالب و موہنی

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۲۷) ورق (۵۹) سائز ۸ × ۵ ½ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۳ جمادی الثانی ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۸ء

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ:۔

"طالب اور موہنی کی عشقیہ داستان دکھنی نظم میں لکھی گئی ہے مصنف میر سید محمد والہ ہے۔ دیباچہ میں مصنف نے بیان کیا ہے اس کو ابن نشاطی کی پھول بن کے بعد لکھا گیا ہے۔ یہ قصہ اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا۔ اس کو "داستان عجائب" سے بھی موسوم کیا ہے۔ ابتدائی صفحہ پر سرخی سے مصنف کا نام سید محمد موسوی لکھا ہے۔"

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے مصنف کا ذکر مولف تذکرہ شعرار دکن اور مولف تذکرہ گلزار اعظم نے کیا ہے۔

والہ کا نام جیسا کہ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے سید محمد تھا ان کے باپ محمد باقر خراسان کے رہنے والے تھے۔ حیدرآباد میں انورالدین خاں سے وابستہ تھے جب انورالدین خاں ارکاٹ کے صوبہ دار مقرر ہوئے تو یہ بھی ارکاٹ میں آرہے اور اسی کو وطن بنالیا اس زمانہ میں ارکاٹ علوم و فنون کا مرکز تھا۔ والہ کے چشمۂ فیض سے بھی تشنگان علم سیراب ہوئے یہ فارسی کا زبردست شاعر تھا کلام کی رنگینی اور نازک خیالی اپنی آپ نظیر ہے۔ فارسی کے علاوہ دکھنی میں بھی اس نے طبع آزمائی کی ہے والہ کا انتقال ۱۱۸۴ھ میں ہوا۔

زیر بحث مخطوطہ والہ کی زندگی میں لکھا گیا ہے۔

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر سنہ ۱۱۷۱ھ جو تاریخ کتابت ہے اس سے واضح ہے کہ اس کے پہلے تصنیف ہوئی ہے۔

مثنوی میں اول حمد ہے پھر نعت اس کے بعد دیباچہ اور پھر اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔ دیباچہ میں قصہ لکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے ایک صبح نہایت دلفریب صبح تھی کیونکہ پیا سے وصل کا وعدہ ہوا تھا مگر انتظار کی بلا سخت تھی پھر محبوب کا دیدار ہوا اور حالت بے خود ہو گئی اس کے بعد محبوب کا وصل حاصل ہوا اور راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں دلچسپ قصے سنانے لگے پھول بن کا قصہ جو ابن نشاطی کا لکھا ہوا تھا وہ دل کو نہ بھایا اس لئے ایک اور قصہ جس کو اس نے ایک بوڑھے برہمن سے سنا تھا اس کو دکھنی نظم میں بیان کیا۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک ہندوستانی خوبصورت مسلمان مرد طالب نام کا ایک پن گھٹ پر گزر ہوا۔ جہاں صبح کے وقت ہندو عورتوں کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ اس شہر کے ایک مہاجن کی لڑکی موہنی نام نہایت حسین اور جمیل تھی۔ مہاجن نہ صرف مال و دولت میں مشہور تھا بلکہ مخیر بھی تھا۔ طالب اور موہنی کی نگاہیں چار ہوئیں طالب موہنی کے تیر نگہ سے زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ موہنی نے خیال کیا مر گیا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد ہوش آیا اس نے اپنے عشق کا حال موہنی سے بیان کیا اور اس کے پیچھے ہو لیا جب مہاجن کا مکان آیا تو موہنی اندر چلی گئی اور یہ اس کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے مہاجن سے بیان کیا ایک مسلمان آیا ہے۔ اور خود کو موہنی کا عاشق بتاتا ہے۔ وہ یہ سن کر شرمندہ ہوا اور غصہ سے باہر آ کر طالب کو فہمائش کی کہ تم صورت سے شریف زادے معلوم ہوتے ہو مجھے بدنام اور رسوا مت کرو اپنا راستہ لو مگر طالب پر کوئی اثر نہ ہوا لوگوں نے بیان کیا دیوانہ ہے جانے دو۔

تین رات دن اسی طرح گزر گئے طالب نے نہ تو کھایا اور نہ پیا اور نہ وہاں سے اٹھا مہاجن کو تعجب ہوا لوگوں نے مشورہ دیا اس کو کھلا پلا کر یہاں سے رخصت کر دیا جائے۔ مہاجن

دال روٹی لے کر آیا مگر طالب نے کھانے سے انکار کیا ایک شخص نے رائے دی موہنی کے ہاتھ سے کھانا روانہ کیا جائے مہاجن نے اسی پر عمل کیا اب طالب سیر ہو کر کھایا۔ اس رات مہاجن نے استدعا کی کہ چلا جائے مگر طالب نہ مانا۔ آخر حاکم شہر سے شکایت کی گئی۔ وہ طالب کو طلب کیا اور واقعات سے اطلاع پائی اور معلوم کیا کہ اس کا عشق سچا ہے تو مہاجن کو طلب کر کے تاکید کی کہ اگر یہ مر جائے تو سخت بڑا ہو گا لہذا تم اپنے مکان میں رکھو اور کھانا دیا کرو۔ اور طالب کو فہمائش کی صبر سے کام لے۔ اب طالب مہاجن کے گھر میں رہنے لگا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت موہنی کھانا لاتی اس کے ساتھ مہاجن کا ایک ملازم جو نہایت سخت گیر تھا رہا کرتا جس کے باعث عاشق اور معشوق کو کبھی بات کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ موہنی کی دائی طالب پر مہربان تھی ایک مہینہ کے بعد ہولی کی عید آئی دائی نے طالب کو مشورہ دیا کہ فلاں باغ میں جائے وہاں موہنی سے بات چیت ہو سکتی ہے طالب وہاں گیا رات کے وقت موہنی بھی وہاں آئی عاشق و معشوق میں گفتگو ہونے لگی۔ اس عرصہ میں مہاجن کے ملازم کو خبر ہو گئی وہ طالب کو مار ڈالنے کے ارادہ سے روانہ ہوا مگر جب باغ میں پہونچا تو ایک کالا ناگ سانپ اس کو کاٹ کھایا اور وہ وہیں مر گیا۔ مہاجن کو اس کی خبر ہوئی آخر مشورہ کر کے دائی کو کسی دوسرے شہر میں روانہ کر دیا گیا اور ایک دن خبر اڑائی کہ موہنی سخت بیمار ہے اور تیسرے دن اس کی موت کی خبر دی گئی اور فرضی جنازہ روانہ ہوا طالب اس جنازہ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے جانے لگا لوگوں نے ملامت کی موہنی کے مرنے پر بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور عاشق ہو کر زندہ موجود ہے حالانکہ معشوق مر گیا ہے۔ طالب یہ سن کر واپس ہوا اور ایک کنوے میں گر کر اپنے آپ کو ہلاک کیا جب موہنی کو اس واقع کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی کنوے میں گر پڑی۔ لوگ جمع ہوئے اور کنوؤں سے لاش نکالی گئی سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ عاشق اور معشوق دونو باہم پیوست ہیں کوشش کی گئی ان کو علیحدہ کیا جائے مگر کامیابی نہیں ہوئی حاکم کو اطلاع ہوئی اور نماز

جنازہ کے بعد ایک ہی قبر میں وہ دونو دفن کئے گئے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

ابتدا کلام

بچن کا انجمن جو دلکشا ہے | چراغ اس بزم کا حمد خدا ہے
خدائے بندہ پرور جو زبان کون | دیا قدرت مطلب کی بیان کون

ـ ـ ـ ـ ـ ـ

مبارک صبح تہی کیا خوشگھڑی تہی | کہ میرے دل پو خوشی گھرے تہی
پیا سون وصل کا وعدا ہوا تہا | دلی نہیں بیقراری میں موا تھا
بلائی انتظار اکر چلاتی | امید وصل شادی دلین بہاتے

ـ ـ ـ ـ ـ ـ

میرا حال اس وقت زیر و زبر تہا | خبر دلکے جو پونچہا بیخبر تہا
سنہکا یا وصل جب آرام کے پاس | دیکھون کیا دوست بیٹھا ہی میر پاس
نمک دیکر لطافت کے بیان کون | میری تحسیں ایہ کہولا زبان کون

ـ ـ ـ ـ ـ ـ

سنیا ہون میں قصا ایک ہور رنگ کا | بندھا ہن نشاطی پہول بن کا
ولی و دلکوں نہیں لگتا ہے چندان | نہ ہوتا طبع کا پہول اس سون خندان
اگر تون والا اس شیرین وزن کون | بندھی دیدی شرف دکھنی بچن کون

ـ ـ ـ ـ ـ ـ

ملا ایک روز مجکوں ناگہانی | بو دہا سا ایک برہمن کن کہانی

ـ ـ ـ ـ ـ ـ

نمک سون زخم پر مرہم لگایا | قصہ مہنے و طالب کا سنایا

اتہا ہی شوق سنکر یو حکایت | بندا ہوں مختصر کر کو روایت
نظارہ پہول بن کا شوق لایا | فکر تیری کون خیابان میں آتا یا

شعر (۱۰) سے تخلص ظاہر ہوتا ہے۔

قصہ کے خاتمہ کے بعد خاتمہ کتاب میں (۱۶) شعر کہے گئے ہیں پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

نگارش پر قلم نے طے کیا راہ | قصہ پورا ہوا الحمد اللہ
نہیں قصا عروس دلربا ہے | رنگین ہے شوخ شیرین ادا ہے

آخری اشعار:۔

الہی جب تلک گل باغ میانے | بچن کے حاسدان کا دل اچھو داغ
عشق کے طالبان مطلوب پاوین | امیدواران کے امیدان بر آوین

قلم یون داستان پر کلفشان تہا | کہ ہندوستان میں ساکن یک جوان تہا
ہنر سون سب ہنرمندان پو غالب | محبت کا و طالب ناؤن طالب

ہوا ہی شوق والہ کا طبل باز | قصی پر یوں کیا و طبل آواز
کہ تہا اس شہر مانے یک مہاجن | دیا اسکون خدانی بخت ہور وہن
دنیا دولت بہت اسکی ہر یک ٹھاؤ | سکل ہندوان میں اسکا براناؤ

ہوی طالب اوپر جب تیسرے رات | نجانون دل نے کیا بولا اسے بات
کہ وہاں لب نے لگا بے تاب ہو کر | ہھین جیسے اچھے بے تاب ہو کر

پہریک رات تہی باقی جب آیا | فکر میاں نے کہ یو کیا تہا خدایا
اودہر مو ہنے دنو پے میں امو لے | کئی جب سیج میں دائے سون بولے
کہ چہیرا نے آتا طالب کون مارا | میرا دل خون ہوا ہے تن میں سارا
ذرا بہی دور سیں جا کر نظر کر | موا یا جیوتا منجکوں خبر کر
گئے دائے پرا دیکہی ہے کوئے | کہے دلمین کہ یو طالب دہی کرا دئے

نکی سر دہو چلاتا بوت کی سات | سر اوپر پہور سینے پر مارتا ہات
کہی ہندوان کی کیون سر پہورتا ہے | موئی پر بہی اسے نہیں چہورتا ہے
بہت بی شرم عاشق بوالہوس ہے | کہ دلبر مرگئی تجہ میں نفس ہے
وو طالب عاشق صاحب وفا تہا | عشق میں روز اول سون فدا تہا
یو طعنا جب سنا غیرت میں آیا | ڈولی سون اپس کا مکہ پہرایا

کہ عاشق پاک پائین میں گرا ہے | تیرے مرنے کی تین سنکر مرا ہے
اسے ساعت ہوئی سنکر دیوانی | ایسے بیخود کہ خود کون نہیں پہچانی
شتابی ڈور پائیں میں کرہی دہی | وطالب جیوتا مرا یو بہی مرے ہے

نکالے بوت دو نو وہ مبتلا کی | عجب دیکہی ہیں وہان قدرت خدا کی
دو نو تن یک ہول کر رہے تہے | دو آیک تن ایکمن ایکدل ہوے تہے
دو دو نو یک ہو کر یون رہے مل | کہ اپس سون جدا کرنا تہا مشکل

ہوئیں دو نو دفن یک قبر میں | وصل پائیں ہیں تب جنت کے گہر میں

کہانے عشق کے اس قسم کم ہے | وفاداری د دو نو پر ختم ہے

ڈ دنیا سون کی ہمنا کون جانا
ہر یک حیلا ہے جانے کا بہانا

اس کتاب میں والہ کی ایک غزل بھی ہے جس کو درج کیا جاتا ہے۔

غزل والہ

دیکھو یاران عشق کا حال کیا ہے | ستم ہے سکہ ہی راحت ہی بلا ہے
کبھی ہے جام جم خون دل اسمین | کبھی آئینہ ایزد نما ہے
کبھی اس جام سون زبیں وفا میں | دماغ دل کتین قسیی رسا ہے
کبھی اس آرسی کے باغ میانے | جگر کون داغ کا گل رو نما ہی
وفادار انکی تیں و عین مقصود | ہوسنا کا کی آ کی اژ دہا ہی
نہ پاوی فخر رازی رازا اس کا | یو سلاان کتا یا نسون جدا ہی
چلا آی عشق دل کہر ہی کا تیرا | جو کچھ طالب کی پیش اکی روا ہی
منجی منہی سنے ماری ہی جلائے | غم و شادی جو اس سون ہے بجا ہے
وصل پایا ہونمین دولت مبارک | منجہ اوپر رات یو خلل ہما ئے

میری حالت کون شیرین داستان میں
اکر والہ کہی اس میں مزا ہے

رازق باری

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۲۵۷) ورق (۱۷) سائز ۷ $\frac{3}{4}$ × ۵ $\frac{1}{4}$ سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق مگر نہایت
زشت تاریخ کتابت ۲۵ ربیع الآخر روہی سال راسخ ۱۲۲۱ھ مولود محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت:-

"عربی اور فارسی الفاظ کے معنی اردو میں بیان کئے گئے ہیں یہ دکھنی
نظم ہے۔ ۱۸۷۲ء میں مدراس میں طبع بھی ہوئی ہے"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اس کا مصنف واآلہ ہے جن کی ایک
مثنوی طالب و موہنی کا ذکر ہوا ہے۔
اس میں خالق باری کی طرح بچوں کے لئے عربی اور فارسی کے معنی بتائے گئے ہیں۔
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

رازق باری حق ہے جان | اس کا نور نبی پہچان
اولاد ال یاران اصحاب | قران بھیجا حقنے کتاب

فہم خرد ہیں دو نو عقل | انسان کیا ہی کہانی نقل
راز فراست دانش کہان | خیال ضمیر درنو دہان
جب ہو مہر کہن سو پیار | فوح عشق درسن دیدار
ابرش ابلق ادہم گھورا | ہرتا زنانہ دراکورسا

بختی کیا ہی بغدی اونٹ | ظم فرا ہی جرعہ کہونٹ
محمل کیا ہی اونٹ کی وا | کبرہ روتے تا بہ توا
طاوس کیا ہی مور پہچان | مرغی کیا ہی ماکیان جان

مردن کرنا کردن کرنا | کیا ہی نہادن ؟ دہرنا
فروختن کون سکانا بول | کشادن کہولنا کنو تکنت کنول

والہ استنے موتی رولیا | فرس لغت کے معنی بولیا
جس نے پایا ذہن صافی | رازق یاری اسکون کافی

ہشت بہشت

اس کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا پیارس کے قومی کتب خانے میں ہے۔

میوزیم نمبر (۶۷۵۰۰۔ اورینٹل) ورق (۲۰۸) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

پیارس نمبر (۸۷۲) ورق (۲۱۱) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

یہ مخطوطہ بلوم ہارٹ کی فہرست مرتب ہونے کے بعد میوزیم میں داخل ہوا ہے اس لئے کیٹلاگ کی وضاحت نہیں ہوسکتی۔ علیٰ ہذا پیارس میں بھی کوئی صراحت نہیں ہے۔

یہ کتاب آنحضرت کی سیرت میں ہے درحقیقت یہ آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جن کی تصنیف ۱۱۸۴ھ سے ۱۲۰۶ھ تک ہوئی ہے۔ پیارس کا مخطوطہ خود مصنف کا تصحیح کردہ ہے اس لئے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس مثنوی کے مصنف مولانا محمد باقر آگاہ ہیں چونکہ ہم کو آگاہ کے دس مخطوطوں کا ذکر کرنا ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ اسی مقام پر ان کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

آگاہ کا نام محمد باقر ہے اور ان کے والد کا نام محمد مرتضیٰ تھا۔ ان کے اجداد وہی تاجر اور مبلغ عرب تھے جنہوں نے ساحل کارومنڈل پر اسلام کا بیج بویا تھا۔ پھر ہم کو اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے آبا و اجداد بیجاپور کو اپنا وطن بنا چکے ہیں۔ اور وہاں مسند علم اور سیاست پر متمکن ہیں بیجاپور کی تباہی کے بعد ویلور علاقہ مدراس آئے یہاں ۱۱۵۸ھ میں آگاہ کی پیدائش ہوئی ابتدائی تعلیم تو گھر میں اپنے چچا سے پائی اس کے بعد ویلور ہی میں حضرت سید ابوالحسن قربی[1] سے عربی فارسی کی تعلیم پائی۔ پھر ان کے مرید ہوکر روحانی تعلیم بھی حاصل

---

[1] حضرت قربی ۱۱۱۱ھ میں بیجاپور میں تولد ہوئے چار سال کی عمر میں ویلور آئے ۱۱۸۲ھ میں انتقال ہوا عربی فارسی کے جید عالم اور شاعر تھے اردو شعر بھی کہا کرتے۔ (گلزار اعظم)

کی۔ ترچنا پلی کے ایک اور بزرگ شاہ ولی اللہ کے حلقہ درس میں بھی شامل رہے۔

آگاہ عربی اور فارسی اور اردو کے جید عالم اور اپنے وقت کے عالم متجر تھے۔ تفسیر حدیث فقہ منطق فلسفہ کے ساتھہ ادب کا خاص ذوق تھا۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی پر صرفی و نحوی صنائع اور بدیع کے چارسو اعتراض کئے تھے جس سے ان کی عربی قابلیت کا بخوبی ثبوت ملتا ہے عربی اور فارسی کا دیوان موجود ہے تینوں زبانوں میں تصنیفات کئیں ہیں جن کی تعداد (۳۰۳) بتائی جاتی ہے۔ ان کے منجملہ سولہ اردو ہیں۔ جن میں سے دس یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

نواب محمد علی خاں والاجاہ ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اپنے دو لڑکوں امیر الامرا اور عمدۃ الامرا کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ آخر زمانہ میں دبیر خاص (پرائیوٹ سیکرٹری) کی خدمت بھی تفویض کی تھی۔ باسٹھ سال کی عمر پائی ۱۲۲۰ھ میں انتقال ہوا مدراس میں مدفون ہوئے۔

اردو تصنیفات نظم میں ہیں مگر ان کے ابتدا میں چند صفحات کا دیباچہ نثر میں ضرور لکھا ہے جن سے مختلف امور پر روشنی پڑتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے اونہوں نے شاعری کی ابتدا کی ہے ۱۱۸۴ھ سے اردو تصانیف کا آغاز کیا آفر تخلص قرار دیا ۱۱۹۴ھ میں عربی دیوان مرتب کیا جس میں آگاہ تخلص رکھا گیا۔ آخر زمانہ تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہشت بہشت دراصل آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے۔ جس میں آنحضرت کی سیرت ہے۔ پہلے رسالہ میں نور محمدی کا ذکر ہے جس کو "من دیپک" سے موسوم کیا گیا ہے دوسرے رسالہ میں آپ کے نبوت کے بشارتوں کا بیان ہوا ہے اور من ہرن سے موسوم ہے۔ تیسرے میں آنحضرت کی پیدائش کا ذکر ہے جو من موہن کہلاتا ہے۔ چوتھے میں آپ کی آٹھ سالہ عمر سے وفات تک حالات لکھے ہیں جو جگ سوہن سے موسوم ہے۔ پانچویں میں اخلاق و شمائل النبوی کا ذکر ہے یہ آرام دل سے موسوم ہے۔ چھٹے

رسالہ میں آپ کے خصائص اور سانویں میں معجزات اور آٹھویں رسالہ میں آنحضرت کے آداب اور آپ سے محبت رکھنے کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے نام راحت جان، من درپن اور من جیون ہے۔

ذیل میں کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ کا آنحضرت پر اسلام لانا۔

اول روز خدیجہ خاتون | لائی ایمان مقدم سب سون
بہی اوسی روز بل بوقت عصر | لائی ایمان حیدر صفدر
بعد زید و ابو ذر و بلال | لائی ترتیب سے ایمان فی الحال

جنگ کے حالات کا مجمل ذکر کیا ہے مصنف اس امر سے واقف تہا کہ آنحضرت کی سیرت میں جنگ کا بیان کوئی اہمیت نہیں رکہتا بلکہ دیگر واقعات اصلی سیرت ہیں۔

اور اسی سال ہوا فرض جہاد | اوس شہنشہ کے اوپر رکھ تو یاد
اوسکے غزوات تہی سب ستاویس | کہ انہا اون میں شہ بالنفس نفیس
ہوی دس جنگ میں ای یار لڑائی | باقی جنگوں میں نہین ہوئی ای بہائی
جو لڑا ایان میں گیا نہیں دہ رئیس | ہی عدد اون کا تو سن سنتالیس
یہ جہادات سن ای اہل ادب | ہوی دس سال من واقع سب

سال چارم میں ہوا تھی نازل | حکم قصر صلوات ای کامل

سال پنجم میں ای دوست سمجھ | فرض مولا نے کیا سب پر حج

سال ششم میں ھوی ای یاران | سب پہ مشروع نماز باران
اور صلوٰہ خسوف اور کسوف | سنت اس امت پو ھوی ہی معروف
ھوی اوسی سال مین نازل ای یار | بیگمان آیت احکام ظہار

میانی اتہو شاہ کی سر کے بال | خم و سیدہی پن بیچ ای جگ اجال
درازی میں پونچی تہی کہاندہی کنی | یوں آیا ھی اکثر حدیثان منی
کبہی سر منڈایا نہیں او نام دار | مگر حج کے ایام میں ایک بار
دیا بانٹ اصحاب کون سب او بال | رکہی سب اوسی اپنی جی کی مثال
اوسر ور کین سیس بہر بال تھے | دلان صید کرنے کین جال تھے
نہایت تھے خوشبو او موی سیاہ | ھی کہنا اوسی مشک و عنبر گناہ
یہی ھی یک روایت میں اصحاب سے | کہ دھوتا تہا سر بیر کی پات سے
یہی سنت اھی بال رکہنا تمام | نگاہ اوسکی کرنا یہر صبح و شام

دانت۔ گردن کہاندے۔ سینہ شکم بازو پاؤں قامت۔ رنگ۔ چال ہر ایک اعضا کو یہاں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اخلاق کا ذکر ہے۔

آپ کی سخاوت اور رحمت کا ذکر دیکھو۔

سخاوت میں کوئی اوسکی ثانی نہیں | نہ تہا جود کون اوسکی کڑ کا کہیں
سوان سون دیا اونت روز حنین | غریبان کون او خلق کا نور عین
بقول ھوازن دیا چھی ہزار | درم او شہنشاہ عالی تبار
نوی یک مسلمان کون اوبی بدل | دیا یک جنگل بہر کو بکری سگل
کہا قوم کون جاکو ای گمر ہان | محمد اوپر لاؤ ایمان جان
سخاوت کوں اوسکی نہین انتہا | یو ظاہر سخاوت کا ھی مدعا

ہیں رحمت کا اوسکی کردن کیا بیان   سراپا ہی اوسکون خدا در قران
رکہا رحمت العالمین اوس کا نام   روف رحیم بہی اسے شاد کام
شہنشاہ کی رحمت ای نام ور   اتہی سب پو حتی کہ شیطاں اوپر

دو صفحہ رحمت کا بیان ہے۔
شرم وحیا۔ سخاوت۔ شجاعت۔ رحمت۔ ملنسار۔ تواضع۔ فروتنی۔ اخلاقی امور کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

عمر یوں کہا ای رسول خدا   اچھو تجہ پو ماں باپ میرے فدا
غضب ناک ہو نوح اپس قوم پر   جفایاں سون اونکی کہا لا تذر
یوں ہر نبی دیکھ ظلم و جفا   کیا اپنی قوم پر بد دعا
کہا بلکہ یارب بلطف و عطا   میری قوم کا بخشش جرم و عطا

بہی کہتا اتہا یوں او شاہ نول   میرا کل غم ہی سوامت بدل
مجہی دو نو عالم میں کچہ کم نہیں   بجز درد امت مجہی غم نہیں
یہی غم اتہا اوس کون دنیا من   بہی فکر اچہی اوسکو عقبی من

بہی جاتا اتہا شاہ مریضاں کے گہر   بہی ہوتا تہا حاضر جنازہ ہی اوپر
بلاتا اگر کوئی ضیافت لئے   تو جاتا شہنشاہ گہر اوسکی چلی
کوہی اصحاب سون گر نہ آتا نظر   بہت پوچہتا تہا اوسی جبد کر
مسافر کوں پونچانے جاتا تہا او   کوئی آیا تو لیتا اتہا اگی ہو

من ای بہائی سرور کون شام و سحر   تقید نہ تہا کوئی کہانی اوپر
تکلف میں اوسکی نہ تہا کرم جوش   جو پاتا اتہا اوسکون کرتا تہا نوش
جو کہاتے تہے اہل مدینہ سگل   وہی نوش کرتا اتہا وہ نول

کہانے کی پوری تفصیل دی ہے اس کے بعد آپ کے لباس کا ذکر ہے

اتہا پیرہن شہ کنی دوستر   بہی کپڑی سفید ای گرامی گہر
یہی کہتا تہا اکثر دہ گل کا امید   کرو لازم اپنی پو کپڑے سفید
ہی پاکیزہ و خوب تر وہ لباس   پہنو تم شام و سحر وہ لباس
پہنا و اوسی اپنی احیا کی تیں   بہی تکفیں کرد اوسیں موتے کے تیں

حدیثون میں آیا ہے ای با فرح   کہ جلسہ وہ سرور کا تہا اس طرح
کہ مجلس میں جا گائی اوسکو جان   تو وہاں بیٹھ جاتا اتہا در زمان
کبہی اجتا کر کو وہ پاک ذات   بیٹہی مسجد و گہر میں یاران سنگات

تہا اصحاب کے سات او پاکذات   نہایت مدارا مروت کی سات
سمجتا تہا ہر یک صحابی تے یون   نہیں کس پو پیارا اوس کا مجہ پو جیون
بہت اون کا اکرام کرتا اتہا   سبونکی اوپر پیار دھرتا اتہا
بلاتا اتہا اون کو تعظیم سین   بچے اونکی لیتا اتہا گود میں

یہ کتاب شائع ہوئی ہے مگر کمیاب ہے مخطوطات بہی ملتے ہیں چنانچہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد کے علاوہ میرے پاس بہی ایک نسخہ ہے۔ اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں اسکے متعدد نسخے ہیں۔

تحفۃ النساء

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۷۴) ورق (۱۸) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق کل شعر (۸۰۰)

کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اور نہ یورپ کے کسی اور مصنف نے اس کے متعلق کوئی وضاحت کی ہے۔

اس کی تصنیف ۱۱۸۵ھ میں ہوئی ہے جس کی صراحت خود مصنف کی ہے:-

گیارہ سو اوپر تھے پنج و ہشتاد
ہجرت سے بنا ہے تب یہ رکھہ یاد

اس کتاب میں ازواج مطہرات بی بی فاطمہ زہرا رضؓ وغیرہ دیگر خواتین اسلام کی فضیلت اور حالات وغیرہ بیان کیئے گئے ہیں۔

پہلے حمد ہے جس کے چھہ شعر ہیں اس کے بعد منقبت کے سات شعر پھر مدح غوث میں چھہ شعر اس کے بعد اپنے مرشد کی تعریف اور پھر مناجات کی گئی ہے اور سبب تصنیف کتاب کے بعد سب سے پہلے بی بی فاطمہ زہرا کی فضیلت شروع ہوئی ہے۔ پھر بی بی زینب رقیہ ام کلثوم کے بعد ازواج کا ذکر ہے۔ سب سے آخر رابعہ بصری کا حال ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

ابتدا۔

ہے حمد و ثنا اُسی سزاوار	بخشش کون نہیں ہے جس کی کچھ بار
لطف و کرم اس کا بے غرض ہے	دیتا ہے جو کچھ سو بی عیوض ہے

مدح مرشد :-

اس ملک میں تھا پیر میرا　　ہر کام میں دستگیر میرا
تھا نام شریف بوالحسن جس　　اس خلق حسین ہور حسن جس
اس دور کا ہو جنید آیا　　الحاد کی حرف کون مٹایا
وصف اسکا ہے بیشمار باقر　　بیان ہیچ کون اوسکی کر کوئی آخر
کر صدق سے دلکی اب دعا تون　　درگاہ میں حقکی ہات اٹھا تون

سبب تالیف میں کہتے ہیں :-

امت میں نبی کی جو ہیں عورات　　افضل ہیں سب عورتان سے اس بات
لکھتا ہوں میں اس کتاب اندر　　احوال نار کا امی برادر
اس شاہ کی دختران کا احوال　　اس شاہ کی عورتان کا احوال
امت میں جو عورتان تھے کامل　　تھا قرب خدا کا انکو حاصل

مناقب فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ملک دو جہان کی شاہزادی　　اکاس وپتال کی خونزادی
امت کی تمام نیک نامان　　ہیں جسکے جہیز کی غلامان
جنت کی جتی ہیں بی بیان سب　　ہیں جہیز کی جسکی باندیان سب
ہے حشر میں جسکے مرد کی ہات　　احمد کا لوای حمد خوشد ہات
ہے شہر میں جسکے امی برادر　　امت کی گنہ کا عفو یکسر

ہیں اٹھ سو اوسکے جملہ ابیات　　پڑنے میں ہے اسکی بہت برکات

گیارہ سواد پر تھے پنج ہشتاد　　ہجرت سے بنا ہی تب یہ رکھہ یاد

خاتمہ :-

رکہ مجکوں ہمیشہ عافیت سات　　نت مجکوں چلا توں راہ حسنیات

دین بیچ کر اہتمام مرا

ایمان پہ کر اختتام میرا

ہدایت نامہ معراج نامہ اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام

یہ تینوں رسالے پیارس کے قومی کتب خانہ میں ایک ساتھ مجلد ہیں۔

(۱) نمبر (۲ ۸۷) ورق (۱۰) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق۔

(۲) نمبر (۲ ۸۷) ورق (۳۴) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) ″

(۳) نمبر (″) ورق (۷) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) ″

ان کے متعلق بھی نہ تو کیٹیلاگ میں صراحت ہے اور نہ کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت کی ہے ان کی تصنیف سنہ ۱۲۱۱ھ سے ۱۲۰۶ھ تک ہوئی ہے۔ ہدایت نامہ میں گناہوں کا ذکر ہے۔ معراج نامہ میں معراج کا حال اور رسالہ فرقہ ہائے اسلام میں عقائد کا ذکر ہے۔ ہر ایک کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حمد:۔

خدا کون سزاوار حمد و ثنا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہے کا مبرا ز نقص و فنا

آخری اشعار:۔

نہ تہا شان میرا یکا یہ اقتضا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہندی زبان کا کری اصطفا

ولی بعض یارون کا ایما ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہندی زبان یہ رسالہ ہوا

- - - - - - - - - - -

کرے اس دعا کون اجابت خدا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہے نام اوسکا مجیب الدعا

اسمار صفات یہ وبیت جسن قبیح عفو۔ ایمان فاسق وغیرہ امور پر بیان ہوا ہے۔

مزید نمونہ توبہ کے عنوان میں لکھتے ہیں۔

دگر توبہ واجب ہوا از گناہ　　کر ایمان رکھتے چلو تم یہ راہ
گنہ کار کی توبہ کرنا قبول　　تفضل سے اوسکا بقول رسول
خدا نے کہ توفیق توبہ دیا　　تفضل و احسان اپنا کیا
نہ توفیق واجب نہ اوس پر قبول
ایسے راہ میں ہے خدا کا وصول

ہدایت نامہ۔

ابتدا۔

کردن آغاز حمد حق سون اول　　کہ تا نامہ ہووے بیکی مکمل

ہوا معلوم یوں دوسری خبر سون　　مسلمان کا کرے ناحق جنی خون
شفاعت اسکون ناہوسی میسر　　جزا اس کا جہنم سے مقرر

ہدایت نامہ یو پورا کیا میں　　ہدایت خلق کون پورا دیا میں

الہی یو ہدایت نامہ میرا　　حقیقت میں سخن یو سب ہے تیرا

خاتمہ:۔

الہی کر کرم سون یارب فکر رد
امان پاوی یو بدعت سون یو فرد

معراج نامہ۔ ورق (۴۴) سطر (۲۳)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ معراج کے متعلق ہے۔

پہلے حمد ہے۔

سرانا خدا کون سزاوار ہے   ہر یک ذرہ اسکا نمودار ہے

اس کے بعد مناجات پھر نعت اس کے بعد واقعات معراج ہیں۔

خاتمہ

کیا ختم میں ذکر معراج کا   بنام محمد نبی مصطفےٰ

کیا ختم میں لے محمد کا نام

علیہ صلوٰۃ علیہ السلام

آخر پر درج ہے۔

از دست عاصی محمد زاہد در باغ نواب والاجاہ۔

عقائد مولوی محمد باقر

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۷۲) ورق (۱۳) سائز ۱۲×۸ سطر (۲۳) خط نستعلیق

مصنف کیٹیلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی صرف اس قدر لکھا ہے کہ "عقائد مولوی محمد باقر مسلمانوں کے عقائد کے بیان میں"

یہ بھی مولوی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے اس کی تصنیف بھی ۱۱۸۵ھ کے مابعد ۱۲۲۰ھ کے ماقبل ہوئی ہے صحیح سنہ معلوم نہ ہو سکا۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عقائد کا بیان ہوا ہے۔ حدوث عالم۔ دوزخ۔ جنت عمل نیک۔ وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

سبب تصنیف رسالہ میں کہتے ہیں:۔

کیا میں اس لئے یہ نسخہ منظوم — کہ تا ہر یک کو ہوی جلد سون مفہوم

کیا ہون میں بیان اس نظم اندر — عقاید اہل سنت کا سراسر

کہانیں ہیں کبہی دکہنی اشعار — منجی ہے شعر کہنی سون بہب عار

ولی یو نظم بولیا بالضرورت — پڑی تا اوسکو ہر امی و عورت

حدوث عالم

ہی سارا خلق حادث ہور نوا سے — نہ تہا سوا اوسکی قدرت سون ہوا ہے

زمیں و آسمان ہور عرش و کرسی — بنی کا نور بہی ہور روح قدسی

ہور عالم پہر فنا ہو لیگا یکبار — ہوا ہے یون ازل میں حکم کرتار

یو ساتون آسمان ہور کرسی و عرش — قلم ہور لوح ہور ساتون طبق فرش

فنا ہوینگی یکدم بیچ ہر جا ‏ ‏ ‏ ‏ بہی دوسری صورسون ہونگی پیدا
فنا کی چیز کبن ایک دم سے ‏ ‏ ‏ ‏ پہر آخر کون وجود بی عدم سے

محبوب القلوب

برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر (۶۵۰۲۔۰ اورنٹیل) ورق (۱۹۶) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۲) خط نستعلیق

یہ مثنوی بھی کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کوئی صراحت نہیں ہے

اس کے مصنف بھی مولوی محمد باقر آگاہ ہیں اس کی تصنیف ۱۲۰۶ھ میں ہوئی ہے

جیسا کہ مصنف نے خود ریاض الجنان کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے:۔

"اور یہ کتاب محبوب القلوب کے کہ در ۱۲۰۶ھ کے منظوم ہوئی اور اس

رسالہ میں ریاض الجنان نام رکھتا ہے تخلص اپنا وہی لفظ باقر رکھا ہے"

اس مثنوی میں شیخ عبد القادرؒ جیلانی کے حالات و کرامات کا ذکر کیا گیا ہے نمونہ کلام

حمد

کرے کوئی حمد تیرا کیا الٰہی | کہ ہے قدرت تیری متناہی
توہی خلاقیت میں ایسا قادر | کہ یک کن سے کیا عالم کو ظاہر
ہیں عالم مردہ اسے محی عالم | حیات اونکوں ہی تیری سے ہر دم

یہی فرمایا ہے یوں وہ فاخر الحال | کہ اپنی ابتدا میں تا چہل سال
وضو سیتی عشا کی ہر سحر میں | ادا کرتا نماز صبح کین
یہی پندرہ سال لگ بعد عشا میں | شروع کرتا اتھا قران کتین
رکھ اپنی ہات کو اوس میخ اوپر | کہ گاری تھی اوسی دیوار اندر
تمام شب میں پڑھتا تھا میں قران | جب آتی صبح کرتا ختم فرقان

آگاہ کے قصائد بھی اس میں مرقوم ہیں جو مدح جیلانی میں کہے گئے ہیں ایک قصیدہ ذوالمطلعین کا کچھ نمونہ ملاحظہ ہو:۔

کیوں حسن کا دکھاوے ہی کرو فر آفتاب
ٹک دور کر نقاب کہ ہو شرم آفتاب

کرتا ہی لعل سنگ سیہ کو کر آفتاب
تو جام می کو لعل سے اپنے کر آفتاب

نکلے ہی جب تون دن کو تو ہو دہوپ چاندنی
موج عرق سے شرم کی ہو کر تر آفتاب

بے پردہ گر کرے تو شب تار میں خرام
محشر ہو جو طرف کہ ہی تیرے پر آفتاب

سب چہر کرن کی بال رہی ہیں لتوریان
تو نچا ہی تیرے رشک سے از بس آفتاب

دیکھی اگر تموج آغوش کو تیری
یہ جاوی طرح پاریکی ہو مضطر آفتاب

پرتو سے ترے حسن تلون کی کیا عجب
ہووے کل عجائب اگر دہر کر آفتاب

مانند عکس آئنہ رخسار تیں تیری
بے تاب ہو کے لرزے ہی نت تہر تہر آفتاب

ھے موج آنسوؤں سے لبالب نہین کرن
دیکھا ہی ترے ہات من جب ساغر آفتاب

اس کتاب کے دو نسخے کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد میں ہیں۔

تحفۂ احباب

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔
نمبر (۶۵۰۴ اورنیٹل) ورق (۱۴۸) سائز ۸ × ۴ ½ ۴ سطر (۱۳) خط نستعلیق
کیٹلاگ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بھی مولانا آگاہ کی تصنیف ہے ۱۲۰۶ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے۔ اصحاب کی فضیلت کا بیان ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

حمد

حمد بیحد ہور ثنا بیکران	ہے سزاوار خداوند جہان
دم بدم واجب ہے شکر کبریا	نعمتوں کو نہیں ہے جس کی انتہا

ہیں صحابہ میں خلیفے پنج تن	چار و خلفا اور شاہ دین حسن
ہور حواریان ہیں دس اوس شہ کے جان	جو ہیں وہ یا مبشر بیکمان
ان سوا اور ونکو بھی ہے یہ لقب	اون کا نہیں اگلی حواریاں میں ڈھب
اور نقیباوں میں ہیں بارا سمج	ہے کہا موسی کی نقیبا کو وہ سمج
جون کہا اونکو معین جبرئیل	اونکو سرداران کیا شاہ جلیل

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

ریاض الجنان

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے اور دوسرا نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
برٹش میوزیم نمبر (۶۵۰۵ اورنٹیل) ورق (۱۳۰) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۳) خط نسخ
پیارس نمبر (۸۷۲) ورق (۷۲) سائز ۱۲ × ۸ سطر (۲۳) نستعلیق
برٹش میوزیم میں یہ کتاب کیٹلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوئی ہے اس لئے کیٹلاگ میں اس کے متعلق کچھ صراحت نہیں ہے۔ علیٰ ہذا پیارس کی کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔

اس کتاب کی تصنیف ۱۲۰۷ھ میں ہوئی ہے۔

اس مثنوی میں اہل بیت النبی صلعم کی فضیلت اور ان کا حال مذکور ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

هوش حسرت سی اوسکی لکڑا ئی | عجز سی کاڑھی مونہہ میں پکڑا ئی
نفس اس غم سی جل ھواھی راک | نہیں سماتا خیال میں یہ تپاک
کاغذ اس دکھ سی ھی بہ پیچ و تاب | اک دریشی ہیں اوسکی تر جون سحاب
اشک سرخ و سفید سی یکسر | ھو گیا ھی برنگ ابری تر

الغرض گھر کی اور بہار کی سب | ستر اوپر گئی رفیق سب
نہیں بچا او نہیں کوئی جز سجاد | ھو رحسن بن حسن رکھ اسکو یاد
تھا بلا شبہ وہ جلیل الذات | صدمہ کربلا میں غم کی سات
جب ھواھی شہید امام امم | ھو رھوی ہیں اسیر اھل حرم

وہ بھی اون میں ھوا اسیر ای یار　　اس سخن میں نہیں ھے کچھ تکرار

اُسی دس دین جب اس محرم کی　　مچی عالم پہ دھوم ماتم کی
ہر طرف بر ملا تھا شور و عزا　　زلزلہ حشر کا ھوا برپا
ھوا چار و طرف لھو سی نکار　　لگی خرمن کو آسمان کی شرار
چوطرف خون سے کھلا گلزار　　پھولی یہ کربلا سی کیسی بہار
جوش ماتم میں ھے زمین و زمان　　ورطۂ غم میں تھی مکین و مکان

اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

مثنوی گلزار عشق عرف قصّے رضوان شاہ و روح افزا

اس مثنوی کا ایک نسخہ اکسفرڈ کے بوڈلین لائبریری میں ہے۔

نمبر (۴۶۶) اورنٹیل ورق (۱۲۰) سائز ۱۰×۵ ¼ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

"ایک مثنوی جس میں رضوان شاہ اور روح افزا کی عشقیہ داستان ہے مصنف مولوی محمد باقر ہیں جنہوں نے سنہ ۱۲۱۰ھ/۱۷۹۵ء میں اس کو لکھا ہے ابتدا میں ایک دیباچہ ہے۔ گارسی۔ ڈی ٹاسی کی فہرست میں یہ شامل ہے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔"

اگرچہ سنہ ۱۲۱۰ھ میں اس کی تصنیف ظاہر کی گئی ہے مگر جیسا کہ خود مصنف نے اظہار کیا ہے اس کی تکمیل سنہ ۱۲۱۱ھ ہوئی ہے۔

"الحال کہ تاریخ ہجرت با جاہ و جلال کے یکہزار دوسو گیارہواں سال ہے۔ قصہ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کر کے اسے نظم کیا۔"

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد ہے جس کے (۵۳) شعر ہیں اس کے بعد مناجات میں (۵۴) شعر پھر نعت میں (۲۹) شعر۔ اس کے بعد معراج کے بیان میں (۸۹) شعر اسی میں منقبت بھی ہے۔ پھر عرض الحال کا عنوان ہے جس میں (۱۰۳) شعر ہیں اس کے بعد محبوب سبحانی کی مدح میں (۹۰) شعر پھر امام حسینؑ کی تعریف میں (۳۳) شعر سبب تالیف مثنوی اور اپنی ستائش میں (۱۹۳) شعران تمام کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے جس کے (۲۸۹۰) شعر ہیں قصہ کے ختم پر خاتمہ کا عنوان ہے جس میں (۵۹) شعر ہیں اس طرح کل مثنوی تقریباً (۳۵۸۱) شعر پر ختم ہوتا ہے۔ قصہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

چین کے بادشاہ کا لڑکا رضوان شاہ علم و ہنر میں سرآمد روزگار تھا باپ کے مرنے پر
مالک تاج و تخت بنا ایک دن شکار کے لئے روانہ ہوا۔ روح افزا پری بصورت ہرن نظر آئی
بادشاہ نے ہرن کا تعاقب کیا مگر ہرن ایک چشمہ میں غائب ہوگیا۔ رضوان شاہ اس ہرن
پر فریفتہ ہو کر خود غوطہ لگانا چاہا۔ ارکان دولت مانع ہوئے نجومی اور رمال اس کا سراغ
لگانے کا وعدہ کرکے بادشاہ کو واپس لائے۔ بادشاہ کا عشق دن بدن ترقی کرنے لگا اور
از خود رفتہ ہو کر اس چشمہ پر ایک محل تعمیر کرکے رہنے لگا۔ ہر روز محل روشنی سے جگمگا جاتا
عطر و گلاب کی خوشبو سے معطر ہوا کرتا ایک رات روح افزا پری اپنی اصلی صورت میں
باہر آئی دونو کا وصال ہوا۔ مگر پھر جدائی ہوگئی۔ ایک زمانہ تک فراق کے صدمے اٹھاتے
رہے مصیبتوں میں گرفتار ہوئے آخر مدت دراز کے بعد دونو کی شادی ہوئی اور بامراد چین
کو واپس ہوئے۔

اب اولاً دیباچہ کا کسی قدر انتخاب اور پھر اصل مثنوی کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔
"مقصود اس تمہید سے یہ ہے کہ اکثر جاہلان بمعنی و ہرزہ دراہان لایعنی زبان دکھنی پر اعتراض
اور گلشن عشق و علی نامہ کے پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں اور جہل مرکب سے نہیں جانتے
کہ جب تک ریاست سلاطین دکن کے قائم تھے زبان اون کی درمیان اون کے خوب
رائج اور طعن شماتت سے سالم تھی اکثر شعرا وہاں کے مثل نشاطی۔ وفراقی۔ دشوقی۔ وخوشنود
غواصی۔ ذوقی۔ ہاشمی۔ شغلی۔ بحری۔ نصرتی۔ ومہتاب وغیرہم کہ بے حساب ہیں اپنی زبان
میں قصائد۔ وغزالیات ومثنویات ومقطعات نظم کئے اور داد سخنوری کا دی۔ لیکن نصرتی
ملک الشعرا اور تنگ نظری سے مبرا ہے جب شاہان ہند اس کلیم جنت نظیر کو تسخیر کئے
طرز و روزمرہ دکھنی نہج محاورہ ہندی سے تبدیل پانے لگے تا آنکہ رفتہ رفتہ اس بات سے
لوگوں کو شرم آنے لگی اور ہندوستان میں مدت تک زبان ہندی کہ اوسے برج بھاکا
بولتے ہیں رواج رکھتی تھی اگرچہ لغت سنسکرت اون کی اصل اصول اور مخرج فنون فروع

اصول ہے پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی وفارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب
خاص کون اوس کی کہونے لگے سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمیٰ ہوئی
جیسا ثنائی وظہوری نظم ونثر فارسی میں بانی طرز جدید کی ہوئی ہیں ولی گجراتی غزل ریختہ
کی ایجاد میں سبہوں کا ابتدا اور استاد ہے بعد اوس کی جو سخن سنجان ہند بروز کئے بے شبہ
اس نہج کو اوس سے لئے اور من بعد اوس کو باسلوب خاص مخصوص کر دیئے اور اوسے
اُردو کے بہاکا سے موسوم کئے اب یہ محاورہ معتبر شہروں میں ہند کی جیسا شاہ جہاں آباد
ولکھنؤ واکبر آباد وغیرہ رواج تمام پایا اور جوں چاہی سبہوں کی من بہایا اواخر عہد محمد شاہی
سے اس عصر تلک اس فن میں اکثر مشاہیر شعرا عرصہ میں آئے اور اقسام منظومات کو جلوے
میں لائے ہیں مثل درد۔ مظہر۔ فغاں۔ دردمند۔ یقیں۔ سوز۔ آبرو۔ آرزو۔ سودا۔ تاباں
وغیرہم لیکن ان سبہوں سے کوئی بہی مثنوی معتد بہی نہیں کہا فقط غزلیات وقصائد ومقطعات
پر اکتفا کیا بارے اس عصر میں حسن دہلوی یک مثنوی مختصر لکہا دریافت اوس کی ممیز
مصنف پر موقوف رکہنا اولیٰ ہے۔ برخلاف شعرائے دکن کے کہ اکثر مثنویات کہی ہیں
بالاتفاق غزل بولنا آسان اور مثنوی کا کہنا دشوار وگراں ہے اس لئے ملک الشعرائے دکن
بطور تعریض کہتا ہے۔

دس پانچ بیتاں کہ کہی شوقی اگر تو کیا ہوا
معلوم ہوتا شعر اگر کہتی تو اس بستار کا

اور بوجہ اے بہائی کہ ان سب شعرا میں بعض فقط شاعر ہیں اور بعض شاعر کے سات چاشنیٔ
عشق وعرفان میں بہی ماہر ہیں مثل مولانا شاہ ندیم اللہ ندیم تخلص وقاضی شیخ محمود بحری
تخلص صاحب من لگن شعرائے دکن سے اور مرزا مظہر جان جاناں وخواجہ میر درد شعرائے
ہند سے۔ بعد ازیں مخفی نہ رہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار ہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
بعضے اس قدر اوس کے باب میں دفتر اعراق کا کہولتے ہیں کہ از بس بیچارہ کو سب

شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادباے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں اور دعاجبا بل و احسرتا
کہ ملک الشعرا نصرتی کو نہیں مانتے ہیں اور قدر اوس کے سحر حلال کی نہیں جانتے بڑی
دستاویز اون کی یہ ہے کہ زبان اوس کی کج مج ہے۔ زہے دریافت و خوشا سخن فہمی و عجب سمج
آیا نہیں جانتی کہ اتفاق سے شعراے عرب و عجم و ہند کے معنی جان سخن آبدار اور لباس

مستعار ہے۔
اوسکے بعد گلشن عشق اور علی نامہ کے چند اشعار درج کئے ہیں۔ فصاحت میں گر

فارسینا کا کلام الخ
تعصب کو یک طرف رکھہ کر سب کلیات سودا کو بغور نظر ملاحظہ کر کر انتخاب

کرے اور اُن سبہوں کو یک داستان گلشن۔ یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا اندازے
اوس کے اور اوس کے بواقعی واقف ہوئے۔ سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو
سے چاہے خواہ قصائد میں خواہ مثنوی میں اوسے موازنہ میں لاوے بالفعل بہی مہر و ماہ
یکتامی فن طرازی عاقل خاں رازی کتیں کہ قصہ منہر و مدمالتی کا ہے گلشن عشق سے
مواجہ کر دیکھیے تا معنی مثل دکہنی کے ہات کنگن کو آرسی کیا خوب سمجھے۔

کبھی نصرتی سن کے یہ ولولہ ملا بعد مدت کی مجکو صلہ
کہا سودا اکہی انصاف سے کہ صدقی کر و مجکو آگاہ کے

باوجود ان سب مراتب کے ہم انصاف کرتیں ہیں کہ میرزا رفیع سودا قصائد و غزل
میں بڑا سخن تراش و صاحب تلاش ہے محاورہ شستہ و صاف ہیں یگانہ زمانہ اور
شوخی مزاج و رنگینی طبیعت میں ہر کتیں افسانہ پر سوا فسوس کہ ہجوہا سے رکیک سے
آشنا اور از تدین و تمکین سے بیگانہ تہا''
اس کے بعد صراحت کی ہے کہ گلشن عشق اور نامہ کو دیکھہ کر کوئی مثنوی لکھنے کا شوق
ہوا اور اس مثنوی کو ابتدا کی مگر چہ سو شعر کے بعد دیگر کتابوں کے لکھنے کے طرف متوجہ

ہوگئے۔ اور بتایا ہے کہ کون کون کتابیں کس کس عنوان میں لکھی گئیں اور پھر اپنے تخلص کے متعلق بھی صراحت کی ہے۔

اپنے تصنیفات کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:۔

"ابیات اُن سبھوں کی تخمیناً چوبیس ہزار ہیں اس لئے تکمیل قصہ عشق کی نہیں ہوئی الحال کہ تاریخ ہجرت باجاہ وجلال کے یکہزار دوسو پر گیارہواں سال ہے۔ قصّہ رضوان شاہ و روح افزا کا پسند کر کے اوسے نظم کیا جب زبان قدیم دکہنی اوس سبب سے کہ آگے مرقوم ہوا اس عصر میں رائج نہیں ہے اوسے چھوڑ دیا اور محاورہ صاف وشستہ کو قریب روزمرّہ اُردو کی ہے اختیار کیا اور صرف اس بھاکی میں کہنے سے دو چیز مانع ہوئی اول یہ کہ تاثیر وطن یعنی دکن اوس میں باقی ہے کیا واسطے کہ اجداد پدری اور مادری اس عاصی کے اور سب قوم اوس کی بیجاپوری ہیں۔ دوسرے یہ کہ بعضے اوضاع اوس محاورہ کی میری دل میں نہیں بہاتے ازاں جملہ یہ کہ تذکیر و تانیث فعل نزدیک اہل دکن کے تابع فاعل ہے اگر یہ مذکر ہے تو وہ بھی مذکر ہے اور اگر مونث ہے تو مونث یہ قاعدہ موافق قاعدہ عربی کے سہ السنہ ہے اور قیاس صحیح بھی اوس کی تائید کرتا ہے برخلاف محاورہ اردو کے کہ اوس میں نسبت فعل کی مفعول کی طرف گر مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر کرے۔"

عنوانات بھی شعر ہی میں لکھے گئے ہیں مثلاً۔ مناجات کا عنوان

غنچہ دل کی غرض حیرانی | در حضور نسیم رحمانی

معراج کا عنوان

ذکر معراج صاحب لولاک | پائی جسکے سر پکی نیں افلاک

محبوب سبحانی کی مدح کا عنوان

وصف محبوب بارگاہ قدم | سر افرادیر ہی جسکا قدم

اپنے متعلق جو عنوان ہے۔

فخر یہ کا ہے اسمین کچھ انداز | اور تصنیف کے سبب کا راز

اول اپنے عربی نظم و نثر کا فخر کیا ہے۔

میری نظم دلکش کو وہ فیض ہے | کہ اوس سے ہوا نام طائی کا طے
ابوطیب اس خوف وہیبت سنئے | کیا تو بہ لاف نبوت سے تتی
میری نثر میں ہوئی مابی جیسے | نظر آوہی وہان ابن عتبے غنی
کرانشا کا بانی ہے عبدالحمید | ولی میں ہون خاتم بوجہ سدید
اگر قاضی مصر ہوتا یہان | یہ دعوی اوپر حکم کرتا عیان
بھیجے گر انشا میری تا رشید | مقامات کی بھیج دیتا رسید
اگر ابن عباد ہووی حکم | نہ سمجھے مجھے بو محمد سے کم

ہے جیسا عرب میں مجھے دار و گیر | ہون ویسا ہی ملک عجم کا امیر
سنئے شعر کا میری کر یک نوا | تو کہتا اوٹھی رودکی مرحبا
کہو کر قصائد تو افضل کہے | کہ سلیمان و مسعود و عرقی رہے

قصہ کی ابتدا۔

محبت کے گلزار کا باغبان | جو تہا اوسکی اخبار سے گل فشان
ہلا اپنے خامہ کے شاخ نول | جہپوایا یہ قصہ کا اوتار پہل
کہ تہا ملک چین کے ایک شاہ | تہا حکم اوس کا ماہی سے لے تا ماہ

ہوا رنج ضایع مرا سال کا | عجب ہی کہارا مری حال کا
میرا سینہ حسرت سے ناشاد ہی | گنہ لازم و رنج برباد ہے
نہ اب جان نہ جانان میری ہات میں | مجہے بخت والے میں کس گہات مین
کہان سے گیا کہیلنے میں شکار | کہان سے وہ ہرنی کئے وہاں کنار
میں کیا کیا سہا ننگ و ناموس کہو | برس ایک لک شکل اوداس ہو

بہر حال دونو ہو کشتی سوار | چلی تن بہ تقدیر بی اختیار
اوپر اونکی تہا نیلگون آسمان | تلی اونکی دریا ہی دو راز گران
ہو دونو بہی جبنے سے اپنے ملول | گئے یکقلم اپنے ہستی کو بہول
کئی قطع اس طرح کئے روز جب | سمایا کہرا ایک اونپر عجب
نمایان ہوی رات کو یک نہنگ | اوپری کوہ کا جسکے ہیبت سے دنگ

میں یک جزہی کالعدم ای صنم | سہا ہون تیری غم سے کیا کیا ستم
تیری تہ میں گرچہ ہوا ہوں فدا | پہ نکلی ہے مجہسے ہردم صدا
کہ تیرا نگہبان ہونت ذوالجلال | رکہی تجکو دائم بلا سے سنبہال
نہ دیوی پہنچہی تجہے کچہ بہی غم | مسلم رکہی دل تیرا از الم
تیری تن پہ وہان جو جو آزار ہے | میری جان پر اوس کا سب بار ہی
تیری جیسی پاؤن میں پری تجہی | میرا دم ہوا پاؤن بیری مجہی
ہر گے رگ ہوئی میری زنجیر اب | کرون کیا میں اس غم کی تدبیر اب

محبت میں کیا کیا مصیبت سہا | عجب ہے کہ اب لک وہ جیتا رہا

اگرچہ خمیر اوس کا ہیکا تہ خاک
ولے آتشی سے ہوا جل کے راک

تیری شاہزادی کہ ہی شہر پری
اوسی داغ سے غم کے بریان کری

کبہو جوش صحرا کے فوجاں میں پہر
کبہو جوش دریا کے موجاں میں پہر

بہرحال پہچاہے وہ اب یہاں
ہلاکی سے تجکو دیا ہی آمان

تو جو ہو سکے تجہ سے تدبیر کر
اعانت میں اوسکی نہ تقصیر کر

دی اول خبر اوسکے محبوب کی
سپس فکر کر اوسکی مطلوب کی

خبر شہر میں بابول بہیجی میں تب
نہی لیکے رضوان آیا ہی اب

یہ مژدہ سنئے جب صغار و کبار
چلی اب ہیں در پر دریا کنار

لئے اپنے سات چونڈول و تخت
بہی فیل و شترا بہوت سے بہر رخت

بصد شان و شوکت کے اونکو نے
تہے چہوٹے بڑی جو محل میں سلے

ہوی دیکہہ دولہن کو سب باغ باغ
لئے باغ دہب سبہی کو وہ راغ

خاتمہ :-

ہے بہر سوزیوں عشق سے یہ بیان
کہ جل جاوی پروانہ و شمع وہاں

اگر دیکہی تنکہ اوسکی مستفید کا زور
کری داد فریاد بیکل ہو شور

ہے اوس درد کا اوسمیں ناز و نیاز
جلی جس سے نوعی کا سوز و گداز

اگر دیکہی اوس نظم کا طمطراق
تب دمن سے سودا کو ہوا احتراق

مجہے نصرتی سا تہہ ہی گفتگو
اوسے کیا ہی طاقت کہ ہو رو برو

اگر جاوی چالیس میں یہ نور تن
ملک اوسکو اپنا کری من موہن

جو دل عشق کے شمع کا ہی لگن
یہ نسخہ کو اپنا کری من لگن

جو ہی شوق شغل شور عزام | نشاطی ہوا سں پہول کا مدام
نہ کرتا ہوں ہرگز مبا ہان میں | کیا درست ہی شبہ بیان میں

اصل فارسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی اس لئے مقابلہ کا موقع نہیں ہے۔ اور نہ اس مثنوی کا دوسرا نسخہ یورپ میں ہے اس لئے اختلاف بہی ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

باقر آگاہ کے اکثر تصنیفات طبع ہو چکے ہیں اور ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد و کتب خانہ اہل اسلام مدراس کے علاوہ میرے پاس بہی بعض مثنویاں ہیں اور ہمارے خاندانی کتب خانوں میں ان کے تصنیفات موجود ہیں۔

آگاہ کے کلام پر تبصرہ | صفحات ماقبل میں آگاہ کے چہوٹی بڑی دس مثنویوں کا ذکر ہوا ہے اس کے علاوہ دیوان[۵] بہی ہندوستان میں موجود ہے ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آگاہ اپنے عہد کا نامور با کمال شاعر تہا۔

آگاہ کے دیوان میں ہر صنف کا کلام ہے قصائد۔ قطعات۔ رباعی اور غزلیں موجود ہیں۔ قصائد میں آگاہ نے فارسی قصائد کی تتبع کی ہے۔ ان میں خصوصیت کے ساتہہ سودا کا رنگ نظر آتا ہے۔ تمام قصائد حمد و نعت۔ منقبت۔ مدح غوث عبدالقادر جیلانی میں کہے گئے ہیں۔ بادشاہ کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں ہے۔ یہ امر خاص طور سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ آگاہ کو والاجاہ کا تقرب حاصل تہا۔ دو شاہزادوں کی رفاقت میں سارا وقت گزرتا تہا مگر کبہی کسی موقع پر مدحیہ قصیدہ کا نہ لکہنا آگاہ کے عالی حوصلگی پر دلالت کرتا ہے۔ غزلوں میں بہی سودا کا رنگ غالب ہے مگر تخیل کی وہ بلند پروازی جو سودا

---

[۵] ہمارے خاندانی کتب خانوں میں متعدد نسخے ہیں۔

کے کلام میں نظر آتی ہے وہ آگاہ کے یہاں نہیں ہے۔ آگاہ عربی فارسی کے عالم متبحر تھے اور پھر روحانی تعلیم بھی حاصل کی تھی ارشاد اور ہدایت کے مرکز تھے ان وجوہ سے ان کی غزلوں میں معرفت کی جھلک اور تصوف کی چاشنی موجود ہے۔

آگاہ کی مثنویوں پر آج کل کے نقطہ نظر سے غور نہ کرنا چاہیئے ڈیڑھ سو سال پیشتر کا ماحول آج کل کے ماحول کے مطابق نہیں سکتا۔ آگاہ نے جس زمانہ میں اپنی تصنیفات آغاز کیں۔ اس وقت ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ کلایو اور وارن ہسٹنگیز کا دور دورہ تھا مغلیہ خاندان پر زوال آچکا تھا اور اس کا ٹمٹمایا ہوا چراغ گل ہو رہا تھا اہل علم دنیا سے گزر رہے تھے اور ان کی جگہ پر کرنے والا نظر نہ آتا تھا ملک کی عام زبان فارسی باقی نہیں رہی تھی اس لئے اس کے جاننے والوں کا کال ہو رہا تھا۔ اردو کا رواج ہو رہا تھا۔ مگر اقلیم اردو میں علم و فن کا ذخیرہ شاذ بلکہ نایاب تھا۔ شمالی ہند میں صرف غزل اور قصائد کا زور تھا جنوب میں مثنویوں کا رواج تھا مگر اس میں بھی علمی مواد بہت کم تھا۔ دانایان فرنگ نے ہنوز اردو کی پرستی کی جانب توجہ نہیں کی تھی نہ تو کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج کی تصنیفات شائع ہوئی تھیں اور نہ شاہ عبدالقادر نے قرآن کی تفسیر قلمبند کی تھی۔ عام طور سے تعلیم کی کمی تھی خصوصاً عورتوں کی تعلیم کا دروازہ بالکل بند تھا اور یہ ناممکن تھا کہ فارسی میں جواب مادری زبان نہ رہی تھی تعلیم حاصل کر سکیں اس نقص کے باعث سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا اور دن بدن حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔

اس نقص کو معلوم کرنے والا۔ اس مرض کو دریافت کرنے والا۔ اس کے علاج پر کمر ہمت باندھنے والا اور اپنے تصنیفات سے اس کا علاج کرنے والا آگاہ اور صرف آگاہ تھا۔

آگاہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کو ضروری اور لازمی تصور کیا اور ان کے لئے خاص کتابیں لکھیں اس نے اپنی

تصنیفات میں صاف طور سے اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان کا مقصد خاص طور سے صنف لطیف کی بہبودی ہے۔ چنانچہ ہشت بہشت کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"بعض علمار متاخرین خلاصہ عربی کتابوں کا نکال کر فارسی میں لکھے ہیں تا وہ لوگ جو عربی پڑھ نہیں سکتے ان سے فائدہ پاویں لیکن اکثر عورتاں اور تمام امیاں فارسی سے بھی آشنا نہیں اس لئے یہ عاصی مطلب قسم اول کا بہت اختصار کے ساتھ لے کر دکھنی رسالوں میں بولا ہے۔"

پھر اسی میں بیان کرتے ہیں۔

دکھنی میں کہا ہوں اس لئے میں | تا ہووے سمج عوام کے تیں
تا سربسر امیان ہور عورات | پڑنے سنے اسکی پاویں لذات

رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں:۔

دلے یو نظم بولیا بالضرورت | پڑے تا اسکو ہر امی عورت

غرضکہ آگاہ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اردو زبان میں سیر، فقہ عقائد پر متعدد کتابیں خاصکر عورتوں کی تعلیم کے لئے مرتب کیں۔

آگاہ کے کلام میں مبالغہ اور دروغگوئی نہیں ہے حالانکہ اس کے پہلے جو چند مثنویاں واقعات کربلا اور سیرت آنحضرت صلعم میں لکھی گئی ہیں وہ جھوٹی روایات اور مبالغہ سے مملو تھیں۔

آگاہ کا کلام عام فہم اور سلیس ہے۔ اگرچہ وہ عربی اور فارسی کا جید عالم تھا مگر اس کے باوجود اس کے کلام میں عربی اور فارسی کے موٹے موٹے الفاظ نہیں ہیں جیسا کہ خود

اس کا خیال تھا اس کو عام فہم لکھا جائے تا کہ ہر امی اور عورت کے ذہن نشین ہو۔
آنحضرت کی سیرت میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔ کہ آپ کے بہترین اخلاق
اور پاکیزہ سیرت مقدس کو صداقت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ وہ اس امر سے بخوبی
واقف تھا کہ آنحضرت کی مبارک زندگی میں اخلاق اور عادات ہی امت کے لئے
چراغ ہدایت ہیں اور ان کی پیروی صراط مستقیم پر گامزن کرا سکتی ہے۔

ترجمہ کیدانی

اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

دہلی کلکشن[۵۱] نمبر (۱۱۵۳) ورق ۹ سائز ۷ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت یکم ربیع الثانی ۱۲۴۴ھ

مرتب کیٹلاگ نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ کسی دوسرے یورپین مصنف کی کیٹلاگ میں یہ شریک ہے۔

سنہ تصنیف بھی نامعلوم۔ اس کے مصنف مولوی محمد غوث شرف الملک مدار المہام ارکاٹ ہیں۔

مولوی محمد غوث آگاہ کے رشتہ دار ہیں ۱۱۶۶ھ میں ارکاٹ میں تولد ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم اولاً اپنے دادا مولوی نظام الدین احمد سے پائی اس کے بعد مولانا امین الدین احمد خان اور ملک العلماء مولانا عبد العلی بحر العلوم چشم و چراغ فرنگی محل لکھنؤ سے فیض حاصل کیا۔ ختم تعلیم کے بعد سلسلہ ملازمت شروع ہوا۔ اولاً امیر الامراء فرزند والا جاہ کی رفاقت میں رہتے تھے۔ پھر ان کے فرزند عظیم الدولہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ عمدۃ الامراء کے عہد میں چیف جسٹس مقرر ہوئے مگر ان کی متلوّن مزاجی سے ناراض ہو کر خدمت سے استعفا دے دیا اس کے بعد سد ہوٹ ہوتے ہوئے حیدر آباد آئے ۱۲۱۵ھ میں عظیم الدولہ نے

---

[۵۱] انڈیا آفس میں بلوم ہارٹ کی کیٹلاگ مطبوعہ ہے جس میں اردو مخطوطات انڈیا آفس درج ہیں مگر یہاں ایک اور خام کیٹلاگ دہلی کلکشن کے نام سے ہے۔ اس کے اکثر مخطوطات اس فہرست میں نہیں ہیں۔

مدراس طلب کر کے مدار المہامی کی خدمت پر مامور کیا اور شرف الدولہ غالب جنگ شرف الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ۱۲۳۲ھ میں اس سے مستعفی ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ اکتیس کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے تیس عربی اور فارسی میں ایک اردو ہے جو زیر بحث ہے ۱۲۳۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا[51]۔ مسجد والا جاہی مدراس میں دفن ہوئے۔ اپنی یادگار دو فرزند چھوڑے بڑے مولوی عبدالوہاب[52] مدار الامرا جو نواب محمد غلام غوث خاں والا جاہ کے زمانہ میں مدار المہام مقرر ہوئے اور دوسرے مولوی محمد صبغۃ اللہ بدر الدولہ یہ اسی زمانہ میں قاضی تھے آپ کے بہترین اردو تصنیفات جو نثر میں سیر عقائد اور فقہ میں لکھی گئی ہیں خاص شہرت رکھتی ہیں صراحت کے لئے دکن میں اردو ملاحظہ ہو۔ زیر بحث کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے کیدانی کا ترجمہ ہے جو حنفی فقہ ہے۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"جان تو بیشک بندہ جانچا گیا ہی درمیان اسکے کہ فرمان برداری
کرے وہ اللہ برتر کیں پس ثواب پاوے اور درمیان اسکے کہ نافرمانی
اوسکی پہر عذاب کیا وئی وہ اور جانچ اللہ کی موقوف ہے ساتھ عمل
مشروع کے اور ساتھ عمل غیر مشروع کے۔

خاتمہ

اور حاشیہ بدریہ کی سے اور کتاب متفق سے اور کشف سے اور میزان
اصل سے تمام ہوئی یہ کتاب مبارک اچھی کہ نام اسکا خلاصہ کیدانی ہے۔

ہمارے خاندانی کتب خانوں میں یہ موجود ہے۔

---

[51] تاریخ احمدی۔

[52] مدار الامرا کے فرزند نواب شرف الدولہ ثانی تھے جو راقم الحروف کے حقیقی دادا ہیں۔

چار گلشن

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۶۶۸۵) ورق (۲۲۱) سائز ۷ × ۴ ½ سطر (۱۲) خط نسخ کاتب سید یعقوب تاریخ کتابت ۲ ذیحجہ سنہ ۱۲۵۲ھ بمقام قادر نگر عرف تجاور مصنف سرشار۔

چونکہ یہ مخطوطہ کٹیلاگ مرتب ہونے کے بعد داخل ہوا ہے اس لئے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے۔ اور نہ یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے کچھ لکھا ہے۔

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔ البتہ یہ پایا جاتا ہے کہ وہ عمدۃ الامرا رئیس ارکاٹ کے مصاحب تھے۔ تعجب ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے دو صفحوں میں حمد ہے پھر دو صفحے مناجات کے ہیں پھر نعت دو صفحوں میں اس کے بعد منقبت حضرت علی اور معراج کے حالات ہیں اس کے بعد بادشاہ کی تعریف اور سبب تالیف مثنوی کے بعد اصل قصہ شروع کیا گیا ہے۔

یہ منظوم چار درویش ہے اس لئے قصہ کے صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ مثنوی عمدۃ الامرا (سنہ ۱۲۱۰ھ تا سنہ ۱۲۱۶ھ) نواب ارکاٹ کے عہد میں لکھی گئی ہے۔

نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے۔

ابتدا:۔

سخن کا جو تھی انجمن دلکشا ۔۔۔ تھی اوس بزم کا شمع حمد خدا

تھی ایسا شہنشاہ وہ بی نظیر ۔۔۔ جو شاہان کو بخشا تھی تاج و سریر

بڑی تھیں فلک کرچہ با آب و تاب ۔۔۔ تیری بحر قدرت کی ہیں نہ حباب

کرون مدح نواب عالی جناب | کہ ہے عمدۃ الامرا جسکا خطاب
بڑی اوسکی دولت بڑا اسکا ٹہاٹ | وہ ہی وارث صوبہ ارکاٹ
سخاوت کی گھر کا ہی روشن چراغ | ترو تازہ اوسی عدالت کا باغ
وہ شیر دلاور بمیدان جنگ | ولایت میں سن نام لرزیں فرنگ
وہی حلم و تمکیں کا کوہ گران | مروت کوئی کیا کرہی امتحان

اسی سلسلہ میں دوسروں کی مدح اس طرح کرتا ہے:-

آکر دیکہی اس مکان غور کر | محمد نجیب الدین خان نامور
ادنیرا مارنگی ہی برج کا | وہ گوہر سخاوت کی ہی درج کا
کہ ہی موج زن جسکا دریائے حلم | بیان کیون نہو اوس کا ہر ماہی علم

ولی عہد ارکاٹ کی مدح کے بعد مزید شرح کرتا ہے۔

سخندان سخن ور کا ہی قدر دان | سخن اوس کا شیریں ہی رنگیں بیان
دل اوس کا صفا واقف راز ہی | تخلص کہوں اس کا اعجاز ہی
کہ یکروز آراستہ کر مکان | وہ بیٹھا تھا مسند پہ بافروشان
تھا حاضر وہان خان حیدر نواز | کرم سے ہی جسکی جہان سرفراز
رشید علی خان بہادر امیر | وہ سردار کا تھا بہت دلپذیر
وہ سردار کا بو کی ہی نور عین | وہ عالی نسب مرتضی حسین
غلام علی خان و حیدر علی | جو تہی جان و دل سے غلام علی
تھا بازو سی بیٹھا جوان سبز رنگ | وہ قادر حسین خان سرافراز جنگ
دو فرزند سردار کی در تاج | وہ تہی بزم آرا کی دو سراج

تہا واجد علی خاں با حشم وجاہ　　دل وعقل روشن وہ عالی نگاہ

اسی سلسلہ میں حسب ذیل اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے سید حسن خان۔ رضا حسین خاں۔ معروف علی خاں۔ مسیح الزماں خاں۔ نظام الدین حسن خاں۔

اس کے بعد بیان کرتا ہے۔

تھا اوس بزم میں شعر کا گفت وگو　　اوسی دن میں بہی گیا روبرو
کہا مجکو ای میر شیر شار آ　　ہوا تیری آنی سی دل خوش میرا
کہ تو باغ معنی کا ھی اب ورنگ　　تیری دیکھ اشعار عالم ھی دنگ
کہی شعر رنگیں و مضمون نئی　　کہی تو سخن تو نہ پھر گوی کہئی
کہا تو نی قصہ قصائد کئی　　نشانی تیری ہر مکان پر رھی
اگر جاوی دیوان تیری ہر گھر　　جو دیکھا کھا آفرین آفرین
جو ھی چار درویشکی یہ کتاب　　ھی مضمون رنگیں زبس انتخاب
اگر نظم ہندی اوسی تو کری　　جواھر معانیکی اسمیں بھری
جو دیکھی وہ قصی کو دیوانہ ھو　　سخن شمع ھو خلق پروانہ ھو

شروع کر ھوا سال یک در حساب　　بفضل خدا ھوی مرتب کتاب
شب بدر رجب کی تہی دلفروز　　تہا شاہ نجف کی تولد کا روز
جو چاہا میں تاریخ یا بو تراب　　وہ ھاتف دیا چار گلشن خطاب
برابر سمجھ در شہوار کے　　گیا نذر رجب میں وہ سردار کے

ابتداد استان اور دیگر نمونہ ملاحظہ ہو۔

جسی در معنی کا اب گنج ھی　　خریدار اوسکی کھر سنج ھے
سنانا ھی سرشار داستان　　سنو کان دھر کر ایدھر مہربان

تھا ایک بادشاہ کارفرمائی روم
سخاوت میں جسکی جہاں میں تھی دھوم

کرم خلق پر اس کا تھا بے شمار
زمانیکا پرور تھا جیب و کنار

جو سائل کرے اسکی در پہ سوال
نہ پھر کس سے چاہے زر و سیم و مال

میں آفت سے دریا کی اے بادشاہ
بچا جب چلا لیکے بستی کی راہ

کیا سمت بازار کی جب خرام
تہا وھاں بہی قسمت میں آب وطعام

گرفتار ہو چور سمجھا یا سپاہ
سیاست سے پھر دار کی بچہ رہا

لیجا چاہ میں جب دے منجکو ڈال
خدا سے کیا عرض میں اپنا حال

اٹھا چوب لے اسکو دیکھا میں جا
وہ بیٹھی تھی روتی ہوئی سر جھکا

لگا یا میں یک چوب نزدیک جا
تلے سانس بھر ان نے ھوکئی فنا

وہ توشہ کا صندوق اٹھا لیکے میں
وہ ہر روز کھاتی لگا اس کنتیں

خداوند رازق بندہ نواز
کرے پرورش سبکو ھو کارساز

جدائی کا شعلہ بھڑکنے لگا
گویا مرغ بسمل تڑپھنے لگا

کیا جیب و دامن کو میں چاک چاک
اوڑانی لگا سر پو میں اپنی خاک

کیا آہ پر آہ میں ھائی ھائی
بھا اشک گلرنگ کھا داغ داغ

مجھے دیکھ دائی نی سر پیٹ تی
کھڑی آکے چہا تی کنتیں کوٹتی

غزل کا نمونہ

ارے یہ فلک کیا دل آزار ھے
جفا کار ھے سخت مکار ھے

اگر ھووین معشو قو عاشق بہم — تو آنکہون میں اسکی گویا خار ھی

مبدل کرے وصل کو ہجر سے — یہ عادت ھی اسکی یہ اطوار ھی

فلک کا کہان تک میں شکوہ کرون — ارے یار تیرا خدا یار ھی

مجہی تو کھیں اپنی دلسی نہ بہول — اگر عاشقی میں وفا دار ھی

ملاقات میری ھے خوابو خیال

سے اسمین کرنا یک آزار ھی

خاتمہ ملاحظہ ہو —

گیا روم کو جب وہ آزاد بخت — پسر کو خوشی سی دیا تاج و تخت

وہ ظاہر پسر کی نیابت کرے — شب و روز حقکی عبادت کری

شہنشاہ کبہو روم کو آپ جاے — کبہو اپنی داماد کی تیں بلا ئی

خدا کا وہ کر شکر رھتی تہی شاد — خدا دیوی ھر یک کی ایسی مراد

دی ساقی مجہی ایک باقی جام — یا ھو در دیا صاف بہر دی تمام

نہ یہ می کہ جس سی ھی عالم خراب — دی وہ می جو ھو الفت بو تراب

دور آصفیہ کے مخطوطات

اب ان مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے جو ۱۱۳۶ھ کے بعد دکن کے بڑے حصہ میں تصنیف ہوئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ آصفجاہ اول نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد قائم فرمائی تھی۔

بانی خاندان آصفیہ نواب قمرالدین خان حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا خواجہ عابد خاں شاہ جہاں کے زمانہ میں ایران سے دہلی آئے اور اعلیٰ خدمت سے سرفراز ہوئے۔ عالمگیر کے عہد میں مزید ترقی ہوئی گولکنڈہ کے محاصرہ میں شہید ہوئے زیر تالاب حمایت ساگر آپ کا مقبرہ موجود ہے۔

آپ کے فرزند خواجہ شہاب الدین خاں ہیں جن کی شادی شاہ جہاں کے قابل وزیر سعد اللہ خاں کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ عالمگیر کے دربار سے آپ کو غازی الدین خاں فیروز جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ کارہائے نمایاں اور اعلیٰ قدر مراتب کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

غازی الدین خاں کے فرزند سعد اللہ خاں کے نواسے نواب میر قمرالدین خاں ہیں جو آصفجاہ کے مبارک لقب سے آج یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ ۱۰۸۲ھ میں تولد ہوئے عہد عالمگیری میں ترقی کرتے ہوئے منصب چہار ہزاری کے ساتھ چین قلیچ خاں کے خطاب سے سربلند کئے گئے۔ شاہ عالم بہادر شاہ نے آپ کو خان دوران خان کے خطاب کے ساتھ صوبہ داری اودھ اور فوجداری لکھنؤ پر مامور کیا۔ جہاندار شاہ کے زمانہ میں آپ خدمت سے کنارہ کش ہوئے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔

عالمگیر نے دکن کی فتح کے بعد اپنے سب سے چھوٹے فرزند شہزادہ کام بخش کو یہاں

کا صوبہ دار مقرر کیا تھا جب عالمگیر کے بعد خانہ جنگی برپا ہوئی تو شاہ عالم بہادر شاہ کا دکن پر بھی قبضہ ہو گیا۔ شاہ عالم کے صرف چار سالہ عہد حکومت کے بعد جہاں دار شاہ مسند حکومت پر متمکن ہوا مگر مغلیہ سلطنت پر تباہی آچکی تھی۔ سکھ۔ مرہٹے۔ اور راجپوت سر اٹھا چکے تھے۔ بادشاہ کی نااہلی اور طرفہ عیش و عشرت کی مشغولی نے بہت جلد ملک کے حصے بخرے کر دیئے۔

فرخ سیر سید عبد اللہ اور سید حسین دو امیروں کی مدد سے حکمراں ہوا اور آصفجاہ کو نظام الملک فتح جنگ کے خطاب کے ساتھ دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ مگر دربار میں سیدوں اور ان کے رشتہ داروں کا زور تھا چند سال بعد فرخ سیر کو قید اور قتل کر کے رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات کے بعد روشن اختر محمد شاہ کو تخت دہلی پر بٹھایا گیا۔ اور نظام الملک کو دکن کی صوبہ داری سے فوجداری سنبل و مراد آباد پر منتبدل کر دیا گیا حسین علی خاں نے دکن کی صوبہ داری اپنے نام کر لی۔

نظام الملک کو مراد آباد کے بعد مالوہ کی صوبہ داری دی گئی۔ امرا دربار سیدوں کے عروج سے جل گئے آپس میں نفاق ہو گیا آئے دن کی بدانتظامی سے تنگ آ کر نظام الملک مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی عرصہ میں سیدوں کا آفتاب عروج غروب ہو گیا دونو قتل ہو گئے۔

اب محمد شاہ نے نظام الملک کو دکن سے طلب کر کے قلمدان وزارت آپ کے تفویض کیا۔ (۱۱۳۴ھ) آپ انتظام ملک میں مشغول ہوئے اسی زمانہ میں نادر شاہ کا نادری حملہ ہوا سلطنت دہلی کی حالت نہایت کمزور ہو گئی۔ اگرچہ آپ نے بہت کچھ کوشش کی مگر خود غرض لوگ آپ کے خلاف محمد شاہ کو بہکانے لگے جس کے باعث آپ بادشاہ سے اجازت لے کر دکن کی جانب متوجہ ہوئے۔ (۱۱۳۶ھ)۔

آپ کے وزارت کے زمانہ میں یہاں (دکن) عماد الملک مبارز خاں صوبہ دار مقرر کیا

گیا تھا آپ کی واپسی پردہ مقابلہ کے لئے آیا شکر کہرہ کی لڑائی کے بعد آپ منصور و مظفر داخل اورنگ آباد ہوئے۔ اس طرح آصفجاہ کی خود مختار حکومت کا آغاز ہوا پچیس سال تک آپ نے نہایت کامیابی اور عمدگی سے مسند دکن پر حکمرانی فرمائی قلمرو آصفی کا طول آٹھ سو میل اور عرض چار سو میل تھا اس طرح دکن کے بڑے حصہ پر آصفی پرچم لہرا رہا تھا ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے بعد حسب ذیل حکمراں مسند حکمرانی پر متمکن ہوئے۔

(۱) نواب ناصر جنگ ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۴ھ

(۲) نواب مظفر جنگ ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۶۴ھ

(۳) نواب صلابت جنگ ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۷۵ھ

(۴) نواب نظام علیخاں آصفجاہ ثانی ۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ

(۵) نواب سکندر جاہ ۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۴ھ

(۶) نواب ناصر الدولہ ۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ

(۷) نواب افضل الدولہ ۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ

(۸) نواب میر محبوب علیخاں غفران مکان ۱۲۸۵ھ تا ۱۳۲۹ھ

آصفجاہ کے بعد آپ کے صاحبزادے ناصر جنگ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی مظفر جنگ ہدایت محی الدین خاں (آپ کے بھتیجے) فرانسیسیوں کی تائید سے دعوے دار سلطنت بنے دونوں میں جنگ ہوئی آپس کی صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا مگر بعض مفسدوں کی شرارت سے ناصر جنگ شہید ہو گئے مظفر جنگ حکمراں بنے لیکن مفسدوں نے آپ کو بھی قتل کر دیا ان کے بعد آصفجاہ کے تیسرے فرزند نواب صلابت جنگ مسند دکن کے مالک بنے (۱۱۶۴ھ) فرانسیسیوں کا عروج ہوا۔ مرہٹوں نے سر اٹھایا اور سلطنت کے بعض حصوں پر قابض ہو گئے۔

گیارہ سال کی حکمرانی کے بعد صلابت جنگ نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی۔

(۱۱۷۵ھ) آپ کے دوسرے بھائی نواب میر نظام علی خاں جانشین ہوئے، دربار دہلی سے آبائی خطاب (نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ یار وفادار) سے سرفراز ہوا۔ شروع شروع فرانسیسیوں سے اتحاد رہا مگر جب یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا تو یہاں بھی اوس کے اثرات مرتب ہوئے۔ محمد علی خاں والاجاہ کی کوشش سے انگریزوں سے آپ کی دوستی مستحکم ہوگئی اور فرانسیسیوں سے ہمیشہ کے لئے تعلق منقطع ہوگیا۔ آپ نے بارہا انگریزوں کی تائید و حمایت میں عساکر آصفی سے مدد دی۔ ۱۲۱۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے فرزند سکندر جاہ اور پھر ان کے بعد ان کے فرزند ناصر الدولہ اور ان کے بعد افضل الدولہ سریر آرا حکومت ہوئے آپ کے زمانہ میں ۱۸۵۷ء کا مشہور غدر ہوا۔ یار وفادار نے دوستی کا ثبوت دیا اس فتنہ سے دکن مامون رہا۔ ۱۲۸۵ھ میں آپ کے انتقال پر نواب میر محبوب علی خاں مسند نشین ہوئے۔ آپ کے کم سنی کے باعث انتظام حکومت ایک ریجنسی کے سپرد رہا جس کے صدر شمس الامرا اور ارکان مختار الملک سالار جنگ اول اور نند پرشاد تھے ۱۳۰۱ھ میں آپ کو پورے اختیارات دئے گئے۔

نواب میر محبوب علی خاں غفران مکان کے انتقال پر اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی خدا دیرگاہ آپ کو سلامت رکھے[۱۵]۔ آمین

آصفجاہ بڑے مدبر بڑے عقلمند و دانش مند تھے علم و ہنر کی قدردانی کے ساتھ خود بھی ذی علم تھے۔ آپ کا دربار علما و صلحا کا ماوئی و ملجا تھا۔ دہلی کے ارباب کمال دکن آتے اور

---

۱۵ یہ حالات حسب ذیل کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ تزک آصفیہ۔ گلزار آصفیہ۔ تاریخ رشید الدین خانی۔

آپ کی قدردانی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ مولانا غلام علی آزاد اسی عہد کے یادگار ہیں جنہوں نے اورنگ آباد کو وطن بنالیا تھا۔

آپ نہ صرف سخن فہم و سخن سنج تھے بلکہ خود بھی فارسی کے زبردست شاعر تھے آصف تخلص تھا۔ کبھی کبھی اردو میں بھی طبع آزمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

کالی نہ کہو کوئی میرے دلبر کو حسے
مجہ دل کن یہ دعائے یمنی سے

آصفجاہ کی علمی قدردانی کے متعلق مولانا آزاد رقم طراز ہیں:۔

"فقرا و علما و صلحا و ارباب استحقاق را بحضور می برد و بقدر قسمت ہر کس ترشیح بظہور می رسید علما و مشایخ دیار عرب و ما ورالنہر و خراسان و عراق عجم و اطراف ہندوستان منت قدردانی او شنیدہ رو بدکن آوردہ زلہ از شیلان کثیر الالوان بردند"

آصفجاہ اول کے بعد بھی فرمانروایان دکن کو علمی قدردانی اور علم پروری کا خاص ذوق تھا علما و مشایخین کے علاوہ طلبہ کے لیے یومیے، روزینے، امداد مقرر کئے جاتے تھے اور اکثر اوقات یہ روزینے دوامی ہوا کرتے تھے تاکہ شایقین علم فوت بسری کی فکر سے مستغنی ہوکر اپنے علمی مشاغل میں مصروف رہیں۔

آصفجاہ اول کے سوا ناصر جنگ اور میر محبوب علیخاں غفران مکان کو شاعری کا بھی خاصہ ملکہ تھا اول الذکر فارسی کے زبردست شاعر تھے ناصر تخلص تھا ضخیم دیوان موجود ہے۔ اردو میں بھی آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہے۔

اے کبوتر جاکہ یوسف کو کہ گھر سے نکل
چاہ سے تیرے زلیخا ہوگئی ہے باولی

یار خود سید جہان تھا مجھے معلوم نہ تھا ذرہ ذرے میں عیان تھا مجھے معلوم نہ تھا

غفران مکان کا تخلص آصف تھا داغ آپ کے اُستاد تھے آپ کا اُردو کلام مشہور ہے "دکن میں اُردو"[1] میں آپکے کلام کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

فرمانروایان آصفی کی طرح وزرا و امرایان سلطنت آصفیہ کو بھی شعر و سخن سے دلچسپی رہی اور وہ اپنے وقت کے ممتاز شاعر تھے۔ مثلاً صارم۔ شاداں۔ احسان کافی۔ آفاق۔ ربط وغیرہ راجہ چندو لعل کے نواسے مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بھی اُردو کے زبردست شاعر ہیں آپ کا صوفیانہ کلام اپنا آپ نظیر ہوتا ہے۔

اعلیٰحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ کی علمی قدردانی ضرب المثل ہے ترقی العلوم کے لئے آپ کا عہد میمنت مہد عہد مامونی بغداد و عبدالرحمانی قرطبہ سے کم نہیں۔ دیگر علوم کے قطع نظر اُردو کی ترقی کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے ہیں وہ زبان اُردو پر گراں بہا احسان ہے۔ جامعہ عثمانیہ کا قیام اور دارالترجمہ کا افتتاح ترقی اُردو کے لئے آب حیات سے کم نہیں۔ آپ کو شعر و سخن سے بھی خاص ذوق ہے "عثمان" تخلص فرماتے ہیں امیر مرحوم کے جانشین جلیل کو آپ کے استادی کا شرف حاصل ہے۔ کئی ایک صاحبزادگان بلند اقبال کو بھی شاعری کا شوق ہے۔

غرض کہ اس عہد میں گلشن اُردو کی بہار ہے دعا ہے کہ خدا اس بہار کو سدا بہار بنائے اور تاجدار آصفی کے زیر سایہ پھولے پھلے اور اپنے میوا ہائے نورس سے نونہالان چمن کو نہال کرے۔

صفحات آیندہ میں ہم ان مخطوطات کا بیان کریں گے جو اس دور سے متعلق یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) دیوان ولی — ولی

---

[1] تفصیل دکن میں اُردو سے معلوم کرو۔

(۲) خلاصۃ المعاملات	عاصی
(۳) انواع العلوم	عاصی
(۴) شوہر نامہ	صابر
(۵) سوداگر کی بی بی	قیاسی
(۶) مثنوی عقد فاطمہ	مخدوم حسینی
(۷) معجزات رسالت	ایضاً
(۸) انتخاب دیوان سراج	سراج
(۹) مثنوی راگ مالا	عزلت
(۱۰) دیوان عزلت	ایضاً
(۱۱) مثنوی لال وگوہر	عاجز
(۱۲) دیوان عاجز	عاجز
(۱۳) در مجالس	کمینہ
(۱۴) قصہ بہول صادق	لطیفی
(۱۵) جنگ نامہ بہاؤ راؤ	؟
(۱۶) جنگ نامہ بہاؤ مرہٹہ و شاہ درانی	؟
(۱۷) روضۃ الصالحین	؟
(۱۸) دیوان چندا	چندا
(۱۹) دیوان شاداں	شاداں
(۲۰) مرثیہ	ولی
(۲۱) مرثیہ	رضی
(۲۲) مرثیہ	قادر

(۲۳) مرثیہ	روحی
(۲۴) دیوان حسینی	ہاشم علی
(۲۵) مراثیے ــــــــــــــــ	شعرائے مختلف

دیوان وؔلی

وؔلی اورنگ آبادی کے پندرہ دیوان یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کی صراحت حسب ذیل ہے۔

انڈیا آفس میں (۸) نسخے۔ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ۔ کیمبرج یونیورسٹی میں تین نسخے اکسفرڈ یونیورسٹی میں دو نسخے اور اڈنبرہ یونیورسٹی میں ایک نسخہ ہے۔

انڈیا آفس (۱) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۳) ورق (۱۱۰) سائز ۹ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۱۴۴ھ

(۲) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۴) ورق (۲۱۲) سائز ۷ ¼ × ۴ ½ سطر (۱۱) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۵ھ

(۳) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۵) ورق (۱۳۴) سائز ۸ ½ × ۴ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۵ھ

(۴) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۶) ورق (۱۱۶) سائز ۸ × ۵ سطر (۱۳ تا ۱۷) خط نستعلیق

(۵) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۷) ورق (۱۰۶) سائز ۹ ¼ × ۵ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق

(۶) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۸) ورق (۸۵) سائز ۸ ¾ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

(۷) بلوم ہارٹ نمبر (۱۱۹) ورق (۱۰۷) سائز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۴) خط نستعلیق

(۸) بلوم ہارٹ نمبر (۱۲۰) ورق (۷۲) سائز ۱۲ × ۷ سطر (۲۱) خط نستعلیق کتابت ۱۲۸ھ

(۹) برٹش میوزیم نمبر (۲۴۰۵۶ / اڈیشنل) ورق (۱۳۴) سائز ۸ × ۶ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۱۰) کیمبرج یونیورسٹی نمبر (۳۵۸۰ اڈیشنل) ورق (۱۰۲) سائز ۹ × ۷ ½ سطر (۱۴)
خط نستعلیق کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۱) کیمبرج کنگ کالج نمبر (۱۶۴) ورق (۹۱) سائز ۹ × ۷ سطر (۱۴) خط نستعلیق

(۱۲) کیمبرج کاپز کالج ( ) نمبر (۴۰) ورق (۵۹) سائز ۱۱×۸
سطر (۱۷) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۱۲ھ

(۱۳) اکسفرڈ یونیورسٹی نمبر (۶۴) ورق (۱۲۵) سائز ۸ ⅝ × ۴ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۵)
خط نستعلیق

(۱۴) اکسفرڈ نمبر (۵۸۶ اورینٹل) ورق (۹۵) سائز ۹ × ۵ ½ سطر (۱۷) خط نستعلیق
کتابت ۱۱۵۳ھ

(۱۵) اڈنبرہ یونیورسٹی نمبر (۳۷۸) ورق (۱۱۹) سائز ۸ × ۴ ½ سطر (۱۴) خط نستعلیق
ان کے علاوہ برٹش میوزیم میں ایک انتخاب بھی ہے (۶۳۲۷ اورنٹیل) جس کی کتابت
۲۰ شعبان ۱۲۲۴ھ کو ہوئی ہے یہ صرف چند اوراق پر مشتمل ہے۔
ولی کے متعلق بلوم ہارٹ کے معلومات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔
"ولی دکھنی جن کا نام شاہ ولی اللہ تھا بعض محمد ولی اور بعض ولی اللہ
سے موسوم کرتے ہیں۔ ولی الدین بھی کہا گیا ہے۔ یہ احمد آباد گجرات کے
رہنے والے تھے۔ شاہ وجیہہ الدین کے مریدوں میں ان کا شمار ہوتا
ہے۔ ابو المعالی کے ساتھ اورنگ زیب کے عہد ۱۱۱۲ھ/۱۷۰۰ء میں دہلی گئے
یہاں سعد اللہ گلشن سے ملاقات کی پہلی مرتبہ فارسی کے بجائے ریختہ
نظم لکھی۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دیوان کے ساتھ وطن کو واپس ہوئے
اس کے بعد محمد شاہ کے عہد ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء میں پھر دہلی گئے۔ جہاں ان
کے اردو کلام کی بڑی تعریف ہوئی"

دیگر مولفین کیٹلاگ نے ولی کے متعلق مختصر طور پر صراحت کی ہے مثلاً آکسفرڈ کی

کیٹلاگ میں لکھا گیا ہے۔

"ہندوستان کے ممتاز شاعر شاہ محمد ولی گجراتی ان کا تخلص ولی تھا

کہا جاتا ہے کہ اونھوں نے سب سے پہلے اردو میں دیوان مرتب

کیا یہ اورنگ زیب کے عہد میں دہلی آئے تھے"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں صراحت کی گئی ہے:-

"شاہ ولی اللہ گجرات کے باشندے تھے۔ دکن میں سکونت کرلی تھی

عالمگیر کے زمانہ میں زندہ تھے یہ اردو کے پہلے شاعر تصور ہوتے ہیں"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی دیوان ولی موجود ہے اس نے کچھہ بھی وضاحت نہیں

کی صرف اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ "ولی گجراتی ان کے دیوان کے بکثرت نسخے ہندوستان

میں پائے جاتے ہیں"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں دیوان ولی شامل نہیں ہے۔

ولی کے دیوان اب تک متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں اور ان کے حالات بھی عام

طور سے معلوم ہیں حال ہی میں انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد کی جانب سے کلیات ولی شائع

ہوا ہے جس میں نہایت تفصیل کے ساتھہ ولی کے حالات اور اوس کے کلام پر

بحث کی گئی ہے۔ اور مختلف دیوانوں سے اس کے کلام کو جمع کیا گیا ہے مگر یورپ کے

مواد کے مدنظر اس میں مزید اضافہ کی گنجایش ہے۔

کلام کے قطع نظر ان دیوانوں سے بعض دیگر حالات بھی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان

دیوانوں میں بعض ولی کے زندگی میں مرتب ہوئے ہیں اور ایک دیوان ابوالمعالی

کے فرزند کا مرتب کردہ ہے یہ ابوالمعالی وہی ہیں جن کے ساتھہ ولی نے دہلی کا سفر

کیا تھا۔

ولی کا نام ان مخطوطوں کے اندرجات سے ولی محمد معلوم ہوتا ہے اور ان کا دکھنی ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے۔ یورپ کے مولفین کیٹلاگ نے ان کے ساتہہ گجراتی کی جو صراحت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے چونکہ تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں اونہوں نے گجرات میں اپنا بڑا وقت صرف کیا ہے اس لئے گجراتی مشہور ہو گئے تھے ان مخطوطوں کی صراحت کے قطع نظر خود ان کے کلام سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکھنی تھے چنانچہ کہتے ہیں۔

ولی ایران و توران میں ہے مشہور　　　اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

یو تمکی شمع سوں روشن ہے ہفت اقلیم کی محلس
ولی پروانگی کرتا ترے ملک دکن بہتر

اسی طرح ولی کے سنہ انتقال کے متعلق مختلف خیالات ہیں بعض اصحاب سنہ ۱۱۵۵ھ اور بعض سنہ ۱۱۴۳ھ ظاہر کرتے ہیں آخر الذکر زیادہ صحیح تصور کیا جاتا ہے۔ بعض اصحاب ولی کے کلام کے مدنظر اس کی عربی و فارسی قابلیت پر حرف گیری کرتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ قابل نہیں تہا بلکہ ولی اپنے عہد کا حقیقی نمائندہ اور فطرتی شاعر تہا زمانہ مابعد میں جو عالمانہ اصول بنائے گئے تھے وہ ولی کے زمانہ میں رائج نہ تھے۔ جو الفاظ اس نے استعمال کئے ہیں ان کو اس نے اسی طرح اردو میں منتقل کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ نہیں تہا کہ وہ اپنے شاعری میں عربی اور فارسی الفاظ اور محاورات استعمال کر کے اس کو عربی و فارسی لفظیات کی کتاب یا لغت بنا دیتا وہ اپنے زبان کے لئے ایک مصلح و مجدد کی حیثیت رکہتا تہا۔

ایک زمانہ تہا کہ ولی کو اردو شاعری کے باباآدم سے مخاطب کیا جاتا تہا گویہ اس لئے

صحیح نہیں ہے اس سے ایک صدی پہلے کی شاعری کا پتہ مل چکا ہے مگر ولی نے اردو کی ترمیم میں خصوصاً صنف غزل گوئی میں جو کچھہ کام کیا ہے وہ ہمیشہ زبان اردو کی تاریخ میں تاباں اور درخشاں رہے گا۔ آج میر اور مرزا کے کلام پر جو کچھہ مدح سرائی ہوتی ہے وہ ولی کے خوشہ چینی ہی کا نتیجہ ہے۔

یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ولی کے متعلق زیادہ وضاحت کی جائے البتہ اس کی تصنیفات پر کچھہ صراحت ضروری ہے۔

ولی نے قدیم شعراے دکن کی طرح کوئی مستقل مثنوی نہیں لکھی ان کی یادگار غزلیں ہیں، جن کی تعداد پانچ سو تک پہونچتی ہے۔ ہم کو اتنا موقعہ نہیں ملا کہ کلیات، ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو کے غزلوں کے ساتھہ یورپ کے دیوانوں کا مقابلہ کرتے۔ مگر کہا جاسکتا ہے کہ وہاں کے دیوانوں سے ایسی غزلیں دستیاب ہوسکتی ہیں جو کلیات ولی میں نہیں ہیں۔

غزلوں کے علاوہ دیگر اصناف سخن قصیدہ۔ ترجیع بند۔ مسدس۔ رباعی۔ مثلث۔ فرد قطعہ ہر ایک میں ولی نے طبع آزمائی ہے۔ غزلوں اور فرد کے قطع نظر دیگر صنف کی تعداد ذیل میں درج کی جاتی ہے:—

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کی مد نظر کیا تعداد قرار دینی چاہیے
۱	قصیدہ	۶	۶
۲	مخمس	۱۵	۱۸
۳	مستزاد	۹	۹
۴	ترجیع بند	۲	۲
۵	بازگشت	۲	۲
۶	مثلث	۱	۱

نشان سلسلہ	نوعیت کلام	تعداد مندرجہ کلیات ولی	یورپ کے مواد کے مدنظر کیا تعداد قرار دینی چاہیے
۷	چار در چار	۱	۱
۸	قطعہ	۲	۲
۹	رباعی	۲۶	۳۶

مگر اس امر کا خیال رہے کہ کسی ایک دیوان میں ولی کا یہ پورا کلام نہیں ہے دیوانوں کے اندراجات کی تفصیل بھی درج کی جاتی ہے۔

نمبر دیوان[۵۱]	غزل	مثنوی	قصیدہ	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار درچار	مثلث	قطعہ
۱	۳۶۵	۲	۴	۲	۹	۲۷	۴۰	۲	+			
۲	۳۷۶[۵۲]	۱	۲	۵	۷	۱۰	۴۶	۲	۲	۱	۱	
۳	۳۸۸		۶	۳	۹	۲۶	۲۹	۲				
۴	۳۵۰	۲	۵	۳	+	۲۳	۴۰	۲				۲
۵	۲۲۱	+	۲	۴	۳	۱۱		۱	۱	۱	۱	۱
۶	۲۷۳	+	+	۲	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۷	۳۴۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۸	۳۵۱	+	+	۱	۱	+	+	۱				
۹	تقریباً ۳۸۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۰	۳۶۴	+	۱	۳	۱۱	۳	۲	۱				
۱۱	۲۴۱	۲	۴	۳	۹	۲۳	۲۲	۲	۱			۱

۵۱ یہ سلسلہ نمبر صفحہ اول کے سلسلہ کے موافق قرار دیا گیا ہے۔

۵۲ بالکل صحیح تعداد نہیں ہے کیونکہ بعض حاشیہ کی غزل متروک ہوگئی ہیں۔

نمبر دیوان	غزل	مثنوی	قصیده	مستزاد	مخمس	رباعی	فرد	ترجیع بند	بازگشت	چار درچار	مثلث	قطع
۱۲	۳۲۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۳	۲۴۷			۲	۳	۴			۱			
۱۴	۳۴۷		۵	۱	۱۰	۲۶	۲۰	۲				
۱۵	۳۶۲	۱	۱	+	۳	+	+	۱				

ذیل میں ولی کا وہ کلام درج کیا جاتا ہے جو کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں درج
نہیں ہے۔ اس لئے غیر مطبوعہ ہے۔

مخمس

یہ برہ کی تار کیون کی جاوی — چلنے کی پکار کیون کی جاوی
جان وار کی پار کیون کی جاوی — دل یار کو چھو کیون کی جاوی
زخمی ہے شکار کیون کی جاوی

بہتر اہون جہان وجگ سون ہزار — اس بند میں آ ہٹو ہون لاچار
کیونکر ہو برہ میں مست ہوشیار — جب لگ نہ ملی شراب دیدار
انکھیان کا خمار کیون کی جاوی

جب عشق کی فوج نے آ ئی گھیرا — حیران ہوا ہوا اس میرا
اس دن سون ہوا ہون تیرا چیرا — یکسان ہی ہمیشہ حسن تیرا
جنت سون بہار کیون کی جاوی

یہ دل تری دیکھنے کو رووی — ہر شام صبح میں تل نہ سووی
یہ عمر عزیز غم میں کھووی — انکھوان کے اگر مدد نہ ہووی
مجھ دل کا غبار کیون کی جاوی

عاشق کی یہی ہے جگ میں باتان — معشوق کی نانو پر بکا نان

نہین کام ہر ایک کا اسمیں آنا　　ممکن نہیں اب ولی کا آنا ن
ہے عاشق زار کیون کی جادہی

یہ خمسہ دیوان ۱ اور ۲ میں ہے۔

خمسہ دیگر:۔

اے یار من بہلا ہے گا　　بیچ اس کے بہت جفا ہی گا
جان من اس اوپر فدا ہی گا　　...............مز مبتلا ہے گا
عشق بازوں بیچ شکا ہے گا

جان من اس طرف توں آیا کر　　ایک دو بات خوش سنا یا کر
ہر کسی کون گلے نہ لایا کر　　بات کہکر سبہی بہلایا کر
اس مون تیرا بہت بہلا ہے گا

جان من ہر کہون پہرا مست کر　　سخن بد کہون سنا مت کر
بانکہ وغنارہ سون ملامت کر　　ان دخل باز کون لیا مت کر
زانکہ بسیار بیودہ ہے گا

تہمتان لوگ کرتے ہیں مجہ پر　　سب ترے واسطے سنے دلبر
تون مرا یار کسی سون نہ ڈر　　لاک تلوار گر پڑی سر پر
سر تری راہ پر فدا ہے گا

درنہ کہچوں جو میں تلوار　　ملک ہندوستان کرون گلزار
جس کے سر پر لگاکی مارون وار　　یکسون دو کردن ددو سون چار
تیغ میری سون لافتا ہے گا

درکف یار کا فر تنگ است　　یار من دیدنش لبے رنگ است

شکر للہ کہ یار ہمرنگ است　　یار من در جہان عجب رنگ است

رنگ با رنگ آشنا ہے گا

یار میرا ہے ہمچو شیرین بر　　سارے خوبصورتون میں ہی گا نر

نام رکھا ہون میں جس کا اژ کر　　مدد اوست مرتضی حیدر

دلربا بوہی دلربا ہے گا

اے ولی تون شال سیمین بر　　ہمچو جوگی ہو گشتہ ام در در

یار میرا جو ہے گا جادوگر　　سحر آنکھوں سنے کیا مجہ پر

نگہ اس کی ہیں کیا بلا ہے گا

یہ خمسہ دیوان ۱۴ میں ہے۔

دیگر :-

حضرت نبی کے نور سین سب جہان نورانی ہوا　　روشن علی کی آل پر جیو جان قربانی ہوا

جامی نظامی مت کہو اب شعر خاقانی ہوا　　حب الوطن کی مصر سون اب یوسف ثانی ہوا

ترا غم مجہ دل منی اب ہمدم جانی ہوا

معشوق کی منزل میں آواز آیا جرس کا　　کرتا جفا جور و ستم دیکھو حیابی ترس کا

دنیا من ثابت ہوا کچہ خوف ناہیں عرش کا　　در در پکاری ہو پھر دن مشتاق تیری درس کا

جل بل برہ کی آگ میں لعل بدخشانی ہوا

اس ملک ہندوستان میں مشہور کامل کا شرف　　صابن لگا دہویا کرو منہ تا نہیں غم کا جرف

ہر یک سون جا رازنا پری کم ذات کا جوہی ظرف　　راکہی نقیرون کا کمل شاہان کی مسند پہ شرف

ہما کو جس کا بوریا تخت سلیمانی ہوا

ناصح منع کرنا مجھے ہیں مست اپنی حال سون　　دیکھی عجب ہم نے صفت معشوق کے خط خال سون

اب چھوٹنا مشکل ہوا اس بند کی منجابل سون سن یہ غزل کلمہ پڑا آکاس اور پاتال ہون
دنیا کی چاروں رکن میں دور مسلمانی ہوا

یہ دل کبوتر ہو مرا گیرا پڑا اس شاہین کا جل بل انگارا ہو رہا یہ کام ہو نہیں دین کا
پوچھا اگر پھر خدا تک دکھ و فا مسکن ہوا اس بس پتر قائم اچھو لک سایہ محی الدین کا
معشوق میرے کون مدد محبوب سبحانی ہوا

رباعی

باج تجہ درد کی جگ میں درد مجھے نہیں ہمدم دوجا ہی غیر دم سرد مجھے
جب کہ دیکھا ہون تیرا روپ نظر پڑا اور نہیں عشق تیری نے کیا زر کی تمن زرد مجھے

دیوان ؁ ورق ۸۸ الف۔

دیگر

نگاہ تیز و پلک تیز و غمزہ آتش تیز کئے ہیں دل سون مری ملکر یو سے ستیز تیز
رقیب پر چلی جو چلی بس یو خاک کر لی نہوں جو شرلک دو پکار ی بریز بریز

دیوان ؁ ورق ۸۸ ب۔

دیگر

تحصیل دل کوں ہونی یو نکتہ کتاب بس ہے دانائے منتخب کون یو انتخاب بس ہے
مج حال کا کری گر آکر سوال دلبر تو لاجواب ہونا اتنا جواب بس ہے

دیوان ؁ ورق ۱۵۸ الف۔

دیگر

جبکہ وہ رشک پری جلوہ گر ناز ہوا ۔۔۔ دل کی تسخیر کون مظہر اعجاز ہوا
سبزۂ خط نے رخ یار کون بخشا ہی جلا ۔۔۔ دیکھ یہ رنگ عجب آئینہ پرداز ہوا

دیوان عہ۲ ورق ۱۵۸ و دیوان عہ۵

دیگر

یوسف حسن آج سستا ہے ۔۔۔ جاکہ لینی کو جیو ترستا ہے
مدعی کون کہو کہ جیو دنون کا ۔۔۔ وہ نہ دیون کا جیو میں بستا ہے

دیوان عہ۲ ورق ۱۵۹ الف

دیگر

آہ سون مجہ جگر میں جو سید ہوئی ۔۔۔ قاش مجہ عاشق کی تہمید ہوئی
اس سیہ دل سون جا کہو یاران ۔۔۔ روئی دیدہ ہی میری سفید ہوئی

دیوان عہ۲ ورق ۱۵۹ و دیوان عہ۵

دیگر

تجہ یاد سون سینہ ہی مرا روشن باغ ۔۔۔ جس باغ کے دیکھے سون ہوا لالہ داغ
روشن باغ میں ننگ غم کا محل باندھا ہون ۔۔۔ میں آہ کے جس بیچ کیئے لالہ چراغ

دیوان عہ۸ ورق ۹۱

دیگر

شاخ گل ہے یا تہال راز ہے ۔۔۔ سرو قد ہے یا سراپا ناز ہے

دود آہ شوق مشتاقان نہیں   خط نہیں یہ حسن کا آغاز ہے

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیگر

مہربانی و لطف دلربا   سابقا تھا سو اب نہیں دستا
یا مگر خواب وہ زمانہ تھا   کہ مجھے خواب میں نہیں دستا

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیگر

خوبرو کون جمال لازم ہے   عشق کون تب خیال لازم ہے
حسن کون خط و خال لازم ہے   مسکین طوطی کون فال لازم ہے

دیوان ۵ ورق ۹۲

دیوانوں کے اختلافات کو مرتب کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا۔ تاہم مشتے نمونہ از خروارے مثلاً کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو میں درج ہے۔

اے دوست تیری یاد میں دل کو کمال ہے   نقش مراد آئینہ تیرا جمال ہے
لازم ہے درس یار تحصیل رات دن   ہر مدرسے کے بیچ میں یہی قیل و قال ہے
(ص ۲۷۹، ۲۸۰)

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان ۱ میں اس طرح ہے۔

اس رشک ماہ کا جسے ہر دم خیال ہے   دل اس کا رشک خوبی بدر کمال ہے
لازم ہے درس یار کی تحصیل اے ولی   ہر مدرسے کے بیچ یہی قیل و قال ہے

کلیات ولی میں درج ہے :—

تراقد دیکھ اے سید معالی ہوئی روشن دلان کی فکر عالی

اس کے برخلاف یہاں کے دیوان میں درج ہے :—

تراقد دیکھ اے سید معالی سخن فہمان کے ہوئی ہے فکر عالی

کلیات میں درج ہے :—

اہر پا چیر اصنم کا بسکہ خوش انداز ہے دلربائی میں بزنگ موج گل ممتاز ہے

یہاں کے دیوان میں ہے :—

لب سیمین ٹرپا چیراصنم کا بسکہ خوش آوازہو دلربائی میں بزنگ موج گل ممتاز ہو

غرضکہ اس قسم کا مواد بہت کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔

ولی کی مثنویاں اور دہ مجلس | جہاں تک پتہ چلتا ہے ولی نے قدیم دکھنی شعرا کی طرح کوئی طویل مثنوی نہیں لکھی بلکہ مختصر سی دو مثنویاں لکھی ہیں جو یورپ کے دیوانوں اور ہندوستان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہیں۔ کلیات ولی میں بھی یہ مثنویاں شائع ہوئی ہیں جامع کلیات نے ایک مثنوی کے متعلق لکھا ہے کہ غالباً وہ دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد دہ مجلس کا قطعہ بھی درج کیا ہے۔ مجھے دہ مجلس کے ولی کی تصنیف ہونے سے اختلاف ہے میری رائے ہے کہ ولی اورنگ آبادی نے دہ مجلس نام کوئی مثنوی نہیں تصنیف کی۔ میں اپنی تائید میں حسب ذیل امور پیش کرتا ہوں۔

(الف) ولی کے اب تک جس قدر دیوان دیکھے گئے اور جن میں مثنویاں درج ہیں ان میں صرف دو ہی مثنویاں پائی گئیں اگر ایک مثنوی اس کے دہ مجلس کا ابتدائی حصہ ہے تو اس کا صرف اسی قدر حصہ ہر دیوان میں درج ہونا ایک تعجب انگیز امر ہے یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ کل دیوان ایک سے نقل ہوئے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ

ہر جامع دیوان نے کیوں وہ مجلس کے صرف ابتدائی حصہ کو اپنے دیوان میں نقل کیا مثنوی کا صرف اسی قدر حصہ دیوانوں میں ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے اسی قدر حصہ کہا تھا۔

(ب) وہ مجلس کوئی تصنیف کسی ولی کی اب تک دستیاب نہیں ہوئی نہ تو ہندوستان و دکن کے کتب خانوں میں اور نہ یورپ میں اس کا پتہ چلا۔ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ ولی کی وہ مجلس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔

(ج) یورپ کے کسی دیوان میں وہ مجلس کا قطعہ تاریخ درج نہیں ہے خصوصاً سب سے قدیم دیوان جو ۱۱۴۴ھ کا لکھا ہوا ہے اور ابو المعالی کے فرزند کے جمع کردہ دیوان میں اس کا نہ ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ولی نے وہ تاریخ نہیں کہی۔

(د) وہ مجلس غالباً فارسی کا ترجمہ ہے ولی کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے کہ وہ ذاتی تصنیف کے بجائے کسی کتاب کے ترجمہ پر اپنا وقت صرف کرے جبکہ خود وہ اس سے بہتر تصنیف کر سکتا تھا تو پھر اس پر تعجب ہوتا ہے کیوں اس نے فارسی سے ترجمہ کرنا مناسب خیال کیا۔

ان وجوہ سے میں وہ مجلس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے سے قاصر ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ مجلس جو ولی سے منسوب کی گئی ہے دراصل وہ ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا ہے خصوصاً جبکہ روضۃ الشہدا کا بیان دس مجلسوں میں بیان کیا گیا ہے اور ہر مجلس کا پہلا شعر مجلس ہی کے نام سے شروع ہوتا ہے مثلاً

کروں ہیں مجلس اول میں تحریر   وفات سید عالم کا تقریر

کروں میں مجلس دویم پر غم   وفات فاطمہ کر کر مرقم

قلم ہو غم کے صحرا کا مسافر　　　لگیا چلنے دھم مجلس میں اک سر

اس طرح روضۃ الشہدا کا دوسرا نام دہ مجلس ہو سکتا ہے پھر تاریخ تصنیف کے شعر ہی قریب قریب ایک ہو گئے ہیں چنانچہ روضۃ الشہدا کے خاتمہ پر درج ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا قال　　　اگیارا سو اوپر تھا تیسوان سال
ولی اب رکھ قلم اور ختم کر باب　　　نبی اور آل اوپر بول صلوات

کلیات ولی میں جو قطعہ درج ہے وہ حسب ذیل ہے:—

ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال　　　گیارہ سو پوتھا اکتالیسوان سال
کہا ہاتف نے یو تاریخ معقول　　　ولی کا ہے سخن حق پاس مقبول

ممکن ہے کاتبوں کی غلطی سے سہو کتابت ہوئی ہو۔ بہر حال جب تک وہ مجلس نام کوئی کتاب ولی کی دستیاب نہ ہو اور اس میں ولی کی مثنوی کا وہ حصہ جو دیوانوں میں درج ہے موجود نہ ہو میں اس کو ولی کی تصنیف خیال کرنے میں تامل کرتا ہوں۔

یہاں بعض امور کا بیان نامناسب نہ ہوگا جن سے یورپ کے دیوانوں کے کاتبوں اور مالکوں وغیرہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس کے متعلق بھی سلسلہ وار صراحت کی جاتی ہے۔ دیوان سلسلہ ۱ کا کاتب حفیظ اللہ ہے اس کی کتابت دوم ربیع الثانی ۱۳ سنہ جلوس محمد شاہ (۱۱۴۴ھ) میں ہوئی ہے۔ نہایت خوش خط ہے۔ جلد انڈیا آفس میں بنوائی گئی ہے بوجہ بوسیدگی ہر ورق پر جھلی چسپاں کی گئی ہے۔

دیوان سلسلہ ۲ اس کی کتابت ۲۲ ربیع الثانی ۲۴ سنہ جلوس محمد شاہ (۱۱۵۵ھ) میں ہوئی ہے۔ کاتب محمد نورالدین علی ہے۔ اس نسخہ میں جابجا الفاظ کی اصلاح کی گئی ہے مثلاً "کہتا ہوں" کو "لکھا ہوں" وغیرہ بنا یا گیا ہے حاشیہ پر متعدد اشعار زیادہ کیے گئے ہیں

اس نسخہ پر دو مہریں ہیں ایک میں محمد عبداللہ ولد حافظ محمد احمد ۱۱۸۶ھ اور دوسرے میں محمد احمد ۱۱۶۸ھ مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان ان کی ملک رہا ہے - خانگی یادداشتیں دیگر اصحاب کے اشعار وغیرہ بھی اس میں درج ہیں بعض اندراجات سے معلوم ہوتا ہے یہ دیوان گجرات میں مرتب ہوا ہے ۔ دیوان نمبر۳ اس کی کتابت ۲ ذیقعدہ ۱۱۵۶ھ کو ہوئی ہے کاتب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی ہے ۔ ابتدائی اوراق خوش خط ہیں مگر چند صفحوں کے بعد زشت خط ہوگیا ہے ۔ اولاً بسم اللہ کے ساتھ ردیف الف کی بیس غزلیں خوش خط درج ہیں ۔ اس کے بعد ایک صفحہ پر چند دیگر فارسی اشعار لکھے گئے ہیں ۔ اس کے بعد بسم اللہ کے ساتھ پھر ابتدا ہوئی ہے ۔ اور کچھ مکرر کلام بھی درج ہوا ہے ۔ دیوان کے آخر علاوہ دیگر فارسی اشعار کے فراقی کی ایک غزل بھی درج ہے کتابت کے بعد مقابلہ ہوا ہے جابجا اصلاح اور حاشیہ پر الفاظ درج ہیں اس دیوان کے سرورق پر درج ہے "تصنیف مغفرت پناہ میاں ولی محمد متوطن دکن" اور آخری صفحہ پر درج ہے ۔

"تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان میاں ولی محمد مرحوم متوطن دکن
بتاریخ دویم شہر ذیقعدہ ۱۱۵۶ ہجری بروز پنجشنبہ بوقت صبح تحریر
یافت مالک و کاتب ایں دیوان عاجز المذنب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی
است کسے دعوی کند باطل است"

دیوان نمبر۴ اس دیوان پر فورٹ ولیم کالج کی مہر ثبت ہے اور آخر پر حسب ذیل عبارت مرقوم ہے ۔

"چہاردہم جزو دیوان ولی بموجب فرمودہ بہہ جوکرج جیو سلمہ اللہ تعالیٰ
بخط ناپختہ (؟) خادم بروز دسہرہ ارقام یافت"

دیوان نمبر۵ اس کی تاریخ کتابت ۲ ذیحجہ ۱۲۸۰ھ اور کاتب غلام محمد ہے ۔ پہلے صفحہ پر

حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"کتاب ہذا حسب فرمائش جناب سیٹھ صاحب بردرجی سہراب جی
یسرن بمقابلہ منشی یٰسین خان بتاریخ ۱۱ر جولائی ۱۸۸۴ء سنہ تسوید شد
فقط یٰسین خان"۔

اور آخر صفحہ پر درج ہے۔

"الحمد اللہ والمنت کتاب دیوان ولی دربندر صورت اختتام یافت
تحریر تاریخ ۲ ر ذیحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ الصلوٰۃ والسلام الراقم غلام محمد"۔

دیوان نمبر ۹ مملوکہ برٹش میوزیم اس کی کتابت ۲ ر ربیع الاول ۱۲۴۳ھ بمقام بوین پلی (سکندرآباد) ہوئی ہے۔ اکثر مقامات پر حروف مصرع اور اشعار کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے معلوم ہوتا ہے غالباً وہ کاتب سے حل نہیں ہوئے۔ مثلاً

غزل جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

خدا تجہ کون شاہ بے نظیر کیا
ترے جو خال ہے تکہ اوپر اوسے وزیر کیا

مقطع بالکل متروک ہے صرف "ولی" لکھہ کر جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

ایک دوسری غزل میں لکھا گیا ہے

اگر ساجن آئے کی ہے ..... تمنات کی — توبھی دکھہ بھرنے سون بھر جو تھا اقرار کرنا کیا

ایک اور غزل میں۔

جب تجہ عرق کی دصفیں .... — عالم میں اوسکا نام جدا ہر رقم ہوا

غرضکہ اس طرح سے متعدد غزلوں میں الفاظ وغیرہ متروک ہیں۔

دیوان نمبر ۱۱ کی تاریخ کتابت ۲۶ صفر ۲۲ جلوس محمد شاہی (۱۱۵۳ھ) ہے خوش خط ہے سرخ جدول ہے۔ خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"دیوان ولی بحسب فرمایش رفعت و عوالی پناہ خاں صاحب مہربان
محمد نسا پہپو مرقوم شد بست و ششم شہر صفر ۲۲ جلوس محمد شاہ"

اس دیوان کو بھی لکھنے کے بعد مقابلہ کیا گیا ہے اکثر اشعار وغیرہ حاشیہ پر بنائے گئے ہیں
یہ دیوان فرانس کے محقق اُردو گارسی ڈی ٹاسی کی ملک رہا ہے کیونکہ اس کی دستخط
بھی موجود ہے اور بعض نوٹ بھی درج ہیں۔

دیوان نمبر ۱۳ کی کتابت ۲۵ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ میں ہوئی ہے کاتب آتما رام ہے جس کی
تصدیق خاتمہ کی حسب ذیل عبارت سے ہو سکتی ہے۔

"بخط بندہ احقر آتما رام بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۴۰ مطابق ۱۲۱۳ھ روز جمعہ
دوپہر شاہ عالم بادشاہ غازی"

دیوان نمبر ۱۵ کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے تاریخ کتابت اور نام کاتب
وغیرہ واضح ہوتا ہے۔

"بعون الملک الوہاب حسب الامر حافظ محمدی ولد خواجہ محمد فاضل مرحوم
اسکنہ اللہ فی دار الجنان در عہد خلافت بادشاہ جمجاہ خلائق بارگاہ محمد شاہ
بادشاہ غازی .... (؟) فی المعارک والمغازی کاتب الحروف
شیخ امام الدین ساکن .... (؟) بتاریخ دوئم رجب المرجب
۱۱۵۳ھ روز شنبہ نسخہ دیوان بوقت چہار گھڑی روز برآمد بہ تصحیح ...... (؟)
ایں صحائف پرداخت"

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ دیوان نمبر ۳ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے ولی کا نام ولی محمد صحیح
ہے اور وہ درحقیقت دکن کا باشندہ تھا نیز یہ کہ ۱۱۵۶ھ میں وہ بقید حیات نہیں تھا۔
دیوان نمبر ۱۴ میں ولی کی غزل "ہوا ہے رشک چمنے کی کلی کون" الخ کے حاشیہ پر ناصر علی سرہندی
کا اُردو جوابی شعر حسب ذیل درج ہے۔

باعجاز سخن گراؤڑ چلے تون
نہ پہنچیگا ولی ہرگز علی کون

ولی کے دیوان کے ہندوستان میں بکثرت مخطوطات موجود ہیں اور پھر متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ ان میں سب سے بہترین اور قابل تعریف نسخہ کلیات ولی کا ہے جس کو مولانا علی احسن صاحب احسن مارہروی لکچرار مسلم یونیورسٹی نے مرتب کیا ہے اور انجمن ترقی اردو کی جانب سے شائع ہوا ہے۔

غزل فراقی

اکسفرڈ کے دیوان ولی ۱۱۵ میں ایک غزل فراقی کی بھی درج ہے یہ بھی اسی عہد کا شاعر اور ولی اورنگ آبادی کا ہمعصر ہے۔ قدیم تذکرہ جات میں اس کا ذکر نہیں ہے صرف میر حسن نے حسب ذیل صراحت کی ہے:-

"فراقی تخلص از مردم دکھن بود ہمراہ فقیر اللہ آزاد بہ ہند آمدہ بود"

چونکہ اس کا کلام بھی نایاب ہے اس لئے وہی غزل درج کی جاتی ہے۔

باغ ہے سیر ہے نظارا ہے — سبزہ ہے لالہ ہے ہزارا ہے
کان میں یار کے دُر بالی — مہر ہے ماہ ہے ستارا ہے
نگہ شوخ قاتل خونخوار — سیف ہے ہانکہ ہے دودھارا ہے
ہات کے بیچ ساز مطرب کے — بین ہے چنگ ہے دوتارا ہے
آتون آغوش میں حجاب نکر — گوشہ ہے رات ہے اندھارا ہے
ملک کے دل خراب کرنے کون — شاہ ہے فوج ہے نقارا ہے

مجکون ہر دم فراق میں گزری
آہ ہے نالہ ہے پکارا ہے

خلاصۃ المعاملات

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۶۱۸/۷۷۱) ورق (۲۲۴) سطر (۱۵) نستعلیق تاریخ کتابت سنہ ۱۱۴۶ھ
پیارس کے کیٹیلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے:

”عاصی۔ نور محمد برہان پوری تذکرہ گردیزی۔ تذکرہ شورش اور
تذکرہ عاشقی میں ذکر ہے۔ گارسی ڈی ٹاسی لکھتا ہے کہ عاصی کی
دو مثنویاں جو فرائض اسلام پر سنہ ۱۱۴۶ھ اور سنہ ۱۱۴۷ھ میں لکھی گئی تھیں
اور جن کے نام خلاصۃ المعاملات اور انواع العلوم ہیں پیارس کی
امپیریل لائبریری میں موجود ہیں۔ ۱۹۶“

شفیق اور عبد الجبار ملکاپوری نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اجداد کاشغر کے رہنے والے تھے عالمگیر کے زمانہ میں ان کے باپ ہندوستان آئے اور نواب چغتہ خان کاشغری کی سرکار میں ملازم ہوئے ان کے بعد برہان پور آکر آصفجاہ اول کی ملازمت اختیار کی نصیر الدولہ عبد الرحیم خاں صوبہ دار برہان پور کے پاس مدت تک رہے۔ یہاں نور محمد عاصی تولد ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ شاعری شروع کی مرزا محمد علی تسلیم کی شاگردی کی نصیر الدولہ کی مدح میں قصیدہ لکھا خلعت و انعام سے سرفراز ہو کر داروغہ قلم دان بنائے گئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد آپ کا تعلق راست آصفجاہ اول اور پھر ناصر جنگ اور صلابت جنگ کی سرکار سے ہو گیا۔ آصفجاہ ثانی کے زمانہ میں صمصام الملک کے ہمراہ رہے اس کے بعد ملازمت ترک کر کے اورنگ آباد میں قیام کر لیا اور سنہ ۱۱۷۵ھ میں فوت ہوئے۔

ان کا کلام سنجیدہ اور صاف ہوتا تھا۔ قصائد اور غزلیات تصنیف کئے تھے ان کے علاوہ دو مثنویاں لکھی جو اس وقت زیر بحث ہیں۔

خلاصۃ المعاملات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فقہی مسائل میں لکھی گئی ہے۔ تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوئی۔ مگر کتابت ۱۱۴۶ھ میں ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس کی تصنیف اسی زمانہ یا اس سے پہلے ہوئی ہوگی۔

حمد و نعت کے بعد فصلوں میں نفس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام بھی نظم میں بیان کیا ہے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ابتدا۔

اللہ اکبر قول و فعل و اول حمد مدام　　　حمد بریجای جتھی ناہیں اوہ تمام

اللہ واحد خالق رازق اوہو رب غفور　　　تال ارادت کل عالم کتیں آپ ظہور

اس کتابی ناؤ خلاصۃ معملات مذکور　　　دوچھا وجہ عبادت الہی جی دل ترک خطور

کو عقد کرے وبہ پتر بدا جی اوہ فاسق ہوا　　　لعنت اس حلال ہزار ہر روز وچ مسعودی ہوا

خاتمہ۔

جبتہ مہنی بدہ وہ وقت ہشی درر را　　　عاصی طاقت سہل کچھ ہو یا فضل ہو یا خدا

عاصی طمع دعار دا جی فر کری دعا　　　اس ایمان باقی رکہ الہی عاصی کبھی خدا

انواع العلوم

اس کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۱۶) ورق (۱۳۰) سطر ۱۵ خط نستعلیق

کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ مثنوی بھی عاصی کی مصنفہ ہے۔ اس میں بھی فقہ حنفی کے مسائل ہیں ۱۱۴۴ھ میں اس کی تصنیف ہوئی ہے جس کو نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

حمد و نعت کے بعد نفسِ مضمون شروع ہوتا ہے پہلے نماز اس کے بعد روزہ پھر زکوٰۃ اور حج وغیرہ مسائل کو بیان کیا ہے۔

ابتدا۔

اللہ واحد رب توں سچا تیرا راج   جو کچھ کل جہان ہے سب یہ تیرا محتاج

تاریخ تصنیف :۔

ہزار یکسو چوتالیس یہ دوہان ماہ آتے وہ صنم   ہجرت بعد پچھان توں یہ رسالہ تم

خاتمہ۔

روز پچھی دیدار توں وقت دیکر درار
فضل کرے رب مومنان ایمان رہی بقار

شوہر نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔

نمبر (۲۶۵۳۰) اڈیشنل ورق (۶) سائز ۸½ × ۶¾ سطر (۱۴) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :-

"ایک مختصر دکھنی نظم شوہر کے مرنے اور اس ترکہ کے متعلق مصنفہ صابر مصنف نے اپنے نام کا اظہار اور تاریخ تصنیف کو جو ۱۱۵۶ھ ہے بیان کر دیا ہے"

صابر کے متعلق کسی دوسرے یورپین مصنف نے کوئی صراحت نہیں کی ہے اور نہ ہندوستانی تذکرہ نویسوں نے کچھ لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے صابر ایک غیر مشہور شاعر تھا چمستان شعرا نے ایک شاعر متخلص صابر کا ذکر کیا ہے مگر ان کا تعلق پنجاب سے تھا جو احمد شاہ ابدالی کے زمانہ میں موجود تھا۔ اس مثنوی سے معلوم ہوتا ہے صابر کو ئی نظام الدین نام بزرگ کا مرید تھا قادریہ طریقہ میں بعیت حاصل تھی۔

اس مثنوی میں مردوں اور عورتوں کے حقوق جو ایک کے دوسرے پر ہیں درج ہوئے ہیں۔ حسب قاعدہ حمد اور نعت ہے۔ پھر شیخ عبد القادر جیلانی کی مدح کے ساتھ اپنے مرشد نظام الدین اولیا کی مدح کی گئی ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو :-

اول حمد بولوں میں کرتار کا ۔۔۔ دھنی ہے او دو جگ کا سنسار کا

کری پرورش اپنے سنسار کوں ۔۔۔ رحم لطف دائم فضل پیار سوں

محمد حبیب او خدا کے رسول ۔۔۔ ہوے اون پہ مصحف لی جبرئیل نزول

نظام الدین شاہ اولیا ہیں کہر   کراماتکی میرے ظاہر ہیں پیر
مدت حق نبی ہور مدد چار یار   کریں غوث دستگیر صابر کو پیار

اے دکھنی زبانکی بچن بول بول   سنو مومنان میں دیا ہوں جو کہول
سکاؤ علم عورتانکوں گگر   کیا شوہروں پر خدا سنے امر
ہر ایک مرد اوپر تو یو فرض سے   سکانا زنونکوں علم فرض سے

خاتمہ

شریعت بموجب کے باتاں لکا   بیان مرد عورت کے حق کا لکہا
کیارا سو سچا پس یہ اتہا سن چھٹا   چلا کہ قلم کے تر تک کو ردتا
سوا سو بنا بیت صابر تمام   رکہا شوہر نامہ گگر تس کا نام
تہا دن یکشنبہ سہ پہر گزرتہ گم   لکہا ماہ شعبان میں کر کرہ ختم
یو تمت ہوا یہاں نہیں تمت تمام   درود بر محمد علیہ السلام

سوداگر کی بی بی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے :-

نمبر (۲۶۵۲۹ / اڈیشنل) ورق (۱۲) سائز ۴ ۱/۴ × ۳ ۳/۴ سطر (۱۳) خط نستعلیق کتابت سنہ ۱۱۷ھ

مصنف کی صراحت :-

"ایک سوداگر کی عورت اور اس کے عاشق کی داستان مصنف سید عبداللہ قیاسی۔ ایک دکھنی مثنوی ہے جو فارسی کے طوطی نامہ کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ تخلص اور تاریخ کا اظہار بھی مصنف نے آخر مثنوی میں کر دیا ہے جو ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۱ء ہے۔"

یورپ کے دیگر مصنفین کی کیٹلاگوں میں یہ کتاب شریک نہیں ہے۔

مصنف کے متعلق قدیم اور جدید تذکرے ساکت ہیں اور اس کی مثنوی بھی کوئی روشنی نہیں ڈالتی۔

مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک سوداگر تھا اس کی بی بی نہایت حسین و جمیل تھی سوداگر سفر پر روانہ ہوا ایک مدت تک واپسی نہیں ہوئی اخراجات کی فکر ہوئی سوداگر کی بی بی نے دائی سے تدبیر پوچھی اس نے ایک موم کا پتلا بچے کی طرح بنایا۔ اس بچے کو لے کر وہ بازار گئی۔ جوہریوں سے موتی، لعل، و جواہر خرید کئے قیمت کی ادائیگی کے لئے وہ بچے کو دوکان پر چھوڑ کر جوہری کے آدمی کے ساتھ اپنے مکان کو آئی مگر اثنا ر راہ میں اس کو دھوکا دے کر فرار ہو گئی بڑے انتظار کے بعد وہ شخص دوکان کو واپس ہوا بچے کو دیکھا اس کی حقیقت

معلوم ہوئی۔ ایک عرصہ کے بعد یہ عورت جوہریوں کو نظر آئی اپنے قصور کا اقرار کیا اور کہی دوسرے شہر میں اس نے ان جواہرات کو پچیس ہزار میں فروخت کئے ہیں اور ہنوز قیمت وصول نہیں ہوئی ہے وہ ساتھہ چلیں اور اصلی قیمت سے زیادہ وصول کرلیں۔ جوہریوں نے کہا ہم کو اپنی اصلی قیمت کافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں وہ ساتھہ ہوئے۔ اب یہ کوتوالی کے دروازہ پر پہونچے عورت ان کو بٹھا کر اندر گئی اور اپنا برقہ اٹھایا کوتوال اس کی خوبصورتی پر دنگ ہوگیا۔ آنے کی وجہ پوچھی اس نے بیان کیا۔ میرے شوہر کے تین غلام تھے وہ ایک عرصہ سے باہر گیا ہے اور واپس نہیں ہوا اور میں ان کے کھلانے سے عاجز ہوں اس لئے پچیس ہزار کو فروخت کرتی ہوں کوتوال راضی ہوا اور ایک آدمی کو باہر روانہ کیا تاکہ ان غلاموں سے دریافت کرے وہ شخص باہر آکر دریافت کیا کیا پچیس ہزار پر راضی ہو۔ انہوں نے خیال کیا جواہرات کے متعلق دریافت کرتے ہیں اس لئے تینوں نے اقرار کرلیا اور عورت کو اپنا مختار قرار دیا۔ اس کے بعد وہ عورت رقم حاصل کرکے دوسرے دروازہ سے فرار ہوگئی۔ اب کوتوال ان تینوں کو طلب کرکے ایک کو باورچی خانہ میں دوسرے کو خزانہ پر تیسرے کو دربار میں خدمت کے لئے مقرر کیا۔ ان لوگوں کو تعجب ہوا۔ آخر کوتوال نے حقیقت سُن کر عورت کی تلاش کا حکم دیا۔ مگر وہ اپنے حُسن و جمال کے ذریعے پھر قاضی اور وزیر کو بھی فریب دیتی ہے۔ آخر معاملہ بادشاہ تک گیا بادشاہ حقیقت سُن کر اس کے عصمت کی حفاظت کی داستان پر بہت خوش ہوا انعام اکرام سے سرفراز کرکے واپس کیا۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

قصہ کہتا ہوں میں عجب گوہر سار کا	کیسے کرے ہے چھند او دیکھو تماشا نار کا
کہتا ہوں سنو چھند یکنار کا	چھبیلے سندر چھتر چو سار کا
کہتے ہیں جو یک شہر میں بختوار	اتھا ایک سوداگری نامدار
اوسے ایک عورت تھی صاحب جمال	پریاں میں نہیں کوئی اسکی مثال

بہی ویسے تہوئنکی خلقمیں کہین جو کہنے ینے صفت آتے نہیں نا
جبیں پاک خورشید سارا اوسے کہی رشک نت دیکہ خورشید اوسے
بہوان ماہ نو تے اتہو پڑ اوا اتہا ماہ نو تس بہوان پہ فدا

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

خجل دیکہ اوس رخکوں لالا ہوا اوسے رشک سوں دلمیں کالا ہوا
کندل زلف کالا نپو خم کہاتی یوں مسپولے سیاہ دو کندل بہاہی جیوں
دیسے مانگ چوٹے او چوٹیکا پہن سیاہ ناگنے مکہ میں پکڑ ہی ہرمن
تہدہی کون نہ تعریف مین کم کنا زنخدان کوں یمبوع زم زم کنا
جو بن سیلے بہا قبہ مرور سیجے صفائی میں مرور سون پلے در سیجے

بزان حکم کے نار تب دائی جا مشہر یار کوں گہر مینے لائی جا
اودیور پچیں داخل ہوا انکر ابہی آنگی چل پیشوا آن کر
سگل حد و آداب تسلیم سات بٹہائی او تعظیم تکریم سات
رکہی سامنے پان لاکر سپکے بہر شیشے رکہی عطر گلاب کے
رکہی پہول کے ہار سپجری طرہی کہ پروردہ مشک ہور عنبری

خاتمہ کے اشعار جن میں تاریخ تصنیف بہی ہے حسب ذیل ہیں۔

سنیا تہا یو کئیں نقلۂ دل پسند ۔ میرے دل میں آیا ایسے نظم بند
نکاریا ہوں جیوں تیوں بنو کہ قلم تیا مجکوں کان ہے پہچانت علم
میرے میں کہان ہی یتا حوصلا لے آون ردیف قافیہ دل چلا
لکہا ہوں حکایت مجہے شوق ہے کرو گر ہے پسند نا کرو ذوق ہے

ہوے سات سو بیت چودا پہ سات   مرتب ہوا ہے یو نقل بات
اتھا سن اگیارا سو چوسٹ دیسال   تیاریخ اگیارا او ماہ شوال
سیدی عبداللہ نے یو قصہ بنا   کیا خوش ستہنار کتیں سنا
سیدی عبداللہ کر کے مبرا ہے ناؤں   تخلص قیاسی گکر دال ناؤن

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

مثنوی عقد فاطمہ (؟)

یہ مثنوی انڈیا آفس میں ہے مصنف نے کوئی نام نہیں لکھا ہے مگر نفس مضمون کے لحاظ سے اس کو "عقد فاطمہ" سے موسوم کر سکتے ہیں۔

نمبر (۲۲۳/۲ بلوم ہارٹ) ورق (۱۴) سایز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :۔

"فاطمہ اور علی کی شادی کے حالات جو ایک عربی قصہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ مصنف مخدوم حسینی جس نے اپنے اُستاد حسن کی مدد سے اس کو نظم کیا ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے۔ آخر پر اس نے سنہ تصنیف بھی لکھہ دیا ہے جو ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ء ہے۔"

یورپ کے کسی دوسرے مصنف نے اس مثنوی کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ مصنف کے حالات پر کسی تذکرے سے کچھہ روشنی نہیں پڑتی۔ کوئی غیر معروف شاعر معلوم ہوتا ہے۔ البتہ حسن دکن کا مشہور شاعر تھا جس کا اکثر تذکروں میں ذکر ہے۔

مثنوی عنوانات کے تحت لکھی گئی ہے۔ حسب قاعدہ پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے ہر چہار شئے کو فضیلت دی ہے اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کی ولادت کا حال مذکور ہے اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہان عرب روم اور شام نے آپ کی خواستگاری کی۔ مگر آنحضرت نے علی کو منتخب کیا۔ اس کے بعد آپ کے عقد کا حال لکھا ہے۔

کلام کا نمونہ :۔

کہ الحمد اللہ کہوں میں اول   صفت بی نہایت کرون خوش نول

اد خالق سے مخلوق کا پروری — کہ کل شئی یو کیتا عمل سروری
کہ توں آفرینده آفاق کا — کیا عشق معشوق عشاق کا

خبر سنکر تب بادشاہ عرب — لکیا خط عزیزیک خوش باادب
دیا بہیج حاجب کو سرور کے پاس — بہی تحفہ دیا سات بے قیاس
بڑی دبدبے شوکت و شان سون — روانہ کہا اسکو لئے مان سون

کہ سب خوش اتہی نہ تھی خوش علی — یکندر سو دل میں برہی کھلبلے
ہور دیگر مسجد میں راکہی تہی سیر — کہی یا الٰہی توں ہی دستگیر

خبر سنکو تب بادشاہ روم و شام — دیا بہیج پیغام نسبت کے کام
دیگر بادشاہے مصر ہور یمن — کہ حاجب کون بھیجی محمد کوں

انکیا را صادی پڑہی چوست برس — کیا نظم دکھنی ستے خوش سرس
عربی سون تہا خوب اس کا بیان — کھیا مختصر کھول میٹھی زبان
کہ تاریخ بارہ سو ماسے ہے صفر — کہ روز ہی احد تہا سو وقت ظہر
کہ پورا ہوا سب یو بات تمام — محمد پہ بہیجو درود و سلام

یو مخدوم حسینی لکھیا یو کتاب — یو اسناد حسن صاحب عالی جناب
یو بخشش انو سونچ پایا ہوں میں — فوائد صرف انکا لیایا ہوں میں

معجزاتِ رسالت ؟

یہ مثنوی بھی انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۲۲۳/۱۳) ورق (۲۰) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت۔

حضرت محمد کے چند قصے مصنف مخدوم حسنی اس کے ابتدائی اور آخری

اشعار حسب ذیل ہیں"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے۔

اس مثنوی میں حمد و نعت کے بعد آنحضرت کے چند معجزے بیان کئے گئے ہیں

جو خاصکر اہل بیعت سے متعلق ہیں کلام کا نمونہ۔

دیا ہے خدا جس قناعت کا گنج — نہ ہووے تسکوں معلوم دنیاں کا رنج

قناعت سوں ہے دیکھ پدیکون نور — قناعت سوں افلاک پر ہے عبور

کتا ہوں اتا معجزہ ایک میں — سنوں اک قرار آپنے دل کنیں

چلے دیکھنے انکوں خیر البشر — اتھی سات ابوبکر تو ہور عمر

دیکھے جا کو تو او دو نیک بخت — پڑی ہیں جو آزار تے بہوت سخت

ابوبکر عمر نے علے کے سنکات — اپس دل میں آئے سو کہے یو بات

کہ اب تم خدا کے کرو کچھ نظر — جو حسنین کوں ہوئے شفا زود تر

خاتمہ :-

یو مخدوم حسینی مرقم کیا بجے قصہ کون پیر کر صلاح کچ دیا
لکھن آدی تو خوب پچھان کر نوشتہ مدد حق سون لے دھات دہر

جو عالم خدا کا سنے پر کھین سدا آفرین آفرین تج کئیں
یہی نقصان استاد کون ناکیھجا بی نامی سون استاد نوبت بجا

انتخاب دیوان سراج

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ ہے جس کو دیوان سراج سے موسوم کیا گیا ہے
نمبر (۲۱۹) ورق (۱۱) سائز ۱۱ $\frac{۳}{۴}$ × ۷ $\frac{۱}{۲}$ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"اشعار کا ایک مجموعہ مصنف سراج غالباً سید سراج الدین اورنگ آبادی
جو اٹھارہویں صدی عیسوی میں گذرے ہیں"

یورپ کی کسی دوسری کیٹلاگ میں سراج کا دیوان نہیں ہے اس لئے کسی یورپین مصنف نے کوئی وضاحت ان کے متعلق نہیں کی ہے۔

سراج دکن کے مشہور شاعر ہیں جو ۱۱۲۷ھ میں تولد ہوئے ۱۱۷۷ھ میں انتقال کیا اور اورنگ آباد میں دفن ہوئے[۵۱]۔

یہ صوفی المشرب تھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری تھا۔ پرگو شاعر تھے۔ چار سال کے قلیل عرصہ میں ضخیم دیوان مرتب کر دیا۔ جس میں غزلیں۔ مخمس۔ ترجیع بند۔ مختصر مثنویاں۔ رباعیات سب کچھ شامل ہیں۔ دیوان ہنوز شائع نہیں ہوا۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں مکمل دیوان موجود ہے۔ سنا جاتا ہے کہ انجمن ترقی اردو ان کا دیوان شائع کرنے والی ہے۔

انڈیا آفس کا یہ نسخہ ایک انتخاب ہے۔ نہایت زشت خط۔ نثر کے طور پر لکھا گیا ہے۔ غزل کی ابتدا اور انتہا بھی معلوم نہیں ہوتی اس میں کُل (۴۵) غزل اور ایک

---

[۵۱] دکن میں اردو۔

مخمس ہے کتابت کی بھی تاریخ وغیرہ نہیں ہے۔

ابتدا:-

اس لب لعل کو تم شکر شیریں کہو　　اس کف دست کو گلدستۂ رنگیں کہو
شکن زلف سیں ایماں مرا چلین لیا　　اس بت صاحب زنار کو بید ین کہو

راگ مالا

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر(۱۰۱) ورق (۴۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :۔

"ہندی راگ اور راگنیوں کے متعلق ایک مجموعہ مصنفہ سید عبد الولی عزلت۔ اس میں چھ راگ ہیں اور ہر ایک راگ میں پانچ راگنیاں ہیں اور ہر ایک راگنی میں آٹھ حصے ہیں۔ راگ کے نام سر ولیم جان نے بیان کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں :۔

(۱) بھیروں راگ معہ پانچ راگنیوں کے یعنی۔ بھیرویں۔ بلاولی۔ پراری۔ کامودی بنگالی۔

(۲) مالکوس۔ گوندگیری۔ گندھار۔ گندھاری۔ سرستی۔ دھن ساری۔

(۳) ہندول۔ تلنگی۔ دیوگری۔ بسنتی۔ سندھوری۔ آبھری۔

(۴) سری۔ کرنالی۔ گوری۔ اساوری۔ سندھوری

(۵) دیپک۔ راماکلی۔ پٹ منجری۔ توڑی۔ کوماڑی۔ گوجری۔

(۶) میگھ۔ سوت۔ گونڈ۔ دھانی۔ کنکال۔ سوہا"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اس لئے عزلت کے متعلق اس نے کوئی صراحت نہیں کی۔ البتہ اسپرنگر نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"عزلت سید عبد الولی فرزند سعد اللہ جو نہایت قابل اور بزرگ آدمی تھے

اورنگ زیب کو ان پر بہت اعتماد تہا۔ سورت میں پیدا ہوئے۔ لیکن
تذکرہ گرویذی کے قول کے مطابق ان کا خاندان بریلی کا تہا وہ فارسی
اور عربی کے اچھے عالم تھے اور ۱۱۶۵ھ میں زندہ تھے۔ بقول تذکرہ
گرویذی، گلزار ابراہیم اور گلشن ہند عزلت کا خاندان لکھنؤ کے قریب
کسی مقام سے متعلق تہا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد عزلت دہلی
گئے جہاں انہوں نے کئی علماء سے ملاقاتیں پیدا کیں اور سب سے
پہلے وہیں انہیں ریختہ شاعری کا خیال پیدا ہوا دہلی سے وہ مرشد آباد
گئے جہاں علی وردی خاں نے ان کی مدد کی۔ اپنے قدردان کی وفات
کے بعد یہ مرشد آباد سے دکن گئے جہاں انہوں نے انتقال کیا۔"

عزلت دکن اور شمال کے مشہور شاعر ہیں تقریباً ہر ایک تذکرہ نویس نے ان کا ذکر کیا ہے۔
سنہ ۱۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے پائی اپنے وطن "سورت"
سے نکل کر اورنگ آباد۔ دہلی۔ مرشد آباد ہوتے ہوئے۔ پہر دوبارہ اورنگ آباد آئے اور
اسی کو وطن بنا لیا۔ اورنگ آباد سے حیدرآباد آئے۔ آصفجاہ ثانی نواب میر نظام علی خاں کی
خاص عنایت ان پر مبذول تہی۔ خطاطی۔ موسیقی۔ مصوری۔ اور شاعری میں کمال
حاصل تھا۔ بڑے رنگین مزاج اور زندہ دل تھے۔ صوفی منش اور فقیر بے ریا تھے۔ رجب ۱۱۹۸ھ
میں انتقال ہوا۔

بلوم ہارٹ کی تفصیل سے "راگ مالا" کے اندراجات کی صراحت ہو جاتی ہے ابتدائی
چند اشعار میں تمہید ہے اس کے بعد چھ راگوں کے نام کی تفصیل اور اس کے بعد
راگوں کی وضاحت کر کے اول بہیروں کو شروع کیا ہے اس کے بعد بہیروں کے
اقسام بیان کئے ہیں اس کے بعد اسی طرح دیگر راگ اور اس کے بعد اس کے اقسام کا
ذکر ہوا ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

خدا کی حمد میں کہتا ہوں ہر دم — کیا ایک حرف سے جس نے دو عالم
درود مصطفٰے و آل اطہر — کہوں ہوں مو بمو اپنا زبان کر

خدا نے جب تن آدم بنا کر — کہا اے روح تو جا اس کے بھیتر
کیا عرض اوہ بہر کر روح نے یوں — اندھیری کوٹھری میں جاؤں کیوں
کہا تب ایک ملک کو بیٹھ تن میں — تو بول ایک راگ آدم کے تن میں
ملک سے سن کے تانیں درد کی گئی — دوانی ہو کے تنمیں روح آ گئی
سرودی ہوا ہے جیتا انسان — جو سچ بولوں تو تھا نغمہ دہر جان
نظام الدین ولی نے خسرو کو بولا — ایزد ساری روحیں کر کے پیدا
الست بربکم سب کو سنایا — میرے جب روح کے کانوں میں آیا
وہ پردہ پوربے کا تھا یقیں جان — تجھے کو پورے ہی راحت جان

خاتمہ

سمایا دیکھ اور پاس اپنی دلبر — نکالا مرد نے سامان پتر
ھوا عزلت کا یاور حق تعالیٰ
کیا اتمام نظم راگ مالا

کتاب کے آخر حسب ذیل عبارت ہے۔
"تمت الرسالہ راگ مالا من تصنیف سید عبدالولی صاحب عزلت تخلص بحسب الفرمائش سید صاحب موصوف تحریر نمودہ کاتب الحروف

سید عبد النبی ابن سید محمود ابن میر محمد رضا صفوی غفر اللہ تعالیٰ عنہما
تحریر بیست و پنجم شہر محرم الحرام فی سنہ ۱۱۷۳ھ یکہزار و یک صد و ہفتاد
و سہ من الہجرت النبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم"
اس سے واضح ہے انڈیا آفس کا یہ نسخہ خاص مصنف کے لئے لکھا گیا تھا۔
اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں بھی
اس کا نسخہ موجود ہے۔

دیوان عزلت

انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۱۰۲) ورق (۳۴) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ یہ ہے:

"سید عبدالولی عزلت کے غزلوں کا دیوان۔ عزلت سید سعد اللہ کے فرزند ہیں سورت کے باشندے تھے۔ منشی درگا پرشاد نادر اپنے تذکرہ میں ان کو دکن کے اردو شعرا میں شمار کیا ہے اور بقول گلستان سخن وہ لکھنؤ گئے اور عالمگیر کی ملازمت میں شامل ہوئے۔ یہ حیدر آباد بھی گئے ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء میں وہ زندہ تھے۔ دیوان کی تاریخ کتابت درج نہیں ہے مگر اسی ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جس سے راگ مالا لکھا گیا ہے۔"

عزلت کے متعلق کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں انڈیا آفس کا یہ دیوان گویا ان کا منتخب کلیات ہے کیونکہ سرورق پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"منتخب کلیات فکرہائے ہندی مشتمل بر ہمہ اقسام سخن از فقیر عزلت غفر العلی لولی۔ نذر منیر الدولہ دام ظلالہ"

اس صراحت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے عزلت نے اس کو منیر الدولہ[۵] کے نذر کے

---

[۵] محمد حیدر المخاطب حیدر یار خاں آصفجاہ اول کے ہمراہ دہلی سے آئے تھے اور مناصب جلیلہ سے سرفراز ہوئے۔ نواب صلابت جنگ نے منیر الدولہ شیر جنگ منیر الملک کے خطاب سے سربلند فرمایا۔ آصفجاہ ثانی کے عہد میں نظامت خجستہ بنیاد سے سرفراز تھے۔ (بقیہ ۵۲۲ پر ملاحظہ ہو)

ـنے لکھوایا تھا۔

ابتدا میں ڈیڑھ صفحہ کا اردو میں دیباچہ بھی ہے اس کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"اے سنیسار کے کرتہار سب خوبیاں ازل سے ابد تئیں تجھے یعنی
اپنے آپ ثابت ہیں۔ کہ ہمارے زبان قاصر بیان سے تیری بڑائی کا
حق ادا ہو سکتا .... اما پیچھے عجز حمد درود کے یہ
فقیر سید عبد الولی عزلت بخشی پس حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ
کا زبان بے جوہری سے عرض کرتا ہے کہ یہ کیتی جلی ہوئی دم آتش خانۂ
دیوان ہندی سے نکال کر اوراق پریشان بیان میں جمع کئے ہیں
تا دوستوں پاس ہم جہان فراموش کا یادگار رہے۔ اور اس کے
سب مصرعے سوختگی مضامین سے بزم سخن کے گئے ہیں تا چراغ
معنی کے پروانہ صورتوں کی آنکھ ہمارے خیال میں اشک بار رہے۔
اور اوس کی ہر بیت بہار معنی کے جنون میں مصرعوں کے دو ہات
سے گریبان بہار رہے ہیں اور ہر سطر ایک دیوانہ مضمون جنون کو زنجیر
کر سرمہ سوجھن کے بیان سے خموشی کے نالے پکار رہے ہیں۔
درست فکر دے کے ٹوٹتے ہوئے دلوں کے پسند کرے۔ اے
رب العباد بجمد واللہ"

اس صراحت سے ظاہر ہے عزلت نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا ہے اس

بقیہ نوٹ گذشتہ سے پیوستہ۔ ١١١٣ھ میں تولد ہوئے اور ١١٨٩ھ میں انتقال فرمایا
منیر الملک ثانی جو آصفجاہ ثالث و رابع کے زمانہ میں دیوان تھے آپ کے پوتے تھے۔

مجموعہ میں کل (۸۸) غزل ہیں جن کو ردیف وار لکھا گیا ہے غزلوں کے سوا کوئی اور صنف کا کلام نہیں ہے۔ البتہ ایک دو رباعی بھی ہیں۔

نمونہ کلام

جو کوئی چاہے کہے خلاق اکبر کی ثنا — من رانی کی صفت سے کہے پیمبر کی ثنا
جب پیمبر کہہ چلے میں تن ہوں تو سر ہے علی — نعت ہے یکسر جو تن دے کہے حیدر کی ثنا
تو کر پہلو دل اپنا در اندوہ سے — میں کہوں ہوں حضرت زہرہ اطہر کی ثنا
خنجر فغان سے ہو ند یوج دپی کر زہر غم — دل کہے ہے رورداوس شبیر و شبیر کی ثنا
نور تن اور پید اللہ کی نثار اشکوں سے کر — گوہر شہوار میں کیتا ہوں ہر ہر کی ثنا

حضرت دل مدظلہ مرشد و استاد ہے
ذرہ عزلت کم بکرا اس مہر انور کی ثنا

جلایا مصحف دل تو نے کیوں برق تغافل سے — جو سچ بولوں تجھی جھوٹی قسم کہانیکی کام آتا

غنچہ دل میرا کھا کر گل خندان میرا — بو ہی گل سا ہی اڑاتا مجھی جانان میرا

منہ موڑ بتکدہ سے حرم کو چلا ہی شیخ — عزلت مکر ہی کعبی ہی میں یہاں خدا نہ تھا

دہ نا فرمان بنا خون جگر سی می نہ پی عزلت — کباب دل کی بو آتی ہی ہر پیالی سی چون لالا

سخت پستان تیری چبھی دل — اپنی ہاتوں سی میں خراب ہوا

نہ پیچ و تاب ہوا سے ہے آب میں گرداب — کہ میری اشک کے آگے کرے ہے یوں رقص

ربط الفت سخت نازک ہے کسیکو حق نہ دے — عاشقوں کے دل ہیں شیشے سنگ ہیں یاروں کے دل

جہان کی سرد مہری کے صبا پر فقر سے عزلت — ہنسی سے ہو موجوں کل فراغت اسکو کہتے ہیں

مجھسے عزیز پہ میری یوسف کی چاہ نہیں — الفت نہیں کرم نہیں مسید ہے نگاہ نہیں

میں وہ مجنوں ہوں کہ آباد نہ اجڑا سمجھوں — مشت خاک اپنی اڑا کر اوسی صحرا سمجھوں

میں وہ مجنوں ہوں کہ جوں گل چمن محشر میں — ہو کا دامان میرا پھاٹے گریباں کے ہات

ہے عاشقوں کو پند و نصیحت سے احتیاط — مستوں کی جیسے واعظ کے صحبت سے احتیاط

نگہ کی بوجھ سے جھکجا نزاکت اسکو کہتے ہیں — نہیں آتا تصور میں ہے وحشت اسکو کہتے ہیں
میری تصور کو ہے وحید فانوس خیالی سا — سر او پر دار کے ذوق شہادت اسکو کہتے ہیں
ہوا ہے خود سے پیالا خالی اور کہی آبرو لیکن — نچھوڑا بوسہ اوسکی لب کا ہمت اسکو کہتے ہیں
کرے سولی پہ عارف وجد جوں قبلہ نما تس پر — دکھا دی راہ حق جگ کو ہدایت اسکو کہتے ہیں
جہان سرد مہری الخ

مثنوی لال و گوہر

اس مثنوی کے تین نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں ہے اور دو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں۔

میوزیم نمبر (۲۶۵۳ اڈیشنل) ورق (۳۱) سائز ۸ ½ × ۶ ¼ سطر (۱۱) خط نستعلیق
انڈیا آفس نمبر (۱۱۰) ورق (۳۰) سائز ۹ ½ × ۵ ¼ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق
انڈیا آفس نمبر (۱۱۱) ورق (۱۵) سائز ۸ × ۵ ¾ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک دکھنی مثنوی جو شہزادہ لعل فرزند زمرد روشاہ بنگال اور شہزادی گوہر دختر جواہر شاہ پریوں کے بادشاہ کی عشقیہ داستان ہے جس کا مصنف عاجز ہے۔
عاجز ایک دوسری مثنوی قصہ ملکہ فیروز شاہ بادشاہ مصر کا بھی مصنف ہے جو سنہ ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء میں لکھی گئی ہے۔
لعل و گوہر ۱۸۷۳ء میں مدراس سے اور ۱۸۷۷ء میں بمبئی سے شائع ہوئی ہے۔
ایتھے نے اسی نام کے ایک فارسی قصہ کا بھی ذکر کیا ہے جو اسی مضمون پر ٹیپو سلطان کے لئے ۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء میں حسن علی عزت نے مرتب کیا تھا"

اسپرنگر کی کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت حسب ذیل ہے:
"لعل اور گوہر کا قصہ جس کو عاجز نے دکھنی نظم میں لکھا ہے ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کا ایک نسخہ ہے ۱۵۸ تعداد صفحات (۲۹)

فی صفحہ (١٧) مبیت ہیں ١١٨١ھ میں لکھی گئی ہے۔"

اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ موجود ہے وہ لکھتا ہے :۔

"قصہ لعل وگوہر جو ایک فارسی قصہ سے ترجمہ کیا گیا ہے۔"

اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ١١٥٠ھ کے بعد اور سنہ ١١٨٠ھ کے پہلے لکھی گئی ہے۔

ولی کی طرح دکن میں عاجز تخلص بھی متعدد شخص ہوئے ہیں ایک عاجز تو وہ سید محمد ہے جو قصہ ملکہ مصر کا مصنف ہے۔ دوسرے یہ عارف الدین خاں عاجز ہیں جنہوں نے لال وگوہر تصنیف کی ہے۔

عارف الدین کے باپ عالمگیر کے عہد میں بلخ سے آئے تھے ان کی پیدائش دکن میں ہوئی۔ نواب نصرت جنگ سید لشکر خاں کے توسط سے دربار آصف جاہی میں باریاب ہوئے منصب عطا ہوا فوج کے بخشی قرار پائے فارسی اور اردو میں شعر کہا کرتے تاریخ گوئی کا خاص ملکہ تھا سنہ ١١٨٧ھ میں انتقال ہوا۔

مولف چمنستان شعراء (لالہ لچھمی نرائن شفیق) اور دیگر تذکرہ نویسوں نے عاجز کا ذکر کیا ہے۔

عاجز نے اپنی یادگار میں ایک دیوان بھی چھوڑا ہے جو ان کے انتقال کے بعد مرتب ہوا ہے مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے اس کے بعد عشق کی تعریف کی گئی ہے اور اسی میں قصہ شروع ہوتا ہے جو اندر سبھا کے قصہ کے طرز پر ہے یعنی ایک بادشاہ کا لڑکا سو رہا تھا۔ پریوں کا تخت جا رہا تھا۔ ایک پری شہزادے پر عاشق ہو گئی اس کے پلنگ کو اٹھا منگوایا۔ ایک مدت کے حیرانی اور پریشانی کے بعد دونوں کی شادی ہوئی اور وطن کو واپس ہوئے۔

نمونہ کلام ۔

حمد و نعت :-

الٰہی دے مجھے رنگیں بیانی　　عطا کر مجھکو یاقوت معانی
سخن کا لعل دی میری زبانکو　　در معنی سی بہر میری بیان کو
سخن کے درکا مجھکو جوہری کر　　سخن سنجونکو میرا مشتری کر

در دریاے وحدت ہی محمد　　چراغ بزم کثرت ہی محمد
دیار فقر کا ہی شاہ بیکس　　سپہر فخر کا ہی ماہ بیکس
ظہور کائنات اس کا سبب ہے　　ہویدا ہی کہ وہ محبوب رب ہے

کلام عشق ہی پرزور سب سے　　بیان عشق ہی پرشور سب سے
خدائی عشق سے ہی آشکارا　　دو عالم عشق کا ہی یک اشارہ
بہلی ہے سب طرح سے عشق بازی　　حقیقی کر دیکہا تا ہی مجازی

کہا تھا ملک بنگالی میں خسرو　　زمیں عشق تہا اسکا قلمرو
ہمایوں بخت اور صاحب قران تہا　　جہانگیروں میں وہ شاہجہان تہا
بہادر شاہ با تدبیر تہا وو　　رفیع اسقدر عالمگیر تہا وو
جہان ملک شاہ تہی سمیں اکبر　　تہا اعظم شاہ دنیا میں منفرد
دیار عدل کا نوشیروان تہا　　دوام اسکا کام بخشی میں روان تہا
سکندر طالع و جم جاہ تہا وو　　جہانمیں خوب نادر شاہ تہا وہ
سخاوت میں وہ تہا حاتم سا مشہور　　شجاعت میں وہ تہا رستم سا مغرور
جو کچہ دنیا میں ہوا اسکی دو چنداں　　تہا اسکی کنبہ بخششکا سامان

رگ ابر اجل تہی اسکی تلوار   عدو کا دم تہا اسکی در سی خوں بار
زمرد شاہ تہا اس شاہ کا نام   تہا اسکی نام سی ہر دلکو آرام
دیا تہا حقنی اسکو خوب فرزند   زمرد سی کیا تہا لعل پیوند

خاتمہ

کیا شاہکو جب لگ اسمین دم تہا   وصل کو ہر کا اسکو دمبدم تہا
اری عاجز سخن کب لگ کہیگا   سخن کے فکر میں کب لگ رہیگا
خموشی سے زبان کو آشنا کر   ہوا آخر یہ افسانہ دعا کر

الہی عاشقوں کے آبرو رکہہ
انکو دو جہان میں سرخ رو رکہہ

یورپ کے تینوں نسخوں میں خفیف جزی اختلاف بہی ہے جس کو سہو کتابت پہ محمول کرنا چاہیئے ۔ مثلاً۔

کہا تہا ملک بنگال میں خرد   زمیں عشق تہا اسکا قلم رو

انڈیا آفس کے نسخہ ۱۱ میں "تہا" کے بجاے "کہ" لکہا ہے۔
ہمایوں بخت اور صاحب قران تہا الخ اس شعر میں بجاے "و" اور "" کے "تہا" لکہا ہے۔
بعض اشعار میں کمی اور بیشی بہی ہے مثلاً انڈیا آفس کے نسخہ ۱۱ میں۔ تجہے یوسف کے سودا کی قسم الخ کے بعد ذیل کے دو شعر ہیں :—

تجہے سوگند میرے مدعا کی   تجہے سوگند میرے التجا کی
تجہے مخفی و معنی کی قسم   تجہے اپنے چہپانے کی قسم

یہ دونو شعر نسخہ ۱۰ میں نہیں ہیں۔

نگینہ نام ہے اس شہر کا جان   ہے سرحد اوسکی مغرب کا بیابان

یہ شعر بھی نمبر ۱۱ میں نہیں ہے۔

نسخہ نمبر ۱۱ نامکمل ہے کیونکہ آخر ہی کئی ایک شعر نہیں ہیں۔ نسخہ نمبر ۱۱ مکمل ہے۔

اس نسخہ میں ذیل کے شعر کے بعد اور (۱۶) شعر ہیں جو اول الذکر میں نہیں ہیں۔

پریزادو نکو کر خوبی سے رخصت   دیا سب کون مرصع زیب و خلعت

نسخہ نمبر (۱۱۰) باتصویر ہے (۴۳) رنگین تصویریں ہیں۔

انڈیا آفس کی کیٹلاگ میں قصہ ملک مصر اور لال و گوہر کے مصنف کو ایک ہی شخص تصور کیا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ملکہ مصر والی مثنوی سنہ ۱۱۱۱ھ میں تصنیف ہوئی ہے جبکہ عارف الدین پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جس کے متعلق اس کے پہلے بھی وضاحت کی گئی ہے۔

اس مثنوی کے متعدد نسخے ہندوستان میں موجود ہیں کتب خانہ آصفیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔

دیوانِ عاجز

اس کا ایک نسخہ فرانس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (٥٨٤٥) ورق (٦٠) سائز ٩ × ٦ سطر (١٥) خط نستعلیق

تاریخ کتابت ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۰ھ

یہ عارف الدین خاں عاجز کا دیوان ہے اس میں ردیف وار غزل اور چند مخمس ہیں عاجز کے متعلق قبل ازیں صراحت ہو چکی ہے۔ اس لئے نمونہ کلام پیش کیا جاتا ہے:

الٰہی ہمکوں اپنی عشق کا دار البقا بتلا　　جو کوئی دنیا کا طالب ہے اوسے دار الفنا بتلا

میرے خون جگر میں جوش ہے یارب تیرے در کا　　مجھے اپنی کرم کے ہات کا رنگ حنا بتلا

ہوا قید معصیت کے راہ میں خم نفس سرکش سین　　ای میرے حق مجھے اپنی ہدایت کا عصا بتلا

ہوا ہے طالب دیدار تیرا عجز سین عاجز　　طفیل آل احمد کل اوسے اپنا لقا بتلا

کام حاصل ہوا وصال ہوا　　درد دل کا دوا کمال ہوا

دیکھ دامنگیر محشر میں تیرے ہونگے ہم　　خون ہمارا اپنی دامن سے اے قاتل مت چھوڑا

دیکھ تابوت میرا بول اوٹھا وہ شہ حسن　　ہای یہ لشکر غم کا یہ بڑا جھنڈا تھا

سجن کا آنا سجن کا جانا سجن کا مرنا سجن کا ہنسنا

بہار گلشن غضب خدا کا نپٹ قیامت کلی کا کھلنا

تمہاری آنکھین تمہاری پلکیں تمارسی زلفیں تمہاری باتین
سدا ہیں کیفی سدا ہیں خونی سدا ہیں پرچین سدا ہے برچا

عاجز ترے کلام سے مرتے ہیں اہل درد ۔ اپنی زبان سنبھال خدا کر خدا سے ڈر

دل کے داغون سے دیوانا ہون کہان ہوش مجھے ۔ سد نہین اتنی کہ گلزار مین لالا سمجھون

نظر مین جب سے پڑی تجہ نگاہ کی بجلی ۔ میری جگر مین چمکتی ہے آہ کی بجلی

تمت تمام شد دیوان عاجز بتاریخ دویم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۰ھ

در مجالس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۱۵۸) ورق (۱۴۱) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت کا خلاصہ :-

"پیغمبر اسلام اور آپ کے خاندان اور ولیوں کے حالات جن کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے مصنف عبداللہ المتخلص کمینہ ہے۔ یہ حافظ علی کا لڑکا تھا۔ حافظ علی کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ فارسی کا مصنف سیف بن ظفر ہے جس کی کتاب تینتیس باب میں منقسم ہے۔ مگر اس دکھنی ترجمہ میں صرف (۲۳) باب ہیں"

اسپرنگر نے حسب ذیل وضاحت کی ہے۔

"عبداللہ دکھنی گارساں ڈٹاسی نے لکھا کہ یہ ایک مثنوی دُر المجالس کے مصنف ہیں جس کا ایک نسخہ انڈیا ہوز لندن میں موجود ہے۔ عمدہ منتخبہ میں عبداللہ نامی شاعر کا ایک شعر نقل کیا گیا ہے"

کہوں میں کس سے یہ دکھ یار کی جدائی کا   دوا پذیر نہیں درد آشنائی کا

اصل مخطوطے سے مصنف کے حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے صرف یہ معلوم ہوتا کہ ان کے والد کا نام حافظ علی تھا اور وہ اپنا تخلص مطلبی رکھتا تھا۔ دکھنی تذکروں میں بھی ان کے حالات نہیں ہیں۔

اس مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے صرف اپنے فارسی سے ترجمہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

کہون میں باب نادر تین اوپر بیس ‏ ‏ کیا ہون ترجمہ در مجالس
عدن سون فارسی میں در عجائب ‏ ‏ پرویا نظم دکہنی کے غرائب

ان تئیس(۲۳) باب میں جن امور کو بیان کیا گیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
(۱) پہلے باب میں حضرت آدم کا ذکر ہے (۲) ابراہیم (۳) شعیب (۴) موسیٰ (۵) سلیمان (۶) عیسیٰ (۷) آنحضرت صلعم (۸) حق مادر و پدر (۹) دندان مبارک کا زخمی ہونا۔ (۱۰) فضیلت۔ (۱۱) فضیلت علی (۱۲) ماریہ قبطیہ (۱۳) فضیلت ثوبان سوری (۱۴) فضیلت خالد بن ولید (۱۵) فضیلت بلال (۱۶) فضیلت لقمان (۱۷) ایک کافر کا مسلمان ہونا۔ (۱۸) ذکر ابراہیم ادہم (۱۹) مرد سخی (۲۰) آذر بت پرست و ابراہیم (۲۱) طوطے کا بیان جو سلیمان کے زمانہ میں تھا۔ (۲۲) حسن بصری (۲۳) شہادت امام حسین علیہ السلام۔

اس سے نفس مضمون کی توضیح ہو سکتی ہے۔ نمونہ کلام

ابتدا۔

کہون میں باب نادر تین اوپر بیس ‏ ‏ کیا ہون ترجما دری مجالس
عدن سون فارسی میں در عجایب ‏ ‏ پرویا نظم دکہنی کے غرایب
زہے منجالس حکایت کے ہیں موتی ‏ ‏ ہر یک دانہ دسے پر نور جوتی
اگر فرزند ہی توں مطلبے کا ‏ ‏ مدد منگ اسرا شرف نبی کا
میرا سے نام عبداللہ کمینہ ‏ ‏ نظم کے بحر پر دل ہی سفینہ

ترا ہی نام عبداللہ سریکا ‏ ‏ کلیمہ بس ہی تو شارا کریگا
توں فرزند ہی ولے حافظ علی کا ‏ ‏ تخلص نام ہی لو مطلبے کا

عنوانات بھی نظم میں ہیں۔
بعض عنوانات ملاحظہ ہوں۔

اول کر باب ادم کا لطافت ‏ ‏ دیا یک فیض ماتی کون شرافت

حکایت یان سنو عجز و بشر کا ‏ ‏ سلیمانکی دیکھو انگشتریکا

حکایت اولیا بازید کے جون ‏ ‏ خدا سون راز پوچھی سو بیان سن

خلیل اللہ براہیم کے حکایت ‏ ‏ پیمبر پہ خدا خواسے نہایت

حکایت یان خلیل اللہ کی پوری ‏ ‏ انکی یوسف زلیخا ہی ضروری

حکایت یان سون آدم کا بیان ہے ‏ ‏ نظم ہندیسون شیرینیکا عیان

سخاوت کی فضیلت کا کھلیا باغ ‏ ‏ لکس کہار شک چندر پہ ستیا داغ

کہون میں باب ہفتم خوش صفائی ‏ ‏ محمد مصطفے کا معجزا ہی

حکایت بادشاہ کی یان سو نانہ ‏ ‏ بخیلان میں بخیلانکا نشانہ

اس کے آخری شعر سے بھی مصنف کا نام معلوم ہوتا ہے۔

مصنف پر منکون یاران مناجات   سکل بر لیاتون عبداللہ کے حاجات

آخـری عنوان :-

حسین سرور سمجہ دلمین کہی ہائی
نصیباں کا جکچہ بابتا ہمیں پائی

نمونہ اشعار ملاحظہ ہو۔

سلیمان کون دیا شاہی انکہوتے   مسخر کردیا جگ پر کسوتے
سلیمان کی دیکہو انگشت ساری   فخر کا سر بلند کر خود بچاری
انکوتہی نے کہا میں ہون مقدم   خدا نازل کیا میرے پر خاتم
شہادت کے کری انگشت نے لاف   میری سون کونہ جاکا پاک اعراق
میری خاطر انکوتی رب بنایا   انکہوتے کون کہی کے سرادچایا

عنوان شہادت

شہادت کا سنو احوال سارا
سنے پردل ہرایک سوزہی انکارا

نبوت کے گگن کے ماہ تابان   عربکان جا ہوئی روشن نقابان
سنو یک دہر سخن ہر بیت ماتم   جو اہلِ بیت پر کریاں سدا غم
شہی دینکا زبان سمجہ غم نہ کہی کے   بجزاہ کی دیکھ نالے سکی کے
محمد کے پیاریا نپر کہریا تہا   شہادت کا وقت رتبہ کہریا تہا
اوکیا جب وقت کن کا حرف ذاتے   نداہیں او لکہہ غم شرف پاتے

ہریک دل تب کئے رنگ لعل ساری　　حقیقت میں دلان ساری انگاری

ہوا شق القلم شہکی الم سون　　کہا یک دہر الم ساری عدم کون

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یہ نظم نثر فارسی سے دکھنی نظم میں منتقل کی گئی ہے۔ اصل فارسی درمجالس کا مصنف سیف بن ظفر ہے۔ اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں نمبر (۱۰۲۶ اڈیشنل) پر موجود ہے۔

اس کے متعلق ریو نے حسب ذیل صراحت کی ہے۔

"مختلف مباحث پر چند ابواب ہیں جو پیغمبر اور علی اور چند مذہبی امور پر مشتمل ہیں اس کا مصنف سیف بن ظفر نوبہاری ہے۔ یہ ایک سنی فقیر تہا اس نے بیان کیا ہے کہ جو حالات اس نے اولیاء اللہ سے سُنے ہیں ان کو جمع کر دیا ہے"

ذیل میں دکھنی اور فارسی کا مقابلہ پیش ہے۔

باب اول

نثر فارسی	دکھنی نظم
چون حق سبحانہ خواست کہ مہتر آدم	کہ چاہیا خاک سون آدم بناتے
را بیافرید اکرام الہی در ہفت زمین و	اپسکی راز کا گلشن دیکہاتے
آسمان شد میخواہم کہ بندہ پیدا کنم کہ خلیفہ	ارادت میں خلیفہ تہا یکانہ
حضرت ما باشد داز و بندہ زادہ گان پیدا	کیا خواہش جسم دیکر نشانہ
کنم کہ ایشان دوستان حضرت پاک	اپسکی اپ خواہش کون جکایا
ما باشند و ما نیکرم ایشان را دوست دارم۔	اوسے وضع تداسب پر سنایا
پس ندا ہی بجہم وسیحہ نہ درداوند عرش	

سر برآورد و گفت.

ندا سن عرش اپنا سر اوٹھایا
معظم کر منجی رسا تون بتایا

باب نمبر ۹

آوردہ اند کہ یک شب پیغمبر از مسجد بخانہ
بی بی عائشہ آمدند در انخانہ چراغ نبود.
بی بی در تاریکی پیرہن خود میدوخت.
کہ از جاے دریدہ بود۔ سوزن در آن
تاریکی گم شدہ بود ہر چند بجست نیافت
پیغامبر در آمد و گفت یا عائشہ رض چہ میکنی
گفت یا رسول اللہ پیراھن من پارہ
شدہ بود و او را میدوختم اما سوزن در
پیراھن گم شد۔

سو یک شب مصطفے عائشہ کے گھر کون
چلی تھی خوش اوس کر ہور نظر سون
یکایک اکھی سو گھر کے میانے
کنواں سوزن ہوی عائشہ دیوانی
نہ تھا روغن بتے گھر میں ہلالے
اندھارا ہور ہا تھا گھر میں خالے
اپسکی سوئی کنوالی پیرہن میں
اتھا و سو اس چو بے کتے بدن میں
نبے پوچھے اپسکی مہر کے بات
کنوای کیا کہو عائشہ میری سات
کہی عائشہ رسول اللہ یو پیرن
سیتے تھی سو کنواتے گئے ہی سوزن

تیسواں باب امام حسین کی شہادت کے متعلق ہے مگر دکھنی ترجمہ میں اصل کی پابند
نہیں ہوئی مثلاً دونوں کی ابتدا ملاحظہ ہو۔

فارسی

چو معاویہ وفات یافت یزید علیہ اللعنہ
بدبخت بجائے پدر نشست در د (؟)
بدبخت رسید کہ حسن و حسین را از میاں

دکھنی نظم

سو ایک دن مصطفے مسجد میں یاران
عبادت واسطے بیٹھی ہزاراں
حسن سرور نبی کے عین جیکر

بردارم برزنی رابیش زن امیرالمومنین
حسن فرستاد که ویرا بگوکه دولت
فرزندان علی باآخر رسیده امروز دولت
بمن است۔

نکابیٹھی اتہی او پیٹ منبر
نبے کے اورکہی زانواوپر ہات
میری نانامیری سون کچھ کرو بات
رسول مصطفےٰ وجہ نورانی
ہنسے کہل کہل میری یوہی نشانی

مگر اسی باب میں آگے چل کر شہادت کا ذکر قابل ملاحظہ ہے۔

علی اصغر را درکنار گرفت و گفت اے فرزند
بعد شہادت من نخواہم کہ با دشمنان حرب
نہ کنی کہ یادگار از من توی ....
ہمدریں حال بودند کہ لشکر دشمنان غلبہ
کرد۔ امیرالمومنین حملہ کرد واز چپ و
راست برہم زد وبسیار سگانرا در دوزخ
فرستاد وہفتاد جراحت برتن مبارک
رسید از قضا جراحتے برگلوے مبارک
رسید بیطاقت شد گفت بارخدایا دشمنان
قصد سر من دارند از تو نمی ترسند واز
پیغمبر شرم ندارند .... شمر ملعون
پیشتر شد بہ سینہ امیرالمومنین نشست و
تیغ کشید تا سر مبارک از تن جدا کند۔

علی اصغر کون رو رو کر گلی لا
ہماری خاندان ہیں تون یکیلا
نکو لر بعد ازاں میری تون فرزند
تیری پہر اتنیکی دشمن کمر بند
....
سو آتنا بولکر کہورا چلائی
سو میمون ہور شیراکی سو درجائی
سو دو سو نفر کون پیلی او تاری
یذید یانکی بری سر دار جہاری
....
قضا اکر یو کاری آہ نالان
برسے ہہون لکیا ہو چہا ابالان
....
ایک صفحہ کے بعد
حرامی شمر تہا او سخت غاتا
جہنم کا او سے ہی نصف باتا
سینے پہ حبیب چرپالیکر او خنجر
کہی سر وار ہی موزی تون بنکر

قصہ بہلول صادق

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے

نمبر (۹۷) ورق (۷) سائز ۷ $\frac{5}{8}$ × ۴ $\frac{1}{2}$ سطر (۱۰ تا ۱۱)

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :۔

"دکھنی نظم میں ایک عشقیہ داستان مصنف لطفی"

کسی دوسرے یوروپین مصنف نے کوئی وضاحت اس مثنوی کے متعلق نہیں کی ہے۔ اور نہ اس مثنوی سے اس کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ علیٰ ہذا تاریخ تصنیف وغیرہ بھی غیر ظاہر ہے۔

لطفی۔ عہد آصفیہ کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے قدیم دکھنی اور شمالی ہند کے تذکرہ جات میں ان کا نام موجود ہے اور دو شعر بھی دیئے گئے ہیں مگر کسی نے بھی ان کے حالات بیان نہیں کئے۔ البتہ بقول مولف تذکرہ شعرار دکن میر لطف علی خاں ان کا نام تھا درویش محمد خاں صوبہ دار برار کے نواسہ تھے سنہ ۱۲ ھ میں انتقال ہوا۔

مثنوی میں حمد و نعت نہیں ہے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنارس کا ایک مسلمان بہلول نام ایک ہندو لڑکی پر جو روزہ دریا پر اشنان کے لئے آتی تھی عاشق ہو گیا لوگوں نے بہلول کو برا بھلا کہا اور کہا کہ اگر سچا عاشق ہے تو دریا میں ڈوب مر۔ بہلول عشق سے دیوانہ ہو چکا تھا دریا میں کود پڑا۔ اس واقعہ کی اطلاع اس لڑکی کو ہوئی وہ دریا پر آئی اور خود کو اس میں ڈال دیا۔ کچھ دن بعد جب موجوں نے ان کو باہر لایا تو لوگوں کو یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ وہ دونو آپس میں ملے ہوئے ہیں آخر دونوں کو جلا کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

ابتدا :-

سنا ایک روز میں صاحب زبان میں | جو اصل سخن تہا نیکو بیان سیں
فرشتہ خوی تہا پاکیزہ صورت | جون باد صبح تہا بس تیز حرکت
عیان تہا جیچہ تہیں نور سعادت | اوسی سب دیکھنے اہل بصارت
ریاض معرفت کا تہا سہی گل | سخن کے چمن میں تہا حسین بلبل

ابتدائی چھ شعر کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔

بیان کرتا ہیں وہی مرد صادق | وفا محبوب کا اور مرد عاشق
عشق کے بات سن کر تجہ ہوس ہے | وفا معشوق سیں نا درست ہے
شہر ہی ایک ہندوستان میں خوش | کہ ہی مشہور اس نامی بنارس
بہی ہندوان کا دی قبلہ ہوا ہے | تمام عالم میں شہرت ہوا ہے

سو بولی حیف ہے محنت رسیدہ | دیان جا ہزار خود نہ دیدہ
کر کرنا قتل عاشق کون پسند نہ | کنا ہے سخت در کے محبت
یونہی کہتے چلے دو طرف دریا | سو کو کان لوک رو پونچی بدریا
کہاری دوست جان ہو کیوں رہاری | سو ہیچ دریا کہ جا مسکن کیاری
اپس کے جان پر ہم تک تجہ نہ آیا | جو اپنے ہیچ جان اپنا ڈبایا

- - -

دہے اچپل چپل چھپلائے جل میں | نیز د عاشقا جارہے سو پل میں
ہوے جب صورت چنیں عرق دریا | خلق حیران ہوا دیکھ تماشاہ

جنگ نامہ بہاؤ راؤ

انڈیا آفس میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

بلوم ہارٹ (۱۷۳) ورق (۴۳) سائز ۸ × ۵ ۳/۴ سطر (۹ تا ۱۱) خط نستعلیق

کٹیلاگ کی صراحت :-

"جنگ مرہٹہ اور احمد شاہ درّانی کے حالات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ خاتمہ پر تاریخ تصنیف ۶ رجادی الثانی ۱۱۷۴ھ / ۱۸۱ء درج ہے۔"

کسی دوسرے یورپین مصنف کی کٹیلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں اور نہ اس مثنوی سے کچھ حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

مثنوی میں اول حمد کے دو شعر ہیں اس کے بعد بطور تمہید بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کو غوری نے رائے پتھورا کی گرفتاری کے بعد فتح کیا پھر تیمور اور بابر آئے ہمایوں ہندوستان سے واپس جا کر دوبارہ آیا اکبر نے چتوڑ فتح کیا۔ شاہجہاں نے امر سنگھ سے لڑائی کی جہانگیر کے عدل سے شیر بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ اعظم شاہ اور بہادر شاہ کا مقابلہ ہوا۔ فرخ سیر کو راج ملا حسن علی کے باعث فرخ سیر گرفتار ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا بادشاہ ہوا اس تمہیدی نظم کے بعد اصل واقعات شروع ہوتے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ مرہٹوں کی فوج دریائے گنگ کو عبور کی نواب شجاع الدولہ صوبہ دار اودھ کی فوج سے مقابلہ ہوا نواب کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ اور اونہوں نے احمد شاہ درّانی سے امداد چاہی اور آصفجاہ بھی مدد کے لئے روانہ ہوئے احمد شاہ درّانی ہند کی جانب متوجہ ہوا۔ مرہٹوں کو اس سے خوف دامنگیر ہوا۔ نانا پھڑنویس کو مرہٹوں نے اپنی حالت سے مطلع کیا یہاں (پونہ) سے ایک کثیر فوج روانہ ہوئی۔ پانی پت کے میدان میں دونو

فوجوں کا مقابلہ ہوا مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔

کلام کا نمونہ

الف نام اللہ توھی دین تیر البسایا — سمرن کا ہی ستی جن گیان بتایا
نگر پانی پت میں سکہ باسا پایا — لکھ چورا سی جیا جون سب دھن دھلایا

لکھہ نام اللہ تو ہی سچا سبحانا — تیرے گیت او پیارے اتہت لکہتے نجانا
کبتہ ترکان کتہ پنڈتان کیار سم دہانا — آدہہ برجی دہو اونسے ہند و ترکانا

احمد شاہ قندہار میں پونے میں نانا — دلی بیچ نجیب خان کا بیٹا تہانا
غازی الدین خان وزیر نے منصوبا تہانا — قلم دان منگوا ہی کر لکھتا پروانا
پانچو نانا راؤ جی عقل میں دانا — ہمسے زیر نجیب خان ہوگیا یہ ٹہانا
چاکر سے مالک ہوا مہان اب نانا — تیرا نو لکہ نیر دکہنے سب میں مردانا

آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے نیر شاعر کا نام ہے۔

اتنے سنکر جنکا راو نے لایا دربار — ذنا آیا صاحبان سادنت بچار
پوتا آیا نظام کا ہند کا سردار — پتہ کیچڑی راؤ نے کہا بجن بچار
ہمسے خان نجیب نے لیا کہت بلیار — حد قول کر گیا تہا پکڑے تروار
وزیر حسن لکہ موڑ کے کچھہ دیکھا پیار — ظالم ذات پٹیا نکی یہ کسلے یار
احمد شاہ نجیب خان نکلا بہہ تا پیار — ایک صوبہ بیچ لاہور کو موہہ سے قندہار
شکر تال میں گیر کر خان جی مار — کرو طیاری جنگ کے مت لاؤ بار

گڈھ کنجے کا بادشاہ چڑھ ہند پر آیا
ہانسے ہوئے مقابلہ وہاں جنگ مچایا

ایک لاکھا سے ہزار شہید کیایا
رائے پتھورا پکڑ کے جن دین بدہایا

غوری زین العابدین نے انیہ لگایا
بارا برسوں سیو کر پھل پکا کھایا

پیر دستاہ حجاب الدین نے خبر کمایا
موج ہوئے فقر کے چوکتا آیا

تیمور اور بابر بادشاہ نے ملک بسایا
ہمایوں کیا بلک بھاگ کے پھر ہند کو آیا

ابراہیم بادشاہ سب ملک نو آیا
جی مل اکبر شاہ سے وا جنگ مچایا

نورا گڈھ چتوڑ کا پھر تھے بسایا
شاہ جہان سے امر سنگھ نے مار چلایا

جہان گیر جو عدل لے بادشاہ نے پرچالایا
سیر اور مکہ ہی ایک گھاٹ جن پانی پیایا

چڈا جو نورنگ شاہ جی نے کہن پر دہایا
تا نا شاہ کو پکڑ کے لیا مال سوایا

اعظم شاہ بہادر شاہ نے دل بہت کھپایا
موج الدین سے فرخ سیر راج بنایا

حسن علیجان سوربان من میں گر بہایا
فرخ سیر پکڑ کے جن نیل پھرایا

محمد شاہ رنگیلا بادشاہ جن تخت بنایا
راج محمد شاہ کے سکہ بٹھا پایا

اس مثنوی کے کسی نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

جنگ بھاؤ مرہٹہ و شاہ درانی

بلوم ہارٹ نمبر (۳۸) ورق (۱۴۱) سائز ۹ × ۶ ۳/۴ اسطر (۱۰ تا ۱۱) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ نے کوئی صراحت اس کے مصنف وغیرہ کے متعلق نہیں کی ہے۔ یہ بھی اسی طرح کی نظم ہے جس کا ذکر صفحہ ماقبل میں ہوا ہے۔ جنگ کے حالات اسمیں تفصیل کے ساتھہ نہیں ہیں۔ یہ نظم مسدس ہے۔

کلام کا نمونہ :-

اس گردش سپہر کا دیکھو یہ کاروبار　　کیا کیا کئے ہیں رنگ زمانی نے اختیار
دکہن سی لا جماعۃ کفار نابکار　　کی بند ملک ہند کی آتی ہیں ایک بار
بانگ وصلواۃ وکاوکشی علم و اعتبار

جہنکو تہا مرہٹا جو کہ آیا تہا وہ یہاں　　دل میں کرعمل ہوا لاہور کو رواں
سب ہندیاں دواب میں یک تہا نجیب خاں　　قائم رہا تہا دین محمد پی بیگماں
سو دلمیں کافرونکی بہی کہہ رہا تہا خار

جنکو جا سنائی یہ لاہور میں خبر　　کنکا اوپر پٹہان گنوکہا میں ذبح کر
جلدی چلا وہانسی اور آیا جمن اوتر　　دلمین نجیب خانسی عداوت کا قصد کر
بہجا وہاں بلانی کو یک اپنا لشکو ار

اس کے بعد بیان کیا گیا ہے نواب تشریف لائے اور مرہٹوں سے جنگ ہوئی چنانچہ بیان کرتا ہے۔

غرابہ دلمیں کرکی روہیلہ ہیں مال کیا　　بادل گہٹا سی جہوم کیا یک سر ہلا
بجلی ادہر کو ہی تہی جہلک بلم اوڑپیا　　کوبی ادہر سی برسی دکٹر کی قلعہ کشا

سیلاب خون کا کہت میں بہتا تہا ہر کنار

جسدم اوتاری ہوکی مرہٹہ بہی چڑہ گئے　　ہاتہون لی کٹار دہ دہیلہ بہی اڑ گئے

پٹنت ہو ہر یک کی گلی ہار پڑ گئی　　دانتون پکر زمیں کو گڈا پانو گڈ گئے

میدان میں یوں اٹل ہوئی جون کوہ استوار

کفار مرہٹون کا سنا سب ربود رنگ　　اسطرح مسلمین کی تیین کر کہا ہی ننگ

دین نبی کا پاس اور افغان کا کر کے تنگ　　کیا آصفجا نسی کوچ ٹپت جلد بید رتک

دن کو کیا نہ رات کہیں راہ میں قرار

اس کے بعد بتایا ہے کہ مرہٹے ڈر گئے اور باہم صلاح مشورہ ہونے لگا۔ اس عرصہ میں احمد شاہ درّانی کا لشکر پہونچا۔ اور جنگ ہوئی اور مرہٹے عاجز ہو گئے اور اپنے حال سے دکہن میں نانا (نانا پرنویس) کو مطلع کیا اور یہاں سے ایک فوج کثیر روانہ ہوئی۔ پانی پت میں مقابلہ ہوا اور مرہٹوں کو شکست ہوئی۔ صف آرائی کے متعلق لکہتا ہے :—

تجویز کرکی شاہ نے تفریق بادہ غول　　اول نجیب خانکو مقابل کیا ہر دل

کیا جا شجاع الدولہ شہ دین کا نام بول　　اور شہ دلی تہا میمنہ خونخوار فوج تول

اور میسرہ جہان خان تہرا تہا لور سالہ

سر حیب محمد خان تہا نبکش تہا دست راس　　تہی حافظ رحیم سی رحمت کی دلمین آس

سردار خان تہا پشت ہراول کی آس پاس　　اور شہ پسند خان تہا قریب جلوی خاص

درانیونکی بیچ شہ اسد اللہ افتخار

قصہ تیرویں صدی

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔
نمبر (۶۵۰۵) کل اشعار کی تعداد (۱۲۹) ہے خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۲۷۳ھ
اس مثنوی کا ذکر کیٹیلاگ میں نہیں ہے اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں۔

یہ بلا نام مثنوی خلیل کی مصنفہ ہے۔ نفس مضمون کے لحاظ سے مندرجہ صدر نام دیا جا سکتا ہے۔ کسی تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں ہے البتہ فتح علی گردیزوی نے ایک دکھنی شاعر خلیل کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ اسی کی تصنیف ہے۔ مثنوی میں پہلے حمد و نعت ہے۔ اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو کسی جنگ کے لئے روانہ فرمایا راستہ میں چار ایسے واقعات پیش آئے جو ایک معمّہ تھے جن پر آپ کو تعجب ہوا اسی کے بعد آپ نے آنحضرت سے ان کے متعلق استفسار فرمایا۔ آنحضرت نے وضاحت فرمائی۔

پہلا معمہ یہ تھا ایک درخت پر گوشت کے دوران آویزاں تھے جو ہل رہے تھے اور ایک ہی مقام پر تین کنویں تھے دو میں پانی تھا اور ایک خشک تھا۔ اور تیسری جگہ نظر آیا ایک بڑا پہاڑ اوپر سے نیچے کی طرف آرہا ہے اور سنگ ریزے نیچے سے اوپر کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے بعد چوتھے مقام پر نظر آیا ایک خوبصورت پرندہ ہے اس کے پروں پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔

پہلے معمّہ کے متعلق آنحضرت نے فرمایا۔ تیرویں صدی ہیں دو سگے بھائی آپس میں لڑیں گے۔ دوسرے کے متعلق ارشاد ہوا ایک ہی محلہ میں دو دولت مند اور ایک مفلس رہے گا مگر دولت مند مفلس کی خبرگیری نہیں کریں گے تیسرے کے متعلق فرمایا رذیل

آدمیوں کو ثروت حاصل ہوگی اور وہ بلند درجے پر پہونچیں گے اور شریف پستی کی جانب۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ابتدار۔

کہوں ہیں ثنا حمد قادر جلال — صفت اسکی کہتے مجہے کیا مجال
شکر حمد کرتے کہاں ہین زبان — مگر کسکو طاقت ہی اس کا بیاں

ایک آونگی صدی اوہی تیر دیں — اوسمین دیکھین گی عجائب دیں
اورانا لسحم کے بہم دو تو ایک — اسمین اپی آپ لڑتے تہی دیک
یہی تمثیل اوسکی زمانی ہیں دیک — دو فرزند ہووین شکم ماسے ایک
بچپی باپکی بعد آپس بہم — لڑینگے وہ ہر دو برادر جنم
برائے ملک مال کے واسطے — مناقص اونویں بہی آکر پرے

دوسرے معمہ کا حل آپ نے فرمایا۔

صدی تیرویں میں دیسیکا یو سب — محبت مروت اوٹہنگی بہی تب
رہی یک محلے میں ہمسایہ گات — وہاں خانہ پیے درپیے یکسان
مثل یک جائی پو ہیں تب گہر — دراسمیں بہی کہاتی اور پیتے بسر
کہ یک اوسمین رہتا ہی مفلس غریب — دونو بیچ رہتا ہی ذات شریف
وہی ہے نشانی میرے آل کی — غربی جلیبے رحم چال کے
نہ پوچہینگی اوسکوں امیر و وزیر — رہنگی اومفلس غریب و فقیر

طبیب موسیٰ

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔
نمبر (۶۵۰۵) اشعار کی تعداد (۷۵) تاریخ کتابت ۲ صفر ۱۲۷۴ھ
مصنف شاہ خلیل اللہ خلیلؔ سنہ تصنیف نامعلوم۔ کیٹلاگ میں یہ مثنوی بھی نہیں ہے۔

مثنوی میں پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر قصہ شروع ہوتا ہے۔
قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے:۔

"ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے سر میں درد ہوا خدا سے صحت کلی کے لئے دعا کی حکم ہوا حکیم کے پاس جاکر علاج کراؤ۔ حکیم کا پتہ بھی بتا یا گیا۔ موسیٰ حکیم کے پاس گئے حکیم نے دوا لگائی درد موقوف ہوا۔ مکان واپس ہوئے پھر درد ہونے لگا۔ موسیٰ نے التجا کی جواب ملا۔ حکیم کو کچھ دیا گیا یا نہیں موسیٰ نے کہا نہیں۔ جواب ملا پھر جاؤ اور معاوضہ دے کر علاج کراؤ۔ موسیٰ گئے اور دوا لگائی ایک دینار دیا گھر واپس ہوئے۔ درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد موسیٰ کو حکم ہوا۔ ایک خاص شہر کو جاؤ۔ بحکم رب موسیٰ روانہ ہوئے وہاں دیکھا ایک شخص درد جگر سے علیل تھا اور کہہ رہا ہے اس کے علاج کے لئے انسان کے کلیجے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی دے تو فائدہ ہو مگر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اسی مقام پر ایک حسین مرد اور حسین عورت رہتے تھے ان کی نئی شادی ہوئی تھی جب

نکاح کے بعد لوگوں نے اس دردِ جگر والے کا تذکرہ کیا تو دولہ نے اپنی دولہن سے واقعات بیان کئے اور اپنا جگر دینے کی اجازت چاہی۔ دولہن نے اپنا جگر بھی نکال دیا اور کہا اول یہ پیش کرو اس کے بعد تم کو اختیار ہے۔ دولہ نے اس کو لیجا کر اپنا جگر بھی نکال بیمار کے حوالہ کیا۔ بیمار وہ دونو جگر لئے اور وہاں سے غائب ہوگیا۔ موسیٰ یہ دیکھ کر واپس ہوئے اور خدا سے اس کے متعلق استفسار کیا جواب ملا۔ وہ مردِ بیمار دراصل ایک فرشتہ تھا اور خدا ان دونو دولہ اور دولہن کو دوست رکھتا ہے۔"

ابتداء:-

شروع کرو بسم اللہ اسم خدا — اومن بعد الحمد بیہ پڑ تو سدا

وہ قادر ہی قیوم قدرت یزال — بہی صانع ہی صفت کا اسم جلال

رحم تیرا بندونپو دایم اہے — تو خالق ہی پرور جو قایم اہے

اول لکھہ جو قصہ بہی موسیٰ کا تو — اومن بعد دوستاں کے احوال کو

کہ یک روز موسیٰ کا چہرہ زرد — بہی شدت سین تہا اونکی سر میں درد

چلے تہی خدا پاس کرنا عرض — دفعہ ہو دیگا تب جو سر کا مرض

بہی گہر سین نکلکر ارادہ جبل — کرے التجا سے تو ہووے ہی فضل

کہا تب خدانی بہی موسیٰ کو یوں — طبیب کون دنیان میں بہی بیدا سے کہوں

بہی نزدیک طبیب کی آتا جاؤ تم — دیونگا دوا سر مبارک کو تم

دیا ہات چاقو اوسنے نو نہال　　اوچیری شکم کو کلیجہ نکال
یہ اول لیجا کر بہی دینا اوسے　　بنام خدا ہی یہ کہنا اوسے
اومن بعد مختار تمن جانکے　　ہے ارمان حسرت بہری مانکے

خاتمہ:۔

نہتا درد اوسکو او بہانہ اتہا　　یہ ہی امتحان کر دیکہانا اتہا
یہ قصی بہی دونو یہان بیان تمام　　درود ان پیمبر یو بہجو مدام

روضۃ الصالحین

برٹش میوزیم میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۲۴۲ ۷۵ / اورینٹل) ورق (۱۱۳) سائز ۷×۶ سطر (۱۵) خط نستعلیق

اس مثنوی کے متعلق کیٹلاگ میں کوئی صراحت نہیں ہے کیونکہ بلوم ہارٹ کی تصنیف کے بعد یہ مثنوی امیوزیم میں داخل ہوئی ہے کسی دوسرے یورپین مصنف نے بھی کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔

مثنوی کی تصنیف ۱۲۰۸ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ خود مصنف کے اشعار سے واضح ہو سکتا ہے۔

بارہ سو سن پہ اٹھوان تھا سن	جبکہ اس نظم سے غلام حسن
ہوا فارغ ببرکت حضرت	بر محمد و آل او صلوات

مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں، مثنوی سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں نے مصنف سے خواہش کی حدیقہ کا ترجمہ کیا جائے ان کے اصرار پر اس کو ہندی نظم میں ترجمہ کیا گیا۔

مثنوی میں حمد و نعت منقبت حضرت علی کے بعد سبب تالیف کی صراحت ہوئی ہے۔ اس کے بعد عنوانات قایم کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ حدیقہ فقہ حنفی کا ترجمہ ہے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

ابتداء۔

پہلی کرتو خدا کی حمد و ثنا — جسنے ہم سبکی تئین کیا پیدا
اور فضیلت دی اپنی رحمت سے — نوع انسان کو ساری خلقت سے
کہ اوسی فہم اور شعور دیا — اور زبان اوسکی کو کیا گویا
بعد حمد و صلوٰۃ و مدح کی اب — جان اس نظم کرنیکا تو سبب
سبب اس کا یہی تو سن مجھسے — کہ ہین بعضی جو مہربان اپنے
ربط در حال لیتکہ مجہسی کمال — رکہتی ہیں یون کیا اونہونی سوال
کہ حدیقہ جو فقہ مین ہیسکا — بڑہی اخوندنی جسی سے لکہا
اور ہین مذکور اوسمیں وہ باتیں — کہ نہایت ہی احتیاط اون مین

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

کہ مسائل جو اوسکی ہووین ضرور — کہہ تو ہندی مین نظم کے دستور

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

پس مسائل جو اوسکی ہیں اونسے — ایک نماز اور مقدمات اوسکی
کئی میں نے یہ ہندی میں منظوم — تا نہو دوستوں کا دل مغموم

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

صلحا کی نظر سی گذری جب — بہول جاوین قضائی یا نکو تب
اسی ئے میں نے اس رسالہ کا — روضۃ الصالحین نام رکہا
لیک لازم تہا ابتدا میں بیان — مجملاً کچہہ اصول دینکا بیان

مزید نمونہ کلام :۔

ابتو ایمان و کفر کی معنی — اور کچہہ حکم اونکی سن مجسی
پس سے کافر تو وہ سمجہہ اسکو — جو ضروریّ دینکا منکر ہو
اور ضروریّ دین وہ امر ہی اب — جانتی ہوں جسی مسلمان سب

ہی وہ مثل وجوب صوم وصلوٰۃ | اور وجوب جہاد و حج وزکات
حرمت خمر اور زنا اسی طور | اور جو مثل انکی ہو کر غور
منکر انکا ہی خارج از اسلام | کفر میں اوسکی کچھہ نہیں ہی کلام

ذکر تاریخ جو ہوا یہ محل | اسمیں ایک مہربان خجستہ عمل
سال اوسکی شمار کر کی صریح | یون لگی کہنی "ہی یہ نظم فصیح"
جب یہ تاریخ کر چکی وہ غور | کہی تاریخ فی البدیہ اور
خوش جو آئی اونہیں یہ طرز سخن | بول اوتھی "ہئے عجیب نظم حسن"
اور ایک مہربان نی فی الفور | کہی تاریخ فارسی اسطور
سال تاریخ این خجستہ کتاب | چمن روضہ جناں دریاب
کر کی پہر ایک شفیق نے معلوم | طرز نظم حدیقۂ منظوم
اسکی تاریخ ہو کسی خوش یہ کہی | خوشنما ہی حدیقہ ہندی

دیوان چندا

اس دیوان کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر بلوم ہارٹ (۲۱۸) ورق (۳۴) سائز ۹ ½ × ۵ ¾ سطر (۱۱) خط نستعلیق

مصنف کیٹلاگ کی صراحت :۔۔۔

"یہ دیوان ۱۲۱۳ھ ۱۷۹۸ء میں مرتب ہوا ہے جبکہ نواب نظام علی خاں آصفجاہ کی دور حکمرانی کے سینتیس ۳۷ سال ہو چکے تھے ابتداً ایک فارسی نثر میں دیباچہ نو ورق کا لکھا گیا ہے دسویں ورق سے اصل دیوان شروع ہوتا ہے"

دیوان کے ترتیب کی تاریخ "ہو اللطف الاعظم" ہے جس سے ۱۲۱۳ھ ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ مہ لقا بائی چندا کا دیوان ہے جو حیدرآباد کی مشہور طوائف تھی۔ طوائف کے نام سے ممکن ہے ذہن آجکل کے طوائف کی طرف منتقل ہو مگر ایسا نہیں تھا چندا ایک خاندانی خاتون تھی اور پیشہ ور طوائف نہیں تھی۔

اس کا باپ مرزا سلطان بلخ سے ہندوستان آیا تھا شاہ عالم کے زمانہ شہزادگی میں صلابت خاں اور بادشاہی کے زمانہ میں بسالت خاں کے خطاب کے ساتھ بخشی فوج کے عہدہ سے ممتاز تھا۔ چندا کی ماں راج کنور بائی گجرات کی رہنے والی خواجہ محمد حسین خاں کی دختر تھی۔

۱۱۷۸ھ میں چندا تولد ہوئی۔ علم و فن میں سرآمد روزگار اور شعر گوئی اور موسیقی میں اپنے آپ نظیر تھی۔ اچھے اچھے شعرا اس کے محفل مشاعرہ اور بڑے بڑے امرا اس کے موسیقی کے جلسہ میں شریک ہوتے تھے۔ گھوڑے کی سواری۔ تیر اندازی

ورزش وغیرہ مردانہ کھیلوں میں کافی مہارت رکھتی تھی۔

صاحب مال و دولت تھی صرف اردلی میں پانچ سو سپاہی ملازم تھے۔ علم و فن کا بڑا شوق تھا اس کے علمی ذوق کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ اپنے اہتمام سے سلاطین آصفیہ کی تاریخ مرتب کروائی جو تاریخ دل افروز[5] سے موسوم ہے۔

چندا کے کیارکٹر کا حال اس کے نظام الاوقات سے معلوم ہو سکتا ہے جس کو مصنف تاریخ دل افروز نے لکھا ہے۔

صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہوتی تھی اور طلوع آفتاب تک داعیہ وغیرہ میں مصروف رہتی طلوع آفتاب سے قرآن شریف پڑھتی پھر ناشتہ ہوتا اس وقت تک دوپہر ہو جاتی اور وہ قیلولہ کے واسطے بالاخانہ پر جاتی اس کے بعد ظہر کے نماز پڑھتی اور اس کے بعد عصر تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتی۔ نماز عصر کے بعد دیوان خانہ میں آتی اور خانگی حساب کتاب امور خانہ داری کا انصرام کرتی۔ اس کے بعد لائق اور قابل اصحاب اور اہل سخن

---

[5] اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے نمبر (۲۶۲۲۶) اڈیشنل اگرچہ بظاہر یہ خاندان آصفیہ کی تاریخ ہے لیکن اس کو ہندوستان کی تاریخ کہا جا سکتا ہے۔ غلام حسین خاں جوہر اس کا مؤلف ہے اس تاریخ کی ترتیب میں جن تاریخوں سے مدد لی گئی ہے اس سے اسکی اہمیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

روضۃ الصفا۔ روضۃ احباب۔ نورس نامہ یعنی گلزار ابراہیمی (تاریخ فرشتہ) تاریخ مرات العالم اقبال نامہ جہانگیر۔ اکبر نامہ۔ ماثر الامرا۔ تاریخ خافی خاں۔ چار چمن۔ سوانح دکن۔ تاریخ ہفت اقلیم۔ شاہ نامہ۔ تاریخ بہمنی۔ تاریخ قطب شاہی۔ زبدۃ التواریخ۔ حبیب السیر۔ عالمگیر نامہ۔ شاہجہاں نامہ تزک تیموری۔ تزک آصفیہ۔

جمع ہوتے اور علمی صحبت قائم ہو جاتی۔ (کتب بینی کا بڑا شوق تھا اکثر حبیب السیر،
روضۃ الصفا کا مطالعہ کیا کرتی اس کے علاوہ فارسی اور ریختہ دیوان بھی زیر مطالعہ رہا
کرتے) یہ صحبت نماز مغرب تک قائم رہتی اس کے بعد کھانا ہوتا اور پھر نماز عشا کے بعد
اساتذہ فن موسیقی جمع ہوتے اور آدھی رات تک یہ محفل گرم رہتی۔ رمضان میں روزہ
کے بجائے روزانہ ایک سو بیس خوان غربا کو دیا کرتی تھی۔

اس تفصیل سے اس کے اخلاق پر اچھی روشنی پڑ سکتی ہے اور اس کے کیرکٹر
کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ چندا علم دوست تھی اور اپنے اہتمام سے تاریخ مرتب کروائی
تھی اس تاریخ کے مرتب کرانے کی وجہ خود اس کے الفاظ میں سنو:۔

"چوں حقوق تربیت و عنایت خاندان عالیہ آصفیہ بخصوص نوازش
و عنایت حضرت نواب غفران مآب (آصفجاہ ثانی) بریں عاجزہ
بے مقدار چندیں سرفرازی ہا ثابت و محقق است لہذا دل فدویت
چنا میخواہد کہ تاریخ درمآثر ایام سلطنت آنحضرت بعنوان اجمال کردہ شود
در ذیل آں بعد از ذکر ارکان و اعیان و امرائے عہد ذکر ایں عاجزہ
ہم طراز وااں یاد فرمائی و یادگاری ہا باشد۔"

(ص۱۱ ب مخطوطہ برٹش میوزیم)

شعر و شاعری کا بڑا شوق تھا شیر محمد خاں ایمان سے اصلاح سخن لیتی تھی بڑے بڑے
شعرا اس کے یہاں جمع ہوتے تھے اور مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ موسیقی کی محفل میں بڑے
بڑے امرا سلطنت شامل ہوتے تھے اور اس کی تعریف میں قصیدے کہے جاتے تھے۔
میر عالم بہادر نے بھی ایک مثنوی (۵۱۷) شعر کی اس کی تعریف میں لکھی ہے
اس کے بعض شعر درج کئے جاتے ہیں۔

اے مہر سپہر روشنائی	سرتا پائے تو دلربائی
اے مردم دیدہ محبت	سرتا قدمت طلسم الفت
شکل تو بفلک دل مصور	چشم تو مات جاں مجمر
ــــ ــــ ــــ	ــــ ــــ ــــ ــــ
اے ماہ لقائی ماہ پیکر	ذہی ماہ جبین و ماہ منظر

اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ اس دیوان کے ابتدا میں ایک فارسی دیباچہ ہے جس میں حمد و نعت منقبت حضرت علیؑ کے بعد آصفجاہ ثانی کی مدح کی گئی ہے اس کے بعد دیوان وقت ارسطو جاہ کی تعریف ہے۔ اور اس کے بعد راجہ راؤ رنبھا کی تعریف کے بعد مؤلف دیباچہ (سید نصیر الدین خاں قدرت) نے چنداؔ کے کمال کی داد دی ہے اس دیباچہ کا جستہ جستہ انتخاب نامناسب نہیں ہے۔

"درزماں تہنت عنوان سنہ سبعہ وثلاثین از جلوس میمنت مانوس
بندگان .... نظام الملک آصفجاہ نظام الدولہ میر
نظام علی خاں .... مطابق سنہ ثالث عشر ماتین
بعد الالف آوان اوج وعروج مدار المہامی .... غلام سید خاں
سہراب جنگ معین الدولہ مشیر الملک اعظم الامرا بہادر وکیل مطلق مختار
دولت آصفیہ امیر اعظم نواب ارسطو جاہ کہ ....
ماہ منیر فلک انبساط بر جبیں منور برج نشاط نازنیں چہار بالش رعنائی المخاطب
ماہ لقا بائی در سر رشتہ ملازمی مہاراج عالی مزاج منبع المناصب معالی
المراتب علو منزلت و مرتبت ذی شوکت و حشمت والا تبار عالی مقدار
راجہ راؤ رنبھا بہادر جیونت بنا لکر مد اللہ عمرہ دزاد ثروتہ محفل افروز نکتہ

دانی شیراز بند اجزائی معانی کہ عبارت از تصنیف دیوان غزل بندلسیت گردید وسواد اعظم بر صفحہ را بتحریر وتقریر دلپذیر مانند خطوط شعاعی خورشید کشید .... بنا بریادگارکہ بر صفحہ روزگار مزید بر اولاد احفاد متصور از اتفاق سہ خوش بیان سید نصیر الدین خاں معنی دان المتخلص قدرت سلمہ اللہ الغزت صورت تحریر المراد ظہور منعکس نمود .... آں گل بوستاں محبوبی بایں نیازمند درگاہ ایزدی نظر بر الصفا وضوابط یکتا و بہا جہت تحریر ایں چند کلمات کہ کیفیات مدارج خود بزبان خامہ وہر متکلف شد مع ذالک بتسطیر خامہ در آورد ....

فی الحقیقت موزونیت سطور و نواش بدیدہ معنی تراداں سخن شناس معشوقیست مزلف دہر لفظ دلفریبش شاہدیست مخطط ابیاتش کاکل دار بر صفحہ عارض معشوقاں فتادہ والفاظ مطبوعش مانند خط وخال مہوشاں بلطف آمادہ نرگستان چمن کدہ تلاش مضمون فصاحت مشحون با ہزاراں چشم در تماشاگاہ مدرکہ آئینہ ہا نچیندہ طوطی خیالات رسا دام لاتحصلی میان بندہ"

غرضیکہ اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ مہ لقا بائی جو راجہ راؤ رنبھا کی ملازمت میں داخل تھی نصیر الدین خاں قدرت سے دیباچہ لکھنے کی خواہش کی دیوان راجہ صاحب موصوف کے حکم سے مرتب ہوا تھا اس کی ترتیب اور دیباچہ کے مرتب ہونے کے بعد نواب ارسطو جاہ دیوان وقت نے اس کو دیکھ کر پسند فرمایا ۔ اس کے ترتیب کی تاریخ "ہو اللطف الاعظم" ہے ۔ ۱۲۱۳ھ

اس دیوان میں اصناف سخن سے صرف غزلیں ہیں پہلی غزل کا مطلع اور مقطع درج کیا جاتا ہے ۔

کہاں طاقت ہے راہ حمد میں جو ہو زبان گویا

کہ یہاں جز عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہان گویا

سوائے حق کے کب کوئی واصف وصف ائمہ ہو

رہا چندا الملک پر بھی ہے نکتہ نہاں گویا

دیگر

ساقی دی مجہ کو جام مے ارغوان پہر | افسردہ دل میں آئے جو شعلہ سی جان پہر

ملتے ہیں توقع یہ تری غیر سے کم ہم | رکھتے ہیں ترے دور میں یہ چشم کرم ہم

چشم کافر بھی ہے اور غمزہ خونخوار بھی ہے | قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بھی ہے

کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دیوان کا ایک مخطوطہ موجود ہے ۔

دیوان شاداں

انڈیا آفس میں اس دیوان کا ایک نسخہ ہے۔

نمبر (۱۴۱/اورینٹیل) ورق (۹۹) سائز ۷ ½ × ۵ سطر (۸ تا ۱۲) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۳ھ کاتب محمد علاء الدین حسن۔

یہ مخطوطہ حال میں داخل ہوا ہے ہنوز کیٹلاگ مرتب نہیں ہوئی اس لئے کسی صراحت کا موقع نہیں ہے۔

اسپرنگر اور اسٹوارٹ کی کیٹلاگ میں بھی یہ دیوان نہیں ہے۔

مہاراجہ چندو لال المتخلص شاداں سے کون واقف نہیں جو حیدرآباد کی مسند پیشکاری پر متمکن تھے اور منیر الملک کے بعد دیوانی کے فرائض بھی بجالاتے تھے۔

مہاراجہ کو شعر و سخن سے خاص دلچسپی تھی اس وقت کے بڑے بڑے شعراء آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوتے تھے نصیر کئی مرتبہ آئے۔ ذوق اور غالب کو بھی پیغام طلب گیا بیسوں شعراء آپ کے دربار سے وابستہ تھے۔

سنہ ۱۱۷۵ھ میں تولد ہوئے تھے اور سنہ ۱۲۶۱ھ میں انتقال فرمایا۔ دیوان شائع ہو چکا ہے۔

زیر بحث دیوان میں ایک قصیدہ آصفجاہ ثالث کی مدح میں ہے جس کے ۱۰۵ شعر ہیں ایک مخمس پینتیس ۳۵ رباعی اور بقیہ غزل ہیں۔ غزلیں ردیف وار ہیں۔

ابتدا :—

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنی صنم کا
سایہ بھی میری سر پہ تو اوسکی ہی قدم کا

....

شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام
کیسے بھی مجھ یار تیری فضل و کرم کا

غزلیں ردیف ی کے قافیہ تک ہیں آخری غزل کا مقطع اور مطلع درج ہے۔

سجن ہماریکو جسنے دیکھا جہانکا وہان وہ ٹہٹک رہا ہی
کہان بہر اوسکو سمجہ ہی کیان جیسے بورا سٹک رہا ہی

کہی ہی اب تجہسے یہ ہی شادان پیا پیاری کہیں ہٹک مت
تجہے میں سمجہایا کیا کیا تو کیون اری من بہٹک رہا ہے

قصیدہ کا مطلع

صبح بیدار ہوا میں تو یہ بولا اقبال | آیا ہون رہنی کو میں تیری ہی وزیر فی الحال

گریز ملاحظہ ہو۔

کس لئے ایکی بہار آئی بصد رنگینی | تب تو گلشن کے یہ طوطی سے کیا میں نے سوال
بولی طوطی کہ نہیں جانتا کیا تو یہ بات | کہ بہار آئی ہی اوس شاہ کی اور برس سال
نام جس کا کہ ہی مشہور شہ اسکندر | ہی جہان اوسکی ہی ــــــــ ؟

دوسرا مطلع

اینخداوندرہی تجہپہ خدا کا افضال | ذات تیری ہی اب ایسے کہ نہیں جسکی مثال

آخری اشعار خاتمہ ملاحظہ ہو۔

مدحمین تیری یہ شادان کی دعا ہو قبول | ایسے مدحکو کہہ شاداں ہی ہر حال
جبتلک دور فلک میں ہی مہ و مہر نمود | یارب اس شاہ کی دولت کو کبہو ہو نہ زوال

ہی دعا مجہسے یہی اور سبو نسے آمیں

جلد برلائی خدا ہو وین جو تیری آمال

مخمس کے ابتدائی۔

ہمکو تو اوسسے یہ نت نظر ہی | ایدہر اودہر کی کب خبر ہی
مت ٹوک اوسے کہ یہ بشر ہے | پہرتا جو نہین وہ در بدر ہی

عاشق کا یہ حسن سر بسر ہے

پہلی رباعی:۔

ای یار تجہی جو خوب دیکہا ہمنی | پہر پایا تمام سو دیکہا ہم نے
اس سے بہی زیادہ اور ہوتا ہی کچہہ | سو سو ڈہب سے کیا پر یکہا ہم نے

تحقیق طلب مخطوطات

اب ہم ایسے مخطوطات کا ذکر کرتے ہیں جن کا یا تو زمانہ تصنیف نامعلوم ہے اور وہ کس عہد سے تعلق رکھتے ہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا مگر اس میں کوئی شک نہیں یہ دکھنی مخطوطات ہیں اور ان کی طرز عبارت کے لحاظ سے یہ گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری اور بعض تیرہویں صدی ہجری سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی وقت ایسا آئے جب کہ ان مخطوطات کے متعلق بھی معلومات ہوجائیں۔

ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) طوطی نامہ نثر
(۲) حکایات لطیف
(۳) قصہ مینا
(۴) منتخب نیک نام
(۵) قصہ مریم
(۶) اسلام عمر
(۷) انوار سہیلی
(۸) دوازدہ مجلس
(۹) نافرمان عورت۔
(۱۰) قصہ معجزہ بی بی فاطمہ
(۱۱) قصہ ابراہیم ادہم
(۱۲) سلسلہ خلافت
(۱۳) وفات نامہ پیغمبر
(۱۴) قصہ گل و ہرمز
(۱۵) قصہ ہشام و قمر
(۱۶) بہار دانش کی حکایتیں
(۱۷) ترجمہ گلستاں
(۱۸) قصہ انار رانی
(۱۹) ترجمہ سراجی
(۲۰) قصہ بندگان عالی

(۲۱) گنج نامہ

(۲۲) معراج نامہ

(۲۳) قصہ جنگ امیر حمزہ

(۲۴) کتاب الاخلاق

(۲۵) شرح دوبیت

(۲۶) افسانہ ہندی

(۲۷) آئین و قوانین افواج کمپنی

(۲۸) گیت احمد

طوطی نامہ

یہ دکھنی نثر میں ابوالفضل کے طوطی نامہ کا ترجمہ ہے جو برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے:
نمبر (۵۸۹ ۱۰۱ اڈیشنل) ورق (۱۴۹) سائز ۷ ۱/۴ × ۵ ۳/۴ سطر (۹) خط نستعلیق
بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"طوطی نامہ یا طوطے کی کہانی فارسی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اصل مخطوطہ ابوالفضل کا اختصار ہے جو نخشبی کے طوطے نامہ سے کیا گیا تھا۔ دکھنی ترجمہ پوری کتاب کا نہیں ہے بلکہ صفحہ ۰۰ اتک چھتیسویں حکایت تک ہوا ہے۔ اس دکھنی مترجم کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ایک اور دکھنی ترجمہ غواصی نے کیا ہے۔"

باوجود تحقیقات مجھے بھی نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوا اور نہ سنہ تصنیف کا پتہ چلا۔ یہ دکھنی طوطی نامہ کوئی علیحدہ کتاب نہیں ہے بلکہ ابوالفضل کے فارسی طوطی نامہ کے نیچے ہی سرخی سے ترجمہ ہوا ہے نمونہ پیش کیا جاتا ہے قیاس یہ ہے کہ ولی کے زمانہ کا ترجمہ ہوگا۔

پہلے سین تعریف صاحب زمانہ کے اور زمیں کے یعنی خدائے کے تعریف کے بعد از اور پیچھے سین تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے ہارے کے ....

چلنے ہارے یہے راہ بندگی کو یعنی بندگی رکھنے ہارے کو وہ کون ابوالفضل بیٹا شیخ مبارک کا اوسکی تیں پاک حکم بادشاہ جاری ہونے کے پایا یعنی بادشاہ حکم فرمایا کہ یہ کتاب کتیں یعنی طوطے نامہ

کو سات عبارت تازی کے سات روشن تھوری عبارت
کے نقش ترتیب کا دیوے یعنی مختصر عبارت سیں بنا دے

بیچ شہر ٹیک کے شہران ہندوستان کے سوداگر یک
تھا اوس کا نام مبارک تھا آرزو فرزند کی نہایت رکھنا تھا یکایک
آواز دینے ہار افضل خدائے عالم کا خوشخبری اس بات
کی دیا وہ بات یہ ہے تمہیں خوشخبری دینے ہیں سات فرزند
ٹیک کے بیچ کان اوس مبارک سوداگر کے ....
سوداگر اس مبارک حوصلہ کے تئیں یعنی اوس فرزند کو میمون
نام رکہا جب خطر خسارے اوس کے کا اوگیا یعنی میمون کو خطداری
کا نکلیا اور عمر اوس میمون کی اٹھارہ برس کو پونچی بیچ وقت
مبارک کے سات خجستہ نام والی عورت کے شادی کیا۔
۔یہاں مختصر طور پر فارسی عبارت کی ساتھ ساتھ ترجمہ دکھنی بھی درج کیا جاتا ہے تاکہ دونو کا تقابل کیا جائے۔

فارسی

بعد سپاس خداوند زمان وزمین وستایش
دادر جان، وتن آفرین کہ طوطیان باغ قابلیت را
شیرین گفتار کرامت فرمودہ و بلبلان چمن
قابلیت را عاشق گلشن قدرت خویش
گردانندہ۔ حامہ خامہ را در ہوائے تحریر چنیں
پرداز میدہد۔

ترجمہ

پیچہے سیں تعریف صاحب جان اور تن پیدا کرنے
ہارے کے وہ صاحب کہ طوطیان باغ قابلیت کتیں یعنی
منشیان کتیں مٹھاس باتوں کی بخشیا یعنی
میٹھے باتاں منشیان کو خدا نے بسکایا اور بلبلان
چمن کامل پتے کتیں یعنی شاعران کتیں
عاشق باغ قدرت اپنی کا کیا یعنی اپنی قدرت
دکھا کر عاشق کیا۔

حکایات لطیف (اخلاق ہندی)

یہ مخطوطہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۳۸۱) ورق (۵۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔
کیٹلاگ میں کوئی وضاحت نہیں ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی۔
جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں کئی ایک اخلاقی حکایات ہیں۔ چونکہ کل (۷۶)
حکایات ہیں اس لئے ہر ایک کے متعلق صراحت دشوار ہے نمونہ عبارت حسب ذیل ہے۔

نمونہ :-

دو عورتاں ایک بچے کے واسطے لڑتے تھے ہور شاید دو نو نہیں رکھتے تھے۔
اور دونو عورتاں لڑتے ہوئے قاضی کے پاس گئے ہور انصاف چاہی قاضی
جلاد کو حکم دیا اس بچے کو دو ٹکرے کر کر اس دونو عورتوں کو دی ایک
عورت یہ بات سنکر خاموش رہی دوسری عورت گریہ ہور واویلا کر کے
پوکاری جو واسطے خدا کے بچے کو دو ٹکرے مت کر اگر ایسا ہی انصاف ہی
بچے کو میں چہیتے نہیں۔ قاضی تب یقین سمجھا جو ماں بچی کے یہی ہے بچا
اوس کو دیا ہور دوسری عورت کو دُرّے مار کر چلا دیا۔

قصہ مینا

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۷۷) ورق (۲۰) سائز ۸×۵ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ کاتب غلام حیدر۔

نمبر (۷۸) ورق (۲۳) سائز ۸ ۱/۴ × ۵ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۵) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت ربیع الآخر ۱۱۵۲ھ بمقام بنگلور کاتب حسن محمد فاروقی ساکن بیجاپور

کیٹلاگ کی صراحت:۔

"ایک بادشاہ اور مینا کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف ظاہر نہیں ہوتی۔ یہ داستان خاصکر عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ مینا اپنے شوہر کوے کی وفادار بی بی ہے۔ بادشاہ کے ترغیب دلانے پر بھی راضی نہیں ہوتی قصہ کا خاتمہ اس بیان پر ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے تمام ملازمین کو طلب کر کے مینا سے معافی مانگی۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ کتاب شریک نہیں ہے اور مصنف کے نام کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہوتی۔

حسب قاعدہ مثنوی میں اول حمد و نعت ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک بادشاہ کے پاس کوا تھا کوے کی جورو مینا تھی۔ بادشاہ ایک کٹنی کے ذریعہ مینا کو ترغیب اور لالچ دیا مگر وہ راضی نہیں ہوئی۔ آخر بادشاہ خود آکر اپنے کان سے مینا کی ناراضی سنی اور خود کو ظاہر کر کے معافی طلب کیا۔ مینا اور کٹنی کی گفتگو اور

ان کے تمثیلی قصوں سے کہانی طویل ہوگئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ۔ ابتدا

کہوں حمد میں پاک رحمان کا | کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمع حمد اوسکوں سزاوار ہی | کہ او خنگ کون پیدا کر نہار ہی
او خالق اہے سب خلق خاص و عام | او مالک اہی ملک کا سب تمام

نعت :-

محمد نبی خاتم الانبیا | شرف جستے رب جگ میں ھتما دیا
منور کیا جگ کوں اس سور سوں | دیا روشنی سب کوں اس نور سوں

رسالا اتھا فارسی سوں اول | کیا نظم دکھنی ستے بے بدل

کہ یک شہر کا یک بڑا بادشاہ | جہانگیر عالم اتھا شہنشاہ
سخی مہربان عدل او شہریار | نیکو ناؤں اس کا سو بالا کنوار
وزیران کیتک خوب حسن و کمال | ملیکان ہزاران سو ھا مجلے محال
اوسی کے ولایت بہوت شہر تھے | سبھی خلق وان کے دنیا دار تھے
تھا اس بادشاھے میں کوال ایکہ | اسم اسکا لو اک اتھا ناؤں نیک

اگر سور آسمان تے آئیگا | اگر چاند آ مجہ کون آزمائیگا
اگر کوئی ملک ہوی تو صاحب جمال | اگر کوئی مقبول ھی جگ او جال
تو لور ک تے ایلا رھی سب تمام | او سر تاج میرا مجی اس سوں کام
دیکہا تے مجی سو کناں کا او سنک | تیری کام سوں سب جاوی نانوں ننگ

اگر آوی چاندا کرون پہلا دم | مبارک میری پیو کون لاکھان حرم

نجی مان بغیر دودھ دسرا حرام | پئیے اچھتے بوکر حرامیا نکی کام
کہ مانباپ پر فرض ھی چار بات | جو فرزند کے حق ہیں کرنا جہات
اول نیک کا دودھ اسکون پلائے | دوجا ایک اشراف کے نیک لائے
تیسرا اسکانا اوسی حق کے بات | چوتھا اُجانا ادب چال سات

خاتمہ :-

کیا نظم قصہ کا نا بات کھول | دیکھیں چوک یاران تو راکھو نہ بول

منتخب نیک نام

اس مثنوی کا بھی ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۵۲) ورق (۷۶) سائز ۸ × ۶ سطر (۱۱) نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :۔

"پیغمبروں اولیا اللہ کے حالات واقوال دکھنی زبان میں منظوم کئے گئے ہیں۔ مصنف عزیز ہے۔ یہ مثنوی فارسی کا ترجمہ ہے جو شیخ فریدالدین عطار کی تصنیف سے کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام ورق ۳ پر دیا گیا ہے

ختم پایا فضل سوں تیرے تمام
نام اس کا منتخب ہے نیک نام

تاریخ تصنیف بھی نظم کی گئی ہے جو سنہ ۱۲ھ ہے۔

برس بارہ سو اٹھے ہجری تمام — ختم پایا منتخب اے نیک نام

ایک دوسرے ہاتھ سے کتاب کے متعلق یہ نوٹ درج ہے "منطق الطیر شیخ فریدالدین عطار"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی نہیں ہے صفحہ اول پر درج ہے۔

"منطق الطیر در زبان ہندی دکھنی بطرز شیخ فریدالدین عطار"

دورِ آصفیہ میں ایک مشہور شاعر شاہ عزیز اللہ عزیز دکن میں گزرے ہیں جن کا ذکر اکثر تذکروں میں موجود ہے یہ مثنوی اس مشہور و معروف عزیز کی نہیں ہے بلکہ کسی اور عزیز کی مصنفہ ہے۔ جن کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

مثنوی میں اول حمد ہے اس کے بعد نعت پھر سبب تالیف کتاب اس کے بعد اصل

مثنوی شروع ہوئی ہے۔ بعض عنوان حسب ذیل ہیں۔

(۱) حکایت معجزۂ پیغمبر علیہ السلام (۲) حکایت یونس علیہ السلام (۳) حکایت عزیز علیہ السلام (۴) حکایت رسول اللہ علیہ السلام (۵) حکایت عتیق ع (۶) حکایت سلیمان ع (۷) حکایت دیوانہ

شیخ فریدالدین عطار کے چھ مثنویوں سے (یعنی منطق الطیر۔ الٰہی نامہ۔ مصیبت نامہ خسرو گل۔ اسرار نامہ۔ مختار نامہ) کسی کے ساتھ نہیں ملتی تعجب ہے ابتدا میں منطق الطیر کا ترجمہ کیوں لکھا گیا ہے۔ وجدی کی پنچھی باچھا جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ وہ دراصل منطق الطیر کا ترجمہ ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:—

ابتدائے کلام

اسے خداوند کریم بے نیاز | اے شہنشاہ بادشاہ سرفراز
اے حکیم صانع ہردو جہان | اسے خداوند کریم مہربان

حکایت معجزہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گوید۔

کیا سخن فرمای مولانای روم | معرفت کہ روز کا سب تھے ہجوم
لیکس یاران سرور سالار دین | ناگہاں مسجد میں بیٹھے تھے وہین
آنسون سایل سب ھوی اہل عرب | دلمین ساری کفر دہر کہ بے ادب
ٹیک تھے خوشمان سفید رنگ | تھے ہماری نظر میانی پلے در تنگ
آد پس چھتر سوں کرچہ ھووی ایک شجر | آو بس شجر کوں ہووی ہتن ڈالے بکر

حکایت عزیز پیغمبر علیہ السلام

مست مانند فیل کہ عالم سکل | شام میں تھے قوم اسرایل کل
سرکش و مغرور تھے آو نابکار | ظلم کا پیشہ تہا ان کار و بار
آگو مارہ انکو سب بختا نصر | شام کہ کل ملک کوں ویرانکر

کے ہزاران لیکہا انجیل خوان | بندمیں اپنے پکرکہ کبسے وہان

حکایت عائشہ رض

عایشہ عصمت پناہ صاحب وقر	جس سون پایا دوسرا عفت نکو
کافران آنپر کئے بہتان سب	دین کی اعدانی مل یکبار تب
حق کیا ایت کتیں ستیر نند و ل	عایشہ کے شانہ میں مانند پہول
سرورِ کونین کہ دلمیں سبزان	اس غدا کا تہا کے بے شک گمان
نام ہے ستار جسکا بے مثال	آنیکرتا پردہا پوشے بہی ایتال

حکایت معرفت حق گوید۔

معرفت کہ راز کون او کردکار	جب کہ دیتا ہی بندہ کون کرکی پیار
معرفت کے بہی موافق ذو الکرم	سونپتا ہی اوسیو ہردم رنج وغم
بل سین آوس عرفان کے لیا تمام	رنج کتیں سمہوا پنے لا کلام
دردوغم سین شاد رہتوں روزشب	معرفت کے بحر میں دوبے مانند لب

اس مثنوی کے کسی اور نسخہ کا پتہ نہیں چلا۔

قصہ بی بی مریم

اس مثنوی کے دو نسخے یورپ میں ہیں ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا انڈیا آفس میں ہے۔

میوزیم نمبر (اورینٹل ۲۷۱۷) ورق (۶۷) سائز ۸ × ۵ سطر (۹) خط نستعلیق

انڈیا آفس نمبر (۳۷/I) ورق (۴۸) سائز ۸ ½ × ۵ ½ سطر (۱۷) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت :-

"بی بی مریم کا قصہ دکھنی نظم میں مصنف کا نام نامعلوم۔ لڑکے کے تولد ہونے کا بیان قرآن سے اخذ کیا گیا ہے۔ آخر پر عیسویت کا ذکر ہے۔ یہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔ باب ششم سے شروع ہوتا ہے۔ ایک اور نسخہ ہندوستانی نظم میں علی بخش[1] جن کو سید برکت علی بھی کہا جاتا ہے سنہ ۱۲۹۰ھ میں مرتب کیا تھا۔ یہ بمبئی میں ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء میں طبع ہوا ہے۔ ایک اور دکھنی نظم اسی مضمون میں غلام احمد نے مدراس سے سنہ ۱۸۷۰ء میں شائع کی ہے۔ گارسی ڈی تاسی کی فہرست میں بھی یہ شامل ہے۔"

---

[1] یہ نسخہ یعنی علی بخش کا مصنفہ میرے پاس موجود ہے مگر یہ بمبئی کا طبع شدہ نہیں بلکہ مدراس کا طبع شدہ ہے جو سنہ ۱۲۱۹ھ میں مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے یہ قصہ اولاً دکھنی نثر میں تھا۔ سنہ ۱۲۹۰ھ میں علی بخش نے اس کو منظوم کیا ہے۔

اس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۵۷۵)

یہ نسخہ ۱۲۸۷ھ م (اکتوبر ۱۸۷۰ء) کا لکھا ہوا ہے اس سے واضح ہو سکتا ہے اس کی تصنیف ۱۲۸۷ھ سے ماقبل ہوئی ہے افسوس ہے باوجود تلاش مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

ابتدا :-

ششم باب میں کہوں با صفات | ہے عیسیٰ کے اسمیں کتیک معجزات
چھٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے | کتیک معجزات میں حکایت یو ہے

نمونہ ششم باب :-

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۷۴ ملاحظہ ہو)

ابتدا :-

شروع حمد خلاق عز و جل | چلوں حمد میں اسکے میں سر کے بل
بجز اس کے کوئی نہیں کردگار | وہی سارے عالم کا پروردگار

سنہ تصنیف نام مولف وغیرہ :-

یہ مریم کا قصہ لکھا میں غریب | ز نصر من اللہ فتح قریب
قلم اب اٹھا اے علی بخش تو | بہت لکھہ چکا تھا کہ روک تو

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

یہ قصہ تھا سابق میں دکھنی زبان | ہوں میں نے کیا اوسکو اردو زبان
یہ پورا کیا میں نے قصہ وہاں | جو مشہور کلیانی قصہ جہان
مہینا تھا شوال کا خوش بحال | تھا سن بارہ سو اور نود کا سال

چہٹے باب میں ذکر عیسیٰ کا ہے   کتیک معجز تمہیں حکایت یو ہے
او پیدا ہوے کیون کر واب بیان   یو تفسیر قران سو نسب عیان
کتا ہون میں مریم کی پیدائش اول   کرون ذکر عیسیٰ کا پاچہی نقل
دیکہو مان جنو کی ہے مریم شجات   او بی بیان میں بی بی اسے پاکذات

تپ محرقہ سخت تہا در بدن   عناصر لگائی نفاقی انجن
سو مریم ادا تب کئے با نیاز   عصر اور مغرب عشا کی نماز
خدا سون لگائی اتہی قال و قیل   سو ایسی میں پونچی ہیں وان عزرائیل
لباس عرب لیکو آئی تہی او   فرشتیان کا لشکر لے دہالی تہی او
کہے روبرو آکو مریم کو دیکہہ   ای عیسیٰ کے مادر سلام علیک
ای مریم نمازا نمیں قائم ہے تون   عبادت میں حق سات شامل ہے تون
سنی جب ملک موت سون یہ کلام   دیئے جواب مریم علیک السلام

سپونی کر اسو صاحب بیمار   نکالی ہیں مریم کون تب گہر کی بہار
چلی لیکو مریم کون جنگل کی دہر   دسیں سب ہیں مریم مسافر اسیر
پدر ہور مادر قبیلہ تمام   سکی بہائی بہایان جتے خاص عام
رضامند ہو کر چلی چہورتی   ولیکن کلیجی لگی تورنے
کہے مانگون مریم نی اسے مہربان   ہیں فاسق نہیں ہون رکہو درامان

اسلام عمر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۲۲۳/۴) ورق (۷) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۳) خط نستعلیق

بلوم ہارٹ کی صراحت:۔

"یہ ایک مثنوی ہے۔ جس میں آنحضرتؐ کی سوانح کے متعلق عمرؓ ابن خطاب کا بیان ابو جہل کا بہکانہ اور عمرؓ کا مذہب اسلام میں تبدیل ہونا مذکور ہے۔ مصنف یکتہ"

یورپ کے کسی دوسرے کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

تاریخ تصنیف وغیرہ کی صراحت نہیں ہوتی اور نہ مصنف کے متعلق کچھ حالات واضح ہوتے ہیں۔

اس مثنوی میں اول حمد ونعت کے بعد آنحضرت کی رسالت کا بیان ہوا ہے اس کے بعد حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی صراحت ہوئی ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

ابتدا

سعادت ابد کسکون ہوتا اگر | سنے وصف اونت ز خیر البشر
صفت او سنے مصطفیٰ کا سدا | کرے اسم پر انکے نت جیو فدا
کرے ناؤن پر اس ہزاران نثار | فدا مال ہور ملک گھر ہور دار

یو چالیس بر سکی ہوے شاہ جب | حکم ہوا نبی کا آیا امر تب
سو اس وقت میں کفر تھا بہوت دان | نہ یو خوش لگے مصطفےٰ کوں تدان

نکل کر بہی جاویں دیک غار میں | اچہن جم وہان کفر کے نماز میں

عمر سنکہ قران ہشیار ہو | لگیا خوش سہے تووبی مارو
ہوا صاف دل کفر کا میل جا | سو ہر یک آیت پہ اد ذوق پا
ہوا دین کا پیار دل میں کمال | ہدایت دیا دین کا ذوالجلال
لگیا شوق پر شوق ہونے زیاد | سو ایمان لیا نیکوں ہو دل ستون شاد

خاتمہ

لگے امر معروف کر نیکوں تب | جگر کافراں کے ہوتے غم سون سب
محمد پہ ہوتا ہزاران سلام | شفاعت منجے کراے خیر الانام
مکینہ یوفتاحی تیرا غلام | علیک الصلوۃ علیک السلام

انوار سہیلی

اس کے چھ نسخے یورپ میں ہیں۔ مگر نہ تو مترجم کا نام معلوم ہوتا ہے اور نہ سنہ ترجمہ کا پتہ چلتا ہے۔

(١) بلوم ہارٹ نمبر (٨٦) ورق (٢٣٦٤) سائز ٨½ × ٥½ سطر (١١) خط نستعلیق۔

(٢) نمبر (٨٧) ورق (٢١٩) سائز ١١ × ٧½ سطر (١١ تا ١٥) خط نستعلیق

یہ صدر الذکر کتاب کا دوسرا نسخہ ہے۔ دیباچہ نہیں ہے اور ناقص الآخر بھی ہے۔

(٣) نمبر (٨٨) ورق (٥٤٢) سائز ١١ × ٧¾ سطر (١١ تا ١٥) خط نستعلیق

یہ بھی اس کا دوسرا نسخہ ہے خط بہت اچھا ہے۔ ناقص الاول ہے۔

(٤) نمبر (٨٩) ورق (١٠٢) سائز ٩½ × ٥¾ سطر ١١ تا ١٣ خط نستعلیق

یہ بھی اسی کا نسخہ ہے ناقص آلاخر ہے۔

(٥) نمبر (٩٠) ورق (١٥٠) سائز ١١½ × ٦½ سطر (١١ تا ١٣) خط نستعلیق۔

یہ بھی اسی کا نسخہ ہے مکمل نہیں بلکہ صرف باب اول اور دوم کا ترجمہ ہے۔
یہ ترجمہ کسی انگریز کے لئے ہوا ہے ابتدائی دس ورق تک حاشیہ میں انگریزی ترجمہ بھی درج ہے۔

(٦) نمبر (٩١) ورق (٨) سائز ١٠¾ × ٧¾ سطر (١١ تا ١٥) خط نستعلیق
یہ بھی ایک اس کا ایک ناقص نسخہ ہے جو صرف ابتدائی باب کے چند اوراق کا ترجمہ ہوا ہے۔

کیٹلاگ کا خلاصہ :-

انوار سہیلی کا دکھنی ترجمہ جو فارسی کتاب مصنفہ ملا حسن بن علی سے

کیا گیا ہے۔ ایک اور دکھنی ترجمہ منشی محمد ابراہیم بن ملک حسن خاں
نے ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء میں مرتب اور ۱۸۲۴ء میں مدراس سے شائع کیا ہے۔"

نمونہ عبارت حسب ذیل ہے۔

"جو خلیفہ ابوجعفر منصور محمد کا بیٹا علی کا پوتا عبد اللہ کا پرپوتا حضرت عباس کہ اولادون سی سردارے کہ تخت پر بیٹہا اور کلیلہ دمنہ کتاب کی تعریف سنا ہت آرزو و خواہش سون اِس کتابکو پیدا کر کہ امام ابوالحسن مقنع کہ بث کو دیا امام ابوالحسن اُس عصر کہ فاضلون کا سردار تہا اُنّے اِس کتابکو پہلوی زبان سون تازی زبان سون نقل کیا۔

ابوجعفر منصور ہمیشہ اُس کتاب کو مطالعہ کہ بیچ رکہکہ اُسکی نصیحت و حکمت کہ مطابق عمل کرتا تہا۔"

"سلطان حسین پادشاہ کہ عہد مُون شیخ احمد نام ایک امیر اسکا سہیلی رہ آوردہ امیر سارا امیرون کا سردار و بڈا دیانت دار تہا ہمت و فضلت کار کہن والا خیر و خیرات کا کرن والا .... خلق اللہ کہ فایدہ کہ وامیت مجہہ غریب کو اسیوجہ فرمایا کہ ای محمد حسب ملا محمد علی واعظ کہ فرزند تم اِس کتاب کو پارسی زبان مُون کہو آور اِس باغ کہ درمیان اسوجہ معنی کا درخت اکادو۔"

"گذشتہ دنوں کہ بیچ آور گذرا برسون کہ بیچ چین مشہر کہ درمیان ہمایون فال نام پادشاہ ایک تہا گیسا بادشاہ کہ اسکہ دولت و لشکر کا آوازہ ملک بملک پہونچا اور اسکی پادشاہی و بزرگی کا ذکر آفتاب کہ مانند شہر بشہر مشہور ہوا تہا۔ بڈ بڈ بادشاہ سب اسکی فرمان برداری کا حلقہ جیوکہ کانون مُون پہرہ تہہ۔ آور مرتبہ کہ رکہن ہار سردار لوک اسکہ حکم برداری کا نزین پوشش دل کہ موشتہ پہ دہر تہہ وہ پادشاہ فریدون کہ مانند دیدبہ آور جمشید روس مرتبہ سکندر

دجہ قدرت و دارا کہ طرح لشکر رکہتا تہا۔ اور جیسا کہ خوبصورت معشوقون کہ رخسار پر آگ پانی ایکساتہہ رہتاہی اسیوجہ اُنٹ پادشاہ کہ عدل سون اگ و پانی ایکجلہ جمع ہواتہا"

ایک دکہنی انوار سہیلی کا ذکر ہم نے اپنی تالیف دکن میں اردو میں کیا ہے جس کے مولف میاں محمد ابراہیم بیجاپوری ہیں۔ جو ۱۸۲۴ء میں طبع ہوئی ہے۔ اسی کا ذکر بلوم ہارٹ نے بہی کیا ہے۔

عبارت کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو نو ایک شخص کے ترجمہ نہیں ہیں بلکہ دو علیحدہ شخصوں کے ترجمے ہیں۔ طرز عبارت سے قیاس ہوتا ہے ان میں میاں محمد ابراہیم کا ترجمہ قدیم ہے۔

دوازدہ مجلس

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر (۵۴۴) ورق (۴۴) سائز ۹ ۱/۴ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

مصنف کیٹلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے :—

"مختصر واقعات حضرت محمد فاطمہ۔ علی اور شہادت کربلا کے حالات مثنوی بارہ مجلس میں بیان کی گئی ہے۔ نثر میں بیان ہوا ہے اور ہر مجلس کے آخر ایک مرثیہ ہے، بارہ مجلسوں کا بیان حسب ذیل ہے:۔

(۱) وفات آنحضرت (۲) وفات بی بی فاطمہ (۳) شہادت حضرت علی (۴) امام حسین کے حالات (۵) مسلم بن عقیل کی شہادت۔
(۶) شہادت فرزندان مسلم (۷) شہادت حر (۸) شہادت قاسم
(۹) شہادت عباس (۱۰) شہادت علی اکبر (۱۱) علی اصغر
(۱۲) شہادت امام حسین"

سنہ تصنیف ظاہر نہیں ہوتا مصنف "عطا" ہے۔ مثنوی میں دیباچہ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔
برٹش میوزیم میں دہ مجلس نام ایک فارسی کتاب موجود ہے اگرچہ بیان مندرجہ ابواب ایک ہی ہیں مگر عبارت سے مقابلہ کیا گیا تو دونوں نہیں ملتے۔

"عطا" کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔—

مجلس نہم در بیان شہادت حضرت عباس علی علیہ السلام

راویان اخبار مصیبت و ناقلان آثار محبت اس طرح سے روایت کرتے ہیں کہ جناب عباس علیہ السلام کہ ساتھ حسن اور جمال اور صورت کی اور شجاعت اور قوت اور بلندی قد میں

اپنے وقت کے لوگوں سے ممتاز تھے جب کہ حضرت گھوڑے پر سوار ہوتے تھے پاؤں حضرت کے زمین پر لٹکتے تھے .... اور لڑائی کرتے ہوئے کافروں سے متوجہ خیمہ کے ہوئے ظالموں نے سر راہ اون کی پکڑی اور گرداگرد احاطہ کیا حضرت عباس علی علیہ السلام اُن سے لڑتے تھے کہ ناگاہ ایک ملعون پیچھے ایا اور ضربت شمشیر اوس بزرگوار پر ماری دست راست جدا ہو گیا پھر حضرت نین مشک کو دوسری کاندہی پر رکہا اور جہاد کرتی تہی"

ایک نوحہ کا نمونہ درج ہے۔

نوحہ :-

قاسم کی ما کہتی ہی کہ قاسم کدہر گیا ۔۔ ہی ہی بنا بنی یہ نیا داغ دہر گیا
کربل میں میں نین اسلئی شادی رچائی تہی ۔۔ جو سر کٹا کی اپنا وہ جیسے گذر گیا
افسوس آج بیاہ کدن مر گیا وہ شاہ ۔۔ ہی ہی بنا بنی یہ نیا داغ دہر گیا
پر ہر تہا سہرا ہات میں کنگنا بندھا ہو ۔۔ اسطرح اپنی بابا کنی دیکی سر گیا
پیٹتی دولہن ہی رو رو کئی با چشم خونچکان ۔۔ کہتی ہی کیا غضب کہ میرا دولہہ مر گیا
شادی رچا کی رنہیں کیا دیر ہو گئے ۔۔ قاسم سہرا ایسہ ہر کونہ جیسی ادہر گیا
قاسم کا آج پڑ گیا ماتم جہان میں ۔۔ خاموش اے عطا کہ وہ نوشاہ مر گیا

رباعی۔ (ہر نوحہ کے بعد درج ہوئی ہے)

ای مومنو ماتم ہی یہ عباس علی کا ۔۔ ہر شانہ جدا ہو گیا جس حقکی دلی کا
تکڑی ہوا دریا (غا ہار بہ تہ) نہی پیاسی (کہ) ۔۔ افسوس علمدار موا سبط نبی کا

نافرمان عورت

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے :۔

نمبر (۳/۸ - ۷) ورق (۹) سائز (۸ ½ × ۵ ½ سطر (۸) خط نستعلیق

کیٹلاگ کی صراحت :۔

"ایک دکھنی نظم جس میں ایک شادی شدہ عورت کی نافرمانی درج ہے ۔ مصنفہ مخدوم ۔"

سنہ تصنیف غیر ظاہر۔ مصنفہ کے حالات پردہ تاریکی میں ہیں۔

اس مثنوی میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت شوہر کی اطاعت نہیں کرتی تھی اس کا شوہر صاحب دل تھا اس نے عورت کے حق میں بد دعا کی جس کے باعث وہ درد شکم میں مبتلا ہو گئی۔ آخر شوہر سے معافی طلب کی اور بیماری سے اچھی ہوئی۔

کلام کا نمونہ۔

ابتدا :۔

سو سکھی تجھے نید آتی ہے کیون	پیا بن تجھے سیج بہاتی ہے کیون
پیاریاں پیا کون سو راضی رکھو	اپس پیو کی ارواح تازی رکھو

اتہا یک درویش نہ تھا دھن مال	اتھی نار اوس کون بری یکہ جبال
نہ خاطر میں لیاوی مرد کون ذرا	کبھی کچہ تو دی جواب اوسکوں پھرا
مرد کون لگی بولنی اس وضا	منہ سون کہی اوس ارا ہو ترا

مرد بہوت غصے سوں ہوا جل کباب | کیا بد دعا اون خدا کن شتاب
الٰہی یو ظالم ہے ظلمت کے نار | ایسے وقت از غیب او تری تہار
مرد کا مناجات کیا حق قبول | عورت کے شکم میں اوٹہا درد سول

کہا پند مخدوم زبان کہول صاف | ہر یک کوئی سنے پر گنہ ہوے معاف
ہر یک ٹہار بولو یو پورا کلام | محمد نبی پر درود سلام

قصہ معجزہ بی بی فاطمہ (؟)

اس مثنوی کے دو نسخے انڈیا آفس میں ہیں۔

نمبر (۳۷/۹) ورق (۱۲) سائز ۸½ × ۵½ سطر غیر معین (۱۰ تا ۱۷) خط نستعلیق

نمبر (۲۲۳/۱) ورق (۱۶) سائز ۸¾ × ۵½ سطر (۱۵) خط نسخ و نستعلیق تاریخ کتابت نہیں ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت :-

"آنحضرت کی دختر بی بی فاطمہ کے متعلق ایک قصہ مصنفہ نامعلوم۔"

اس مثنوی کا سنہ تصنیف نامعلوم ہے مصنف غالباً شرف ہے کیونکہ بعض اشعار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

هِمنکوں شرف اسکے آتی سوں ھے | جے لک بزرگی کا یو ناؤں ھے

خبردار بولیا سخن با شرف | روانہ ہوے فاطمہ اس طرف

مثنوی میں حسب قاعدہ اول حمد و نعت ہے قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ کفار قریش نے آنحضرت سے استدعا کی کہ ان کے یہاں شادی کی تقریب ہے۔ اگرچہ مذہب اسلام کی وجہ سے مخالفت ہے مگر شادی بیاہ ایک علیحدہ شے ہے اور آپ کو خاندان میں فضیلت حاصل ہے اس لئے اگر آپ کی جانب سے حضرت فاطمہ شریک شادی ہوں تو مناسب ہے۔ آنحضرت نے ان کی استدعا کو قبول فرمایا۔ مگر بی بی فاطمہ کو تامل ہوا اور قریش کے حقارت سے دیکھنے اور ذلیل کرنے کا خوف

دامنگیر ہوا۔ اس عرصہ میں جبرئیل وحی لائے اور حکم سنایا کہ خدا کی مرضی ہے فاطمہ ضرور شریک ہوں۔ بی بی فاطمہ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں سے شادی میں شریک ہوئے مگر آپ کے پیوند لگے ہوئے کپڑے کفار کی نظروں میں زرین اور زرتارین گئے اور چکا چوند پیدا کر دیا۔ اس کو دیکھ کر کچھ تو آنحضرت کا سحر خیال کر کے علیحدہ ہو گئے مگر ایک بڑی جماعت اسلام سے مشرف ہوئی۔

اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت نہیں ہو سکتی مگر یہاں تو صرف ادبی حیثیت پیش نظر ہے۔ نمونہ کلام۔

ابتداء:—

دیگر یک حکایت سنو دلفریب | جتے مومنان کے دلان کا ہی زیب
سنو فاطمہ کی کرامات کون | فقیر کی مصیبت کی اصفات کون

نہ لازم ہی یوں تمکوں ای نیک نام | کریں قطع رشتہ رحم کا تمام
ہماری قبیلہ میں شادی ہی آج | فلانیکی گھر ہی عروسیکا کاج
فلانا جو تیرے قرابت میں ہی | قرابت قریبہ شرافت میں ہی
دہی اسکی بیٹی فلا نیکتین | ہمن ای تجکون بلا نیکتین
کرو تم کرم اے شہی پاکذات | تمارے سکیکے ہی چلو یکی رات

کہے فاطمہ نے اے خیر البشر | ای سلطان عالم شفیع الحشر
نہیں میں تمارا حکم رد کری | تمارا حکم سر انکیان پر دہری
تہمارا حکم رد کرون کیا مجال | ولی دلمیں گذریا اتہا یو خیال

کرامت سمجکر اد ایمان لیا ہی | سبب فاطمہ کے ہدایت کوں پا ئی
اپس سات لے فاطمان کو سب | خوشحالی سون آئی ہیں خدمت میں اب

قصہ ابراہیم ادہم بلخ

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۴۷) ورق (۲۴) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۴) خط نستعلیق تاریخ کتابت جمادی الآخر

بمقام کولار۔ کاتب شیخ اسمٰعیل ولد شیخ محمد۔

کیٹلاگ کی صراحت صرف اس قدر ہے

"ابراہیم ادہم کے حالات دکھنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں"۔

کسی اور کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے۔

اس مثنوی کا مصنف کوئی شاعر محی الدین ہے جس کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

حسب ذیل اشعار سے محی الدین کے مصنف ہونے کا ثبوت ملسکتا ہے۔

حکایت محی الدین کر مختصر | ادب سات یاران سنو کان دھر
(ص ۶۸ ا)

کہ عرفان کوں توں اپس سات کر | اپنا توں محی الدین مناجات کر
(ص ۸۷ ا)

مثنوی کا نام اور اس کے دکھنی ہونے کا ذکر مصنف کے الفاظ میں سنو:۔

خدایوں سنوا نرے ہر یک کس کا کام | ہوا نظم دکھنی یو تمت تمام

کہا نظم دکھنی سوں قصہ ہوا | محی الدین بر لیائے منجہ مدعا

براہم کا قصہ ہوا سب تمام | درود بر محی علیہ السلام

مثنوی میں حسب قاعدہ پہلے حمد ہے اس کے بعد نعت پھر چاروں خلفاء کی منقبت اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح پھر اپنے مرشد ظہیرالدین اولیا کی تعریف کی گئی ہے۔

اس مثنوی میں ابراہیم ادہم کے پورے حالات نہیں ہیں بلکہ ان کی زندگی کے بعض حالات، حکایتوں کے عنوان سے بیان کئے گئے ہیں زیادہ تر توکل۔ ترک دنیا کے متعلق حکایات ہیں۔ کئی حکایات بالکل جھوٹی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے مثلاً یہ کہ ابراہیم بارہ سال تک حسن بصری کے پاس جنگل سے لکڑیاں لاتے رہے اس کے بعد حسن بصری خلافت دی حالانکہ ابراہیم ادہم کو حسن بصری سے نہیں بلکہ فضیل بن عیاض سے خلافت ملی تھی۔

قصہ کی ابتدا اس بیان سے ہوتی ہے کہ ابراہیم بلخ کے بادشاہ تھے اور نہایت خوبصورت اور نازک اندام۔ ان کا بستر خاص طور سے صاف اور آراستہ کیا جاتا کیونکہ ایک پھول بھی نیچے آجائے تو ان کو نیند نہیں آتی تھی ایک دن ایک لونڈی اس پر لیٹی اور لیٹتے ہی سوگئی۔ جب ابراہیم آئے تو وہ خوف سے کانپنے لگی۔ اور پھر اول تو ہنسنے لگی اور پھر رونے لگی۔ ابراہیم نے وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا میں ایک لمحہ سوئی تو اس کی کیا سزا ہوگی اور روئی اس لئے کہ جو روز سویا کرتا ہے اس کو کیا سزا ہو سکتی ہے۔ ابراہیم کو یہ سن کر خدا کا خوف دامنگیر ہوا اور دل سے شرمندہ ہوگئے

اس کے بعد چند اور حکایات ہیں آخر پر حسن بصری والا قصہ ہے۔ قصہ کے ختم پر دس شعر میں مناجات بھی ہے اور اس پر مثنوی ختم ہوئی ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حمد

ثنا اول کرہ تون اول سو کرتارک | یو دو جگ کوں پیدا کرنہارک

الہی تون قادر ہی رب الرحیم | تون صاحب ہی ستار ای ذوالکریم

رحیمان تو صاحب سے ہے پروردکار | توں حیوم قیوم سے ہے برقرار

نعت :۔

سنو میم کے اب روایت بتول | سو او میم نوری محمد رسول
شرف میم کون توں بتا کچہ دیا | سو او میم ظاہر محمد کیا

مرشد کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

کہ ہادی ہے اسکون میرا امیں | میرا پیر حضرت اہے ظہیر الدین
توں ہی شاہ دو جگ زمیں و زمان | تہیں دینہارا ہے امیجان وان
وصیلا ہے تیرا محمد رسول | علی کے چمن کا ہے توں خاص پہول

قصہ کی ابتدا:۔

حکایت محبان سنو سربسر | بزرگان کی یو بات ہے مختصر
براہم شاہ کر اتہا اون کا ناون | بلخ شہر اونکا سو تہا تخت ٹہاون
اتہی بادشاہ تخت ورنیک نام | اوس حق میں دعا تہے منگے خاص و عام

ہنسی میں سو اسواسطے بادشاہ | کہ لمحہ سو نے سو یو اسکا سزا
کہ روتے ہوں سن بادشاہ نیکنام | رین دن سوتا ہے سو اسکا کیا حال
سنے سو شہنشہ تعجب ہوی | سو چہور و کگر حکم اوسکون کیئے
سو کہا خوف تن میں کہے کردکار | گنہ کار ہوں میں سو توں شرمسار

حکایت عزیزان یو دیگر سنو | اہی کام تو مجکون بخشو کنو

سو یک دن براہیم مسافر ہوکر | چلے دلمین اللہ چہ کا دہیان دہر

سو سدید سنے سب اپس تن کے یون | نہ کہاان نہ پانے ہنر ہو جیو جیون

ولے اوسکے بلکے سو ہمت کپر | چلے یون توکل کے ہوا سے پوچیر

خاتمہ کتاب :-

کہ بیتان سو ہی پانچہ سو بیس اوپر | محبان پر واسکون دلشاد کر

یو قصہ ہوا سب یو تمت تمام | محبان کہو سن فاتحہ مدام

سلسلہ خلافت

اسی نمبر یعنی (۴۷) میں ایک نا تمام مثنوی جس کے (۴۷) شعر ہیں اس میں خاندان چشتیہ وغیرہ کے افراد کے نام ہیں۔ چونکہ مثنوی نامکمل ہے اس لئے آخری شخص کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ابراہیم ادہم والی مثنوی کا مصنف ہی اس کا بھی مصنف ہو۔ کیٹلاگ میں اس کی کچھ صراحت نہیں ہے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے :۔

کہتا ہوں میں تجھ کوں بیانس جیوتوں کا ندھر | ہر چار پیران چاردہ سب خانودیان کا ذکر
حضرت رسول اللہ ستے خرقہ خلافت کا ہوا | چار و صحابان پر ہوا لیکن علی سوں نشہ

آخری۔

شیخ وجیہہ الدین کے تھے شیخ ضیاءالدین مرید | یو نجیب سہروردی تھا لقب جانو مزید
سہروردیان میں تھے خلیفے شیخ نجم الدین کبیر | تھا او سہروردی (؟) اسمیں اکابر تھے (؟)

وفات نامہ پیغمبر

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

نمبر(۵ ۱۶) ورق (۱۳) سائز ۷ ۳/۴ × ۴ ۳/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

کیٹلاگ میں کوئی صراحت بجز اس کے نہیں کہ یہ مثنوی آنحضرت کے وفات کے متعلق ہے اور اس کا مصنف میر ہے۔ اور خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"تمت تمام شد کار من نظام شد ایں وفات نامہ پیغمبر علیہ السلام
بر زبان دکھنی نوشتہ شد"

تاریخ تصنیف درج ہے اور نہ مصنف کے متعلق کوئی معلومات ہیں۔

اس مثنوی میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آنحضرت کے وفات کے حالات درج ہیں مگر اس میں بہت کچھہ صدق و کذب کو داخل کیا گیا ہے مثلاً عکاشہ والا قصہ اور حضرت علی کے متعلق وصیت کرنا۔

کلام کا نمونہ :-

یو دنیا تو فانی عجب باغ ہے	کہ جس تھے سدا دل او پر داغ ہے
یو دنیا ہی یاران عجب بے وفا	کہ اسکوں گئے چھوڑ کر مصطفیٰ
یو دنیا نہین نا کوئی اقامت کری	نیو عمر کسکون نہایت کری
اگرچہ اچھی عمر برسان ہزار	ولی پھر کہ جاناں سو ہی ایکبار

اگرچہ پیوی کوئی آب حیات	ولی پنجۂ مرگ تھی نین نجات

غرض عمر کی تیں توت بین نیا | کہ ہی کل شئی ہالک آخر فنا
کہون داستان میں وفات رسول | چو شکر کرین رات دن سب قبول
چو تاریخ فرخندہ فال تہا | سو ہجرت تہی تب اودہر سال تہا
تب اس سال حضرت شفیع مطاع | کہئی روز عرفی کون حجی وداع
اوسی سال میں دین کا نسل ہوا | کہ الیوم اکملت نازل ہوا
اس آیت کہ تیں سنک اصحاب سب | ہوئی غم تی بیہوش بی تاب سب

کیا میر یو یح اسد ہات سون | رکہا ختم آخر سو صلواۃ سون

کیا میں ثنا و صفات رسول
سو کر ختم آخر وفات رسول

قصہ گل و ہرمز

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳) ورق (۸۱۱) سائز ۸ ۳/۴ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ کیٹلاگ میں صرف اس قدر وضاحت ہے کہ یہ ایک قصہ فارسی سے دکھنی نثر میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کے نام اور سنہ تصنیف وغیرہ کے متعلق کوئی وضاحت نہ تو کیٹلاگ میں ہے اور نہ مخطوطہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ کسی دوسری کیٹلاگ میں بھی یہ کتاب شامل نہیں ہے۔

قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

روم کے ایک بادشاہ کو اولاد نہیں تھی وہ متفکر رہا کرتا آخر ارکان دولت سے مشورہ کیا اونہوں نے ایک روشن دل فقیر کا پتہ دیا۔ بادشاہ فقیر سے رجوع ہوا۔ فقیر نے کہا جمعرات کی رات کو دعا پڑھ کر سو جائے خواب میں شہداء کا دیدار ہوگا ان سے اپنی استدعا کرے۔ غرضکہ بادشاہ اسی ہدایت پر عمل کیا۔ ملکہ کو خواہش تھی کہ لڑکا اس کے بطن سے ہو مگر جب حمل کے آثار نہ دیکھے تو دوسرے حرموں کا حال معلوم کیا اطلاع ہوئی ایک حرم حاملہ ہے ملکہ دائی کے ذریعہ کوشش کی اس کا حمل ساقط ہو جائے۔ مگر دائی نے حرم پر رحم کر کے اس کو اس کی اطلاع کر دی۔ مدت معینہ گزرنے پر لڑکا تولد ہوا۔ ملکہ کے خوف سے اس لڑکے کو دائی کے ذریعہ دوسرے ملک کو روانہ کر دیا گیا اور نشانی کے لئے ایک انگشتری ساتھ کر دی۔ راستہ میں قافلہ پر چور آ پڑے اور تمام مال و دولت لوٹ لیا۔ دائی بچے کو لیکر ملک خوارزم کو پہونچی اور بھوک سے بے طاقت ہو کر ایک شخص بہمن نام کے دروازہ پر گر پڑی۔ بہمن بادشاہ کا باغبان تھا وہ دائی اور بچے کو اپنے مکان میں لے گیا

ایک مہینہ کے بعد دائی مرگئی مگر مرتے وقت اس نے بہمن سے کُل واقعہ بیان کر دیا۔ بہمن کو کوئی اولاد نہیں تھی اس نے لڑکے کا نام ہرمز رکھہ کر اپنا فرزند مشہور کیا۔ اور اس کی پرورش کرنے لگا۔ جب پڑھنے کے قابل ہوا تو شہر کا کوئی مکتب اس کو پسند نہ آیا اس لئے جہاں بادشاہ کے لڑکے تعلیم پاتے تھے یہ بھی شریک ہوا بادشاہ کے لڑکے کی اس سے دوستی ہوگئی مگر وزرا کے لڑکوں نے حسد کیا اور اپنے باپوں سے کہہ کر ہرمز کو مدرسہ سے نکلوا دیا۔ اس لئے ہرمز اپنے گھر ہی میں تعلیم پانے لگا۔

خوارزم کے بادشاہ کی لڑکی گل نہایت حسین وجمیل تھی اس کے حُسن کا شہرہ سُن کر اور اس کی تصویر دیکھہ کر بادشاہ ایران غائبانہ عاشق ہوگیا۔ گل کے لئے پیغام دیا خوارزم بادشاہ نے اس کو اپنی عزت خیال کر کے بڑی خوشی سے منظور کیا اور شادی کے لئے ایک سال کی مہلت مانگی۔

اسی عرصہ میں گل اپنے باغ سے ہرمز کو دیکھہ کر اس کی عاشق ہوگئی اور دائی کے ذریعہ ہرمز کو اپنے یہاں طلب کیا اول تو ہرمز انکار کیا مگر چند روز کے بعد ہرمز خود بھی عاشق ہوگیا اور دائی کے توسط سے ملاقات ہونے لگی۔ اس عرصہ میں ایک سال کی مدت گزر گئی اور شادی کی تیاریاں مکمل ہوچکیں مگر گل شاہ ایران کے ساتھہ شادی کے لئے راضی نہ تھی آخر شاہ ایران فوج لے کر لڑنے کے لئے آیا۔ دونو فوج کا مقابلہ ہونے لگا اور شاہ ایران کو کامیابی ہونے لگی آخر ہرمز گل سے اجازت لیکر میدان جنگ میں آیا ایران کے کئی ایک پہلوانوں کو قتل کیا۔ ایران کا ایک مشہور بہادر ہزار کش نام مقابلہ کے لئے آیا اور ہرمز کے ہاتھہ مارا گیا اب ہرمز بادشاہ خوارزم کے منظورِ نظر ہوگیا جس کے باعث وزراء خوارزم حسد کرنے لگے۔ اس عرصہ میں بادشاہ روم نے خوارزم سے چہار سالہ خراج طلب کیا مگر یہاں اس قدر رقم نہیں تھی بڑی کوشش سے دو سالہ محاصل جمع کر کے ہرمز کے ذریعہ بادشاہ روم کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اول تو بادشاہ روم اس پر راضی نہ ہوا

مگر جب ہرمز کی صورت دیکھی تو اس کو محبت کرنے لگا اور اپنا فرزند بنا لیا۔ ہرمز کو تمام بیگمات دیکھنے آئے ہرمز کی ماں بھی آئی اس کو دیکھ کر محبت مادری نے جوش کیا پھر اصل حقیقت معلوم ہوئی انگشتری اور رومال طلب ہوا تصدیق ہوئی اور بڑی دھوم دھام سے گل سے ہرمز کی شادی ہوئی۔

نمونہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"نقل ہے کہ ایک بادشاہ تھا روم شہر میں جہان وسکے تابع تھا اور سب ملک کے بادشاہ وسکی تابع داری کرتے تھے اور خزانہ بھیجتے تھے اور سب لوگ چھوٹے بڑے وسکو قیصر رومی کہتے .... وسکو سب اسباب خوشی کا اور دولت اور حکومت میسر تھا لاکن فرزند نہ تھا ہمیشہ اس غم سی دلگیر رہتا اور اس درد کی دوا سب ارکان دولت سے مانگتا۔ امیر اور وزیر لاچار ہو کی قیصر سی عرض کیے کہ ای خداوند یہ کام آدمی کی اختیار نہیں ہی لیکن ایک بات ہمون کی دلمین آتی ھی کہ اس شہر میں ایک بزرگ فقیر رہتی ہیں جو کوئی ونکی پاس جس مقصد کو جاتا ہی وسکا کام حاصل ہوتا ہے"

"گل کی شادی کا میعاد کا ایک مہینہ باقی رھتی ایران کا بادشاہ خط لکھا خوزان کی بادشاہ کو کہ اب ایک برس کی میعاد میں ایک مہینہ باقی ھی اس وقت نیک ساعت ٹھہرا کر مجکو خبر بھیجو میں وسی وقت پونچھوں اور شادی کا کام انجام کرون میں تمارا جواب کا انتظار ہون" ....

قصہ ہشام و قمر

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۹۴) ورق (۳۹) سائز ۹ ۳/۴ × ۶ ۱/۲ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت درج نہیں ہے اور نہ کاتب کا نام ہے۔

کیٹلاگ کی صراحت کا خلاصہ :-

"شہزادہ ہشام اور ملکہ قمر کی داستان دکھنی نظم میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا مصنف میر نجیب اللہ شاہ رہتاسی ہیں جو حضرت میر شاہ سے بھی موسوم تھے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے زبانی ایک قصہ آنحضرت کو سنایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ملک شام کے شہزادے سے کس طرح ملاقات ہوئی اور اس کی جوانمردی و بہادری اور اس کے عشق کی داستان کہی گئی ہے۔ نظم میں تاریخ تصنیف بیان نہیں ہے۔ خاتمہ فارسی کے چار شعر پر ہوتا ہے۔"

کسی دوسری کیٹلاگ میں یہ مثنوی شریک نہیں ہے مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں۔

مثنوی میں حمد و نعت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے بسم اللہ کے ساتھ اصل قصہ ہی شروع کر دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم متفکر تھے حضرت عمر نے وجہ دریافت کی اور آنحضرت کے حسب خواہش ایک واقعہ جس کو انہوں نے بچشم خود دیکھا تھا بیان کیا کہ ان کی اپنی

بہادری ضرب المثل تھی اور کوئی ان کا مدمقابل نہیں تھا۔ ایک مرتبہ مصر جاتے ہوئے راستہ میں ایک جوان سے مقابلہ ہوا مگر اس پر کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ جوان ہشام نام ملک شام کا شہزادہ تھا۔ عمر کو اس کی بہادری پر تعجب ہوا اور جوان سے اس کے حالات دریافت کئے اس نے اپنے حالات بیان کئے جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ وہ شہزادی قمر پر عاشق ہے اور وصال کی کوئی صورت نہیں تو ان کو اس سے ہمدردی ہوئی اور اس کے ساتھ امداد کے لئے روانہ ہوئے یہ ایسے وقت پہونچے جب کہ قمر کی شادی ہو رہی تھی۔ جب قمر کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ہشام آیا ہے تو اپنے والدین سے اجازت لیکر ہشام سے ملنے کے لئے باغ میں آئی اور ہشام کے ساتھ روانہ ہوگئی جب قمر کے باپ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ایک فوج کے ساتھ ہشام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ہشام زخمی ہو کر مارا گیا۔ اس کے رنج میں قمر بھی جان دے دی۔ عمر نے ان دونوں کو دفن کیا۔ اس کے بعد آنحضرت اور عمر ان کی قبر پر گئے دونوں نے اسلام قبول کیا۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

کئیں ایکدن میں شفیع الامم ۔۔۔ کسی بات میں تھے بہت بیچ غم
نظر یا نبی جبکی تھی طرف در ۔۔۔ کہ اتنے میں از در درا ئے عمر
کیا اسلام اور کھڑے باندھا تھ ۔۔۔ کہا یا عمر بیٹھو میرے ساتھ

کہا اے عمر میرا ہشام نام ۔۔۔ میں ہوں بادشاہ زادہ ملک شام
نہ یہ شام جو ہی عرب میں بہ پا ۔۔۔ مرا باپ تھا عجم کا بادشاہ
ملک شام کا اور تمامی عجم ۔۔۔ میری باپ تھا اب تو ہی وہ بہم
نہ ہونا تھا میری پدر کون پسر ۔۔۔ ایسے غم سین رہتا تھا اوس در دسر
ہزاران فقیروں ہزاران طبیب ۔۔۔ دعا اور طبابت سین ہوئی غریب

جبی لگ نہوہی خدا کی رضا | نہ چلتی طبابت نہ حکمت دوا

خدایا بحق محمد رسول | یہ میری عرض ہوئے درگاہ قبول

کہ دنیا نہیں جز در آل نبی | کوئی اور مجھکون نہ ہوی کبہی

جو غم ہو تو آل محمد کا ہو | الم ہو تو ال محمد کا ہو

بہار دانش کی حکائتیں

انڈیا آفس کے کتب خانہ میں بہار دانش کی حکایتوں کے دو مخطوطات ہیں جس میں دکھنی نثر میں اس کی بعض حکایات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

نمبر (۵۷) ورق (۴۸) سائز ۸ ¼ × ۵ ¼ سطر (۸ تا ۱۰) خط نستعلیق تاریخ کتابت نام کاتب وغیرہ نہیں ہے۔

نمبر (۷۶) ورق (۱۲۹) سائز ۸ ¼ × ۵ ¼ سطر (۸ تا ۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت اور نام کاتب غیر موجود۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ:۔

"دکھنی زبان میں یہ حکایات ہیں ان کا مصنف مرزا محمد اسمٰعیل ہے ڈاکٹر لیڈن نے انگریزی میں سرورق پر مصنف کا نام لکھا ہے۔ یہ حکایات فارسی بہار دانش سے ترجمہ کی گئی ہیں"

دوسری کٹیلاگوں میں یہ شریک نہیں ہیں۔ مجلہ جامعہ عثمانیہ کے ایک مضمون نگار (شیخ چاند صاحب) نے بہار دانش پر مضمون لکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے مگر کئی ایک امور صحت طلب ہیں۔ اول الذکر میں دو حکایات اور آخر الذکر میں چار حکایات ہیں۔ شیخ چاند صاحب نے اس کو برعکس لکھا ہے۔

مرزا محمد اسمٰعیل کمپنی کے ملازم تھے غالباً سررشتہ فوج سے تعلق تھا۔ انگریزوں کو تعلیم بھی دیا کرتے تھے

ان حکایتوں کا کوئی خاص نام نہیں ہے اس لئے بلحاظ مضمون حسب ذیل ناموں سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) حکایت سوداگر۔ اس کہانی میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک سوداگر تہا جس کا لڑکا بدچلن اور اوباش تہا۔ باپ نے بہت کچہ نصیحت کی مگر کوئی اثر نہیں ہوا آخر گہر سے نکال دیا مگر ماں نے پوشیدہ طور پر ایک لاکہ روپئے اس کو دئے۔ لڑکا ایک دوسرے شہر میں جاکر ان کو بہت جلد صرف کر دیا مگر اتفاق سے دو موتی جو غوطہ خوروں نے نکال کر دئے تہے اور گراں قیمت تہی ان کو ران میں سی کر روانہ ہوا راستہ میں چوروں نے قافلہ پر چہاپا مارا مگر چونکہ موتی بدن کے اندر تہے ان کی کسی کو خبر نہیں ہوئی اب یہ چوروں میں رہنے لگا چند روز بعد چوروں کے سردار کو قتل کر کے لڑکی کو زر و جواہر سمیت لے بہگا اور اپنے شہر کو آ پہونچا باپ نے خوش ہو کر شادی کر دی۔

نمونہ عبارت :۔

"قدیم دنوں میں بیچ ملک ہند کے یک سوداگر بہوت بڑا ہور عمدہ تہا اوسے چہار بیٹے تہے تین لائق ہور یک بڑا نالائق کہ تمام دن ہور تمام رات بیچ نشہ شراب کے مست رہتا و عشق بازی میں مشغول۔

" بہوت پیسی باپ کی اس بدکام میں خراب کیا باپ اوس کا اس نالائقی کو دیکہہ کر بہت نصیحت زیادہ حد سین کیا ہور دوسری لوگان کی مون سے سنی کہنی فرمایا آخر اوسکی دلمین ہرگز یہ نصیحت مان باپ کی ہور خوشی عقربا کی سر مو برابر اوسکی خاطر نالایق میں جا کا نہ لی۔"

---

(۲) چوہوں کا بادشاہ ۔ اس حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ چوہوں کا ایک بادشاہ تہا اور لومڑی اس کی وزیر تہی جس جنگل میں یہ رہا کرتے وہاں اکثر قافلے آیا کرتے ایک مرتبہ قافلہ آیا اور اپنے ایک اونٹ کو جو چلنے سے معذور تہا جنگل ہی میں چہوڑ گیا

چوہوں نے اس پر قبضہ کر لیا تہا مگر گیلان کے بادشاہ کے لکڑی والے نے اس اونٹ کو بیچا کر اپنے بادشاہ کو تحفتاً پیش کیا جب چوہوں کو اس کی خبر ہوئی تو بادشاہ سے کہا گیا کہ اونٹ واپس کیا جائے۔ بادشاہ نے کچھ التفات نہیں کیا اب چوہوں نے بادشاہ کے خزانہ پر دہاوا کیا اور خزانہ جنگل کو منتقل کر دیا گیا اور ایک سپاہی کے ذریعے ایک فوج فراہم کی جس میں سوار پیدل توپ خانہ سب ہی موجود تہا۔ گیلان کے بادشاہ سے جنگ ہوئی۔ چونکہ خزانہ خالی ہو چکا تہا اس لئے شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں محصور ہو گیا۔ صلح کی درخواست کی اونٹ واپس کیا گیا اور چوہوں نے خزانہ واپس کر کے اپنا راستہ لیا۔ فوج کو برخواست کر دیا گیا اور بدستور اونٹ جنگل میں رہنے لگا۔

عبارت کا نمونہ :۔

"ایسا کہتی ہیں کہ گیلان کی سرحد میں ئیک جہاری بہوت بری تہی اور اوس جہاری میں ئیک تالاب بہوت عظیم تہا اکثر کبہی کبہی اوپر اوس تالاب کی قافلی اوترتی تہی۔ قضای الٰہی ئیک روز اوس تالاب پر ئیک قافلہ بہوت برا کہ ہزاروں اونت او قاطر اور کہوری تہی اوس اونٹوں میں سے یک اونٹ سفید زخمی ہو کر چلنے سے رہ گیا تہا قافلہ والی لاچار ہو کر اوس اونت کو چہور کر جنگل میں چلی گئی۔"

خاتمہ :۔

"اور اونت کو حکم کیا کہ بموجب آگی کی تمام دن چر کر رات کو ن دیوری پر حاضر رہو اور بادشاہ اپنے محل میں پہنچ عیش عشرت میں مشغول ہو رہا ہے"

آخر الذکر کتاب کی چار کہانیاں حسب ذیل ہیں :۔

(۱) قصہ احمق برہمنی ورق (۲۷) سطر (۹)

قصہ شروع سے آخر تک فحش ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

ایک جاہل برہمن کی عورت نہایت حسین تھی اس کے حسن وجمال پر ایک اور شخص فریفتہ ہوگیا کامیابی کی صورت اس میں خیال کی گئی کہ کسی ترکیب سے برہمن کو یہاں سے ٹالا جائے۔ ایک دن برہمن سے اس کی عورت کہنے لگی۔ میری سہیلیوں سے مجھے بڑی ندامت ہوتی ہے اور لوگ طعنے دیتے ہیں کہ تم مقدس وید سے واقف نہیں ہو غریب برہمن بی بی کی خاطر گھر سے روانہ ہوا اور اب اس کی عورت اپنے عاشق کے ساتھ لطف اندوز ہونے لگی۔ چند سال کے بعد برہمن واپس ہوا۔ اس کی عورت نے پھر دوسری ترکیب نکالی اور کہا یہاں کا راجہ ہر برہمن سے پانچویں وید یعنی تریا وید کے متعلق دریافت کرتا ہے اور جو اس سے ناواقف ہوتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہے۔ برہمن اس کی تلاش میں روانہ ہوا راستہ میں ایک کنوئیں پر پانچ عورتیں ملیں اور وہ برہمن کا حال سنکر ہر ایک باری باری سے درس دیتی ہے یہ درس کوئی سبق نہیں بلکہ حیا سوزی اور عیاری اور بد اعمالی ہے اس کے بعد برہمن واپس ہوا اب اس کو عورت کی مکاری اور عیاری معلوم ہوچکی تھی مگر پھر بھی ہم کناری حاصل نہیں ہوئی۔ دھوکہ میں سمدھن سے شاد کام ہوا اور ناک کاٹ دی وہ دیوتاؤ سے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ دیوتاؤں نے اس کو بے قصور قرار دے کر کٹی ہوئی ناک واپس دی صبح کو برہمن نے سمدھن سے معافی مانگی۔

کچھ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو :۔

"ایسا کہتے ہیں کہ بیچ ملک ہند کے یک شہر میں برہمن تھا اوس برہمن کو ان جورو بہوت حسین تھی کہ صورت اسکی ماہتاب دیک کر شرمندہ رہتا تھا۔ اور بہوان اوسکی قوس قزہ کی موافق تھی اور

آنکہیاں مانند ہرن کی اور ناک مثال کہاندیکی اور ہونٹاں مثال یاقوت کی تہی اور داتاں مثل موتیونکی تہی اور چہاتی مثال آئینہ کی صاف تہی اور جوبن میں مثل قبہ نور کی اور کمر مثال چیتی کے باریک۔"

(۲) قصہ احمق عورت۔ ورق (۱۰) سطر (۹)

یہ بہی فحش ہے۔

(۳) خوبی قسمت (۹) ورق (۱۵) سطر (۹)

قصہ کا خلاصہ :-

ایک بادشاہ تہا جس کو کوئی اولاد نہیں تہی ایک فقیر نے ایک انار دے کر وعدہ لیا کہ پہلا لڑکا اس کو دیا جائے گا۔ اس کے بعد بادشاہ کو۔ دو لڑکے ہوئے حسب وعدہ فقیر کو ایک لڑکا دے دیا گیا فقیر در اصل ایک دیو تہا وہ بادشاہ کے لڑکے کو قتل کر دیا۔ اس دیو کا ایک گہوڑا تہا جو دیو کے باغ میں رہا کرتا اس نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی اور گہوڑے ہی کے حسب ہدایت عمل کر کے بادشاہ کے لڑکے نے دیو سے نجات پائی اور ایک دوسرے ملک کو جا کر وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کی مگر ایک پری کی غلامی میں گرفتار ہوا۔ اس کے بعد دوسرا بہائی تلاش میں نکلا اور شطرنج کی بازی جیت کر غلامی سے آزاد کرا لایا اور خود پری سے شادی کی اور دونو بہائی کامیاب واپس ہوئے۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"حکایت یہوں بولتی ہیں کہ بیچ ملک بنگالے کی یک بادشاہ بہوت نامور تہا کہ بیچ خزانی اور جواہرات کی ثانی اوسکی کوئی تہی"

تہالاکن اوسی خاہش اولاد کی بہوت تہی اور عمر اوسکی پچاس
برس کی ہوئی تہی مگر اولاد نہیں ہوئی یکروز پادشاہ اور شاہزادی
اعتراز ہوکر باہر شہر کی یک محل تیار کرکہ پادشاہ زادیکو اوس
محل میں روانہ کیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

خاتمہ :۔

''اور بادشاہ زادیکو اور پری کو اور اوسکی بہائی کو از سرِ نو شادی
کرکر شہزادیکو اپنا جای نشین کرکر آپ گوشہ عافیت کا اختیار
کرکر بیچ عبادت خدا کی مشغول رہا اور شاہ زادہ بند و بست
پادشاہت کا کرکر اپنی عیش و آرام میں مشغول رہا''

---

(۴) حکایت جنگلی شہزادہ ورق (۱۴) سطر (۸)

یہ بہی بلا نام قصہ ہے بلحاظ نفس مضمون مندرجہ صدر نام مناسب ہوسکتا ہے۔ اس
میں بتایا گیا ہے ایک بادشاہ کے سات لڑکے تہے۔ ساتوں مل کر شکار کے لئے گئے
ایک اونٹ جو دراصل رکساس تہا چہہ لڑکوں کو لقمہ بنا گیا ساتواں وہاں سے فرار ہوا
اور اس کے بعد ایک دوسرے بادشاہ کا وہاں گذر ہوا رکساس خود کو ایک خوبصورت
عورت کے بہیس میں پیش کیا وہ بادشاہ اس کے حسن کا دیوانہ ہو کر اپنے شہر کو لے گیا یہاں
اس نے بادشاہ کے ہاتہیو۔ گہوڑوں۔ اونٹوں اور بیلوں کو کہا کر ان کے سر بادشاہ
کے دوسرے چار بی بیو کے محلوں کے نیچے دفن کر دیئے اور بادشاہ کو یہ کہہ کر انہوں نے
ان کو کہایا ہے ان کے قتل پہ آمادہ کرلیا بادشاہ وزیروں کو حکم دیا ان چاروں کو قتل کر دیا
جائے مگر چونکہ چاروں وزیروں کی لڑکیاں تہیں اس لئے وزرا نے ان کو قتل نہ کرکے
ایک خشک کنویں میں رکہہ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ یہاں چاروں کے چار لڑکے تولد

ہوئے بہوک کی شدت سے مائوں نے تین کو کہا لیا جب چوتھے کی باری آئی تو اس کی ماں نے اپنے لڑکے کو دینے سے انکار کیا اور ان ہی کے لڑکوں کا گوشت جو اس نے نہ کہا کر رکہا تہا واپس کر دیا۔ اس عرصہ میں ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور اُنہوں نے ان چاروں کو کہانا پانی دیا اور کہا اس لڑکے کا نام جنگی شہزادہ ہے اس کی وجہ سے ان کو یہاں سے نجات ہوگی۔ چند سال کے بعد وہ لڑکا بڑا ہوا اور کنویں کا مُنہ بوسیدہ ہوکر ایک سوراخ ہوگیا اور جنگی شہزادہ روز اس سے باہر آنے لگا بادشاہ کے ایک منصب دار نے اس کو اپنا لڑکا بناکر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ بادشاہ اس کو اپنا فرزند بناکر پرورش کرنے لگا۔ رکساس کو اس کی خبر ہوگئی اور اس کے مارنے کی تدبیر کی مگر ہر مرتبہ جنگی شہزادہ کو کامیابی ہوتی گئی۔ اس کامیابی میں اول الذکر بادشاہ کا لڑکا بہی شامل ہوگیا۔ غرض ایک طویل مدت کے بعد بادشاہ کو اصل حال سے آگاہی ہوئی رکساس قتل ہوا کنویں سے چاروں بی بیاں لائی گئیں اور ہنسی خوشی بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ :-

"روایت کرنی ہاری خبروں کی ایسے روایت کرتی ہیں کہ بیچ ملک دکہن کی ایک پادشاہ رہتا تہا اوس پادشاہ کو تات (سات) بیتی تھی یک روز وہ ساتون شہزادے واستے شکار کی بادشاہ سی آکر رخصت مانگی پادشاہ رضا دیا اور فوج اپنی ہمراہ کیا جب یہ ساتون شہزادی واستی شکار کی طرف یک جنگل کی گئی لاکن کہین یک جانور چرند پرند نہیں نظر آیا۔"

خاتمہ :-

"بموجب بادشاہ کی تمام امرا اور وزرا بدل اطاعت میں شہزادی کی دست بستہ حاضر ہوئی بعد ازاں پادشاہ اپنی باقی عمر بیچ

گوشئہ قناعت کی بیٹھ کر بیچ عبادت اور بندگی میں خدا تعالیٰ کی مشغول رہا"

---

(۵) بہار دانش کی اور بارہ مختصر حکائتیں نمبر (۸۵) پر بھی موجود ہیں ورق (۲۹) سطر (۹) ان کے مترجم کا نام معلوم نہیں مرزا محمد اسمٰعیل کی مترجمہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہر حکایت کا نتیجہ آخر پر یہ بر آمد ہوتا ہے کہ نصیحت سُننے سے کامیابی حاصل ہوتی۔ یہ کتابیں کسی انگریز ٹامس جروس کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:

"ایک بادشاہ تھا خراسان میں نام اوسکا نوروزا او بادشاہ
بہوت عادل اور صاحب انصاف تھا اوس بادشاہ کے
ملک میں تمام رعیت خوش حال رہتی تھی"

اسی میں چند گلستان کی حکایتوں کا بھی ترجمہ ہے ان کا مترجم بھی ظاہر نہیں ہوتا غالباً یہ بھی اسی انگریز کے لئے مرتب ہوئی ہیں۔

ترجمہ گلستاں

گلستاں کے متعدد ترجمے یورپ میں ہیں جو کسی ایک شخص کے ترجمے نہیں ہیں بلکہ مختلف اشخاص کے مختلف اوقات میں کئے ہوئے ہیں۔ سلسلہ وار ہر ایک کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) نسخہ برٹش میوزیم (۶۶۲۸ / اڈیشنل) ورق (۸۵) سائز ۱۰ ۳/۴ × ۶ ۳/۴ سطر (۱۹) خط نستعلیق۔

بلوم ہارٹ کی وضاحت کا خلاصہ:—

"سعدی کی گلستاں کا دکھنی ترجمہ۔ مصنف کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہیں نثر و نظم میں نصف کتاب کا ترجمہ ہے جو باب ہفتم کے گیارہویں حکایت تک کیا گیا ہے۔"

اصل ترجمہ سے بھی نہ تو مصنف کا نام ظاہر ہوتا ہے اور نہ تاریخ تصنیف اسلئے کسی صراحت کے بغیر نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

"باب پہلا بیچ خصلت بادشاہاں کے۔ حکایت ایک بادشاہ کے تئیں ھم سنا کہ واسطہ مارنے ایک قیدی کے اشارہ کیا بیچارہ بیچ وقت نامیدی کے جس زبان سے کہ رکھتا تھا بادشاہ کتئیں گالی دینے لگا و بد کہنا شروع کیا کہ کہا ہے جو کوئی ھاتھ جان سے دہوے۔ جو کچھ بیچ دل کے اوی کہی۔ بیت

وقت ضرور کے جیوں نہیں رہی بھاگنا ہاتھ پکڑے سر شمشیر تیز کا

بادشاہ نے پوچھا کیا کہتا ہے۔ ایک وزیر نیک ذات نے کہا

اے خداوند جہان کے کہتا ھے پادشاہ کے تیں رحم آیا خیال خون اوس کے سے گذرا۔"

(۳) نسخہ انڈیا آفس نمبر (۹۶) ورق (۱۶۷) سایز ۹ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق۔

(۴) ایضاً نمبر (۹۷) ورق (۲۰۹) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۱) خط نستعلیق

یہ دونو گلستاں سعدی کے دکھنی ترجمے ہیں مصنف کا نام اور سنہ تصنیف نامعلوم۔ اول الذکر نسخہ دیباچہ کے ساتھہ آٹھ باب کا ترجمہ ہوا ہے مگر آخری باب کا ترجمہ مکمل نہیں ہے۔ اشعار کا ترجمہ بھی نثر میں ہوا ہے۔

نسخہ ثانی میں گلستاں کے منتخب حکایات کا ترجمہ ہے بسم اللہ کے ساتھہ ہی پہلی حکایت کا ترجمہ شروع کردیا گیا ہے۔ دیباچہ کا ترجمہ شامل نہیں ہے۔ ذیل میں ان دونو کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

.... کہ عاقلاں کہی ہیں جو کوئی ہات جان سین دہووی جو کچہ کہ دلمیں آوی سو کہی۔ بیچہ وقت ضرورت کہ جب بھاک نا سکی لیوی بیچہ ہات کی قبضہ شمشیر تیز کا جب عاجز ہوتا ہے ادمی لمبی ہوتی ہی زبان اوسکی کہ عاجز بلی پہلنگ مارتی ہی اوپر کتی کے بادشاہ پوچھا کہ کیا کہتا ہی یک وزیروں سین نیک خصلت کا کہا ایصاحب اُن کہتا ہی غصیکوں کہانیوالی ہور تقصیر معاف کرنے والی ہو احسان کرنے والی لوک کتیں خداتیعالی دوست رکہتا ہے پادشاہ کون اوپر اوسکی رحم آیا ہور ارادی سیں اوسکی خون کے گذریا.......

اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو :۔

جہان اے بھائی نا رہی سات کسیکی دل بیچہ جہان کون پیدا کرنی ہاریکی بند کہ بس ہی مست دہی ٹیکا ہور پیٹ اوپر ملک دنیا کی کیا وا سطی

کہ اوتجہ سـریکی بہوتون کون پالی ہور مار والی جب جانیکا ارادہ کری جان
پاک نی تخت پر مرنا کیا ہور مٹی پر مرنا کیا"

نمونہ عبارت خاتمہ کتاب :ـــ

"یہ بیان گلستان کی تمامت کی کہتا ہے کہ خداے بزرگ ہور بلند کی مدد
سین کتاب تمام ہوئی پن جیسا کہ دستور اور مولفان کا ہی تبا قدیم
تا رہی..................."

حکایت اول کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ (از نسخہ ثانی)

حکایت بات یک بادشاہ کا سونا ہون ہیں کہ کا تہی مون یک
بندیوان کی اشارہ فرمایا بیچارہ نامیدی کی حال ہیں مون زبان بیچ
جو کچہ ر کہتا تہا بادشاہ کون کالی دیا اور سخت کہا کہ دانا لوک کہی ہیں
جو کوئی ہات جان سون دہووی جو کچہ دل مون آدمی کہی جس وقت نامیدی
ہوی آدمی دراز کری اپنی زبان کی تیں جی سائلی عاجر ہوی حملہ کری کتا پر
بادشاہ پوچہا کہا تہا ہے وزیرون حاضر تہا. کہا اے صاحب بندیوان
یہی کہتا ہی جو کوئی تلی کرے غصہ کی تیں اور معاف کرے آدمی پر خدا تعالیٰ
دوست رکہتا ہی اس نیک کار کون بادشاہ کو مہربانی آیا و سکی خون
کی خیال سوں درگذرا۔

پیارس نمبر (۸۳۳) ورق (۴۷) سطر (۱۱) صرف باب اول کا ترجمہ ہے مترجم وغیرہ کا
نام نہیں ہے بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انگریز کے لئے ترجمہ

کیا گیا ہے ۔ ذیل میں نمونہ کلام درج ہے ۔

ابتدا :۔

"سنا ہون کہ یک بادشاہ کسی بگنیاہ بندہ کی قتل پر چشم
غضب سے اشارہ کیا وہ بیچارہ اپنے جان سے اٹھا کہ حکم حاکم مرگ
مفاجات اور اپنی زبان میں بادشاہ کو گالیان دینے اور اوسکی
حضور پرنور میں نالایق باتیں بی تامل زبان پر لانے لگا۔"

پیارس نمبر (۸۲۷) ورق (۱۸۰) سطر (۱۱) خط نستعلیق تاریخ کتابت مترجم کا نام وغیرہ
نامعلوم ۔ بعض جگہ حاشیہ پر فرنچ عبارت درج ہے جس سے ظاہر ہے کسی فرنچ کے لئے
ترجمہ کی گئی ہے یا بطور سبق اس نے پڑھا ہے ۔ اس میں دیباچہ کا ترجمہ بھی شامل ہے ۔

ابتدا کتاب :۔

"شکر ہے پاک و بزرگ خدا کی درگاہ مون کہ بند کی وطاعت کا کرنان
اسکی نزدیکی و مہربانی کا موجب ہے اور اسکی شکرانہ کا کہنان نعت .
کی زیادتی کا سبب ہی ۔۔۔۔۔۔۔۔

ہون میں کہ ایک بادشاہ نی ایک بیگناہ کہ قتل کرن کہ
واستے حکم دیا تہا اور وہ بیچارہ نا امیدی کہ حال مون جو ایک زبان
کہ وجانتہا تہا اسے زبان مون بادشاہ کو کالیان دِن و بد کہنی لگا
داناؤن کہا ہے کہ جو ایک شخص اپن جان سے ہاتہ کو دہوتا ہی
وہ شخص جو کچہ اپن دل مون رکہتا ہے اسی بات کو زبان پر لادتا
ہی ۔"

قصہ انار رانی

اس قصہ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۹۴/۱) ورق (۲۳) سائز ۸ ½ × ۶ سطر (۱۰ تا ۱۳) خط نستعلیق
کیٹلاگ کی صراحت :۔
"دکھنی نثر میں شہزادی انار کی داستان جو ایک پریوں کی کہانی ہے
مصنف نامعلوم"
کسی اور کیٹلاگ میں یہ شریک نہیں ہے اور مصنف کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے۔ قصہ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

ایک بادشاہ تھا جس کو ایک زمانہ دراز تک اولاد کی تمنا تھی مگر نہ ہوتی تھی آخر خدا نے اپنے فضل سے چار لڑکے دیئے ان کے جوان ہونے پر بادشاہ نے ان کے شادیوں کی تیاری کی۔ تین شہزادوں نے شادی کر لی مگر جو چھوٹے تھے نے شادی سے انکار کیا اور انار رانی کا حال سن کر اس کے تلاش میں روانہ ہوا ایک پہاڑ کے دامن میں ایک جوگی رہا کرتا تھا شہزادے نے اس کی خدمت شروع کی عرصہ تک وہ اس کی خدمت کرتا رہا آخر جوگی انار رانی کا پتہ دیا اور اس کے حصول کی ترکیب بتائی شہزادہ روانہ ہوا راستہ میں دیو اور پریوں سے مقابلہ ہوا جوگی کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے کامیاب ہوا انار کو لے کر وطن کو واپس ہوا جب قریب پہنچا تو انار کو کاٹا اس میں سے ایک نہایت حسین و جمیل پری نکل آئی اس کو ایک باغ میں چھوڑ کر سواری کے انتظام کے لئے شہر کو گیا اس عرصہ میں ایک کالی بدشکل دھوبن وہاں آئی اور انار رانی کے کپڑے پہنکر اس کو کنویں میں گرا دیا اور خود شہزادہ کی منتظر ہو بیٹھی۔ جب شہزادہ آیا تو

حیران ہوا اس نے بیان کیا تمہارے ملک کی ہوا کے باعث میرا رنگ سیاہ ہوگیا اور میں بدشکل ہوگئی مجبوراً اس کو اپنے شہر کو لے گیا۔ اور شرمندگی سے بسر کرنے لگا۔ اس عرصہ میں انار رانی ایک خوبصورت پھول بن گئی اور اس کی شہرت ہونے لگی۔ ہر شخص اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ پھول کسی کو نہ ملا۔ شہزادہ بھی اس پھول سے واقف ہوکر وہاں گیا اور پھول کو لے کر گھر آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جعلی انار رانی کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی اس نے پھول کو مسل کر پھینک دیا۔ اس کے بعد مختلف صورتیں وہ اختیار کرتی گئی اور ہر مرتبہ جعلی رانی اس پر غالب آئی آخری مرتبہ ایک غریب کی لڑکی کی صورت میں مبدل ہوئی تھی مگر یہاں بھی جعلی رانی غالب آئی اور اوس کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے قتل ہونے پر جنگل میں ایک دیوار قائم ہوگئی اور اس کے دوسری جانب کی کسی کو خبر نہ تھی۔ ایک مرتبہ وہی شہزادہ شکار کے لئے اودھر نکل آیا اور اس دیوار کے سایہ میں بیٹھا۔ چکور کے جوڑے نے وہاں آکر گفتگو شروع کی اور انار رانی کا قصہ آپس میں بیان کیا اور آخر پر یہ بھی کہہ دیا کہ دیوار کے اس طرف ایک محل ہے جہاں انار رانی مردہ پلنگ پر لیٹی ہے اور اس کے قریب آبحیات کا چشمہ جاری ہے اگر وہ پانی اس پر چھڑکا جائے تو وہ زندہ ہو جائے گی۔ شہزادہ ان کی بتائی ترکیب سے وہاں گیا اور کامیاب واپس ہوا۔ شہر آکر مصنوعی اور جعلی رانی کو قتل کیا اور خوشی و شادمانی سے بسر کرنے لگا۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

”کہنے ھارے خبروں کے ھور عاقلان آگے کے کہے ہیں کہ بیچ ملک ہندوستان کے ایک بادشاہ تھا کہ سخاوت اور جوانمردی اور عدالت میں مانند اوسکے دنیا میں کم اور خزانے اور سونا روپا اور زر و جواہر اور اسباب و سپاہ حد سے زیادہ تھے۔“

”لاکن اوس بادشاہ کو سوای اولاد کی کچھ دل میں آرزو نہیں تھی

اور ہمیشہ واسطے اولاد کی بیچ درگاہ خدا تعالی کی دست بدعا تہا اور رات ہور دن یاد میں اللہ کے رہتا“

”جو شخص کہ اوس باغ کو آتا اوس باولی کی طرف گزرتا اوس پہول کو دیکہ کر تورنی کی خاطر قصد کرتا لاکن وہ پہول کسے کی ہاث نہیں پرتا ایسے طرح سے یہ بات تمام شہر میں مشہور ہوئی اور رفتہ رفتہ ان چاروں شاہزادوں کوں خبر ہوئی واسطی سیر کے اس باغ کون چارون شاہزادی ملکو گئے“

”انار رانی کو دیکہ کر بہوت خوشش ہوی اور چہہ مہینے رات اور چہہ مہینے دن کی شادی بڑی دہوم سے کئے بعد ازان شاہزادہ اور انار رانی باقی عمر بیچ عشق اور عشرت کی گزاری“

قصہ بندگان عالی

یہ بھی انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۴۴/۴) ورق (۲۴) سطر (۹ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔
کیٹلاگ کی صراحت:۔
"خلیفہ ہارون رشید کے متعلق ایک کہانی مصنف نامعلوم"
کسی اور ذریعہ سے اس قصہ کے متعلق کوئی معلومات نہیں ہوئے۔ قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلیفہ ہارون رشید ایک رات بھیس بدل گرگشت کر رہا تھا۔ ایک عورت کو قرأت کے ساتھ خوش الحانی سے قرآن خوانی کرتے دیکھا مگر کسی نے اس کو کچھ دیا نہیں خلیفہ کو اس پر تعجب ہوا۔ وہ عورت ایک جوان کو اس امر پر راضی کر کے لے گئی کہ وہ اس کی دختر کو شادی کر لیگا۔ خلیفہ بھی ساتھ ہوا۔ اس ضعیفہ نے اپنی لڑکی کا مہر آٹھ ہزار اشرفی قرار دیا۔ جوان نے اس کے دینے سے مجبوری ظاہر کی خلیفہ خود کو پیش کیا اور بڑی مشکل سے وہ بوڑھی راضی ہوئی اس عرصہ میں اس جوان نے کوتوال کو اطلاع دی کہ ایک چور فلاں بوڑھی کی لڑکی کو آٹھ ہزار اشرفی کے مہر سے نکاح کرنے والا ہے کوتوال آیا مگر خلیفہ کی مہر دیکھ کر فوراً واپس ہوگیا۔ اس بوڑھی نے کہا اگرچہ تم چور ہو مگر خلیفہ سے بہتر ہو جس نے میرے لڑکے کو ناحق ظلم سے قید کر دیا ہے خلیفہ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور فوراً اس کے لڑکے کو رہا کر دیا۔ پھر خلیفہ نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا اور ہنسی خوشی سے بسر ہونے لگی۔

عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔
"اے یاران دوستان اگر چاہتے ہو کہ یہ نقل عجیب کو سنا ساتھ کان

اشتیاق کے سنو کہ پچھلے دنوں بیچ عید الضحیٰ کے خلیفہ ہارون الرشید
واسطے تماشا اور سیر کے بیچ شہر بغداد کے ایدھر اودھر پھرتا چلا
اوسوقت اس کے ساتھہ کوئی رفیق ہمراہ نہیں تھا۔

واسطے نہیں پہچانیکی خاطر یک پگری بہوت بری اور بہاری سر پر
باندہکر اور بدن میں ایک قبای چرمی پہنکر اور کمر میں بہوت چوری یک
کمربند چرمی پانچ تسمین کے مذبوت باندکر اور موزی چہوتی سی بدصورت
اور موتی پاؤں میں پہنکر ایسی تصویر عجیب ڈراونی بنا کر کہ اگر دربار میں خلیفہ
کی جا کر کھڑی رہی تو کوئی نہ پہچانی کہ یہ خلیفہ ہے۔"

خاتمہ:۔

"جب خلیفہ نے اس عورت کو سب عورتوں میں پیشوا بنایا اور اپنی عیش
عشرت میں مشغول رہا اور بوڑہی جس وقت کہ خلیفہ کی اول پوشاک
کو دل میں و تصور کرتی اور چور دیدہ کہنے سے اپنی بہوت پشیمان ہوئی۔"

ترجمہ سراجی

یہ بھی انڈیا آفس میں ہے بلوم ہارٹ کی فہرست میں شامل نہیں بلکہ "دہلی کلکشن" سے موسومہ کیٹلاگ میں درج ہے۔

نمبر (۱۱۵۳) ورق (۱۲) سطر (۱۱) کتابت ذیحجہ ۱۲۴۴ھ

اس کے متعلق کیٹلاگ میں نام کے سوا کوئی صراحت نہیں ہے۔ یہ سراجی کا پورا ترجمہ نہیں ہے اصل عبارت کے نیچے ہی سرخی میں ترجمہ ہوا ہے مترجم کا نام ظاہر نہیں ہوتا۔

نمونہ کی عبارت :۔

"حمد و صلوۃ کے بعد جس کا بھی ترجمہ ہوا ہے۔
فرمایا یعنی کہا رسول اللہ نے رحمت بھیجی اللہ اون پر اور اسلام سیکھو تم علم فرایض کو اور سیکھاؤ تم وہ علم فرایض آدمیوں کو پس وہ آدھا علم ہے کہا ہماری عالموں نے بخشے اونہیں اللہ ثابت ہوتی ہیں ساتھہ ترکا میت کی حق چار پاس پاس کہی ہوئی سو پہلی شروع کیا جاتا ہے ساتھہ تیاری اوسکی کے یعنی میت کی کفن اوسکی کے نہ زیادتی اور نہ کمتی کرنا"

خاتمہ :۔

"اوسپر سب فرقونکی یا اوپر بعض کی یا اوپر تمام فریقون کی صحت مسئلہ کی ہوگی ساتھہ قاعدون ذکر کیئی کی اور اللہ خوب جانتا ہے"

گنج نامہ

یہ بھی اسی کیٹلاگ میں داخل ہے۔

نمبر(۹۲۱) ورق (۸) سطر(۸ تا ۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں مصنف کا نام معلوم نہیں ہوتا۔ اگرچہ آخری شعر سے (مہلبہ) تخلص واضح ہوتا ہے مگر صحت طلب ہے۔ یہ مثنوی بھی خالق باری اور رازق باری کی طرح ہے جس میں فارسی کے معنی اردو میں لکھے گئے ہیں۔

تخلص کا شعر:۔

مہلبہ نے کہی کتاب ۔۔۔ گنج فارسی کیا خطاب

ابتدا:۔

واحد نام خدا کا جان ۔۔۔ جن نے دی صحم سب کو جان
کن کہنی سے کیا ظہور ۔۔۔ جن وانس اور وحش طیور
اشرف مخلوق انسان کو ۔۔۔ اپنا مظہر اسکوں دیا

خاتمہ:۔

گرفت پکڑا داد دیا ۔۔۔ فروخت بیچا خرید لیا
ریخیت بیٹا امیخیت ملا ۔۔۔ پژمردہ مرجھایا شکفت کھلا
مہلبہ نے کہی کتاب ۔۔۔ گنج فارسی کیا خطاب

شرح دوبیت

یہ بھی انڈیا آفس کی اسی کیٹیلاگ میں ہے کتاب کا نمبر نہیں ہے بلکہ صفحہ (۴۰۰) پر درج ہے
ورق (۱۶) سطر (۵ تا ۹) خط نستعلیق تاریخ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔

مصنف محمد منیر خاں۔

دکھنی نثر میں مثنوی مولانا روم کے دوبیت کی شرح کی گئی ہے۔

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:۔

ابتدا

"ظاہر ہی کہ اکثر بزرگوں نی توجیہات مناسب مقام کے بیان فرمائی
ہیں اور حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس اللہ سرہ السامی
نے بیچ شرح دوبیت کہ اول مثنوی مولوی معنوی کے ہیں بیان معنی نے
کا اور حکایت اور شکایت اس نے کی نظم اور نثر میں ترتیب دے کر
مجمل بیان فرمایا ہے۔"

خاص شرح کا نمونہ۔

"تن ز جان و جان ز تن مستور نیست
لیک کس را دید جان دستور نیست"

"یہ بیت بطور تمثیل کے مولوی معنوی فرماتی ہیں یعنی تن اور جان
دونو باہم ہیں لیکن تن کو ہر کوئی دیکھتا ہی اور جان کو کوئی دیکھ نہیں
سکتا اسی طرح سے نالے کو سب سنتا ہی اور بھید کو
نہیں سمجھتا۔"

خاتمہ:۔

درنیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

"یعنی میں ہیچ نعت اور منقبت کاملوں کے کیا کہوں کہ وصف کاملون کی احاطہ علم میرے سے باہر ہیں پس بات کو کوتاہ کیجے اور سلام اوپر ذات پاک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پر بھیجے۔ تمام شد۔

معراج نامہ

اس مثنوی کا ایک نسخہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۸۱۸) ورق (۲۲) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف وغیرہ نامعلوم اور ناقص الآخر ہے۔
اس میں معراج نبی صلعم کے متعلق نہایت تفصیل سے صراحت ہوئی ہے۔
ابتدائی کلام وغیرہ ملاحظہ ہو:—

اول نام اللہ جو ہو لوٗت ابد ثنا اور صفت اسکی کر بعید د
ثنا اوس او پرنت سزاوار ہی کر نہار قدرت میں کرتار ھے
کیا چاند سورج ستاری فلک زمیں اسمان حور جن و ملک

کہ پہلے سما کے سو دربان کون کہا کہول بگی سو دروازہ تون
سو دربان بولا کہ تون کون ھے کہ ایا ادہی رات کیا کام ھے
کہا میں ہون جبریل کچہ کام تہا گیا تہا زمیں پر جو فرمان تہا
کہ دربان بولا دو جا کون ھے کہ محبوب حق کا نبی خاص ھے
کہا مرحبا بیگی در کہول کر تجہی دیکہنے میں کہڑا منتظر
کہ ایر ال پہلے طبق کے ملک دیکہے نور کا وان پڑا سب جہلک
کہ صلوات بولے و کہئے سلام دیئے جواب انکو علیک السلام

اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔—

نبی سوں امت سب کوی سانچی رہو   صدق سات کلمہ سنبے کا کہو
کہ معراج نامہ کے سنیو خبر   حکایت جو بولا ہوں میں مختصر
کیا فارسی کو سو دیکہنے غزل   کہ ہر عام ہور خاص سمجہیں شگل

افسانۂ ہندی

اس کا ایک مخطوطہ پیارس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۲۹) ورق (۶۵) سطر (۱۵) خط نستعلیق مصنف کا نام تاریخ تصنیف وکتابت وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

اس کتاب میں مختلف اخلاقی کہانیاں درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ بادشاہوں سے کس قسم کی باتیں کرنی چاہیئے اور کس طرح ان کو عمدہ راستہ پر گامزن کرانا چاہیئے۔ اندرونی شاہدوں سے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب انگریزوں کے قبضہ کے بعد لکھی گئی ہے۔

ابتدا :-

"شروع کرتا ہوں میں اس زبان ہندوستانی کو خدا کے نام مون کیا خدا کہ آسمان و زمیں کتئیں خدا اپنے کن فیکون کے اشارہ مون پیدا کیا ہے اور آدمیوں کتئیں الکل ستے بنای کر کے وسکے وجود کے درمیان پاک و شیرین بخشا ہے"

.... تمام بزرگ اور زمانہ کہ دانشمندون سیں عرض کرتا ہون کہ اس زبان ہندوستانی کہ درمیان کچھے زبان کیسو صاحبون کے نظر مون آوی اس کتئیں اپ نے مبارک زبان سیں صحیح فرمانو نگے اور کہنے والا تقصیر نہ لونگے"

قصہ جنگ امیر حمزہ

اِس کا ایک نسخہ پیارِس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۸۳۰) ورق (۹۶) سطر (۱۲) خط نستعلیق۔ تاریخ کتابت۔ ۲۰ شوال ۱۱۹۸ھ

مصنف کا نام وغیرہ معلوم نہیں ہوتا۔

یہ داستان امیر حمزہ کا خلاصہ ہے جو بائیس داستانوں میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مالک فرانسیسوں کا مترجم کوئی موسیو اوسان ہے صفحہ اول پر درج ہے۔

"مالک کتاب موسیو اوسان صاحب ترجمہ نویس فرانسیس
ساکن بلدہ ...."

افسوس ہے کہ بلدہ کے بعد الفاظ نہیں ہیں جس سے مزید صراحت نہیں ہو سکتی۔

عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"داستان اول ابراہیم خلیل اللہ خدا کے دوست ان کے عہد میں قبا بادشاہ اور وزیر سب رہتی تھی آگ کے پوجنے والا قباذ نام بادشاہ کے دو وزیر تھا ایک کا نام خواجہ بخت جمال، دوسرا کا نام القش ان دونو میں بڑی دوستی تھی۔"

"داستان چہارم بزرجمہر حکیم کا ادنا مکہ موں اور پیدا ہونا امیر حمزہ تہتار یکی شکم سوں۔ اسکی باتیں کتاب کے موافق بیان کرتے ہیں مکہ کے درمیان اسمٰعیل پیغمبر کے اولادوں میں یکم د بزرگ رئیس عبدالمطلب نام رہتی تھی بڑا مہمان پرست اور خدا دوست مکہ کے چہار وکش تھی۔

آئین و قوانین افواج کمپنی علاقہ مدراس

یہ بھی پیاریس کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۳۳ ۸) ورق (۱۷) سطر (۱۳) خط نستعلیق تاریخ کتابت ۱۸۰۰ء

انگریزی فوج مقیم مدراس کے متعلق دکھنی نثر میں آئین و قوانین درج ہیں جو حسب ذیل بارہ باب میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

(۱) دنگی فساد۔

(۲) سپاہیوں کی برطرفی۔

(۳) حساب۔

(۴) بھاگ جانے اور حکم سوائے غیر حاضر ہونے میں۔

(۵) فریاد کے سننے میں۔

(۶) جنگی سامان باروت گولے وغیرہ کی بابت۔

(۷) قلعے چھاؤنی یا لشکر کی نوکری۔

(۸) کمپنی کی بابت۔

(۹) کورٹ مارشل کی بابت۔

(۱۰) موئے سرداران اور سپاہیوں کے مال کی بابت میں۔

(۱۱) فوج رکھی گی اور نوکری کرتے ہیں سو مدراس کے حکومت کی علاقہ کی بستیوں میں۔

(۱۲) آگ لگی سو آئیں کی معرفت۔

اس کتاب میں اردو الفاظ و جملوں کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی درج ہے۔

فوجی ترپ کے سپاہیوں کے نام درج ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کسی انگریز افسر کی کتاب ہے مگر افسوس نام نہیں معلوم ہوا۔

عبارتوں کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ابتدا۔

"پہلی آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی سرکار کے حق میں بی ادبی کی باتاں کہی اگر وہ کمپنی کا سردار ہی تو یہ تقصیر کورٹ مارشل میں ثابت ہوئی پر نوکری سے نکال دیا جاویگا۔"

"پانچوین آئین۔ جو کوئی سردار یا عہدی والا یا سپاہی کسی سبب سے اپنی سے بڑے سردار کو ماری یا اسپر تلوار کھینچی یا کھینچی چاہی یا اور کوئی ہتیار اسپر اٹھاوی یا کسی طرح سے زبردستی کرے جب وہ اپنی نوکری پر رہی یا اسکا واجبی حکم ٹہل دیوی تو جانسی مارا جاویگا یا کورٹ مارشل میں سزا پاویگا۔

کتاب الاخلاق (؟)

یہ نامعلوم اسم ناقص اول و آخر مخطوطہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
نمبر (۳۱) ورق (۶۹) سائز ۸×۵ ۱/۴ سطر (۱۱ تا ۱۳) خط نستعلیق۔
مختلف عنوان کے تحت اول قرآن یا حدیث لکھہ کر بیان ہوا ہے اس کے بعض عنوان حسب ذیل ہیں۔

باب دوم قیامت کے بیان میں۔
باب سوم دوزخ کی سختی کے بیان میں۔
باب چہارم بہشت کی صفت۔
باب پنجم ماں باپ اور خویش اقربائیوں کا ذکر۔
باب دوازدھم جور دخصم کا بیان۔
باب سیزدہم جہوٹ کہنے والے کا بیان۔
باب چہارم غیبت کرنے والوں کا بیان۔
باب پنجم ریاکاریوں کا بیان۔

کتاب کے ناقص اول و آخر ہونے سے مصنف کاتب سنہ تصنیف وغیرہ کسی کا پتہ نہیں چلتا۔ اور نہ کسی خارجی ذرائع سے اس کے متعلق معلومات ہوئے لہذا عبارت کے نمونہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ابتدا:-

"ایک ایک اوسے سب سوال کرینگے جو کوئی شریعت کے موجب زکواۃ اور حق ہر کسی کا دیا ہے تو خلاص پاویگا۔"

ساتویں باب میں جو زکوٰۃ کے متعلق ہے لکھتا ہے :۔

قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی ۔ اَقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکوٰۃَ عبداللہ کے بیٹے عباس رضی اللہ عنہ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی نماز پڑھے اور زکوٰۃ عشر نہ دے نماز روزہ اوسکا قبول نہیں ہوگا خدا تعالیٰ نماز اور زکوۃ کو ایک جگی پیدا کیا ہی "حَصِّنُوا اَموَالَکُم بِالزَّکوٰۃِ"

.... کہ پیغمبر صاحب فرماتی ہیں جو کوئی زکوۃ دیا گویا اپنے مالوں کا اور اپنے کو تین بلا آور گناہ ہونے سے حفاظت کیا۔ اور جب درمیان امت کی میری پانچ چیز پیدا کیا ہوگیا اوس کا برائی بد سے بلا سبب ہوگیگا۔ پہلی یہ ہے جب گناہ سب ظاہر کریگا کئے طرح کے انداز ظاہر ہوگیگا موت اچانک آویگا۔

گیت احمد

انڈیا آفس کے فارسی مخطوطہ شمع و پروانہ رازی (   ) میں اصل فارسی مثنوی کے درمیان بعض اشخاص کے ہندی گیت بہی درج کئے گئے ہیں۔ یہ گیت جن اشخاص سے متعلق ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

لعل بہنگ۔ تاراچند۔ سورداس۔ نراین۔ احمد۔ گوپی داس۔ گیسو داس۔ ہرہی داس۔ لطیف وغیرہ۔

یہ مخطوطہ سرنگ پٹن میں لکھا گیا ہے اور کاتب دربار آصفی سے متعلق تھا۔ چنانچہ خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے :۔

"بندہ ضعیف کمتر میر علی اکبر در سلک بندگان سرکار نامدار یا نسلک است
در لشکر ظفر پیکر بر کاب سعادت انتساب بود کہ میر صاحب میر امام الدین
چون شمع و پروانہ یعنی کتاب پد مادوت را مطالعہ میفرمودند بندہ از قلم
خستہ و رقم سگشتہ در موضع متعلقہ سرنگ پٹن در لشکر با تمام
رسائد در ماہ ذیحجہ ۲۵ ش ۱۲۴۸ھ" (صفحہ ب ۸۴)

اس عبارت کے پہلے وہ آصفجاہ نظام الملک کی مدح اور توصیف کرتا اور ان کا صوبہ دار دکن ہوکر خجستہ بنیاد میں آنا اور خود کو ان کی ملازمت میں ہونا بیان کیا ہے۔

مندرجہ صدر اسمار سے ممکن ہے بعض دکھنی ہوں ہم کو سوائے احمد کے کسی کے متعلق معلومات نہیں ہیں اس لئے صرف احمد کی ایک گیت یہاں درج کی جاتی ہے۔

بس بہوک تجون تس پیاس تجون   نس نیند تجون کبھونہ لجون کی
اور ہیں تجون اور ہیں تجون سکہ چین   تجون رس ہون نہ تجون کی

دہام تجون اور کام تجون ارہی   دام تجون رجنی نہ رجون کی

احمد موجیت نیک ہے سکہ لاکھ

تجون نیہ کون نہ تجون کی

اسی کو دوسری جگہ کسی قدر تبدیل کرکے لکھا ہے۔ مثلاً

نس بہوک تجون بل پیاس تجون   بس نیند تجون کبھو نہ سجون

عہد آصفیہ وغیرہ کے مرثیہ گو

زمانہ گذشتہ میں مرثیئے عموماً بیاضوں میں جمع کئے جاتے تھے اور مجالس عزا میں ان کو سنایا جاتا نہ صرف مرثیہ گو شعرا اپنا کلام اس طرح جمع کرتے تھے بلکہ دیگر شایقین فن بھی بیسوں شعرا کے کلام کو اسی طرح محفوظ رکھتے تھے۔

یورپ کے ذخیرہ میں اس قسم کے تین بیاض ہیں دو اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہیں اور ایک کنگ کالج کیمبرج کا مملوکہ ہے۔ ان سے اکثر شعرا کے مرثیوں کا ذکر صفحات ماقبل میں آچکا ہے۔ بقیہ مرثیہ گو شعرا کا یہاں تعارف کرایا جاتا ہے۔

اڈنبرا کے بیاضوں کے منجملہ ایک میں تقریباً کل مرثیئے ہاشم علی برہان پوری کے ہیں اور دوسری بیاض میں دیگر شعرا کے مرثیئے ہیں۔ مگر کیٹلاگ میں دونوں بیاضوں کا ذکر ایک ہی ساتھ ایک نمبر میں ہے۔

ہاشم علی کا ذکر آگے درج کیا گیا ہے۔ یہاں دوسری بیاض پیش کی جاتی ہے:۔

(۱) بیاض مملوکہ اڈنبرا۔ نمبر (۳۸۰) ورق (۳۶۷) سطر بلا تعین خط نسخ کتابت ۱۱۹۳ھ

(۲) بیاض مملوکہ کنگ کالج کیمبرج نمبر ($\frac{۶۵}{۱۰۶}$) کتابت ۱۱۵۷ھ خط نستعلیق۔ کچھ حصہ اس سنہ کے بعد اضافہ کیا گیا ہے۔

صفحات آیندہ میں بعض شعرا کے متعلق تو مختصر صراحت کی گئی ہے مگر اکثر غیر مشہور شعرا ہیں جن کے متعلق تو نہ حالات معلوم ہوئے اور نہ ان کا خاص توطن معلوم ہو سکا۔ ممکن ہے ان میں بعض گجرات سے متعلق ہوں۔

حروف تہجی کے لحاظ سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی تذکرہ میں ان کا ذکر ہے تو اس کے متعلق صراحت کر دی گئی ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے بعض کے متعلق کسی قدر تفصیل کی گئی ہے یہ مرثیئے حسب ذیل شعرا سے متعلق ہیں۔

(۱) ولی
(۲) رضی
(۳) قادر
(۴) روحی
(۵) ہاشم علی
(۶) امامی

---

(۱)

مرثیہ ولی

ولی کے مرثئے اس کے دیوانوں میں نہیں ہیں بلکہ اڈنبرا کے مرثیوں کی بیاض میں شامل ہیں۔

ولی کے دیوانوں میں کوئی مرثیہ یا سلام نہ ہونے سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً اس نے اس صنف میں طبع آزمائی نہیں کی مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے ولی کے مرثیے مکمل نوٹ نہیں کئے چند شعر جو نوٹ کئے گئے ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں ولی کے مرثئے غزل نما ہیں۔

غوغا ہوا جہان میں شہ کے وصال کا | سینے منے پڑا ہے چھالا اس ملال کا
محتاج ہیں جہان کے محبان تمام مل | دیدار چاہتے ہیں مبارک جمال کا

.... | ....

جو کوئی کرے زبان سون او نو کا ورد مدام | ہے یہ ولی خلاصہ جواب و سوال کا

دیگر

اے ہادی ستیار تو کیون جا بسا یا کربلا | اے واقف اسرار تو کیوں جا بسا یا کربلا
اے نور چشم مصطفیٰ فرزند نوشاہ مرتضیٰ | اے دلبر خیر النسا تو کیون جا بسا یا کربلا

– – – – – | – – – – –

تو دوستان کا جان ہے تیرا ذکر ایمان ہی
تجھ پہ ولی قربان ہے کیون جا بسا یا کربلا

دیگرہ

اوس نور مصطفےٰ پر بولو سلام یاران | محبوب مرتضیٰ پر بولو سلام یاران
اوس پاک پارسا پر حیدر کے دلربا پر | اوس لعل بے بہا پر بولو سلام یاران

تتتتتتتت

بوجی و آلی فدا کر اوس شاہ کربلا پر | اوس لائق ثنا پر بولو سلام یاران

(۲

مرثیہ رضی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے نو مرثیے ہیں جن کے (۷۸) شعر ہوتے ہیں۔
حافظ رضی الدین اس دَور کا زبردست مرثیہ گو ہے۔ خواجہ خاں مصنف گلشن گفتار نے اس کو ولی کا شاگرد بتایا ہے مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا البتہ دونو ہمعصر تھے۔
رضی کے مرثیوں کی دکن میں بڑی شہرت تھی اس کے مرثیوں کی تضمین کی جاتی تھیں۔ اس کے مرثیوں میں ادبیت نہیں پائی جاتی مگر ان کا اصلی جوہر سوز و گداز اور مرثیہ پن ہے جس کے باعث ان کو بڑی قبولیت حاصل تھی۔
مرثیوں کا نمونہ پیش ہے:۔

آل نبی کے غم سوں بیخود ہوں یوں پوکارا
دل میں چھپا رکھا تھا حضرت حسین کا غم
بچھڑے حسین سوں جو بے اختیار بولے
پیاسے فرات کے سب کوثر پہ یوں سنے گے
فریاد واہ ویلا کلثوم کے زبان کا
کرتے تھے شاہ سب سوں صحرائے کربلا میں
لعنت ہے ظالمان پر جن کے طرف سوں ہردم
آل نبی سوں رکھنا ہر دم منے محبت
تقسیم حوض کوثر آل نبی کرینگے

دل میرود ز دستم صاحب دلان خدا را
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا
باشد کہ باز بینم آن یار آشنا را
ھات الصبوح ھبوا یا ایھا السکارا
در رقص حالت آرد پیران پارسا را
با دوستان مروت با دشمنا مدارا
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را
اشھی لنا و احلی من قبلہ العذارا
ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

حافظ رضی قرآن میں لعنت ہے ظالمان پر
اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

دیگر

نالہ و فریاد و او یلا ہے اسے پروردگار
غم سیں آل نبی کا دل ہوا ہی بیقرار

ظلم دشت کربلا میں دیکھ بیحد و شمار
او متی محشر تلک روتے ہیں دو گنہ سون زار زار

ـــ ـــ ـــ ـــ

نہیں رضی معلوم راز حق تعالیٰ کا سبب
نور چشم ساقی کوثر بہوت ہو مضطرب

چشم تر جو لے فرات او پر کہڑے جب تشنہ لب
نوح کا طوفان مگر اس وقت ہوتا آشکار

دیگر

غم سون ہے بے قرار میرا دل
دکھ سون ہے زار زار میرا دل

گلشن غم میں ہی شہیدان کے
لالۂ داغدار میرا دل

نت شہیداں کے زخم غم سین
شق ہے جون ذوالفقار میرا دل

غم کی بجلی پڑی ہے جب سینے
تب سون ہے شعلہ زار میرا دل

نیم بسمل نمن تڑپتا ہے
ہو کے غم کا شکار میرا دل

گرد غم سون امام کے اے رضی
کیوں نہ ہو پر غبار میرا دل

مرثیہ قادر

اڈنبرا کی بیاض میں ستر ہ اور کیمبرج کی بیاض میں ان کا ایک مرثیہ ہے۔ قایم اور میر حسن نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر کیا ہے اور قایم کے حوالہ سے اسپرنگر نے بھی اپنے تذکرے میں ان کا نام درج کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"میر عبدالقادر قادر تخلص حیدر آباد کے باشندے تھے اکثر مرثیے مشہور ہیں۔ اہل دل تھے صغر سنی سے فقیرانہ مذاق رکھتے تھے جب پچاس سال سے متجاوز ہوئے تو شیخ شہاب الدین[۱] سہروردی سے بیعت کی اور خرقہ پہن کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی"

تعجب ہے شفیق اور خواجہ خان نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ان کا نام غلام قادر تھا مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

افسوس ہے ہم کو ان کی پیدائش کا صحیح سنہ معلوم نہیں اور نہ انتقال کے زمانہ سے ہم واقف ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھے اور ۱۱۶۹ھ کے قبل انتقال ہو گیا تھا۔ کیونکہ اپنے ایک مرثیہ میں کہتے ہیں۔

سن اگیارہ سو اوپر او نچاس سال   سبز با نا قادر اکا لہو میں لال

ہاشم علی کے ایک مرثیہ میں ذکر ہے ؎

ہزار حیف نہیں شاعران دکھن   سوروحی و مرزا و قادر نہیں

---

[۱] یہ شیخ شہاب الدین سہروردی وہ مشہور بزرگ نہیں ہیں جو اس خاندان کے بانی خیال کئے جاتے ہیں بلکہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔

اس سے واضح ہی کہ ہاشم علی کے قبل قادر کا انتقال ہوگیا تھا۔ اور ہاشم علی کے مرثیہ سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ ١١٦٩ھ میں زندہ تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ١١٦٩ھ کے پیشتر قادر کا انتقال ہو چکا تھا۔

ہاشم علی کی طرح مرزا بھی قادر کے انتقال پر افسوس کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

بندیا قادر را بدتل کون مراپیوند تب تجہ سون
چلیا منجہ چھوڑ کس پر توں کہو یاران صد اصد حیف

(از بیاض مولوی صفی الدین مرحوم)

بہرحال قادر ایک مشہور مرثیہ گو تھا مرثیوں سے اس کی علمی قابلیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ علم نجوم اور علم ہندسہ میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ کیونکہ بغیر کافی علم کے کوئی شخص اس کے علمی اصطلاحات کا ذکر نہیں کرسکتا۔
قادر کے مرثیوں سے معلوم ہوتا ہے اس کو انسانی جذبات کی ترجمانی کا خاص ملکہ تھا اس کے ساتھ ہی اس کے مرثیوں میں سادگی اور تسلسل بھی پایا جاتا ہے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

ہوا شہرت محرم میں یو غم ھے شاہ عالی کا | کہ ھے فرزند پیارا وہ دو نو عالم کے والی کا
چھپا ہے دین کا چندر کہ جس کے سوگ سون جگ پر | فلک ہر ملک میں تانے شمیانا رات کالی کا
ستارے سب یہ قدسیان نے ملاکر سب گگن اوپر | حسین کے عرس کون بہاند ہے منڈف موتیاں کی جالی کا
نہیں یو اشک شبنم سون کہولے ہیں آہ کے گل ہو | دیکھو غم کے چمن میانے لطافت غم کے مالی کا
قیامت کا نمونا قادر تزلزل جب کرے ظاہر | مجے تقوٰی تب آخر ہی حسین سرور ے عالی کا

دیگر مرثیوں کے بعض شعر:—

آج سرور چلے ہزاران حیف | شہ کا ماتم ہے دین داران حیف

غم سون قاسم ہو بیقراران حیف
نوعروسی پہ ڈکہ کا باران حیف

سن کے جلوا جو تون کہا قادر
جب کا جگ میں یو غم ہوا ظاہر
روین زہرا بلا انو خاطر
حیف صد حیف صد ہزاران حیف

دیگر

آج اپنے حسن غمزدہ کر ہائے حسینا
پالا تم کون پیار سون کل لائے حسینا
جہوجی رن میں پیاس سو نہیں دوکہ پانی حسینا
(؟) لہو میں سرون پاؤں لگ سب بہائے حسینا

یہ دوکہ بہاری قادرا نان دل میں نادی
سینے غم کے بین یو پہر چہپائے آدی
بہر بہر رنجوان تیں سون سب عمر بہادی
ایسی غربت سو دیکہی دوکہ پائے حسینا

حسین و حسن پر ہے دایم درود
نبی کے تیں پر دائم درود
علی کے رتن پر ہے دائم درود
کہو پنجتن پر ہے دائم درود
تون ہی شاہ مقبول درگاہ رب
تون عالی خدا مصطفےٰ کے سبب
محبان تیرے سب کہتیں روز و شب
سو تجہ گلبرن پر ہے دائم درود

حسینا کرم کر یو قادر اوپر
تیرے پیرہن پر ہے دائم درود

مرثیہ روحی

روحی کے مرثیے بھی اڈنبرا کی بیاض میں اور کیمبرج کی بیاض میں موجود ہیں اول الذکر میں پانچ اور آخر الذکر میں ایک مرثیہ ہے اس طرح چھ مرثئے دستیاب ہوئے ہیں۔ تذکرہ قائم کے حوالے سے اسپرنگر نے ان کا ذکر کیا ہے اور حیدرآباد کے پیرزادے ہونے کی صراحت کی ہے۔ تعجب ہے کہ شفیق اور حمید نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ ہاشم علی برہان پوری کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے یہ اس کی زندگی میں انتقال کر چکے تھے۔

روحی کے مرثئے بھی غزل نما ہیں اور ادبی حیثیت سے قابل قدر۔

آج غمناک ہیں چمن کے گل | بلکہ دل چاک ہیں سمن کے گل
غمزدہ سینہ داغ حیران ہیں | نرگس و لالہ یاسمن کے گل
یون نہ لالے شفق کے دستے ہیں | لہو میں ڈوبے ہیں سب گگن کے گل
جب سنے شہ کی بات مجلس میں | جل بوجھے شمع انجمن کے گل
نقش پا دیکھ دل ہوس رکھتا | سر پہ کہنے کون تجہ چرن کے گل

خوش لگے تجہ طبع سیں اے روحی
دل کے باغان منے سخن کے گل

دیگر

فرمان سوں جب شاہ کے قنبر لے آیا ذوالفقار
لے نام بسم اللہ کا تب شہ او چایا ذوالفقار

وہ شاہ دلدل سوار ہو جب دشت میں قبضہ لیا
نیر کا سینا اُدا اس خوف سوں جب شہ دیکھایا ذو الفقار

ردحی تجھے جس وقت کچھ مشکل اپڑے تو صدق سوں
کہہ لافتا الا علی لاسیف الا ذو الفقار

دیوان حسینی (مراثی ہاشم علی)

اس کا ایک نسخہ اڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔

نمبر (۳۷۹) خط نسخ

کیٹلاگ کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"مراثی حضرت علی، آنحضرت اور حسین، مصنف ہاشم علی جو اردو کا ایک ابتدائی شاعر تھا۔ یہ ہاشم ولی اور قایم کے پہلے گذرا ہے جہانگیر کے عہد میں بیجاپور میں رہتا تھا سنہ ۱۰۳۰ھ اور ۱۰۵۶ھ میں زندہ تھا ایک اور سنہ (۱۰۴۶ھ) سے جو ورق (۵۳) میں ذکر ہوا ہے معلوم ہوتا ہے اس کی تصنیف اسی سنہ میں ہوئی ہے۔ ہاشم شیخ احمد فاروقی سرہندی متوفی ۱۰۳۰ھ کا مرید تھا۔

اس کی چند دیگر تصنیفات بھی ہیں ایک فارسی دیوان بھی مرتب کیا تھا اس بیاض میں چند اشعار کاظم اور قادر کے بھی شامل ہیں۔"

یہ وضاحت تقریباً بالکل غلط ہے جس کی وضاحت آگے کی جائے گی اسپرنگر کی کیٹلاگ میں یہ کتاب شامل ہے اس کی صراحت کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"دیوان حسینی یعنی دیوان ہاشم علی حسینی اس میں صرف اماموں کی تعریف میں نظمیں اور مرثئے ہیں تقریباً (۱۰۰) صفحات ۶۱۲"

اڈنبرا کی کیٹلاگ میں کتاب کا نام غلط درج ہوا ہے یعنی دیوان حسینی کے بجائے مراثی ہاشم علی کے نام سے دو جلد درج کئے گئے ہیں۔ حالانکہ دوسری جلد میں تمام تر دیگر شعرا کے مرثئے ہیں جن کا ذکر صفحات ماقبل پر بھی ہوا ہے۔ ہاشم علی کے زمانہ اور

تاریخ تصنیف کا جو سنہ دیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے ہاشم علی گیارہویں صدی کا شاعر
ہے جو سنہ درمیان کتاب میں آیا ہے وہ ۱۱۴۶ھ نہ کہ ۱۰۴۶ھ مگر چونکہ کاتب سے
سہواً ۱۰۴۶ھ لکھا گیا ہے اس لئے غالباً مصنف کیٹلاگ نے دیگر ذرائع سے اس کی
تصدیق ضروری تصور نہیں کی۔

ہاشم برہانپوری جو شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے وہ بالکل جداگانہ شخص ہیں۔ یہ
ہاشم بھی فارسی کے شاعر تھے دیوان مرتب کیا تھا انڈیا آفس میں اس کا ایک نسخہ موجود
ہے جس کے متعلق ایتھے کی صراحت حسب ذیل ہے۔

"مکمل مجموعہ خواجہ ہاشم ابن خواجہ محمد قاسم صوفی المشرب شیخ احمد سرہندی
کے مرید تھے برہان پور میں ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء میں موجود تھے اور ۱۰۵۶ھ میں
بھی ہنوز زندہ تھے آخری تاریخ جو دیوان سے معلوم ہوتی ہے وہ ۱۰۴۰ھ
ہے" (ایتھے ۲۸۹۸)

اسی صراحت کے باعث مولف کیٹلاگ اڈنبرا کو دھوکہ ہوا ہے وہ غلطی سے خواجہ ہاشم کو
ہاشم علی تصور کر لیا ہے حالانکہ دونوں میں تقریباً ایک صدی کا فرق ہے۔

ہاشم علی امامیہ مذہب کا پیرو عالمگیر کے آخری عہد میں موجود تھا۔ غالباً دربار آصفی سے
تعلق نہیں تھا ان کا پیشہ ہی مرثیہ گوئی تھا غالباً کوئی اور صنف میں اس نے طبع آزمائی نہیں
کی ۱۱۴۸ھ میں وہ خاصا مشہور مرثیہ گو تھا اور اس کے اعتقاد کے مطابق اس کے مرثیے سننے
کے لئے آنحضرت صلعم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی دیوان کے ایک اندرونی شہادت
سے معلوم ہوتا ہے ۱۱۶۹ھ تک ہاشم علی بقید حیات تھا۔

ہاشم علی نے اپنا تخلص پورا نام ہی استعمال کیا ہے۔

اس کا زمانہ زبان کے لحاظ سے بارہویں صدی ہجری سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ
بعض دیگر شہادت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

(الف) مرثیہ نمبر (۱۷۵) کے آخر تاریخ تصنیف کا ذکر ہوا ہے۔

جب منجم نے کیا اس درد نامہ کا حساب — غین و قاف و سین و طا آیا رقم اندر کتاب
سن کے یو تاریخ کون سینے میں دل ہوتا کباب — ختم کر ہاشم علی قاسم کی شادی کے بین

غین = ۱۰۰۰ + قاف = ۱۰۰ + سین = ۶۰ + طا = ۹ = (۱۱۶۹)

(ب) ہاشم علی نے اپنے مرثیہ میں دکن کے ایک دوسرے شاعر قادر کا ذکر کیا ہے
جو ۱۱۴۹ھ میں زندہ تھا اس سے بھی واضح ہوسکتا ہے کہ ہاشم علی کا زمانہ ۱۰۴۹ھ نہیں ہے
جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہاشم علی نے اپنے مرثیوں کے مجموعہ کو "دیوان حسینی" سے موسوم
کیا ہے۔

چنانچہ اپنے دیوان کا نام بھی نظم کیا ہے۔

توں لکھا ہے کربلا کا یو بیان ہاشم علی
ہے یو دیوان حسینی نام اس دیوان کا

غزل کی طرح مرثیے بھی ردیف وار درج کئے گئے ہیں۔ اول آنحضرت کی مدح میں
ایک مختصر قصیدہ ہے اس کے بعد ایک سلام اس کے بعد حضرت علی کو مخاطب کر کے
سلام کہا گیا ہے۔ اس کے بعد ردیف وار مرثیہ شروع ہوتے ہیں۔

ہاشم کے یہ مرثیے مربع، مخمس بھی ہیں اور غزل نما بھی۔ ان کے اشعار کی تعداد کم از کم
سات سے لے کر زیادہ سے زیادہ (۱۰۰) بعض اس سے طویل بھی ہیں کل مرثیوں
کی مجموعی تعداد تقریباً (۳۰۰) ہوتی ہے۔

جو عبارت دیوان کے درمیان آئی ہے اور مولف کیٹلاگ نے حوالہ دیا ہے وہ درج کی جاتی
ہے۔

یہ عبارت مرثیہ نمبر ۲ کے عنوان کے ساتھ فارسی میں درج ہے۔

"از جملہ تفضلات امام شہید کہ بریں عاصی شدہ آن ست کہ برادر ایمانی حافظ فضل الدین درعالمِ رویا بتاریخ بیستم ماہ مبارک سنہ ۱۱۴۶ یک ہزار (؟) چہل ہشت مشاہدہ نمود کہ گویا پائے الاوہ آنحضرت نشستہ ومحبان جمع شدہ اند کہ یکایک از شکل ضریح منور صدائے برآمد حاضران مجلس ہمگی بہ تعظیم آن برخاستہ دست ہائے ادب بہ سینہ نہادہ بجہتہ استماع ندائے روح افزا عینی سراپا گوش گشید کہ بار دیگر آواز برآمد و نام قایل بیان غم برزبان راندند کہ کجاست چون این کمینہ رانیز درآن محفل حاضر دید کہ با نیاز تمام سر را قدم ساختہ نزدیک ضریح مقدس آمدہ ایستادہ بار سیوم حکم عالی صادر شد کہ آن "مرثیہ" "واویلا" را بخوان حسب القرمان وحی ترجمان شروع بخواندن نمود کہ ازان خواب بہ بیدار شدہ این پائے ملخی است کہ در بارگاہ سلیمانی وصول شدہ"

اس صراحت کے بعد اب مرثیوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

علی اصغر کا ماتم :-

آج پر خون کفن ترا اصغر | آج سو کھا دہن ترا اصغر
لال ہے گلبدن ترا اصغر | حیف یو بالین ترا اصغر

کیون ہیں زلفاں کے بال تارون تا | کیون گلے سیں لوہو کے جاری ہار
تجہ کون سوتے کبھو نہ لگتی بار | حیف یو بالین ترا اصغر

ادٹھ گلے کا لوہو دہولاؤں میں | نیند آتی تجھے سولاؤں میں

چل ترا پالنا جہو لاؤں ہیں　　حیف یو بالین ترا اصغر

دیگر

طویل مرثیہ ہے۔

جاؤں کدہر ہیں کیا کرون یہ گود خالی لے پہرون
پہر اصغر اصغر ہیں کہون کس کا جہولاؤن پالنا

یہ دیکہ میرا حال تون توڑی ہون سر کے بال کون
ہیں دل کی حالت کیا کہون کس کا جہولاؤن پالنا

تجہے کہیلنے کے دن تیرے کیا عمر کیا تہی سن تیری
نہیں چین مجکون بن تیرے کس کا جہولاؤن پالنا

نہیں بہولے مجکون تو کبہو تجہ یاد کرتے ہیں رہون
رو رو کے تجہ بن دن بہرون کس کا جہولاؤن پالنا

یہ بہن تیری غمگسار بیٹہی ہے روتے زار زار
تون اوٹہہ سکینہ کر پوکار کس کا جہولاؤن پالنا

پسران مسلم بن عقیل کا قتل :-

وہ دو صغیر موت اپکی دیکہی عیان
زلفان کون کاٹہہ بیچ ہمن کون جو بندیان

کہتے تہے بے کسی سون کہ اے حارث الامان
منظور ہے اگر تجہے سیم و طلا کتین

مسلم ہوا شہید ہمارا سو تہا پدر
تون کر رحم سون ہماری یتیمی پہ کر نظر

ہے ماں ہماری آج مدینہ میں منتظر
امید رکہہ شفاعت روز جزا کتین

ہرچند کرتے عجز وہ طفلان خورد سال
ہیگی نجات تم کون میرے ہاتہہ سون محال
اون کون کہا لعین بد افعال بدخصال
بہیجون کا آج تم کون میں دارالبقا کتیں

دہوے ہیں ہاتہہ تب وہ اسیران جان سین
روتے گئے وہ راندہ ہر دو جہان سین
قطع امید کر کے وہ سب خان مان سین
مہلت دے ہمکون سجدہ کرین تا خدا کتین

فرصت نماز کی وہ شقی نے نہیں دیا
ہر ایک کہیں کہ سر میں توں اول میری لگا
شمشیر از نیام نکالا وہ بیحیا
نہیں تاب دیکہنے کا مجہے سر جدا کتین

قاسم کے مرثیہ میں دولہن کا سوال اور دولہ کا جواب۔

جلوہ سیں اوٹھ کے رن کو چلا تب کہی دولہن
مت چہوڑ کر سدہارو تم اس حال میں ہمن
دامن پکڑ کے لاج سون انجہوان بہرے نین
تم بن رہے گا ہائے یہ سونا بہون مرا

کیسی یو کد خدائی و کیسی ہے یو رات
گھر کون نہ لے گئے ہو نہ بولے ہو ہم سون بات
آتا فراق تم سون یہ جلوہ کی آج رات
دیکہا نہیں جمال کون بہر کے نین مرا

اس کربلا کے بن میں اکیلی میں کہون رہون
جا کے مدینہ کیونکر میں اس ٹہاے پہرون
تجہ باج میں جہان میں پہر امید کیا دہرون
تم اپنے ساتہہ لے کے دکہاؤ وطن مرا

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

قاسم کہڑا اتہا روتے نین سن دولہن کی بات
تب آہ درد ناک سون بولا دولہن کے سات
غمناک اپنا دیکھ کے دامن دولہن کے ہات
اے بوستان راحت و سرو چمن مرا

مجھ کوں نہیں ہے تیری جدائی کا اختیار
میں کیا کروں صلاح نہیں حکم کردگار
تیرے فراق ساٹ میں جاتا ہوں اشکبار
حق نے کیا ہے رن میں مقرر رہن مرا

ہے داغ دل میں تیری جدائی کا کیا کرون
جو کچھ ہوا ہے مقدوروں میں راستی کہوں
نہیں ہے امید رن سے پھر آ کر تجھے ملوں
وعدہ ہوا ہے حشر میں تم سوں ملن مرا

ایک دوسرے مرثیئے کے چند بند ملاحظہ ہوں :—

لے گئے آج کدھر تاج شہیدان کہان
کان گئے زلف معنبر کون پریشان کہان
رن میں تن سون جدا کر سر سلطان کہان
نیزہ اوپر کیا ظالم نے نمایان کہان

جون شفق بیچ ہویدا دیکھو خورشید مدام
سر کھو لے جاتے یتیمان کتی زاری سون تمام
لہو بھرا نیزہ اوپر تھا سر پر نور امام
یہ قیامت ہی سر اوپر وہ شفیعان کہان

شامیاں شام کون جاتے تھے لئے اہل حرم
ہائے کیسے تھے مسلمان نہ محمد سون شرم
سر او پر راہ میں کرتے تھے سبھی جور و ستم
کفر کے کام کیا جو اوسے ایمان کہان

جلتی دھوپان میں یتیمان کون دئیی رنج سفر
راہ منزل میں نہ تھا توشہ مگر خون جگر
نہ خورش ہائے نہ پوشش نہ کوئی لیتا ہے خبر
شہ کا غم اون کا رفیق ہور رہا سامان کہان

ایک دن شام تلک دیکھی نہ بستی کا نشان
سب حرم روتے کہے ہائے نہیں ہم کون مکان
وہ یزیدان رہے حیران کہ ہوئی رات عیان
کان رہا جد کا مدینہ یو بیابان کہان

چوطرف دیکھے جنگل میں کہ ملے جائے پناہ
جان رہیں اہل حرم اور سر سلطان وسپاہ
کیتے ساعت وہ پھرے حال ہوا سب کا تباہ
پائے یک قلعہ یہودی کا مسلمان کہاں

تب کھڑے رہ کے پکارے وہاں سردار حصار
ہے یزیدی سبھی لشکر یو کھڑا کھول کواڑ
ایک رات ہم کوں تیرے قلعہ میں لا کے اوتار
صبح میں لیکے چلیں گے تیرا احسان کہاں

دیگر

یا مصطفٰے چلو تم صحرائے کربلا میں
فرزند حسین ملو تم صحرائے کربلا میں
دردا اہل واویلا ہی العطش کا فریاد
تدبیر کچھ کرو تم صحرائے کربلا میں
در خاک و خون ہے سرور خستہ بدن دو بے سر
لے سینہ پر دھرو تم صحرائے کربلا میں
ہژدہ ہزار کافر اون میں اکیلے سرور
انا فتح پڑھو تم صحرائے کربلا میں
اے مرتضٰی تم آؤ وہ ذوالفقار لاؤ
دلدل اوپر چڑھو تم صحرائے کربلا میں
خیر النسا کھڑی ہیں سرور حسین پڑے ہیں
اون کی طرف دیکھو تم صحرائے کربلا میں
کھولے ہیں سر کے بالان حق کن ہوئے ہیں نالان
آیا غضب سنو تم صحرائے کربلا میں
ہنگی برات قاسم اندوہ درد و ماتم
اے شاہ لے چڑو تم صحرائے کربلا میں

ہاشم علی یہ ماتم شہ کے رہا ہے دائم
یو مرثیہ لکھو تم صحرائے کربلا میں

ہاشم علی ایک زبردست مرثیہ گو تھا اس کے استادی اور اعلیٰ درجے کے شاعر ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی واقعہ نگاری اور مرقعہ نگاری اصل سماں پیش کر دیتی ہے۔ اس کا اسلوب بیان صاف اور سادہ ہے اور وہ مرثیہ گوئی میں اپنے ہمعصر شعرا میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

مرثیہ امامی

اڈنبرا کی بیاض میں اس کے آٹھ مرثیے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امامی کا اسلوب بیان دلکش ہے اس کے مرثئے ڈھرامائی اثر رکھتے ہیں اور پھر ان کی زبان نہایت صاف ہے۔

افسوس ہے کہ امامی کے متعلق کسی تذکرہ سے کچھہ حالات منکشف نہیں ہوتے ہم کو نہیں معلوم اس کا نام کیا تھا؟ کہاں پیدا ہوا؟ کس کا شاگرد تھا۔

مرثیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ شیعہ مذہب کا پیرو تھا اور اس کا اعتقاد تھا کہ وہ حضرت امام حسین اور آپ کے خاندان کا مداح ہے اس طفیل میں اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

مرثیوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

محشر میں جب محمد شاہ زمن اوٹھیں گے | سب انبیائے مرسل پرغم حزن اوٹھیں گے
حیدر علی لوہو سوں الودہ تن اوٹھینگے | لیتے لوہو کے ہلکان ہے ہے حسن اوٹھیں گے
آلودہ خاک و خون میں دندان مصطفٰے لے | لوہو سون تر بسب دستار مرتضٰی لے
ٹکڑے حسن کے دل کے جابا حسین کالے | تربت حسین فاطمہ جب لے یو برن اوٹھین گے

- - - - -

دریائے غم میں ہرگز کرنا نہیں غواصی | ہر چند توں امامی عالم منی ہے عاصی
امید تو توہی ہے پائیگا توں خلاصی | کرنے کتیں شفاعت جب پنجتن اوٹھینگے

دیگر

کیا ظالماں نے ظلم بے حساب آج | مظلوم کربلا میں ہیں عالی جناب آج

اس غم سوں مومناں کو ہوا پیچ و تاب آج گویا علی کے گھر کا کھولا غم کا باب آج

تہا آئینہ رسول کو درشن حسین کا

ہے وہ جفا کی گرد میں درپن حسین کا

رخماں کے جواہراں میں دستے تن حسین کا

دستا ہے جوں شفق میں نول آفتاب آج

کیوں عرش فرش پر نہ گرے بے قرار ہو | کیوں تاب لا سکے نہ فلک دیکھ ظلم یو

مینا سے قد کوں شہ کے شکستہ کیا دیکھو | سنگیں دلاں نے ظلم کی پی کر شراب آج

- - - - - - - - - - - -

یارب بحق خواجہ کونین مصطفیٰ

یارب بحق فاطمہ ناموس مرتضیٰ

یارب بحق جملہ اماماں مجتبیٰ

بر لا ہر یک مراد امامی شتاب آج

(۱) اکبری۔

شہ کے ماتم کا سخن افسوس | غم سوں نیلا ہوا گگن افسوس
لہو میں دوبا ہے سب چمن افسوس | گل نے رنگین کیا کفن افسوس

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

اکبری جب یو مرثیہ بولے | سب سینہ کے کیواڑیاں کہولے
گوہر اشک رات دن رولے | جب سوں جاری ہوئیں (۹) افسوس

---

(۲) اصغر۔

جب چڑے لڑنے کوں قاسم تب کہے رو رو دولہن
اے نجومی سانچہ کہہ کس وقت یہ لاگی لگن
تجھے کہڑے کیسی یو مجہ کوں چہوڑ گئے ابن حسن
تحت چڑتے بخت اولٹے یہ ہوا کیسا سکن

....

....

ختم کر اب مرثیہ کوں بول اوٹہا رو رو شتاب
دولت دنیا و دین سوں مجہ کوں کرتا کامیاب
یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا ابو تراب
اصغر عاصی نے پکڑی شاہ قاسم کے چرن

---

(۳) ابوتراب۔

غم گیں گیا جہان حسین شبیر ہے دریغ | اس دن کہ سوں کائنات میں دلگیر ہی دریغ

زاہدی نے ملک دل کوں سہ اسم لیا زور | غم نے کیا ہی سینہ کوں تسخیر سے دریغ

ـــ ـــ ـــ ـــ

یوں کر پہرا ازل میں قلم اے ابو تراب | پہرتا نہیں کمان سیں چھوٹا تیر ہے دریغ

(اڈنبرا)

---

(۴) افصح ۔ تذکرہ شعرائے دکن ملکاپوری میں ایک شاعر افصح کا ذکر ہے ممکن ہے یہ وہی ہو۔

رہنما ہے تو جہان کا یا امام | پیشوا سب انس و جان کا یا امام

ـــ ـــ ـــ ـــ

ظاہر و باطن توہی ہے آشکار | کیا کہے افصح عیان کا یا امام

---

(۵) اکبر۔

ہے ہاے قاسم ہے ہائے قاسم | مارے تجھے کیوں ہر ہائے قاسم

ـــ ـــ ـــ ـــ

قاسم کوں یا اکبر روتا ہی آج اکبر | یہ غم ہوا جگر پر ہے ہائے قاسم

(کیمبرج)

---

(۶) احمد۔

صلواۃ بر محمد صلواۃ بر محمد | ہر دم بدم ہزاران صلواۃ بر محمد
یعقوب علی کے گہن کا موتی نبی کے من کا | زہرہ فاطمہ کے تن کا صلواۃ بر محمد

ـــ ـــ ـــ ـــ

بتلان ستیان کے کہون ان موتی مدن کے ولان | احمد سدا جو یون بولان صلواۃ بر محمد

(کیمبرج)

(۷) الفی ۔

تجہ غم سوں خم ہوا ہے گگس یا حسن حسین
روتا ہے روم شام و دکہن یا حسن حسین
سب جوہری ہوئے ہیں عزیزاں جہاں میں
تم ہو گوہر و لعل یمن یا حسن حسین

ۃ ۃ ۃ ۃ ۃ ۃ

نیزہ پر آفتاب جب آویگا حشر کون
الفی پہ سایہ کرنا تمن یا حسن حسین

(داڈبرا)

---

(۸) تحقیق ۔

قاسم اس رن میں بنا بنکے چلا جاتا ہے
تار سہرے کے دیکہو سر ین چہڑا جاتا ہے
بولے یو بیوہ دلہن دولا میرا جاتا ہے
گہر عروسی کا دیکہو ہائے لوٹا جاتا ہے

ۃ ۃ ۃ ۃ ۃ ۃ

سوناگر ہے تمین دولت ایمان کی طلب
نعمت فیض ہے اور بخشش یزدان کی طلب
رات دن دل پہ رکہو دیدہ گریان کی طلب
غم بہ حسین کا تحقیق سنا جاتا ہے

(داڈبرا)

---

(۹) تقی ۔

اے فلک ہائے یہ کیا ظلم سرادی ہے
کون کون آج تیرے ہات سین فریادی ہے
کربلا میں شہ کونین کے گہر شادی ہے
کیا اوسی گہر یہ یہ خونریزی و جلادی ہے

ۃ ۃ ۃ ۃ ۃ ۃ

شہ کے مداحی کا ہی فخر تقی کون یاران
نہ دم شاعری نہ دعوئے استادی ہے

(داڈبرا)

---

(۱۰) تراب ۔

العطش اے فوج اعدا العطش
العطش یک شربت ما العطش

آب خون شہ بہ محبان اسے تر آب | العطش ناہست دنیا العطش

(داڑ نمبر ۱)

(۱۱) جلیل۔

محرم چاند پہر آکر دیکھایا شام کلفت کون | شتا غم کی گھن میں آمد برج رسالت کون
جو شہ کا مرثیہ خوان ہی اُسے کیا ڈر گناہان کا | جلیل آوے حسین ابن علی تیری شفاعت کون

(کیمبرج)

(۱۲) حمیدی۔

کیون ہوا ماتم تیرا غم یا علی | غم سون جگ ہوتا ہی برھم یا علی
اوس دک کہوں افسوس کہ جگ میں سدا | جو انجہو جہڑتے ہیں شبنم یا علی

ہے حمیدی شاہ کا سون امیدوار
دے مرادان قبلہ عالم یا علی

(داڑ نمبر ۱)

(۱۳) داس۔

مارے ہیں ظالماں نے نبی کے رتن کون آج
گھائل کئے ہیں سورن میں مبارک بدن کون آج
لوہو منے نہلائے سو اوس گل بدن کون آج
ویران کر ظلم ستے اون کے وطن کون آج

مظلوم ہوگیا ہے جہان سون وہ شہ سوار
شہ کے دو کہون سین داس کے ہیں چشم اشکبار

روتا ہے یو دریغ حسین زار زار زار
مارے ہیں ظالمان نبی کے رتن کون آج

(راڈنبرا)

---

(۱۴) ولی ـ

آج نبی سون غمزدہ کہن ہائے حسینا | تم کو پالا مہر سون کہے وائے حسینا

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

دل جو یاد ل دانت کر سب تم پر سائے
دہاران لوہو کی تیغ سو برسائے حسینا

(کیمبرج)

---

(۱۵) رانہ ـ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے ـ

جلولی سیس کو یاران شہیدون کا گوارا ہی | بچشم یون دل سیں رو رو کہ یہ تابوت پیارا ہی

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

جو راز کوثر کے پیالی بہر کر نالا کہتا ہیں رو رو کے
حسین سرور چلو جگ سون خدا تمنا کو بلایا ہی

(کیمبرج)

---

(۱۶) سید ـ تذکرہ شعرا دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے ـ

اوس خاصہ خدا پر بولو سلام یاران | اوس لایق ثنا پر بولو سلام یاران
اوس ذات مصطفےٰ پر والیل اذا سجا پر | والشمس والضحا پر بولو سلام یاران

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

اوس فیض جا دوان پر فیاض مومنا پر | سلطان دو جہان پر بولو سلام یاران
اوس ہادی ہدا پر اوس پیر مقتدا پر | اوس کامل الدعا پر بولو سلام یاران

خالق کے طالبان پر احمد کے نائیان پر
سید کے صاحبان پر بولو سلام یاران

(راڈ نمبرا)

(۱۷) سیدن۔

ماہ محرم میں دیکھو چندا ہو ما لے آئیا
تارے گگن کے کوند کر سہرا جو شہ کون لا آئیا
کنکنا ستم کا باند کر دو کہہ کا او بٹنا تنکون لا
حیرت کے چوکے کے اوپر انجھوان سین تن نہلائیا
سیدن سفا شہ کا سدا میدان ترکرنے بدل
نینو کے مشکا اشک سون بھر بھر کے نت چھرکائیا

(راڈ نمبرہ)

(۱۸) سرور۔

آیا ہی چندر گہن پر ماتم کا | دھوم اوچا چو کدہن پر ماتم کا
پانی سرور حسن کون پلا یا | زہر بھیدا اتن میں پر ماتم کا

سرور شہان کے غم سون اس جیو کون
فدا کیا ہے چرن پر ماتم کا

(راڈ نمبرا)

(۱۹) سدری۔

ماہ محرم گہن پرن کا شور ہوا سب غم کا
کنج خفی سون شہ کے غم سے آگ لگی ہی جگ میں
جگ میں غم پر گہٹ ہوا یا ہانک بجا ماتم کا
تن میں دل انگار ہو سلگا یاد لسکا یک دم کا

- - - - - - - - -

ندا الست بربکم سن قالو بلا کہی سو
من رانی فقد رء الحق سن سدروں سوں دلگی
دہی بلا کربل میں آیا بالا شہ اکرم کا
سدری اب کیا پہر پہر پوچہی معنی اسم اعظم کا

(راڈنبرا)

---

(۲۰) سلیمین۔

بانو کہیں اب تجہ بنا یو حال دیکہاؤں کسے
جب وہ دولارا گود میں روتا تو میں لاتے گلے
اصغر میرا روتا نہیں میں آج سمجہاؤن کسے
وہ آج دستا نہیں میں اب گلے لاؤں کسے

- - - - - - - - -

دکہتا سلیمین آرزو کریو شفاعت حشر میں
تم بن وسیلا اے نبی حق سامنے لاؤں کسے

(راڈنبرا)

---

(۲۱) سلیمی۔

وطن آپس کا سو دیران کر خدا یا کیون
ہزار بار لکہی لکہہ کہ کو فیان دغا
حسین ابن علی کربلا بسایا کیون
نبی کے آل کو ہی ہی یو لو کہیا یا کیون

- - - - - - - - -

یہی مدام سلیمی کے دل میں ہی افسوس
کہ ہائے شہ کے گلے پر خنجر چلایا کیوں

(راڈنبرا)

---

(۲۲) شرف۔ اسپرنگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔

جا جبرئیل شہ کے خبر کر یا د سون کہہ
غربت بیکسی کون تون مشکل کشا سون کہہ

احوال آن شاہ رسل انبیا سون کہہ
تنہا پڑا حسین حسن مجتبا سون کہہ

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دنیا کے اس چمن میں شرف بول بار بار
آل عبا کا درد جو تہا دل میں خار خار

بلبل نمن یو شور و فغان کر ہو زار زار
ہر دم ہزار بار شہ اولیا سون کہہ

(ادنبرا)

(۲۳) شیدا۔

شہر بانو رو پوکاری ہائے اصغر کان گیا
یک گھڑی میں تل او پر کر میرا گھر کان گیا

داغ غم کا دل پہ میرے دیکے دلبر کان گیا
پالنا سونا پڑا ھے ناز پرور کان گیا

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہاتف غیبی نے شیدا مجہ گیا ہی یون پوکار
دولت دنیا نکی اوپر نہیں ہے ہرگز اعتبار

دوستی آل نبی کی رکھہ کہ ہونگا رستہ گار
دیکھہ تون جمشید و دارا و سکندر کان گیا

(ادنبرا)

دیگر

سواری آج ہے شہ کی دیکھو یاران محرم سون
چلے ہیں آہ مظلوماں بہت دکھہ درد ماتم سون

....

....

شفیع امتان کا غم لگا ھے تیرا اے شیدا
تمین فوارہ خون شہ ہزاروں داغ جگر سون

(کیمبرج)

(۲۴) صابر۔

اہل حرم سب روتے پھر آویں حسینا | چاندسا مکھڑا اپنا دکھلا دیں حسینا
ہمکوں اکیلا چھاڑکے کٹ جاویں حسینا | آکے تیمیاں اپنے کل لاویں حسینا

بی بی سکینہ روندی سمجھانویں حسینا

چاروں طرف سوں آپڑے دشمن گے گھیرے | یارو برادر سب شہید آج ہو گیئے تیرے
لوٹینگے اندر کربلا حیدر کے کیئے ڈیرے | حضرت کلثوم روئے دل جانی میرے

میرا غم دکھ درد سوں سن جاویں حسینا

تیرے در پر آپڑا یو صابر مسکین | دکھہ سوں غم سوں درد سوں دل وجان غمگیں
روتا ہے ہردم درسوں اوسکوں ہوہن آمین | دلکی مراداں بخش کر بخشش ایمان اور دین

اوسکے مطالب لطف سوں برلاویں حسینا

(راڈ ہنرا)

---

(۲۵) صلاح۔

اے محبان بے سبب مارا گیا سلطان چرا | خاندان احمد مرسل ہوا ویران چرا
پردہا آیا واسباب الم موجود شد | آب نہر دو بن باوجود این ہمہ سامان چرا

لطف شاہ کربلا ہے شامل حالت صلاح

روز محشر می شوی محروم از احسان چرا

(راڈ ہنرا)

دیگر

اے دریغا سبط پیغمبر گیا ہے الوداع | یادگار حیدر صفدر گیا ہے الوداع
لذتے از زندگانی نیست مجکوں اے صلاح | زانکہ میرا ہادی و رہبر گیا ہے الوداع

(کیمبرج)

---

(۲۶) صوفی۔

اوس کربلا کے بن میں ہے گم سان جدا جدا
زخمی ہو تڑپتے ہیں شہیداں جدا جدا

دہر کہیں پڑا سیس کہیں دست و پا کہیں
ہر یک لوہو کے تہل میں ہے غلطان جدا جدا

ہر ذات پاک حسن و حسین از کمال حیف
صوفی ہے ہر دو نام کا قران جدا جدا

(اڈنبرا)

---

(۲۷) صالح

افسوس گرارن میں دو جان جہان آج
پیاسا گیا مارا دو جگ کا پران آج

منقول ہے جب لے چلے اولاد نبی کون
دکھلائن شہیدان کی شہادت کے مکان کون آج

جب حضرت زینب کی پڑی رن میں نظر جائے
یک بار گری اونٹ سوں بہائی کون پہچان آج

بیتاب ہو نعرے سوں پوکارے کہ میرے بہائی
چون چاند گیا اپنی شہادت سون قربان آج

اے سید کونین تون صالح پہ نظر کر
روتا ہے کھڑا غم سوں ترے باد دل و جان آج

(اڈنبرا)

---

(۲۸) صفی۔

رہا ہے شہر ماتم کا رچا ہی بیاہ قاسم کا
شہ سلطان عالم کا رچا ہی بیاہ قاسم کا

صفی از سوزش قاسم جلا ہی سینہ عالم
ہے ہر ہر طرف ماتم رچا ہی بیاہ قاسم کا

(کیمبرج)

(۲۹) طاہر

یا علی رن سیں حسین اپنے بنی کون لانے تم چلو
سر جدا تن سیں پڑا اوسکوں ملانے تم چلو

زخم ہا کاری اوپر مرہم لگانے تم چلو
خاک و خوں سینہ بھرا اوسکو دھولانے تم چلو

روز محشر کوں اوٹھ آویں گے خلائق مل کے سب
لے ملائک نامہ اعمال کوں دیوینگے جب

شاہ دین سرور حسین تامے کتیں کہو لینگے تب
لطف سیں آج طاہر کوں چھوڑانے تم چلو

(داڈبزا)

---

(۳۰) عین الدین ۔

شہ بن روتے آج کیوں سر مار سکینہ | داغ جدائی کا گلے کر ہار سکینہ
شہ نے کہا ہے کربلا گلزار سکینہ | روکے آپ کون یون کہا ہر بار سکینہ

قید بلا میں دیکھ اہل بیت کوں یا رب | کرتے لعنت ظالماں پر جن و بشر سب
عین الدین توحید کا کہون دل نہ جلے اب | شمع صفت ہے نخل آتش بار سکینہ

(راڈبزا)

---

(۳۱) علی

اے دوستان امام احمد پہ کہو درود | بحر سخا و کان و کرم پہ کہو درود
ناحق کیا شہید یہ زہر و دگر بہ تیغ | دو کشتگان جور و ستم پہ کہو درود

کرتا ہے صبح و شام علی مرثیہ رقم
اوس نکتہ دان لوح و قلم پہ کہو درود

(اڈنبرا)

(۳۲) عترت -

اوس شاہ رہنما پر بولو سلام یاران	اوس قبلۂ دعا پر بولو سلام یاران
محبوب مصطفےٰ پر زہرہ کے دلربا پر	حیدر کے مہ لقا پر بولو سلام یاران

اوس معدن صفا پر آئینہ خدا پر
عترت کے کدا پر بولو سلام یاران

(اڈنبرا)

(۳۳) عسکری -

اول اوس نور خدا کوں جا صبا پہونچا سلام	لائق حمد ثنا کون جا صبا پہونچا سلام
عسکری ہیں عالم علم لدنی باکمال	عارفان کے تاج کو جا صبا پہونچا سلام

(اڈنبرا)

دیگر

حیف انبا (؟) سوں شہ عالیجناب	العتش کہتا گیا ہو بہر آب

(کیمبرج)

(۳۴) عطا -

محرم کا بھی چاند آیا دریغا	خبر شہ کے ماتم کی لایا دریغا

خبر شہ کے غم کی سبون کون سونایا　　فلک سوں دوعالم پہ دہایا دریغا

کہا مرثیہ شہ کا رو رو عطا نے
سونا کر جہان کون رولا یا دریغا

(اڈنبرا)

(۲۶۵) عنایت۔ تذکرۂ شعرار دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

جم ہوا غم شہ کا جم کون دل پہ خون غم جم ہوا
جم ہوا جام سکندر کون جام جم ہوا
جم ہوا خون ریز جگ سون اشک چون لعل و گوہر
جوش کہا خون دل سوں او بلے میں قلزم ہوا

غم ہوا تجہ میں عنایت تو شہی غم میں ہوا
اس غم انکے کوئی غم نہیں غم مج پہ یو قائم ہوا

(اڈنبرا)

دیگر

شہادت کی قبا پہرے حسینا یا حسن رنگی
لہو لالاں سنے رو یا سو ہوے بن بن چمن رنگی

عنایت دل کے ریزے کر لو ہو میں تر کیا سالم
مگر زنگ ریزے سون غم کئے ہیں جگ کے من رنگی

(کیمبرج)

(۳۶) عارؔف چمنستان شعراء میں اس شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے دل پر یو دوکھ ہے بہاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو
علی کے نینان سون اشک جاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

حسین کے غم سون ملک ہو گریاں فلک پہ جل بل جگر ہو بریاں
بتول رو رو کرے تھے زاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

کہتا ہے عارف شہاں کا ماتم حسینو کے غم سون دو جگ ہی برہم
لگے ہیں دل پر سجن کٹاری خدا کے سون اے خدا کے لوگو

(داڈنبرا)

---

(۳۷) عزؔ۔

واتظلما تشنہ لب گیا شاہ کربلا واتظلما
شیون از زمیں تا فلک پڑا واتظلما واتظلما

سامعے شنو قصۂ ستم میکنم بیان واتظلما
کز زبان حسین شاہ دین حسن آب سم پیا واتظلما

عزؔ تا مکن بیش ازیں رقم شعر این ستم واتظلما
طاقت نماند از زبان دگر تا جگر جلا واتظلما

(داڈنبرا)

---

(۳۸) عابدؔ

جب دشت کربلا میں شہ پر بلا کھڑی ہے
تب تہیں دو جگ میں یاران یو کھل بل پڑی ہے

ماتم کی ہانک وشہ گر پاتال لگ خبر دے
ساتوں طبق فلک پر یک پل میں جا چڑی ہے

کیجن خوشی سون نہ دن ماتم سون شہ کے یاران
دل ہوش میں کلانے یو غم اکن پڑی ہے

عابد کے دو نین یوں میں غم سوں اشک ریزان
برسات میں جون ساون بہادو نکی نت جھڑی ہے

(راڈ نبرا)

---

(۳۹) عزلت ۔ جن کا ذکر صفحات ماقبل میں ہو چکا ہے ۔ انہوں نے مرثئے بہی لکہے ہیں ۔

(۱) مصیبت مصطفےٰ کا جان آج   خاک پر بے سر پڑا بے جان آج

ہے غلام اے شاہ عزلت نت ملول
دے اثر او سکے سخن کون یا رسول

روح الامین کون حق نے کہا کربلا کون جاؤ   میرا سلام فاطمہ کے لال کون سناؤ

(راڈ نبرا)

---

(۴۰) غلامی ۔ کسی تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے ۔ مگر مولف اردو شہ پارے نے تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے ۔ دور آصفیہ کا یہ بڑا زبردست مرثیہ گو تہا ۔

دوہرا غم آکے گھیرے گا شاہ زمن کون آج | جلوہ میں کیون بٹھاتے ہیں ابن حسن کون آج
گھونگھٹ میں سوگ آن پڑیگا دولہن کون آج | قاسم خدا کیواسطے مت جاتون رن کون آج

غلطان بخون ہوئے ہیں سب احباب اقربا | باندہے کمر زبہر شہادت وہ مقتدا
قاسم نے اذن حرب طلب کرکے یون کہا | عمو نہ جاوان کون رضا دو ہمن کون آج

رحلت کے دن پدر یو وصیت کیا مجہے   تجہ پر نثار ہو نے نصیحت کیا سب مجہے

تاکید کر کے کام کی رخصت کیا مجھے | یہ سن انجھو حسین شہ نے کئے پر نین کون آج

بولے اگر تجھے یو وصیت کیا پدر | حق میں تیرے مجھے بہی جو کے وہ نامور
لاؤں بجا میں حکم برادر توں کر صبر | یو بات کر طلب کئے سرور بہن کون آج

خیمہ میں اپنے لایا وہ دولہن کون نوجوان | ہل من مبارز اہل ستم بولے ناگہان
دست عروس چھوڑ کے قاسم ہوئے روان | بولے خدا کون سونپ چلا ہون تمن کون آج

- - - - - - - - - - -

ہرگز نہ رکھ توں خوف غلامی زجاسدان | آل عبا حسین توں مدد مانگ ہر زمان
دکھلاویں کربلا تجھے آخر دو سروران | جو آرزو ہے کہہ توں حسین و حسن سوں آج

دیگر

آج بے سر بدن تیرا قاسم | بن میں غلطاں ہے تن تیرا قاسم
لہو بھرا پیراہن تیرا قاسم | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

- - - - - -

کر غلامی اوپر کرم اپنا | کربلا میں اوسے بولا شاہا
ہے ازل سوں غلام حیدر کا | حیف ہے یو لگن تیرا قاسم

دیگر

یاران جہان حسین آج شہ کربلا چلے | دنیا سیں یادگار رسول خدا چلے
(داڈہیرا)

---

(۴۱) غالب۔ تذکرہ کریم الدین (طبقات الشعرا) میں ان کا ذکر ہے۔

یہ محرم سے چاند ماتم کا | ماتم شاہ ہر دو عالم کا
نور چشم نبی علی زہرا | یعنی سر اسم اعظم کا
او شہ دین پنا امام حسین | مظہر حق شفیع آدم کا

زخم کاری یو غم کا اے غالب
لا دوا ہے چہ سود مرہم کا

(اڈنبرا)

---

(۴۲) غمگین۔

آج نکلا پھر گگن پہ غم سوں خم ہو یوں ہلال | کربلا کے حادثہ میں ہیں نبی کے پاک آل
تھا حسن کے باغ جان کا شاہ قاسم نونہال | تخت جلوہ کے گگن میں چھوچہ نکھنا کہ پڑال

- - - - - - -

آج غمگین برج بارہ دکھ سوں روتا آسمان
آج سر زالعرش کرسی ورزمیں کے سب جبال

(اڈنبرا)

---

(۴۳) فائز۔

کئیں شاہ زین العباد کیا کروگے | میرے بعد ہوئیگا جفا کیا کروگے
کٹے گا میرا جب گلا کیا کروگے | مجھے دیکھ تم سر جدا کیا کروگے

- - - - - - - -

ہے فیض حا شمم سوں فائز نے پایا | کہ سیا بٹل شہ کے غم میں جلایا
فائز جس کے من بسے سرور کائنات گ | دین دنیا کا کیہا پرائے........ (؟)

---

(۴۴) فتح اللہ۔

دن بیاہ کے شامیان نے قاسم نبی کون مارا | بستا جو گھر حسن کا کر ظلم سون ادارا
دولہن نے توڑ سہرا سرپیٹ یون پوکارا | کہون میں چھوڑ مجکون دولا کہان سدھارا

- - - - - - - -

گریاں ہو فتح اللہ کہنے مسون اس بیان کے | روتے ہیں وا حسین کہہ مخلوق دو جہان کے
اس دو کہ سون جھک پڑے ہیں یہ طبق آسمان کے | گویا زمین کے اوپر محشر سے آمت کارا

(راڈ نبرا)

---

(۴۵) فضل۔

اب قضا آئی ہے لیکر شہ کے ماتم کی بہار | زخم کاری شہ کے تن پر کھل رہے ہے جو گل انار
خون کی کیاری بھر رہی ہی درمیان کارزار | آج کٹیں بیاک نکلا سے علی کا یادگار

- - - - - - - -

شاہ کربل فضل پر دیکھو مدد ہر آن ہیں
آج تجکون خوف نہیں بگذرد از روز شمار

(راڈ نبرا)

---

(۴۶) قایم۔

کربلا کا جیب کیا شہ نے خیال | تب ہوئے اہل حرم غم گیں کمال
سب توڑیں رو رو کے اپنے سر کے بال | تم بنا ہوئے گا ہمارا کیا حوال

- - - - - - - -

آج ہے ماتم میں قائم دہر تری (؟)
نوعروسی پر پڑا غربت کا حال

(راڈ نبرا)

---

(۴۷) قطب۔

یا نبی شہ کون جا کربل سوں لانے تم چلو | فاطمہ مادر کون مون اسکا دکھانے تم چلو
آج بانو غم میں ہیں اونکو منانے تم چلو | دے دلاسا اپنے سینے سوں لگانے تم چلو

- - - - - - - - - - - -

ہو شفیع محشر میں مجکون یا محمد دستگیر | کہ قطب ابن حسن ہیگا گناہوں میں اسیر
حب اہل بیت سوں رکھتا ہوں دل اپنا سبز | ہون شفاعت خواہ میں مجکون چھوڑانے تم چلو

(اڈنبرا)

---

(۴۸) قربان علی۔

آج رورو کہین حرم سرور چلے سو کان چلے | الوداع ہو نور پیغمبر چلے سو کان چلے
گھر سین وہ دلبر حیدر چلے سو کان چلے | ہو کے پیاسے ساقی کوثر چلے سو کان چلے

- - - - - - - -

جگ میں قربان علی پایا اوسی غم سوں شرف | فقر پایا یو سیاہی بانتہ تازی معترف
روضۂ جد سوں نکل کر شہوار لوکشف | سید الکونین وہ سرور چلے سو کان چلے

(اڈنبرا)

---

(۴۹) قربان چمنستان شعراء میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

پھر آیا ماہ غم افسوس افسوس | شدہ ظلم و ستم افسوس افسوس

- - - - - - -

نہ تھا در کربلا قربان ہوتا | فدائے آن قدم افسوس افسوس

(کیمبرج)

---

(۵۰) کمتر۔ چمنستان شعراء میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے اور تذکرہ شعراء دکن میں بھی ذکر ہے۔

گل محمد کے چمن کا یا حسین — سو رۂ حیدر گگن کا یا حسین

جم ر کھو شہ مجہ اوپر اپنا کرم — ہوں تیرا بندگان کمتر یا حسین

(کیمبرج)

(۵۱) گلذار۔

آیا محرم جگ منے بہی میکہ ڈنمبر سوار ہو — باران رحمت کا ہتی ہمیسے سمان نردہار ہو

گرجے گگن پر میکہ لا کجہ ماتمی ہو کر کڑکڑا — بجلی کے آنکس کہا کہڑار و تا ہی زار دن زار ہو

فوجان برہ کے باندھ کر سب مومنا نکے دل اوپر — آنجہو سوں عالم لہو سے چوندہر کیا گلذار ہو

صف باندھ کر حوران ملک قوس قزح کا کر محل — دونوا نکہیان کون کہولکر رونے لگا یکبار ہو

پرنور بہاران غم ہوا عالم کون کل ماتم ہوا — اسد لیش ہیش وکم ہوا سب ماتم سینار ہو

سینہ چمن کا چاک ہی گل غنچہ سب غمناک ہی — موزے کے موہ پر خاک ہی ہر دم ہزاران بار ہو

رنگین شفق کے جہول کر زنجیر دہارانکی جکڑ — بادل کے ہاتہی چور کر بجلی کے چرخی دار ہو

گلذار غم کا بار ہے جنگل میں سب گلذار ہی — گلذار آتش بار ہے پر خوں لالہ زار ہو

خورشید جلبل راکھ ہو بلبل سوں جنکی جو جہتی — ڈالے چنند رنے گل منے تارانکی کفنی پہار ہو

(اڈنبرا)

(۵۲) لطف۔

افسوس روز حشر میں روئیں گے فاطمہ — خونین کفن حسین کا لاوین گے فاطمہ

داردامید (؟) روز جزے لطف

کوثر کا جام بہر کے پلاونگے فاطمہ — (کیمبرج)

(۵۳) موسیٰ۔

اے صبا آل نبی پر کیا توں لے آئی بلا | اے صبا کاٹیگی کل کربل منے شہنشہ کا گلا
اے صبا مظلوم ہو سلطان دین بے سر چلا | اے صبا اہل حرم کا تاج سر ستے ڈہولا

- - - - - - - - - - - -

فاطمہ کے نور دیدوں کا تصدق یا رسول | یو دعا موسیٰ کی تجہ درگہ منے رکہہ یو قبول
مہربان ہو داخل جنت کریں حضرت بتول | اے صبا امت کے کارن باب رحمت کا کہولا

(داڈنبرا)

---

(۵۴) مسیحا۔

کہتی ہیں فاطمہ اے علی تم نجف سوں جاؤ | بیکس پڑا حسین میرا کربلا سوں لاؤ
ٹاکے تنگ کے بانٹہ ہر یک زخم کوں سلاؤ | بانو کوں کہو کہ غم میں سکینہ کو مت رولاؤ

- - - - - - - - - - - -

ہوکر شفیع کر کے محمد سوں التماس
محشر میں یا حسین مسیحا کے تیں چہڑاؤ

(داڈنبرا)

---

(۵۵) محبان۔

غم سوں دل چاک گریبان نہ ہوا تہا سو ہوا | مینا ایسا کبہی بر کریان نہ ہوا تہا سو ہوا
شاہ سرور سنو حیران نہ ہوا تہا سو ہوا | خانۂ احمدی ویران نہ ہوا تہا سو ہوا

- - - - - - - - - - - -

تازیہ شہ کا عزیزان رکہو دل بیچ مدام | ہوا حصے مرثیہ تازا سنو از صدق تمام
شاہ دین اپنی شفاعت کرین گے روز قیام
مرثیا ایسا محبان نہ ہوا تھا سو ہوا

(داڈنبرا)

---

(۵۶) معتبر خان۔ اس نام کے ایک شاعر کا ذکر فتح علی گرویزی نے کیا ہے۔

مہ تو کس سبب لاغر ہوا کہو کس پہ کیا غم ہے
پچھانا درد کی صورت سو یو ماہ محرم ہے
لباس نیلہ گوں گردون کی تن پر رنگ ماتم ہے
نپوچھو نرگس بیمار کے انکھیان پہ شب غم ہے

(۵۷) ماتمی۔ ان کا تخلص بکل بھی تھا۔ مرثیہ میں ماتمی تخلص کرتا۔ شفیق اور گرویزی نے[(اڈنبرا)] ان کا ذکر کیا ہے۔

کربل کے کشتگان کی خبر لو علی ولی | جنگل کے تشنگان کی خبر لو علی ولی
سردار انس و جان کی خبر لو علی ولی | کل اپنے خان دمان کی خبر لو علی ولی

- - - - - - - - - -

روتا ہے ماتمی ہو تمارے عزا کون دیکھ
بے نام و نشان کی خبر لو علی ولی

(اڈنبرا)

---

(۵۸) معجز۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

نبی کے نور نین پر کہو درود و سلام | علی کے سرو چمن پر کہو درود و سلام
اسیر درد محن پر کہو درود و سلام | شہید سرخ کفن پہ کہو درود و سلام

- - - - - - - - - -

ہمیشہ مصرع معجز رہو از بن غم ناک
شبیہہ زین و من پر کہو درود و سلام

(اڈنبرا)

(۵۹) مسیح الدین۔

اے محبان شاہ سرور پر سلام | دو شہان امت کے رہبر پر سلام

- - - - - - - - -

یہ مسیح الدین قنبر کا غلام
پھر کہیگا شاہ اکبر پر سلام

(اڈنبرا)

---

(۶۰) مبتلا چمنستان شعرا اور تذکرہ شعرا دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے۔

غم سوں کملائے سب چمن کے گل | بلکے جل گئے چوکدھن کے گل
حیف یاران کیوں کئے کملا | مصطفٰے کے انجمن کے گل

- - - - - - - - -

مبتلا اس دو کھہ سیں روتا
ہر کر دستے یونیں کے گل

(اڈنبرا)

---

(۶۱) مصلح الدین۔

گل ہوئی اس درد سوں شمع شبستانے حسین
سب حرم پر ؟ بدل ہے سخت حیرانی حسین
روز و شب تج جگ کون تیری یاد کے او راد ہے
ہے دعا تجہ نام کے ہر یک کو سر بانی حسین

- - - - - - - - -

کمترین کمتر مصلح الدین تمارا ہے غلام

دمبدم ہوتا ہے تم پر جیو سو قربانی حسین

(داڑنبرا)

---

(٦٢) کہن۔

آیا محرم کا چندر غم کے تڑنگ پر سوار ہو
آسمان کے میدان پر آکر کھڑا خم دار ہو
پوڑ ہی لگی افسوس کے مارے جو نعری آہ کے
اوس شاہ کے درشن بدل ہیگا پھرے بیزار ہو

آ شاہ خواب میں بولے کہن رہ شادمان
ھم دین و دنیاں میں مدد تجہ کون ہیں نت شار ہو

(داڑنبرا)

---

(٦٣) مسکین۔

جب سون آغاز کیا حق نے دستور سلام | تب سون اول ہی محمد پہ ہی منظور سلام
وو محمد کہ ہنوز آدم و حوا بھی نہ تھے | اوسکون اول سیتے بھجا تا تھا با نور سلام

کا شکہ چہار دہ معصوم کی سب کے طفیل
ہووے اس عاصی مسکین کا منظور سلام

(داڑنبرا)

---

(٦٤) مدحی۔

یاران دو جگ کے شاہ پر صلواۃ سب کہو | معنی لا الہ پر صلواۃ سب کہو

بھیجے درود مدحی مداح دم بدم
ان سارے قبلہ گاہ پہ صلوات سب کہو

(کیمبرج)

(۶۵) معصوم ۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے شاعر کا ذکر ہے ۔

آیا دلا محرم سب جا عزا ہوتا ہے | ارض و سما بماتم نیلی قبا ہوتا ہے

تار و زرِ حشر معصوم از قتل شاہ مظلوم | چون شمع رشتہ جان از صدق دل جلا ہے

(کیمبرج)

(۶۶) منعم ۔

کربلا کے ان بہتر لشکر شکن کا کوچ ہے
دل کا سجا یا سوگ کا بولے ہمن کا کوچ ہے

ماتے جیا ہوا کرہا آنسوں سین تن کون دھو رہا
منعم سدا حیدر ہار تیو ہمن کا کوچ ہے

(کیمبرج)

(۶۷) مستقیم ۔

تشنہ لب رن میں کون آل پیغمبر ہوتے | حاضر اس وقت اگر ساقی کوثر ہوتے

مستقیم اس غم جان سوز کو گر لکھتا تب
نہ فلک سچہ قلم اہ کے دفتر ہوتے

(کیمبرج)

(۶۸) مخلص۔

الوداع ہو الوداع ہو الوداع | الوداع اے دوست داران الوداع

مخلص مرن سون تماشہ اچھو ہاتھ تے اکنو ڈہرا
صد بار سراوپر یہ غم کا ارا الوداع

(کیمبرج)

(۶۹) موالی۔

محرم ہے محرم ہے محرم | کرو برپا محبان شغل ماتم

موالی پہ تو شاہا لطف کر لطف
برارو حاجتش داور دو عالم

(کیمبرج)

(۷۰) نظر۔

یاران ہزار حیف رسول خدا نہیں | اور فاطمہ علی و حسن مجتبا نہیں
تنہا حسین رن میں کوئی آشنا نہیں | بازو نہیں رفیق نہیں دلربا نہیں

اڑا سچاڑ کہا کے اوٹھی بول سب جنے
بابا تیرا شہید ہو پونچا ہے حق کنے
سوگند ہے خدا کی تیرا بابا یہ جگ منے
درا نہیں دریغ نہیں جرتا نہیں

کہنے لگا ہی جب سون الم کے نظم میں بیت | دنیاں کون دل سون سب کے تون بول اس الم من بیت

دو جگ میں نظر کوں بجز حب اہل بیت
مقصد نہیں مراد نہیں مدعا نہیں

(راڈ نبرا)

---

(۷۱) ندیم ۔ بیجاپور کے مشہور شاعر ہیں ۔ آگاہ نے ان کا ذکر کیا ہے ۔

ہے ہے اصغر ابن حسین سونا تیرا پالنا
رو رو بانو کرتے ہیں بین سونا تیرا پالنا
تجہ بن بانو ہیں بے حال لہویں بکہرے کے بال
کہتے ہی ہی میرا لال سونا تیرا پالنا
تہا تو شہ کا من کا چاؤ مجہ دکہیا کے من کا بہاؤ
کاری ہی مجہ دل پہ گہاؤ سونا تیرا پالنا
تہا جو تجہ پر ایسا گھات مجہ کوں بی لیجا نات
اصغر مجہ سوں کر کچہ بات سونا تیرا پالنا
تہا مجہ دل میں یہ ارمان سالگرہ کرتی سامان
تجہ کوں تہا یہ برس تدان سونا تیرا پالنا

غم سوں تیرے روؤں زار اصغر اصغر کروں پکار
جیونا مجہ کوں ہی دشوار سونا تیرا پالنا
آج ندیم اس غم کے بین کرتا انجھواں بھر کر نین
اصغر شہ کے نور العین سونا تیرا پالنا

(راڈ نبرا)

(۷۲) ندا۔ اسیر نگر نے اس تخلص کے ایک دکھنی شاعر کا ذکر کیا ہے۔

اوڈا محبوب رب العالمین اوپر سلام | اس حبیب اللہ ختم المرسلین اوپر سلام

خشک لب خستہ جگر تشنہ دہن مغموم جان | سر بریدہ کشتۂ شمشیر کیں اوپر سلام

بعد ازاں کہہ اے ندا ہر روز و شب دائم لسے مدام
شاہ کے قبۂ مبارک اور زمیں اوپر سلام

(ادنبرا)

---

(۷۳) نعیم۔

شہ کئیں صبا تو روز جد کون سلام کہنا | بے دفن و بے کفن کا جا کر پیام کہنا
سر کاٹ ظالموں نے تن سے جدا کیا ہے | سر تو چلا سفر کوں تن کا مقام کہنا

تیرے نعیم دل پر ہے نقش بندگی کا
کہنا دو کہہ سین ہر روشہ کا غلام کہنا

نو ۲۶ ک

(اڈنبرا)

(۷۴) ہوشدار۔

آج رو کہتے سب حرم سرور ہمارے کیا ہوئے | احمد مختار کے دو جیو کے پیارے کیا ہوئے

رو کے کہتا یاد کر اپنے کنا ہا ہوشدار | عاصیان کے وہ شفاعت کرنے ہارے کیا ہوئے

(اڈنبرا)

(۷۵) ہوشیار۔

کروافسوس اے نازان حسین کاآج منجا ہے — یون غم کے دل پہوٹے خاران حسین کاآج منجا ہے

صدق سون شاہ کا ماتم کیا ہوشیار ہیں ہردم
زجان وائے ستے ہم حسین کا آج منجا ہے

(دکمبرج)

(۷۶) ہاشم۔

ظالمان شہ کون مدینہ پہر کے جانے نہیں دے
جدکے روضہ جا کے حال اپنا سنانے نہیں دے
طفل پیاسی تلملے پانی پلانے نہیں دے
دکہہ میں سرور کے یتیماں کو سولانے نہیں دے
تھا اے ہاشم مجہ کو عظمت ترک اشعار جدید
سبکے ہے دل میں درد حسین شہید
اشک طفلان ہو دامن گیر ماتم کر مزید
لوح دل سیں یو سطر غم کے مٹانے نہیں دے

(اڈنبرا)

(۷۷) یاد۔ تذکرہ شعرائے دکن میں اس تخلص کے ایک شاعر کا ذکر ہے۔

حضرت نبی اپنے نواسیان کی خبر لو — ہیں چورن میں گہائل زخمان کی خبر لو

اے یاد زار غم سون اماماں کے اس دن — اس غم زدیان کے حال پریشان کی خبر لو

(دکمبرج)

خاتمہ صفحات ماقبل میں دکھنی نظم و نثر کے مختلف دور کے نمونے پیش ہو چکے ہیں ان سے نہ صرف مخطوطات کی حالت منکشف ہو سکتی ہے بلکہ دکن میں اردو کی تدریجی ترقی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

مجھے اس امر کا دعوی نہیں ہے کہ میں کوئی انشا پرداز یا مضمون نگار ہوں اور نہ مجھے زبان دانی اور سخن فہمی کا لاف ہے۔ ایک سالہ قیام یورپ میں جو کچھ مواد فراہم کیا تھا وہ ہدیۂ ناظرین کر دیا گیا ہے۔ نظم و نثر کے انتخاب میں خاص طور سے یہ امر پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کہ اصل مخطوطہ میں وہ جس طرح درج تھا وہ بجنسہ نقل کیا جائے اس لئے اکثر مصرعوں اور شعروں میں غلطیاں ہیں جن کو عمداً رکھا گیا ہے تا کہ کاتب مخطوطات کی حالت پیش نظر ہو جائے۔ اور پھر کلام کے انتخاب میں اس شاعر کا بہترین کلام منتخب نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے بلا لحاظ ایک مختصر انتخاب بطور نمونہ پیش کر دیا گیا ہے۔

پیش نامہ میں جن اصحاب کے اسمائے گرامی اظہار تشکر میں درج کئے گئے ہیں ان میں ایک دو نام سہواً متروک ہو گئے تھے۔ یعنی جناب ڈاکٹر المالطیفی صاحب سابق ناظم تعلیمات سرکار عالی جو میرے قیام لندن کے زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے خاص طور سے سر ڈینسن راس سے میرا تعارف کرایا تھا۔ اور دوسرے مولوی محبوب علی طاہر صاحب جن سے بھی مجھے مدد ملی۔

ناشکر گزاری اور احسان فراموشی ہوگی اگر میں دوبارہ عالیجناب نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر اور جناب نواب مسعود جنگ بہادر کے اسمائے گرامی نہ لوں جن کی خاص توجہ اور مہربانی کے باعث میں اپنے اہم مقصد میں کامیاب ہوا اور آج یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ اور نیز جناب مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی و مال و ملکی کا ذکر ضروری ہے جن کی عنایت اور نوازش میرے لئے باعث امداد اور رہبری ہوئی۔

آخر پر مجھے افسوس ہے کہ میرے قیام یورپ کے زمانہ کو تین ماہ کی بھی توسیع نہیں دی گئی جس کے باعث جرمنی کے کتب خانوں سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

خدا سے دعا ہے کہ میری اس ناچیز کتاب سے ہمدردان اُردو مستفید ہوں۔
وما علینا الا البلاغ ۔ فقط

ہاشمی

ضمیمہ (الف) فہرست کتب (اصل مخطوطات کے علاوہ جن سے فراہمی مواد میں مدد لی گئی)

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	زبان	مطبوعہ یا مخطوطہ	کہاں ہے
۱	۲	۳	۴	۵	۶
	کیٹلاگس				
۱	فہرست اردو مخطوطات انڈیا آفس	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۲	فہرست اردو مخطوطات برٹش میوزیم	بلوم ہارٹ	انگریزی	مطبوعہ	برٹش میوزیم
۳	فہرست فارسی مخطوطات انڈیا آفس	ایتھے	"	"	انڈیا آفس
۴	فہرست فارسی مخطوطات برٹش میوزیم	ریو	"	"	برٹش میوزیم
۵	فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان	اسٹوارٹ	"	"	اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن
۶	فہرست کتب خانہ توپخانہ اودھ	اسپرنگر	"	"	"
۷	فہرست عربی فارسی اردو مخطوطات اڈنبرا یونیورسٹی	محمد شرف الحق، ایتھے، رابنسن	"	"	اڈنبرا یونیورسٹی
۸	فہرست مخطوطات عربی فارسی و اردو کیمبرج	براون	"	"	کیمبرج یونیورسٹی
۹	فہرست مشرقی مخطوطات بوڈلین لائبریری آکسفرڈ	ایتھے	"	"	بوڈلین لائبریری آکسفرڈ
۱۰	فہرست مشرقی مخطوطات ایٹن کالج	مارگولتھ	"	"	ایٹن کالج
۱۱	فہرست مشرقی مخطوطات رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)		"	"	رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

نمبر	نام کتاب	مصنف	زبان	کیفیت	مقام
۱۲	فہرست ہندوستانی مخطوطات (پیاریس)		فرنچ	مطبوعہ	ببلیاٹیک دی نیشنل پیاریس
۱۳	فہرست اُردو مخطوطات کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	محمد عبدالقادر صاحب سروری	اُردو	〃	مملوکہ راقم
۱۴	فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن		〃	〃	〃
۱۵	فہرست کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر	×	〃	قلمی	〃

تاریخ

نمبر	نام کتاب	مصنف	زبان	کیفیت	مقام
۱۶	تاریخ قطب شاہی	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم لندن
۱۷	حدیقۃ السلاطین	نظام الدین بن عبداللہ شیرازی	〃	〃	〃
۱۸	بساتین السلاطین	ابراہیم زبیری	〃	〃	〃 و انڈیا آفس
۱۹	فتوحات عادل شاہ	قزوینی استرآبادی	〃	〃	〃
۲۰	احوال سلاطین بیجاپور	پیرزادہ غلام محی الدین	〃	〃	〃
۲۱	تاریخ حاکمان ہند	؟	〃	〃	انڈیا آفس لندن
۲۲	تاریخ ہفت کرسی	؟	〃	〃	〃
۲۳	تاریخ علی عادل شاہ	قاضی نور اللہ	〃	〃	〃 و راقم
۲۴	سوانح دکن	منعم خان اورنگ آبادی	〃	〃	〃
۲۵	تذکرۃ البلاد والحکام	حسن علی کرمانی	〃	〃	مملوکہ راقم
۲۶	تاریخ دل افروز	جوہر	〃	〃	برٹش میوزیم لندن

۲۷	تاریخ احمدی	مولوی احمد صاحب	فارسی	مخطوطہ	مملوکہ راقم
۲۸	انور نامہ	محمد اسمٰعیل ابجدی	//	//	//
۲۹	تاریخ والاجاہی	×	//	//	//
۳۰	نشان حیدری	حسن علی کرمانی	//	//	کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن
۳۱	نورس نامہ گلشن ابراہیم (تاریخ فرشتہ)	(ابوالقاسم فرشتہ)	//	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۳۲	حدیقۃ العالم	میر عالم	//	//	//
۳۳	گلزار آصفیہ	غلام حسین خاں	//	//	//
۳۴	تزک آصفیہ	میر احمد علی موسوی	//	//	//
۳۵	واقعات سلطنت بیجاپور	مولوی بشیر الدین احمد	اردو	//	کتب خانۂ آصفیہ
۳۶	تاریخ رشید الدین خانی	غلام امام خاں	//	//	مملوکہ راقم
۳۷	حیدر نامہ	؟		مخطوطہ	انڈیا آفس
۳۸	تاریخ ارکاٹ	مولوی صفی الدین صاحب مرحوم	//	//	مملوکہ مولوی محمد غوث صاحب
۳۹	عہد سلف	مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم	//	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۴۰	مقالہ مرتضیٰ	//	//	//	//
۴۱	سلسلۂ آصفیہ تاریخ دکن	عبد الغفور خان	//	//	//
۴۲	صنادید دکن	سید علی اصغر بلگرامی	//	//	//
۴۳	تزک محبوبیہ	غلام صمدانی خاں گوہر	اردو	مطبوعہ	//
۴۴	بستان آصفی	وٹھل راؤ مانک راؤ	//	//	//

۴۵	اردوئے قدیم	حکیم سید شمس اللہ قادری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۴۶	پنجاب میں اردو	محمود شیرانی	〃	〃	〃
۴۷	اردو شہ پارے	ڈاکٹر محی الدین قادری	〃	〃	〃
۴۸	دکن میں اردو	راقم	〃	〃	〃

تذکرہ جات

۴۹	تذکرہ فتح علی گردیزی	فتح علی الحسنی	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۵۰	تذکرہ علی ابراہیم خاں	علی ابراہیم خاں	〃	〃	〃
۵۱	نکات الشعرا	میر تقی میر	〃	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۲	مخزن نکات	قیام الدین قائم	〃	〃	〃
۵۳	تذکرہ شعرائے اردو	میر حسن	〃	〃	〃
۵۴	چمنستان شعرا	لالہ لچھمی نارائن شفیق	〃	〃	〃
۵۵	گلشن گفتار	خواجہ خاں حمید	〃	〃	〃
۵۶	گلزار اعظم	غلام محمد غوث خاں	〃	〃	〃
۵۷	صبح وطن	〃	〃	〃	〃
۵۸	تذکرہ شعرائے دکن	عبدالجبار ملکاپوری	اردو	مطبوعہ	مملوکہ راقم
۵۹	گلشن ہند	مرزا علی لطف	〃	〃	〃
۶۰	آب حیات	محمد حسین آزاد	〃	〃	〃
۶۱	گل رعنا	حکیم عبدالحی	〃	〃	〃
۶۲	طبقات الشعرا	کریم الدین	〃	〃	انڈیا آفس

ادبیات فارسی

۶۳	سیف الملوک و بدیع الجمال	؟	فارسی	مخطوطہ	برٹش میوزیم
۶۴	طوطی نامہ	ضیاء الدین نخشبی	〃	〃	〃
۶۵	طوطی نامہ	ابو الفضل	〃	〃	〃
۶۶	خاور نامہ	حسام الدین	〃	〃	〃
۶۷	پدماوت	ملک محمد جائسی	بھاکہ	〃	ببلیاٹک دی نیشنل پیارس
۶۸	پدماوت	عبدالشکور بزمی	فارسی	〃	برٹش میوزیم
۶۹	شمع و پروانہ	عاقل خاں رازی	〃	〃	〃
۷۰	فرخ بخش	لچھمی رام	〃	〃	〃
۷۱	بہرام و گل اندام	؟	〃	〃	〃
۷۲	مہر و ماہ	عاقل خاں رازی	〃	〃	〃
۷۳	کنور منوہر و مدھو مالت	؟	〃	〃	〃
۷۴	میںکا و منوہر	مادھوداس گجراتی	〃	〃	انڈیا آفس
۷۵	قصہ مدھومالت	؟	〃	〃	〃
۷۶	قصہ فیروز شاہ	؟	〃	〃	〃
۷۷	روضۃ الشہدا	ملا حسین کاشفی	〃	〃	〃
۷۸	منطق الطیر	شیخ فرید الدین عطار	〃	〃	〃
۷۹	ہشت بہشت	امیر خسرو	〃	〃	〃

۸۰	جنگ نامہ	محمد حنیف	فارسی	مخطوطہ	انڈیا آفس
۸۱	در مجالس	سیف بن ظفر نو بہاری	”	”	”
۸۲	دہ مجلس	؟	”	”	”

ضمیمہ (ب) فہرست مخطوطات بلحاظ کتب خانہ (سنہ تصنیف کے لحاظ سے سلسلہ قایم کیا گیا ہے)

نشان سلسلہ	صراحت سنہ	نام مخطوطہ	حوالہ صفحہ
		(ا) کتب خانہ انڈیا آفس (لنڈن)	
۱	سنہ ۱۰۱۸ھ	مثنوی قطب مشتری	۲۷
۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	مثنوی سیف الملوک بدیع الجمال	۳۸
۳	سنہ ۹	مثنوی مصیبت اہل بیت	۷۵
۴	سنہ ۱۰۵۰ھ	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۵	سنہ ۱۰۵۹ھ	مثنوی خاور نامہ	۸۳۲
۶	سنہ ۱۰۶۶ھ	مثنوی پھول بن	۸۰
۷	سنہ ۱۰۶۶ھ	نسخہ ثانی	۸۰
۸	سنہ ۱۰۶۸ھ	مثنوی گلشن عشق	۲۵۷
۹	؍؍	نسخہ ثانی	۲۵۷
۱۰	؍؍	نسخہ ثالث	۲۵۷
۱۱	؍؍	نسخہ رابع	۲۵۷
۱۲	سنہ ۱۰۷۶ھ	علی نامہ	۲۸۷
۱۳	سنہ ۱۰۷۷ھ	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۴	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ ابو شحمہ	۱۰۰
۱۵	سنہ ۱۰۹۰ھ	قصہ حسینی	۱۰۷
۱۶	سنہ ۱۰۹۱ھ	قصہ پدماوت	۱۱۸

۱۷	سنہ ۱۰۹۲ھ	جنگ نامہ	صفحہ ۱۴۱
۱۸	سنہ ۱۰۹۵ھ	ظفر نامہ	۱۵۵
۱۹	سنہ ؟	محی الدین نامہ	۱۷۵
۲۰	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ ملک مصر	۳۲۵
۲۱	سنہ ۱۱۰۰ھ	قصہ بہو ساس	۳۳۱
۲۲	سنہ ۱۱۰۰ھ	مثنوی عشق صادق	۳۳۳
۲۳	سنہ ۱۱۳۰ھ	روضۃ الشہدا	۳۵۲
۲۴	سنہ ۱۱۳۰ھ	نسخۂ ثانی	۳۵۲
۲۵	سنہ ۱۱۳۱ھ	منطق الطیر	۳۶۵
۲۶	سنہ ؟	مثنوی دعائے فاطمہ	۳۷۰
۲۷	سنہ ؟	غزلہائے عشرتی	۳۷۴
۲۸	سنہ ؟	ترجمہ قصیدہ بردہ	۳۹۲
۲۹	سنہ ؟	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۳۰	متوفی سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳۱	سنہ "	"	۴۸۲
۳۲	سنہ "	"	۴۸۲
۳۳	سنہ "	"	۴۸۲
۳۴	سنہ "	"	۴۸۲
۳۵	سنہ "	"	۴۸۲
۳۶	سنہ "	"	۴۸۲
۳۷	سنہ "	"	۴۸۲

نمبر	سنہ	نام	صفحہ
۳۸	سنہ ۱۱۶۴ھ	مثنوی عقد فاطمہ	صفحہ ۵۱۱
۳۹	سنہ ۱۱۶۴ھ	معجزات رسالت	۵۱۳
۴۰	٠	دیوان سراج	۵۱۵
۴۱	٠	حیدر نامہ	۴۰۴
۴۲	؟	مثنوی طالب و موہنی	۴۲۷
۴۳	؟	رازق باری	۴۳۴
۴۴	؟	قصہ بہول صادق	۵۳۹
۴۵	سنہ ۱۱۷۴ھ	جنگ بہاؤ مرہٹہ	۵۴۱
۴۶	″	جنگ مرہٹہ و شاہ درانی	۵۴۴
۴۷	؟	فتح نامہ ٹیپو سلطان	۴۰۸
۴۸	؟	خلاصہ سلطانی	۴۱۴
۴۹	؟	نسخہ ثانی	۴۱۴
۵۰	؟	مثنوی راگ مالا	۵۱۷
۵۱		دیوان عزلت	۵۲۱
۵۲	سنہ ۱۱۹۰ھ	مفرح القلوب	۴۱۷
۵۳	″	″	۴۱۷
۵۴	″	″	۴۱۷
۵۵	″	″	۴۱۷
۵۶	″	″	۴۱۷
۵۷	″	″	۴۱۷
۵۸	″	″	۴۱۷

۵۹	سنہ ۱۱۹۰	مفرح القلوب	صفحہ ۴۱۷
۶۰		ترجمہ کیدانی	۴۶۷
۶۱	؟	مثنوی لعل وگوہر	۵۲۵
۶۲	؟	نسخہ ثانی	۵۲۵
۶۳	؟	درمجالس	۵۳۲
۶۴	سنہ ۱۲۱۳	دیوان چندا	۵۵۴
۶۵	؟	دیوان شادان	۵۶۰
۶۶	؟	قصہ مینا	۵۶۸
۶۷	؟	نسخہ ثانی	۵۶۸
۶۸	؟	انوار سہیلی	۵۷۹
۶۹	؟	″	۵۷۹
۷۰	؟	″	۵۷۹
۷۱	؟	″	۵۷۹
۷۲	؟	″	۵۷۹
۷۳	؟	منتخب نیک نام	۵۷۱
۷۴	؟	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۷۵	؟	اسلام عمر	۵۷۷
۷۶	؟	نافرمان عورت	۵۸۴
۷۷	؟	قصہ معجزہ بی بی فاطمہ	۵۸۶
۷۸	؟	قصہ ابراہیم ادہم	۵۸۸
۷۹	؟	شجرہ خلافت	۵۹۲

٨٠	؟	وفات نامہ پیغمبر	٥٩٣
٨١	؟	قصہ گل و ہرمز	٥٩٥
٨٢	؟	ہشام و قمر	٥٩٨
٨٣	؟	حکایت سوداگر	٦٠٢
٨٤	؟	چوہوں کا بادشاہ	٦٠٣
٨٥	؟	احمق برہمن	٦٠٤
٨٦	؟	احمق عورت	٦٠٥
٨٧	؟	خوبی قسمت	٦٠٥
٨٨	؟	جنگلی شہزادہ	٦٠٦
٨٩	؟	بہار دانش کی دیگر حکایتیں	٦٠٨
٩٠	؟	ترجمہ گلستان	٦٠٩
٩١	؟	نسخہ دیگر	٦٠٩
٩٢	؟	قصہ انار رانی	٦١٣
٩٣	؟	قصہ بندگان عالی	٦١٦
٩٤	؟	ترجمہ سراجی	٦١٨
٩٥	؟	گنج نامہ	٦١٩
٩٦	؟	شرح دو بیت	٦٢٠
٩٧	؟	کتاب الاخلاق	٦٢٨
٩٨	؟	گیت احمد	٦٣٠

(۲) کتب خانہ برٹش میوزیم لنڈن

١	سنہ ۱۰۳۵ھ	سیف الملوک و بدیع الجمال	٣٨

۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	نسخہ ثانی ناقص	۳۸
۳	سنہ ۱۰۴۹ھ	طوطی نامہ	۵۷
۴	سنہ ۱۰۴۹ھ	نسخہ ثانی	۵۷
۵	سنہ ۱۰۵۰ھ	قصہ بہرام و حسن بانو	۲۱۷
۶	سنہ ۱۰۵۰ھ	نسخہ ثانی	۲۱۷
۷	؟	مثنوی ہشت بہشت	۲۲۳
۸	سنہ ۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۹	سنہ ۱۰۷۶ھ	علی نامہ	۳۸۷
۱۰	سنہ ۱۰۸۱ھ	مثنوی بہرام و گل اندام	۹۱
۱۱	سنہ ۱۰۹۴ھ	قصہ رضوان شاہ روح افزا	۱۴۹
۱۲	؟	محی الدین نامہ	۱۷۵
۱۳	سنہ ۱۱۰۹ھ	غوث نامہ	۳۴۴
۱۴	سنہ ۱۱۲۵ھ	جنگ نامہ حیدر	۳۴۷
۱۵	متوفی سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۱۶	سنہ ۱۱۵۶ھ	شوہر نامہ	۵۰۵
۱۷	سنہ ۱۱۶۴ھ	سوداگر کی بی بی	۵۰۷
۱۸	سنہ ۱۱۸۴ھ	ہشت بہشت	۳۳۶
۱۹	؟	حیدر نامہ	۴۰۴
۲۰	سنہ ۱۲۰۶ھ	محبوب القلوب	۴۵۰
۲۱	سنہ ۱۲۰۶ھ	تحفۂ احباب	۲۵۲
۲۲	سنہ ۱۲۰۶ھ	ریاض العارفین	۴۲۰

۲۳	سنہ ۱۲۰۷ھ	ریاض الجناں	۴۵۳
۲۴	؟	چار گلشن	۴۷۹
۲۵	سنہ ۱۲۰۸ھ	روضۃ الصالحین	۵۵۱
۲۶	؟	لعل و گوہر	۵۲۵
۲۷	؟	قصہ تیرہویں صدی	۵۴۶
۲۸	؟	طبیب موسیٰ	۵۴۸
۲۹	؟	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۳۰	؟	طوطی نامہ نثر	۵۶۵
۳۱	؟	ترجمہ گلستان	۶۱۰

(۳) کتب خانہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن

۱	سنہ ۱۰۶۶ھ	پھول بن	۸۰
۲	سنہ ۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۳	سنہ ۱۱۳۰ھ	روضۃ الشہدا	۳۵۲
۴	؟	اضراب سلطانی	۴۰۸

(۴) کتب خانہ کیمبرج یونیورسٹی وغیرہ

۱	سنہ ۱۰۳۵ھ	سیف الملوک و بدیع الجمال	۳۸
۲	سنہ ۱۰۳۵ھ	ایضاً نسخہ ثانی	۳۸
۳	متوفی سنہ ۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۴	سنہ ۱۱۴۳ھ	نسخہ ثانی	۴۸۲

۵	۱۱۴۳ھ	دیوان ولی نسخۂ ثالث	۴۸۲
۶	؟	بیاض مراثی	۶۳۲

(۵) کتب خانہ اکسفرڈ یونیورسٹی (بوڈلین لائبریری)

۱	۱۰۶۸ھ	گلشن عشق	۲۵۷
۲	۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	؍؍	نسخۂ ثانی	۴۸۲
۴	۱۲۱۱ھ	گلزار عشق	۴۵۵

(۶) کتب خانہ اڈنبرا یونیورسٹی اڈنبرا

۱	؟	مثنوی چندر بدن و مہیار	۲۰۹
۲	۱۱۴۳ھ	دیوان ولی	۴۸۲
۳	۱۱۶۹ھ	مراثی ہاشم علی موسوم دیوان حسینی	۶۴۳
۴	۱۱۹۳ھ	بیاض مراثی	۶۳۲

(۷) ببلیاتھک دی نیشنل (قومی کتب خانہ پیرس)

۱	۱۱۰۹ھ	یوسف زلیخا	۳۳۸
۲	۱۱۴۴ھ	خلاصۃ المعاملات	۵۰۲
۳	۱۱۴۴ھ	انواع العلوم	۵۰۴
۴	۱۱۸۴ھ	ہشت بہشت	۴۳۶
۵	۱۱۸۵ھ	تحفۃ النساء	۴۴۲

۶	۱۲۰۶ھ	ریاض الجنان	۴۵۳
۷	؟	معراج نامہ	۴۴۵
۸	؟	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
۹	؟	ہدایت نامہ	۴۴۵
۱۰	؟	عقائد مولوی محمد باقر	۴۴۸
۱۱	؟	ترجمہ گلستاں	۶۱۱
۱۲	؟	ترجمہ گلستاں	۶۱۱
۱۳	؟	معراج نامہ	۶۲۲
۱۴	؟	افسانہ ہندی	۶۲۴
۱۵		جنگ امیر حمزہ	۶۲۵
۱۶		آئین وقوانین افواج کمپنی	۶۲۶

صدر جملہ ۱۶۳

ضمیمہ (ج) فہرست مصنفین معہ صراحت تصنیف بلحاظ حروف تہجی

نمبر شمار	نام	تصنیف	نمبر صفحہ
	(الف)		
۱	احمد	مصیبت اہل بیت	۷۵
۲	ابن نشاطی	پھول بن	۸۰
۳	امین	قصہ ابو شحمہ	۱۰۰
۴	افضل	محی الدین نامہ مرثیہ	۱۷۵ ۱۸۲
۵	امین	بہرام و حسن بانو	۲۱۷
۶	امین	یوسف زلیخا	۳۳۸
۷	اشرف	جنگ نامہ حیدر مرثیہ	۳۴۷ ۳۷۹
۸	ابن جعفر	اضافہ پھول بن	۳۹۵
۹	(محمد) اسحاق	ریاض العارفین	۴۲۰
۱۰	آگاہ	ہشت بہشت	۴۳۶
۱۱	"	تحفۃ النساء	۴۴۲
۱۲	"	معراج نامہ	۴۴۵
۱۳	"	ہدایت نامہ	۴۴۵
۱۴	"	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	۴۴۵
۱۵	"	عقائد	۴۴۸
۱۶	"	محبوب القلوب	۴۵۰

۱۰	آگاہ	تحفۃ احباب	۴۵۲
		ریاض الجناں	۴۵۳
		گلزار عشق	۴۵۵
۱۱	(مرزا) اسمٰعیل	بہار دانش کی حکایتیں	(از ۶۰۱ تا ۶۰۶)
۱۲	احمد	خلاصہ سلطانی	۴۱۴
۱۳	احمد	گیت	۶۳۰
۱۴	امامی	مرثیہ	۶۵۱
۱۵	اکبری	مرثیہ	۶۵۲
۱۶	اصغر	مرثیہ	۶۵۳
۱۷	ابوتراب	مرثیہ	۶۵۳
۱۸	افصح	مرثیہ	۶۵۴
۱۹	اکبر	مرثیہ	۶۵۴
۲۰	احمد	مرثیہ	۶۵۴
۲۱	الفی	مرثیہ	۶۵۵
	ت		
۲۲	تحقیق	مرثیہ	۶۵۵
۲۳	تقی	مرثیہ	۶۵۵
۲۴	تراب	مرثیہ	۶۵۵
	ج		
۲۵	جلیل	مرثیہ	۶۵۶

نمبر	شاعر	تصنیف	صفحہ
	چ		
۲۶	چندا	دیوان	۵۵۴
	ح		
۲۷	حمیدی	مرثیہ	۶۵۶
	خ		
۲۸	خواص	قصہ حسینی	۱۰۷
۲۹	خوشنود	ہشت بہشت	۲۲۳
۳۰	خلیل	قصہ تیرہویں صدی	۵۴۶
		قصہ طبیب موسلی	۵۴۸
	د		
۳۱	دولت	بہرام و حسن بانو	۲۱۷
۳۲	داس	مرثیہ	۶۵۶
۳۳	دل	مرثیہ	۶۵۷
	ذ		
۳۴	ذوقی	غوث نامہ	۳۴۴
		مرثیہ	۳۷۶
	ر		
۳۵	رستمی	خاور نامہ	۲۳۲
۳۶	رضی	مرثیہ	۶۳۶
۳۷	روحی	مرثیہ	۶۴۱
۳۸	راز	مرثیہ	۶۵۷

نمبر	شاعر	تصنیف	صفحہ
	س		
۳۹	سیوک	جنگ نامہ	۱۴۱
۴۰	سرشار	چارگلشن	۴۶۹
۴۱	سراج	دیوان	۵۱۵
۴۲	سید	مرثیہ	۶۵۷
۴۳	سیدن	مرثیہ	۶۵۸
۴۴	سرور	مرثیہ	۶۵۸
۴۵	سری	مرثیہ	۶۵۹
۴۶	سلیمن	مرثیہ	۶۵۹
۴۷	سلیمی	مرثیہ	۶۵۹
	ش		
۴۸	شاہی	مرثیہ	۱۸۳
۴۹	شاداں	دیوان	۵۶۰
۵۰	شرف	معجزہ بی بی فاطمہ	۵۸۶
۵۱	شرف	مرثیہ	۶۶۰
۵۲	شیدا	مرثیہ	۶۶۰
	ص		
۵۳	صابر	شوہرنامہ	۵۰۵
۵۴	صابر	مرثیہ	۶۶۱
۵۵	صلاح	مرثیہ	۶۶۱
۵۶	صوفی	مرثیہ	۶۶۲

نمبر	نام	تصنیف	صفحہ
۵۷	صفی	مرثیہ	۶۶۲
	ض		
۵۸	ضعیفی	عشق صادق	۳۳۳
	ط		
۵۹	طبعی	بہرام وگل اندام	۹۱
۶۰	طرب	فتح نامۂ ٹیپو سلطان	۴۰۸
۶۱	طاہر	مرثیہ	۶۶۳
	ع		
۶۲	عاجز	ملکہ مصر	۳۲۵
۶۳	عشرتی	غزل	۳۷۴
۶۴	عیداللہ	ترجمہ قصیدہ بردہ	۳۹۲
۶۵	عباداللہ	مفرح القلوب	۴۱۷
۶۶	عاصی	خلاصۃ المعاملات	۵۰۲
		انواع العلوم	۵۰۴
۶۷	عزلت	راگ مالا	۵۱۷
		دیوان	۵۲۱
۶۸	عاجز	لعل وگوہر	۵۲۵
		دیوان	۵۳۰
۶۹	عزیز	منتخب نیک نام	۵۷۱
۷۰	عطا	دوازدہ مجلس	۵۸۲
۷۱	عین الدین	مرثیہ	۶۶۳

نمبر	شاعر	تصنیف	صفحہ
۷۲	عترت	مرثیہ	۶۶۴
۷۳	عسکری	مرثیہ	۶۶۴
۷۴	عطا	مرثیہ	۶۶۴
۷۵	عنایت	مرثیہ	۶۶۵
۷۶	عارف	مرثیہ	۶۶۶
۷۷	عزیز	مرثیہ	۶۶۶
۷۸	عابد	مرثیہ	۶۶۶
۷۹	عزلت	مرثیہ	۶۶۷
	غ		
۸۰	غواصی	سیف الملوک بدیع الجمال	۳۸
		طوطی نامہ	۵۷
		مرثیہ	۱۷۹
۸۱	غلام علی	پدماوت	۱۱۸
۸۲	(محمد) غوث	ترجمہ کیدانی	۴۶۷
۸۳	غلامی	مرثیہ	۶۶۷
۸۴	غالب	مرثیہ	۶۶۹
۸۵	غمگیں	مرثیہ	۶۶۹
	ف		
۸۶	فائز	قصہ رضوان شاہ و روح افزا	۱۴۹
۸۷	فراقی	غزل	۵۰۱
۸۸	فائز	مرثیہ	۶۶۹

۸۹	فتح اللہ	مرثیہ
۹۰	فضل	مرثیہ
	ق	
۹۱	قیاسی	سوداگر کی بی بی
۹۲	قائم	مرثیہ
۹۳	قطب	مرثیہ
۹۴	قربان علی	مرثیہ
۹۵	قربان	مرثیہ
	ک	
۹۶	کاظم	مرثیہ
۹۷	کمینہ	درمجالس
۹۸	کمتر	مرثیہ
	گ	
۹۹	گلزار	مرثیہ
	ل	
۱۰۰	لطیف	ظفر نامہ مرثیہ
۱۰۱	لطفی	بہول صادق
۱۰۲	لطف	مرثیہ
	م	
۱۰۳	مقیمی	چندر بدن و مہیار

۱۰۴	مرزا	مرثیہ	۱۸۸
۱۰۵	(شاہ) ملک	شریعت نامہ	۳۱۴
۱۰۶	مرزا	مرثیہ	۳۱۸
۱۰۷	مخدوم حسینی	عقد فاطمہ	۵۱۱
		معجزات رسالت	۵۱۳
۱۰۸	مکینہ	اسلام عمر	۵۷۷
۱۰۹	مخدوم	نافرمان عورت	۵۸۴
۱۱۰	محی الدین	قصہ ابراہیم ادہم	۵۸۸
۱۱۱	میر	وفات نامہ پیغمبر	۵۹۳
۱۱۲	موسیٰ	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۳	مسیحا	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۴	محبان	مرثیہ	۶۷۳
۱۱۵	معتبر خاں	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۶	ماتمی	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۷	معجز	مرثیہ	۶۷۴
۱۱۸	مسیح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۱۹	مبتلا	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۰	مصلح الدین	مرثیہ	۶۷۵
۱۲۱	مکھن	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۲	مسکین	مرثیہ	۶۷۶
۱۲۳	مدحی	مرثیہ	۶۷۶

نمبر	شاعر	تصنیف	صفحہ
۱۲۴	معصوم	مرثیہ	۶۷۷
۱۲۵	منعم	مرثیہ	۶۷۷
۱۲۶	مستقیم	مرثیہ	۶۷۷
۱۲۷	مخلص	مرثیہ	۶۷۸
۱۲۸	موالی	مرثیہ	۶۷۸
	ن		
۱۲۹	نصرتی	گلشن عشق	۲۵۷
		علی نامہ	۲۸۷
۱۳۰	نیّر	جنگ نامہ بہاؤ مرہٹہ	۵۴۱
		جنگ نامہ مرہٹہ وشاہ درانی	۵۴۴
۱۳۱	نظر	مرثیہ	۶۷۸
۱۳۲	ندیم	مرثیہ	۶۷۹
۱۳۳	ندا	مرثیہ	۶۷۹
۱۳۴	نعیم	مرثیہ	۶۸۰
	و		
۱۳۵	وجہی	قطب مشتری	۲۷
۱۳۶	ولی (ویلوری)	روضۃ الشہدا	۳۵۲
		دعائے فاطمہ	۳۷۰
۱۳۷	وجدی	منطق الطیر	۳۶۵
۱۳۸	والہ	طالب وموہنی	۴۲۷
		رازق باری	۴۳۴

۱۳۹	ولی	دیوان مرثیہ	۴۸۲ ۶۳۴
	ھ		
۱۴۰	ہاشمی	مرثیہ	۳۲۰
۱۴۱	ہاشم علی	دیوانِ حسینی	۶۴۳
۱۴۲	ہوشدار	مرثیہ	۶۸۰
۱۴۳	ہوشیار	مرثیہ	۶۸۱
۱۴۴	ہاشم	مرثیہ	۶۸۱
	ی		
۱۴۵	یتیم احمد	مرثیہ	۳۸۱
۱۴۶	یاد	مرثیہ	۶۸۱

حسب ذیل مخطوطات کے مصنف نامعلوم ہیں

شمار	نام مخطوطہ	صفحہ
۱	قصہ بہو ساس	۳۳۱
۲	حیدر نامہ	۴۰۴
۳	روضۃ الصالحین	۵۵۱
۴	طوطی نامہ نثر	۵۶۵
۵	حکایات لطیف	۵۶۷
۶	قصہ بینا	۵۶۸
۷	قصہ بی بی مریم	۵۷۴
۸	انوار سہیلی	۵۷۹
۹	سلسلہ خلافت	۵۹۲
۱۰	قصہ گل و ہرمز	۵۹۵
۱۱	ہشام و قمر	۵۹۸
۱۲	ترجمہ گلستاں	۶۰۹
۱۳	دوسرا ترجمہ	۶۱۰
۱۴	تیسرا ترجمہ	۶۱۱
۱۵	چوتھا ترجمہ	۶۱۲
۱۶	قصہ انار رانی	۶۱۳
۱۷	قصہ بندگان عالی	۶۱۶
۱۸	ترجمہ سراجی	۶۱۸

۱۹	گنج نامہ	۶۱۹
۲۰	ترجمہ سراج جی	۶۲۰
۲۱	معراج نامہ	۶۲۲
۲۲	افسانہ ہندی	۶۲۴
۲۳	کتاب الاخلاق	۶۲۸

تمام شد

ضمیمہ (د) فہرستِ مخطوطات بلحاظ حروفِ تہجی

نام مخطوطہ	صفحہ	نام مخطوطہ
الف		**پ**
ابو شحمہ	۱۰۰	پھول بن
انواع العلوم	۵۰۴	پدماوت
اسلام عمرؓ	۵۷۷	پھول بن
انوار سہیلی	۵۷۹	**ت**
ابراہیم ادہمؒ	۵۸۸	تحفۃ النساء
انار رانی	۶۱۳	تحفۂ احباب
افسانۂ ہندی	۶۲۴	تیرھویں صدی
آئین و قوانین افواج کمپنی	۶۲۶	**ج**
اخلاق	۶۲۸	جنگ نامہ
ب		جنگ نامہ حیدری
بہرام و گل اندام	۹۱	جنگ نامہ بھاؤ راؤ
بہرام و حسن بانو	۲۱۷	جنگ بھاؤ مرہٹہ و شاہ درانی
بہو ساس	۳۳۱	جنگ امیر حمزہ
بہلول صادق	۵۳۹	**چ**
بہار دانش	۶۰۱	چندر بدن و مہیار
بندگان عالی	۶۱۶	چار گلشن

ح

حیدرنامہ ۴۰۴
حکایاتِ لطیف ۵۶۷

خ

خاورنامہ ۲۳۲
خلاصہ سلطانی ۴۱۴
خلاصۃ المعاملات ۵۰۲

د

دعائے فاطمہ ۳۷۰
دیوان ولی ۴۸۲
دیوانِ سراج ۵۱۵
دیوان عزلت ۵۲۱
دیوان عاجز ۵۳۳
درمجالس ۵۳۲
دیوان چندا ۵۵۴
دیوان شاداں ۵۶۰
دوازدہ مجلس ۵۸۲
دیوان حسنی ۶۴۳

ر

رضوان شاہ وروح افزا ۱۴۹
روضۃ الشہدا ۳۵۲
ریاض العارفین ۴۲۰
رازق باری ۴۳۴
ریاض الجناں ۴۵۲
راگ مالا ۵۱۷
روضۃ الصالحین ۵۵۱

س

سیف الملوک وبدیع الجمال ۳۸
سوداگر کی بی بی ۵۰۷
سلسلہ خلافت ۵۹۲
سراجی ۶۱۸

ش

شریعت نامہ ۳۱۴
شوہرنامہ ۵۰۵
شرح دوبیت ۶۲۰

ط

طوطی نامہ ۵۷
طالب وموہنی ۴۲۷
طیب موسے ۵۴۸
طوطی نامہ ۵۶۵

ظ

ظفرنامہ ۱۵۵

ع

علی نامہ ۲۸۷
عشق صادق ۳۳۳
عقاید مولوی باقر ۴۴۸
عقد فاطمہ ۵۱۱

غ

غزل عشرتی ۳۷۴
غوث نامہ ۳۴۴
غزل فراقی ۵۰۱

ف

فتح نامہ ٹیپو سلطان ۴۰۸
فرقہ ہائے اسلام ۴۴۵

ق

قطب مشتری
قصہ حسینی
قصہ بینا
قصہ بی بی مریم
قصیدہ بردہ

ک

کیدانی

گ

گلشن عشق
گلزار عشق
گل و ہرمز
گلستان
گنج نامہ

ل

لعل و گوہر

م

مصیبت اہلبیت
محی الدین نامہ
مرثیہ غواصی
مرثیہ لطیف
مرثیہ افضل
مرثیہ شاہی
مرثیہ کاظم
مرثیہ مرزا
مرثیہ ہاشمی

مرثیہ مرزا
ملکۂ مصر ۲۷
منطق الطیر ۱۰۷
مرثیہ ذوقی ۵۶۸
مرثیہ اشرف ۵۶۴
مرثیہ یتیم احمد ۳۹۲
مفرح القلوب ۴۶۷
معراج نامہ
محبوب القلوب ۲۵۷
معجزات رسالت ۴۵۵
منتخب نیک نام ۵۹۵
معجزۂ بی بی فاطمہؓ ۶۰۹
معراج نامہ ۶۱۹
مرثیہ ہائے شعرائے مختلف ۶۳۰
۵۲۸

ن

نافرمان عورت ۶۵

و ۱۷۵

وفات نامہ پیغمبر ۱۷۹

ہ ۱۸۰

ہشت بہشت ۱۸۲
ہشت بہشت ۱۸۳
ہدایت نامہ ۱۸۵
ہشام و قمر ۱۸۸

ی

یوسف زلیخا ۳۲۰

ختم